سلسلہ اوّل

فسانہ لندن

جلد نہم

جلاد کی سرگذشت

پہلا باب

دوسرے دن شام کے وقت سمدرز وقت مقررہ پر مارکھم پلیس میں حاضر ہوا۔ رچرڈ نے اس سے اپنی لائبریری میں ملاقات کی۔ اور اس کے ساتھ بڑی ملائمت اور مہربانی کا سلوک کیا جس کا جلاد کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اس کے بعد ہمارے ہیرو نے اپنے ملاقاتی کو اس غیر معمولی دولت کی اطلاع دی۔ جو کیتھرائن کے ورثہ میں آنکلی تھی۔ اور اس انتظام کا بھی ذکر کیا۔ جو اس نے آیندہ کے لئے جلاد اور اُسکے بیٹے کے متعلق کیا تھا۔ پھر کہا "تم خیال نہ کرو کہ کیتھرائن تمہارے ساتھ فقط اسیقدر سلوک کریگی۔ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا۔ اور میں دیکھوں گا۔ تم اپنے دور زندگی کو بدلنے پر پورے طور سے آمادہ ہو۔ اور آجتک اپنے بیٹے سے جس سختی کا سلوک کرتے رہے ہو۔ اُسے بھی ترک کر چکے ہو۔ تو میں کیتھرائن کے سرپرست سے کہکر جس کا مجھ پر پورا اعتماد ہے۔ وقتاً فوقتاً تمہیں اس قسم کی مالی امداد دلواتا رہونگا جس سے تمہارا کاروبار اچھی طرح چلتا رہے۔

سمدرز نے کہا "میرے پاس الفاظ موجود نہیں ہیں۔ جن سے میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔ تاہم میری خواہش ہے۔ کہ جس وقت آپ دوبارہ گیٹ سے ملیں۔

مم ضرور رہا ان کر دے ۱

آ اس صورت میں پہلے

اتنا کہکر سمدر بآسائش طریق سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور اپنی سرگذشت ان لفظوں میں بیان کرنے لگا۔

"میرا والد بنیاری تھا۔ اور سوتھیپٹن میں اُس کی دوکان اچھی طرح چلتی تھی۔ میری ماں کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا۔ اور میں اپنے والدین کا اکلوتا بچہ تھا۔ شروع سے ہی مجھے ایک مستقل طبیعت کا نیک چلن نوجوان سمجھا جاتا تھا۔ اور میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں والد کے کاروبار پر پورے طور سے توجہ دیتا۔ کبھی شراب خانہ میں نہ جاتا تھا۔ بلکہ اتوار کے روز ہمیشہ باقاعدگی سے گرجا میں جاتا۔ اور مجھے کتابوں کے مطالعہ کا بھی بہت شوق تھا۔

ہمارے ہمسایہ میں دیوار بیچ ایک اور شخص ولمٹ رہتا تھا۔ جو اناج کا بیوپاری تھا۔ اُس کی بیوی کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ اور اُس کی بھی ایک اکلوتی لڑکی تھی بڑی خوبصورت اور مجھ سے عمر میں ایک دو سال کم۔ اس کا نام ہیریٹ تھا۔ دونوں خاندان عرصہ دراز سے ایک دوسرے سے واقف چلے آتے تھے۔ اور بچپن میں میں اور ہیریٹ دونوں اکٹھے کھیلا کرتے تھے۔ ہماری آپس میں گہری دوستی تھی۔ اور بچپن کی اس رفاقت نے رفتہ رفتہ محبت کی صورت اختیار کرلی۔ میں کیا بیان کروں۔ اُس لڑکی سے مجھے کس درجہ عشق تھا۔ یوں سمجھئے کہ میں اُس کی پرستش کرتا تھا۔ گذشتہ چند سال کے عرصہ میں جسقدر ادنے قابل نفرت مادی خیالات میرے ذہن میں پیدا ہوچکے ہیں۔ اُن کے اندر میری زندگی کا صرف وہ ایک واقعہ روشن شفاف اور پاک جذبات کے ایک منور ستارہ کی طرح بہترین راحت کے زمانہ کی یاد دلاتا ہے۔

خود اُسے بھی مجھ سے گہری محبت تھی۔ اور ہمارے والدین یہ دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے کہ دونوں میں ایسے خوشگوار تعلقات ہیں۔ خیال کیا جاتا تھا۔ کہ ہماری شادی اُس روز ہوگی جب میری عمر اکیس سال کی ہو جائے گی۔ لیکن اس واقعہ میں ابھی سات آٹھ ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ کہ ایک ایسا سانحہ پیش آیا جس نے معاملات کی حالت ہی بالکل بدل دی یعنی مقامی بنک کا دیوالہ نکل گیا۔ اور ولمٹ تباہ ہوگیا۔"

اس مقام پر سمدر نے رُک کر ایک سرد آہ کھینچی۔ اور اپنے سلسلہ داستان کو یوں جاری رکھا۔

"ولمٹ میرے والد کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ بنک کا دیوالہ نکل جانے کی وجہ سے

اندیشہ ہے۔ اگر میں ایک ہفتہ کے عرصہ میں بارہ پندرہ سو پونڈ جمع نہ کر سکا۔ تو میرا نام بھی دیوالیوں کی فہرست میں شایع ہو جائیگا۔ البتہ اگر یہ مشکل رفع ہو جائے۔ تو میری حالت سنبھلنے میں شبہ نہیں میرے والد نے اس آخری فقرہ پر خوشنودی کا اظہار کیا لیکن ساتھ ہی احتیاطاً اپنی جیبوں کو محفوظ کر لیا۔ ولمٹ نے بیان کیا۔ میں یہ مطلوبہ رقم حاصل کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ اس اس کی ضمانت دے سکیں۔ میرا والد نہایت بخیل اور سخت کاروباری طبیعت کا آدمی تھا اس تجویز کو سنکر حیرت زدہ ہو گیا۔ اور اُس نے اسے ماننے سے فوراً انکار کر دیا۔ اس نے بہت کچھ التجا کی۔ کہ مجھے تباہی سے بچنے میں مدد دیجئے لیکن بے سود! اس کے دس دن بعد جوزف ولمٹ غلہ فروش کا نام بھی دیوالیوں کی فہرست میں شائع ہو گیا۔"

سمرز نے پھر ذرا تامل کیا۔ اور اُس کے بعد سلسلہ بیان جاری رکھ کر کہنے لگا "میں آپ کو بتلا دینا چاہتا ہوں۔ کہ مجھ سے جہاں تک ممکن تھا۔ میں نے اپنے والد کو ولمٹ کی امداد کے متعلق بہت کچھ کہا سنا۔ لیکن میری التجاؤں کا اُس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اس اثنا میں میں نے ہیریٹ سے ملکر اُسے اس بات کا یقین دلایا۔ کہ میری محبت پاک اور بے غرضانہ ہے اور اب جبکہ تمہارے والد مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ میرے دل میں تمہاری محبت اور بھی مضبوط ہو چکی ہے۔ لیکن میرے والد نے اس معاملہ کی نسبت کچھ اور ہی سوچ رکھا تھا۔ اس نے مجھے بلا کر صاف صاف کہدیا۔ کہ تمہارا ایک مفلس کی لڑکی سے شادی کرنا غیر ممکن ہے میں ہرگز ایسا نہ ہونے دونگا۔ میں نے بہتیرے عذرات پیش کئے کہ ایسا کرنا ظلم۔ ناانصافی اور ذلت میں داخل ہوگا لیکن اُس نے مجھے صرف اتنا جواب دیا۔ کہ میں نے اپنا روپیہ خود کمایا ہے۔ اور اس بات کا حقدار ہوں جسے چاہوں اپنا وارث چھوڑ جاؤں۔ اگر تم ہیریٹ سے شادی کرنے پر اصرار کرتے ہو۔ تو آیندہ اس مکان میں داخل نہ ہونا۔ میں نے جواب دیا میرے لئے محبت کا سوال مقدم ہے۔ اور میں ہیریٹ کیساتھ جو وعدے کر چکا ہوں انہیں ضرور پورا کرونگا۔ آپکی دھمکیوں کی مجھے ذرا پروا نہیں۔"

مارکھم نے کہا "بیشک۔ اس حالت میں تمہارے لئے ایسا ہی کرنا مناسب تھا۔ گو تمہارا والد سراسر اس کے خلاف تھا۔"

سمرز سلسلۂ تقریر جاری رکھ کر کہنے لگا "میں نے کبھی ہیریٹ سے کوئی بات چھپا کر نہ رکھی تھی۔ میں نے اُسے یقین دلایا کہ اگر تم ایک ایسے شخص کیساتھ شادی پر آمادہ ہو جس کے

پاس دولت کی بجائے صرف نیکنامی اور محنت کا اثاثہ ہے۔ تو میں تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔ اُس نے آنکھوں میں آنسو بھر کر جواب دیا۔ میں نہیں چاہتی میری بدولت تمہاری زندگی برباد ہو۔ اور گو مجھے تم سے گہری محبت ہے۔ تاہم میں تمہیں اپنے وعدوں سے آزاد کرتی ہوں۔ میں بھی اُس کیساتھ ملکر رونے لگا۔ اے صاحب اُس زمانہ میں میں اس قدر سخت دل نہ تھا۔ اور نہ میرے چہرہ پر وحشیانہ خشونت کے وہ آثار نمودار تھے۔ جو اب ایک مدت سے نظر آرہے ہیں:

ارکھم نے کہا "انسانی چہرہ ہمیشہ روح کا آئینہ ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ موجودہ اصلاح کے بعد۔ تمہارے چہرہ پر پھر ویسے ہی امن وسکون کے آثار نمودار ہو جائیں گے"۔

"بہر حال ہمیں اس کی امید رکھنی چاہیئے۔ کم از کم میری دلی خواہش یہ نہیں ہے۔ کہ میں مروں۔ تو کوئی میری صورت دیکھ کر کہے یہ جلاد تھا۔ لیکن ابھی مجھے اپنی داستان کا بڑا حصہ بیان کرنا ہے۔ ہیریٹ اس بات پر اصرار کر رہی تھی۔ کہ تم میری خاطر تباہی مول نہ لو لیکن اپنی طرف سے میں اُس سے یہی التجا کرتا تھا۔ کہ تم سوچو۔ اس فیصلے سے مجھ پر مصیبت کا کسقدر بار پڑجائیگا۔ خیر میں وہاں سے چلا آیا۔ اور اگلے روز صبح کو معلوم ہوا۔ کہ ولمٹ اپنی بیٹی سمیت کسی طرف کو نکل گیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہاں۔ بدگوئی کرنیوالے کہتے تھے۔ کہ وہ مقامی عدالت دیوالہ میں قرضداروں کے سامنے آنے سے ہچکچاتا تھا۔ اس لئے فرار ہو گیا ہے۔ لیکن میرا اپنا خیال یہ تھا۔ کہ ہیریٹ نے اصرار کر کے اُسے کہیں چلے جانے پر آمادہ کیا ہے اور اب کہ مجھے یقین ہو گیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے رخصت ہو گئی۔ میرے دل میں سخت رنج والم پیدا ہوا۔ اور اسکا اثر مٹانے کی کوشش میں میں کاروبار پر پہلے سے زیادہ توجہ دینے لگا۔

"اسیطرح ہفتوں مہینوں زمانہ گذر گیا۔ میرے دل میں جو زخم تھا وہ کسیقدر مندمل ہو چکا تھا۔ گو اس میں ابھی تک کسک باقی تھی کہ ایک روز جبکہ والد کسیقدر علیل ہونے کیوجہ سے اپنے کمرہ میں تھا۔ اور میں ایک ہنڈی کی تلاش میں اُن کے ڈسک کے بعض کاغذات کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ میری نظر ایک چھٹی پر پڑی۔ جو والد کے نام آئی ہوئی تھی۔ اور جس کے نیچے جوزف ولمٹ کے دستخط تھے۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس پر اُس دن کی تاریخ تھی۔ جس روز میری ہیریٹ سے آخری ملاقات ہوئی۔ ایک لمحہ بھی میں نے اس خط کو پڑھنے میں تامل نہیں کیا اور اسے دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ ولمٹ اور اُس کی بیٹی کی فوری روانگی کا موجب کیا تھا۔

در اصل یہ خط ایک اور خط کے جواب میں لکھا ہوا تھا۔ جو بظاہر میرے والد نے ولمٹ کے نام بھیجا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ والد نے اس صورت میں ولمٹ کو دو سو پونڈ پیش کئے تھے کہ وہ اپنی بیٹی سمیت فوراً وہاں سے رخصت ہو جائے۔ اور اس رقم کے لئے ایک رسید چھوڑ جائے۔ شرط یہ تھی کہ جب تک ولمٹ شہر سے دور رہے۔ اور مجھے اس امر کا پتہ نہ لگنے دے۔ کہ وہ کہاں ہے۔ اس سے قرضہ کی یہ رقم وصول نہ کی جائیگی۔ بظاہر ولمٹ نے اس تجویز کو منظور کر لیا تھا۔ اس لیئے کہ وہ ایک تباہ حال شخص تھا۔ اسکے پاس ایک شلنگ بھی موجود نہ تھا۔ اور اس نے سمجھا کہ اس رقم سے میں کسی دوسرے مقام پر کاروبار شروع کر دوں گا۔

"اپنے والد کی چالاکی کا پتہ مجھے ولمٹ کے خط سے لگا۔ لیکن میں نے اس کا والد سے بالکل ذکر نہیں کیا۔ اور یہ نتیجہ نکالا۔ کہ یہ سب کچھ میری بہتری کے لیے ہی کیا گیا ہے۔ اسی طرح چھ مہینہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس وقت تک ولمٹ یا اس کی بیٹی کے متعلق کوئی خبر موصول نہ ہوئی۔ میرے والد عام طور پر بڑا محتاط اور دور اندیش تھا۔ لیکن بدنصیبی سے ایک بار اس نے کچھ مال جو محصول بچا کر لایا گیا تھا۔ خرید لیا۔ محکمہ محصول کو اس واقعہ کا علم ہو گیا۔ اور ہمارے خلاف مقدمہ چلا۔ اس میں جو سزائے جرمانہ دی گئی۔ اس کی بدولت والد کی ساری پونجی ضائع ہو گئی۔ اور اسکا دل ایسا ٹوٹا۔ کہ وہ تھوڑے عرصہ بعد مر گیا۔ میں ایک تباہ حال کاروباری آدمی کی حیثیت میں روزی کمانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک سال تک جس طرح بھی ممکن تھا میں نے جدوجہد کر کے تجارت جاری رکھی لیکن سرمایہ کے بغیر کبھی کوئی کاروبار کامیابی سے چلنا غیر ممکن ہے۔ آخر مجھے ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک مالدار تاجر کی لڑکی کو جو عمر میں مجھ سے چھ سات سال بڑی تھی۔ مجھ سے محبت ہے۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور اپنے آپکو تباہی سے بچانے کے لئے اس سے شادی کر لی۔ اس شادی سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ وہی بدنما کبڑا لڑکا جسے آپ جانتے ہیں۔ لیکن وہ بچپن سے تو ایسا نہ تھا میں عنقریب آپ کو بتاؤں گا وہ کس طرح ایسا ہو گیا۔"

مرزے نے پھر ایک گہری سانس کھینچی۔ اور سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہنے لگا "میں نے روپیہ کی خاطر شادی کی تھی۔ اور اسکا نتیجہ بہت جلدی ہی مل گیا۔ میری بیوی انتہا درجہ غصیل تھی شراب بھی پیتی تھی۔ اور جب نشہ کی حالت میں ہو تو الامان! اس سے پناہ حاصل کرنا محال

گیا۔ اب دن بدن میرے گھر کی حالت ابتر ہوتی چلی گئی۔ میں نے کاروبار کی طرف توجہ دینا
چھوڑ دیا۔ اور اُس کے غصہ سے بچنے کی خاطر زیادہ عرصہ شراب خانہ میں رہنے لگا۔
اس جگہ دن بدن میرا مزاج بھی کند ہوتا گیا۔ میں گاہکوں سے زیادہ سختی اور بد اخلاقی سے پیش
آنے لگا۔ خود اپنی بیوی سے بھی اس کے طریق کے مطابق بدسلوکی شروع کر دی۔
زور دار لفظوں سے نوبت مکّوں تک پہنچ گئی۔ جب میں اس تمام لڑائی جھگڑے سے تنگ
آجاتا۔ تو سیدھا شراب خانہ کو دوڑتا۔ کہ وہاں اپنا غم غلط کر سکوں۔ اس طرح پر شادی کے
تین سال بعد جب مجھے سوتھمپٹن میں کاروبار سے دست بردار ہونا پڑا۔ تو میرے
پاس صرف چند سو پونڈ باقی رہ گئے تھے۔ اور وہ ساری دولت جو میری بیوی اپنے ساتھ لائی
تھی۔ تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ میں اُسے اور بچہ کو ساتھ لے کر لندن چلا آیا۔ اور یہاں پرانی
سٹریٹ سینٹ گائلز میں تمباکو کی دوکان کھول لی۔ جہاں تک ممکن تھا۔ اس کاروبار کو ترقی
دینے اور دیانت داری سے روزی کمانے کی کوشش کی۔ کچھ عرصہ تک میری بیوی بھی
اس کام میں مدد دیتی رہی۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ ہمارے لڑائی جھگڑوں نے جو مصیبتیں
پیدا کی تھیں۔ اُن کا اُس کے دل پر کچھ اثر ہوا ہے۔ اب وہ تیز شراب سے بچنے لگی۔ اور
بارہا اس بات پر بھی آمادگی ظاہر کی۔ کہ میں آئندہ بیئر شراب کے سوا اور کچھ نہ پیوں گی۔
لیکن ایک روز اُس کی سہیلی نے کہہ سن کر اُسے تھوڑی سی تیز شراب پلا دی۔ بس اُس دن
کے بعد اُس کی حالت پھر ابتر ہو گئی۔ جس وقت گھر آئی۔ تو نشہ سے مدہوش تھی۔ ہماری
لڑائی پھر شروع ہوئی۔ اور آخر اس جھگڑے سے بچنے کے لئے میں ایک بری ساعت میں
اس کے شراب خانہ میں چلا گیا۔ اُس وقت سے لیکر پھر ہم نے وہی طریقہ اختیار کر لیا۔
جو سوتھمپٹن میں ہماری تباہی کا باعث ہوا تھا۔ اور یہاں لندن میں بھی اُس نے وہی نتیجہ
ظاہر کیا۔ میں کاروبار سے دست بردار ہو گیا۔ اور ہم سینٹ گائلز کے اُس مکان
میں رہنے لگے۔ جس میں میں اب رہتا ہوں۔ اور جہاں آپ نے مجھے اول مرتبہ
دیکھا تھا۔"

مدرز نے اس جگہ ذرا رک کر اپنی پیشانی پر اس انداز سے ہاتھ پھیرا۔ گویا زمانہ گذشتہ
کے واقعات کی رنج دہ یاد کو مٹانا چاہتا ہے۔ پھر اپنی داستان ان لفظوں میں بیان کرنی
شروع کی" اب ہمارا گذارہ صرف اس پر تھا۔ کہ مکان کا بڑا حصہ کسی اور کو کرایہ پر دے

دیں۔ اور چونکہ تھوڑا بہت خانگی سامان ہائی سٹریٹ والی دوکان سے بچ رہا تھا۔ اسلئے مستقبل زیادہ تاریک نظر نہ آتا تھا۔ میری بیوی نے بھی آیندہ اصلاح کا وعدہ کر لیا۔ اور چونکہ میں خود سوائے اُس حالت کے کبھی شراب نہ پیتا تھا۔ کہ اُس سے تنگ ہو جاؤں۔ اس لیئے میں نے بھی کفایت کی کوشش میں اسے پورے طور سے مدد دینے کا اقرار کر لیا۔ ہم نے مکان کا ایک حصہ کرایہ پر دیدیا۔ اور میں خود ایک بہت بڑی دوکان کا سامان لاکر اُسے کمیشن پر فروخت کرنے لگا۔ اس طریقہ پر ہماری زندگی ابھی طرح گذر رہی جارہی تھی۔ کہ بعض واقعات ایسے پیش آئے۔ جنہوں نے اُس حالت کو بھی بدل دیا۔ اور جو اس داستان کا سب سے زیادہ دردناک حصہ سمجھے جا سکتے ہیں۔"

رچرڈ نے اپنی کرسی کسی قدر اور آگے کو سرکالی۔ اور وہ جلادکی داستان کو پوری توجہ سے سننے لگا۔ سمرز نے کہا "گذشتہ ماہ جنوری کو اس واقعہ کو پورے بارہ سال گذرے ہیں۔ کہ میں ایک روز شام کے وقت دن بھر سخت محنت کرنے کے بعد کام سے واپس آیا۔ تو میری بیوی نے مجھ سے کہا۔ ہماری دوسری منزل کا عقبی کمرہ جو مدت سے کرایہ کے لیئے خالی تھا۔ اُسے ایک عورت نے کرایہ پر لے لیا ہے۔ اُس نے بیان کیا۔ وہ کوئی ۲۵۔۳۰ سال کی جوان عورت ہے۔ اور اُس کے ساتھ ایک چار سال کی لڑکی بھی ہے۔ میری بیوی نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ اُس عورت کی صحت بہت خراب معلوم ہوتی ہے۔ اور اُس کی مالی حالت بھی چنداں آسائش وہ نظر نہیں آتی۔ کیونکہ جب وہ آئی۔ تو اُس کا اور اُسکی بچی کا سارا سامان صرف ایک بنڈل میں بندھا ہوا تھا۔ میری بیوی نے اُس سے پوچھا۔ کہ تم پہلے کہاں رہتی تھیں۔ اس سوال کے جواب سے بچنے کے لئے اُس نے ایک ہفتہ کا کرایہ پیشگی ادا کر دیا۔ اور میری بیوی نے بتایا۔ کہ جس بٹوے سے یہ نقدی نکالی گئی تھی اُس میں بہت ہی کم روپیہ نظر آتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ اُس کا نام کیا ہے؟ میری بیوی کہنے لگی۔ میں نے اُس سے پوچھا نہیں۔ اس سے دوسرے روز میری طبیعت ناساز تھی اس لئے میں تو مکان پر ہی ٹھیرا رہا۔ لیکن میری بیوی لڑکے کو جس کی عمر اب چھ سال کے قریب تھی۔ ساتھ لیکر ایک سہیلی کے ہاں چلی گئی۔ میں نشستگاہ میں تنہا بیٹھا زمانہ ماضی پر غور و فکر کر رہا تھا۔ کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا ایک چار سال کی لڑکی باہر کھڑی ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا۔ آپ اپنی بیوی کو ذرا

میری ماں کے پاس بھیجئے۔ وہ بہت بیمار ہے۔ میں نے لڑکی کو گود میں اٹھا لیا۔ اور اُس کمرہ کی طرف کرایہ دار عورت سے یہ کہنے چلا۔ کہ میری بیوی نوکر ہے موجود نہیں ہے۔ لیکن میں اگر کوئی خدمت کر سکوں۔ تو حاضر ہوں۔ میں نے اُس کمرہ کے دروازہ پر دستک دی اور کسی نے اسے اندر سے کھول دیا۔ لیکن جس عورت نے اُسے کھولا۔ وہ میری صورت دیکھتے ہی ایک دردناک چیخ مار کر بیہوش ہو فرش پر گر پڑی۔ کیونکہ اُس نے مجھے اور میں نے اُسے فوراً پہچان لیا۔ اگو اب اُس کا وہ حسن باقی نہ رہا تھا۔ اور صورت بھی بالکل بدلی ہوئی تھی۔ مگر اس میں شک نہیں۔ کہ یہ وہی ہیریٹ ڈلمنٹ تھی۔ جس سے کبھی مجھے بے حد محبت تھی!"

جلاد اس مقام تک پہنچکر ذرا رک گیا۔ اور اُس نے اپنی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ پونچھا۔ پھر اپنی داستان کو یوں بیان کرنے لگا۔ "میں نے اُسے ہوش میں لانے کی کوشش شروع کی۔ میں دوڑکر سرکہ کی بوتل اٹھا لایا۔ اور اُس کی پیشانی پر ملنے لگا۔ چند منٹ کے عرصہ میں اُس نے آنکھیں کھولیں۔ میں نے اُسے بستر پر لٹا دیا۔ اور اُس نے اشارہ سے کہا۔ لڑکی کو میرے پاس لے آؤ۔ جب میں نے لڑکی کو اُس کے قریب لیجا کر رکھا۔ تو اس نے اُسے بڑی محبت سے چھاتی کے ساتھ لگا لیا۔ میں چپ چاپ کھڑا اس دردناک نظارہ کو دیکھتا رہا۔ آنکھیں آنسوؤں سے ترتھیں۔ مگر زبان بند تھی۔ اُس نے اپنا ہاتھ میری طرف پھیلایا۔ اور آواز دبا کر بولی۔ کیا تمہارے مکان میں آئی میں نے جان دینی تھی؟ میں نے التجا کی تم مایوس نہ ہو۔ جہانتک ممکن ہے۔ میں تمہارا علاج کراؤں گا۔ اُس نے محبت بھری آنکھوں سے لڑکی کیطرف دیکھا۔ اور آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے اُسکے مرجھائے ہوئے رخساروں پر بہنے لگے۔ افسوس! اُسکی حالت اسقدر بدلی ہوئی تھی۔ کہ گو میری بیوی سوتھمپٹن میں اس سے واقف تھی۔ تاہم اُس نے اُسے موجودہ حالت میں بالکل شناخت نہ کیا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا۔ تمہارے لئے کسی ڈاکٹر کو بلاؤں؟ لیکن وہ اسکا جواب نہ دے سکی۔ کیونکہ اُس پر ایک خوفناک بیہوشی طاری ہو چکی تھی۔ میں یہ کہکر کہ ابھی واپس آتا ہوں۔ تیزی سے باہر نکلا۔ اور ایک ڈاکٹر کو بلانے چلا۔ لیکن جب ڈاکٹر کو ساتھ لیکر واپس آیا۔ تو معلوم ہوا۔ گو وہ ہوش میں ہے۔ مگر زبان بند ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر نے میری طرف دیکھکر مایوسانہ انداز سے سر ہلایا۔ اور میں سمجھ گیا۔ کہ وہ اس سے مایوس ہے۔ اور اب اسکے بچنے

کی کوئی امید نہیں۔ تاہم بیٹے کے کہنے پر ڈاکٹر جلدی سے جاکر کچھ دوائیں ساتھ لے آیا۔ گو ان
سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ غریب برلب گور پہنچ چکی تھی۔ ڈاکٹر مجھے کچھ مشورہ دیکر
چلا گیا۔ اور کہہ گیا۔ کہ میں دو گھنٹہ تک واپس آکر خبر لوں گا۔ میں اُس مریضہ کی چارپائی کے
قریب بیٹھ گیا۔ اور غور سے اس کی حالت کو دیکھنے لگا۔ وہ اب گہری نیند کی حالت میں
نظر آتی تھی۔ اس عرصہ میں میں چھوٹی لڑکی کیساتھ کھیلتا رہا۔ اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ اور
آخرکار میری بیوی واپس آگئی۔ مگر اسوقت اُسکی جو حالت تھی۔ میں اُسے بیان نہیں کرسکتا
بعد ازاں معلوم ہوا۔ کہ جس سہیلی نے ایک بار پہلے اُسے شراب پینے پر آمادہ کیا تھا۔ اُسی
نے دوبارہ اُسے بہت زیادہ شراب پلادی۔ چنانچہ جس وقت وہ واپس آئی۔ تو مدہوشی
کی انتہائی حالت میں تھی۔ مجھے نشستگاہ میں موجود نہ پاکر وہ اُس کمرہ کیطرف میری تلاش
میں آئی۔ اُس کی آواز سُنکر میں ہیریٹ کے کمرہ سے باہر نکلا۔ اور یہ نہ جانتے ہوئے کہ میری
بیوی کی حالت اس درجہ خراب ہے۔ میں نے اُس سے درخواست کی۔ کہ تم چل کر ذرا اُس
مریضہ عورت کی خبر لو۔ لیکن اُس نے جب مجھے اُس کمرہ سے نکلتے دیکھا۔ تو بھوکی شیرنی
کی طرح میری طرف لپکی۔ کیونکہ اُس کے اندر حسد اور رقابت کی آگ پیدا ہو چکی تھی۔ اُس نے
میرا چہرہ اپنے تیز ناخنوں سے زخمی کر دیا۔ اور میرے بال نوچ ڈالے۔ میں نے بار بار
التجا کی۔ کہ جو کچھ کہتا ہوں۔ اُسے سنو تو سہی لیکن وہ اپنے غصہ کیوجہ سے دیوانی ہوئی
جاتی تھی۔ اور باآواز بلند چلا چلا کر کہہ رہی تھی۔ میں پہلے اُس کمبخت عورت کی جان لوں گی۔
جو میری سوت بن کر آئی ہے۔ اس پر میرے اندر بھی غصہ پیدا ہو گیا۔ میں نے بڑے زور
سے اُسکا گلا دبایا۔ اور یقیناً اُسی وقت اسے گلا گھونٹ کر جان سے مار ڈالتا۔ اگر جان یعنی
میرا لڑکا میری ٹانگوں میں لپٹ کر زور سے چٹکیاں بھرنے اور مجھے ٹھڈے مارنے
نہ لگتا۔ وہ ہمیشہ اپنی ماں کی طرفداری کیا کرتا تھا۔ اس پر میرا طیش اور بھی بڑھا۔ میں نے
وحشیانہ طور پر مکا مار کر اپنی بیوی کو پرے گرا دیا۔ اور بڑے زور کا ٹھڈا لگا کر لڑکے کو سیڑھیوں
سے نیچے گرا دیا۔"

اتنا کہکر مدینہ نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اور اُس کی انگلیوں میں سے
آنسوؤں کے قطرے گرنے لگے۔ ذرا دقفہ کے بعد اُس نے پھر کہا" اس اثنا میں اور لوگ
جو اُس مکان میں رہتے تھے۔ جمع ہو چکے تھے۔ اور میں نے اُسوقت جوش کی حالت میں

معاملہ کو صاف کرنے کی غرض سے کہدیا۔ کہ عورت جو پاس کے کمرہ میں مر رہی ہے۔
میری حقیقی بہن ہے۔ اُسوقت میری بیوی چونکہ بیہوش تھی۔ اس لئے وہ میری تردید نہ
کرسکی۔ اور اس طرح پر میری بات صحیح مان لی گئی۔ ہمسایوں نے میری بیوی اور بچہ کو بستر پر
لٹا دیا۔ اور اُسی ڈاکٹر کو جسے میں میرے بیٹے کے علاج کے لئے لایا تھا۔ بلا لائے۔ لیکن ڈاکٹر کی
کوششیں کارگر ثابت نہ ہوئیں۔ میری بیوی کو باربار ہذیان ہونے لگتا تھا۔ اور اس حالت
میں وہ چند ہفتے زندگی اور موت کے درمیان لٹک کر مر گئی۔ اور میرے بیٹے کی صورت
ایسی بد وضع ہوگئی جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں"۔

اتنا بیان کرکے بدنصیب شخص پھر رک گیا۔ آخر چند منٹ کے وقفہ کے بعد جس میں
مارکھم بھی خاموش رہا۔ جلاد نے ان لفظوں میں اپنی داستان کا سلسلہ جاری رکھا
"اس قابل یادگار دن کو میری اپنی بیوی اور بچہ کی حرکت کیوجہ سے جو حالت ہوئی تھی۔
اُسکے باوجود میں میرے بیٹے ولمٹ کی پورے طور سے نگرانی کرتا رہا۔ اور اُس چھوٹی لڑکی کی
غور و پرداخت بھی میں نے اس انداز سے کی۔ گویا وہ میری اپنی بیٹی ہو۔ میرے دل میں خود بخود
اُس غریب عورت کے متعلق ہمدردی پیدا ہو رہی تھی۔ جسکے سابق حسن اور عشق کی یاد ابھی
تک میرے دل سے محو نہ ہوئی تھی۔ وہ رات بھر سوتی رہی۔ اور میں اُس کے سرہانے بیٹھا
اُسکی حالت دیکھا کیا۔ صبح کے وقت جب ڈاکٹر آیا۔ تو میرے بیٹے نے بھی آنکھ کھولی۔ مجھے پاس دیکھکر
پہلے تو مسکرائی۔ پھر کچھ اس قسم کا اشارہ کیا۔ گویا لکھنے کا سامان طلب کرتی ہے۔ جیسا کہ
میں بیان کرچکا ہوں۔ اُس کی زبان بالکل بند ہوچکی تھی۔ ڈاکٹر نے نرمی کے لہجہ میں اُس
سے کہا۔ تمہاری حالت چونکہ زیادہ خراب ہے۔ اسلئے اگر تم کچھ بیان کرنا چاہتی ہو۔ تو اس
کاغذ پر لکھدو۔ اُس نے اشاروں سے ہی اُس کا شکریہ ادا کیا۔ میں نے کاغذ اور قلم
دوات اُس کے پاس رکھی۔ اور اُس نے چند سطریں لکھیں۔ جن میں سے بعض لفظ اُس
کے آنسوؤں کے قطروں سے بجھ گئے . . ."

مارکھم نے قطع کلام کرکے کہا "ہاں میں نے سن لیا ہے۔ کہ اُس خط کا مضمون کیا
ہے"۔

سدرز نے پوچھا "تو کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اس میں کسی مسٹر مارکھم کا حوالہ
دیا ہوا ہے؟"

رچرڈ نے کہا "بیشک مجھے معلوم ہے - پادری ریجینالڈ ٹریسی نے مجھ سے اس کا ذکر کیا تھا"

سمولا دسے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "بدنصیب عورت اُس خط کا مضمون مکمل کرنے سے پہلے ہی مرگئی - میں نے دیکھا کہ قلم یکایک اُس کے ہاتھ سے گر گیا - اُس نے اپنی لڑکی کیطرف ایک آخری نظر ڈالی - جس میں ذہنی اذیت کے آثار موجود تھے - اور اُسکے بعد دم توڑ دیا - میں نے اُس کے کفن دفن کا کام جہانتک ممکن تھا - اچھی طرح کیا - اور اُسکے بعد کیتھرائن کو اپنی حوالگی میں لے لیا - اُس روز کے بعد میں اس لڑکی کو اپنی بہن کی بیٹی ظاہر کرتا رہا - اور اس غرض سے کہ کوئی اس کی ماں کو بدنام نہ کرے - میں نے لوگوں سے یہ کہا - کہ جس وقت وہ یہاں آئی ہے - تو بیوہ تھی - میں پہلے بیان کر چکا ہوں - کہ میری بیوی کو پھر کبھی اسقدر ہوش نہیں آیا - کہ وہ میرے بیان کی تردید کر سکے - اور میرا بیٹا جان ابھی اسقدر چھوٹا تھا - کہ وہ اس معاملہ کے سچ جھوٹ کو سمجھ ہی نہ سکتا تھا"

رچرڈ نے پوچھا "تو کیا تم نے اُس کے بعد یہ معلوم کرنے کی کوشش کی - کہ جس مسٹر مارکھم کا اس خط میں ذکر کیا گیا ہے - وہ کون تھا؟"

سمولا دسے نے کہا "میں نے مختلف ڈائرکٹریوں اور گائڈ بکوں کی دیکھ بھال کی - جن سے معلوم ہوا - کہ لنڈن میں اس نام کے تیس چالیس آدمی آباد ہیں - میں اُن میں سے بعض سے ملا بھی - لیکن سب نے اس معاملہ سے لاعلمی ظاہر کی - اس پر میں نے مایوس ہو کر اس کوشش کو چھوڑ دیا - کیونکہ میں نے سوچا - شاید اس نام کے اور آدمی بھی ہوں - جنکا ذکر ڈائرکٹریوں میں نہ ہو - اس کے علاوہ یہ بھی معلوم نہ تھا - کہ جس مسٹر مارکھم کا اُس خط میں ذکر کیا گیا ہے - وہ لنڈن میں رہتا ہے - یا کہیں اور"

"تم یہ بھی معلوم نہ کر سکے کہ کیتھرائن کا باپ کون تھا؟"

سمولا دسے کہنے لگا "بالکل نہیں - جب میں نے اس لڑکی کے ماں کے انتقال کے بعد اس سے اس بارہ میں سوالات پوچھے - تو اُس نے صرف اتنا کہا - کہ میں نے آجتک کسی کو ابا کہکر نہیں پکارا - لڑکی سے جو کچھ مجھے معلوم ہوا - وہ اسقدر تھا - کہ میرے گھر آنے سے پہلے اُس کی ماں کچھ عرصہ سے لنڈن میں آباد تھی - لیکن اس کا مجھے پتہ نہ چلا - کہ وہ کہاں رہتی تھی - ہاں ایک بات مجھے ایسی معلوم ہوئی - جس سے پایا گیا - کہ کیتھرائن کی ولادت ناجائز تھی -

کیونکہ اُس نے کہا - میری ماں کا نام ولمٹ تھا - حالانکہ یہ اُس کے زمانہ دوشیزگی کا نام تھا گویا یہ لڑکی مرنے والی کی شادی کے بغیر ہی پیدا ہوئی تھی "

" غریب کیتھرائن!" رچرڈ نے کہا -

" اے صاحب - میں اپنی ابتدائی زندگی کے کم وبیش سب حالات آپکے روبرو بیان کر چکا - میری بیوی کی موت کے کچھ عرصہ بعد لوگوں نے طرح طرح کے خیالات مشہور کرنے شروع کیئے - کہتے تھے - میری بیوی میرے ظلم وستم کی وجہ سے مری ہے - اور اُسکا زندہ ثبوت میرا بیٹا ہے - کوئی شخص مجھے ملازمت نہ دیتا تھا - کوئی مجھے اپنے گھر میں نہ رکھتا تھا - ان حالات میں فاقہ کشی سے بچنے اور اپنے بیٹے اور اس یتیم لڑکی کی پرورش کی خاطر میں نے سرکاری جلاد کا کام شروع کر دیا - میرا مزاج کچھ تو پہلے ہی میری بیوی کے طرز عمل کی وجہ سے بگڑ گیا تھا اب وہ اور بھی وحشیانہ ہوتا گیا - اور میرے دل سے رفتہ رفتہ انسانیت کا مادہ زائل ہو گیا میں محسوس کرتا تھا کہ میرا پیشہ ذلیل ہے - اور دنیا مجھ سے نفرت کرتی ہے - لوگ کہتے تھے یہ ایک دیو سیرت آدمی ہے جس نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا - اور جس کے ظلم کی وجہ سے اُس کا بیٹا کُبڑا ہو گیا ہے - لیکن اگر مجھ سے حقیقت میں یہ خطائیں سرزد ہوئیں - تو کسی نے یہ جاننے کی کوشش نہ کی - کہ اُن کی وجہ کیا تھی - آخر کار میں ان ملامتوں کا عادی ہو گیا - اور انکی تشریح کرنے کی کوشش سے دستبرداری اختیار کی - کچھ ان باتوں سے کچھ اپنے نئے پیشہ کے فرائض کی وجہ سے میرا مزاج دن بدن زیادہ چڑچڑا ہوتا گیا - اور میں نے اس یتیم لڑکی کے ساتھ بھی بدسلوکی شروع کر دی - جسے پہلے میں اپنی بھتیجی سمجھتا تھا - لیکن ہر چند کہ اُن موقعوں پر جب وہ اپنے بیٹے کے متعلق میرے فیصلوں میں حائل ہوئی - میں اس کے ساتھ بدسلوکی اور بعض اوقات شرمناک بدسلوکی سے پیش آتا رہا ہوں - تاہم میں کہہ سکتا ہوں - کہ میں ہرگز اسے اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہ کرتا تھا - اگرچہ اُس نے خیال کیا تھا - کہ میں نے اُسے اس لئے اپنے گھر سے نکال دیا ہے - کہ وہ مسز ٹریسی کے ہاں چلی جائے تاہم اس کی وجہ حقیقت میں یہ تھی - کہ میں سمجھتا تھا - وہ جگہ اس کے لئے بہتر رہے گی اور وہ خود بھی کسی ایسی جگہ رہنے کی خواہشمند ہے - میں نے دل میں سوچا - اب وہ مجھ سے خوشی سے جدا ہو لی ہے - اور گو میں نے اپنے خیالات کو وحشیانہ تندیوں میں چھپانے کی کوشش کی تاہم مجھے اُس کا پورے طور سے خیال تھا - چنانچہ شام کو میں نے اُسکا

سارا سامان اُس کے ہاں بھجوا دیا - اور وہ بکس بھی ساتھ ہی بھیج دیا - جس کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ اُس میں وہ چٹھی رکھی ہے - جو اُس کی بدنصیب ماں نے بستر مرگ پر لکھی تھی - پھر جب وہ دوبارہ مجھ سے ملنے آئی - تو میں اُس کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آیا - کیونکہ حقیقت میں میں ہمیشہ اُسے قدر کی نظر سے دیکھتا رہا ہوں - اور گو بعض اوقات اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اُس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا ہوں - تاہم اس کی جدائی کا مجھے دلی رنج تھا . . ."

رچرڈ نے کہا "میرے دوست دنیا نے تمہارے صحیح خیالات معلوم کرنے میں یقیناً بہت بڑی غلطی کی"

سمرز کہنے لگا "میں آپ کا اس قدردانی کے لیے شکرگذار ہوں - اور یہ دیکھ کر کہ آپ ازراہِ فیاضی مجھے دوست کا خطاب دیتے ہیں میرے دل میں ناقابلِ ضبط ولولے پیدا ہو رہے ہیں - اور بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں"

مارکھم نے نرمی کے لہجہ میں کہا "اگر تم میری مثال سے خوش ہو - تو اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرو - مجھے یقین ہے کہ تم آئندہ دنیا کو اس بات کا اطمینان دلا سکو گے کہ انسان کا دل کبھی اسقدر مُردہ نہیں ہو سکتا - کہ اس میں کسی اصلاح کی گنجائش باقی نہ رہے"

سمرز نے آواز دبا کر کہا "اے صاحب مجھے امید نہیں - کہ میں زیادہ مدت تک زندہ رہوں - اس لئے کہ مجھے قدرت کیطرف سے ایک بار تنبیہ ہو چکی ہے . . . "

رچرڈ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا "یہ تم کیا کہتے ہو؟"

جلاد نے کہا "ایک رات کا ذکر ہے - میں بستر پر بیٹھا ہوا تھا - شمع انگیٹھی پر ٹمٹما رہی تھی اور میری آنکھیں اُس مجسمہ کیطرف لگی ہوئی تھیں - جو میری خوابگاہ میں لٹکا کرتا تھا - اُس وقت میں نے اس مجسمہ کے پیچھے اُسکے کندھے کے اوپر ایک اور چہرہ دیکھا . . ."

مارکھم نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا "ایک اور چہرہ؟"

سمرز نے کانپتے ہوئے کہا "جی ہاں - مجھے اس مجسمہ کے پیچھے ہیریٹ ولمٹ کا چہرہ نظر آیا تھا"

مارکھم بولا "میرے دوست - یہ محض تمہارے وہم کا نتیجہ ہے - ورنہ اب بھوتوں کا زمانہ نہیں رہا - قادرِ مطلق لوگوں کو اُن ذریعوں سے تنبیہ نہیں کرتا - جن کی بدولت عورتیں بچوں

کو دکھایا کرتی ہیں۔ میں تمہیں بعض سادہ دلیلوں کی بنا پر سمجھا سکتا ہوں۔ کہ اگر بھوتوں کی کچھ حقیقت ہو بھی۔ تو انہیں دیکھنا ناممکنات سے ہے۔ اس لئے کہ تم اپنی آنکھ سے حقیقت میں اُس طریق پر نہیں دیکھتے۔ جیسا کہ تم خیال کرتے ہو۔ سچ پوچھو تو آنکھ ہر ایک چیز کو نہیں دیکھتی۔ مادی چیزیں آنکھ کی پتلی کے اندر اس طرح منعکس ہوتی ہیں۔ جیسے کسی آئینہ کے اندر۔ اُس عکس کا اثر دماغ تک پہنچتا ہے۔ اور وہاں پردہ ہمارے خیال میں ایک موزوں صورت اختیار کرتا ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ آنکھ کی پتلی پر صرف وہی چیزیں منعکس ہو سکتی ہیں۔ جو مادی ہوں۔ یعنی۔ لمبی۔ چوڑی موٹی اور اس قسم کی کہ جہاں وہ موجود ہوں۔ اتنے حصے میں ہوا کو ہٹا سکیں۔ اب سچ پوچھو۔ تو اگر مردہ لوگوں کی روحیں بھوت بن کر دوبارہ اس دنیا میں آتی بھی ہوں۔ تو کوئی خالی آنکھ انہیں دیکھ نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ تو غیر مادی ہیں۔ اور آنکھ کی پتلی میں منعکس ہو نہیں سکتیں۔ میں نے یہ کیفیت محض اس لئے بیان کی ہے۔ کہ تمہیں یقین دلا سکوں۔ کہ جو کچھ تم نے دیکھا۔ وہ محض تخیلات کا نتیجہ تھا۔ ورنہ حقیقت میں وہ کچھ بھی چیز نہ تھی۔"

سمرز نے کہا "جناب اس مضمون پر بحث کرنا لاحاصل ہے۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے۔ میں نے اچھی طرح سمجھ لیا۔ اور اس کے لئے میں آپ کا شکر گذار ہوں۔ اب میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں نے آپ کے روبرو بیان کیا ہے۔ اُس کی اطلاع کیتھرائن کو بھی دے دوں۔ یا آپ خود اس فرض کو اپنے ذمہ لیتے ہیں؟"

رچرڈ کہنے لگا "میرے نیک دل دوست تم نے چونکہ اُس کی ماں کے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک کیا تھا۔ اس لئے تم ہی اس فرض کو بھی ادا کرو۔ تو بہتر ہے۔ کیتھرائن اسکے لئے تمہاری شکر گذار ہوگی۔ بالخصوص اس لئے کہ تم نے جو کچھ کیا۔ وہ بے غرضانہ تھا۔ اور تم یہ معلوم کر کے خوش ہوگے۔ کہ وہ یتیم تمہاری کس درجہ احسان مند ہے۔ کل تم نے اپنے بیٹے سمیت اُس سے ملنا۔ اور اُس سے اگلے روز شام کے وقت تم دونوں نے میرے پاس آنا۔"

سمرز نے اس بات کا وعدہ کیا۔ کہ میں آپ کا ارشاد پورے طور سے بجا لاؤں گا۔ اور اُس کے بعد اس بات پر متعجب ہوتا رخصت ہوا۔ کہ انسان کے دل میں کسی بگڑے ہوئے شخص کو راہ راست پر لانے کی کیسی زبردست کشش موجود رہتی ہے۔

دوسرا باب — مُردہ فروش کا سُراغ

غیر ضروری تفصیلات سے بچنے کے لئے اب ہم مختصر طور پر بیان کریں گے۔ کہ سدرز اور اُس کا بیٹا حسب وعدہ کیتھرائن ولمٹ سے ملنے گئے۔ اور اس ملاقات کے دوران میں نصف گھنٹہ تنہائی حاصل کر کے سدرز نے کیتھرائن کے روبرو اُس کی سابق زندگی کے متعلق وہ تمام حالات بیان کئے۔ جو اُسے معلوم تھے۔ دوشیزہ لڑکی نے سدرز کا اُس سے بہت زیادہ شکریہ ادا کیا۔ جس قدر کہ وہ آج تک ادا کرتی رہی تھی۔ کیونکہ اب اُسے معلوم ہو گیا۔ کہ گو میرا رشتہ میں اس سے کوئی تعلق نہ تھا تاہم وہ میری اس طریق پر پرورش کرتا رہا ہے۔ وہ دن جلاد اور اُس کے بیٹے نے کیتھرائن کی صحبت میں بڑی خوشی سے بسر کیا۔ اور آخر کار دونوں اس سے اور اُس کے محسنوں سے رخصت ہو کر لندن واپس آئے۔ غریب کیتھرائن ولمٹ ان تازہ حالات کو سنکر زیادہ مضطرب ہو گئی تھی۔ اور گو آج سدرز کی زبانی اُسے اپنی ولدیت کے متعلق پہلے سے زیادہ مفصل حالات کا علم ہو گیا تاہم حقیقت میں وہ اس صورت میں زیادہ خوش رہتی۔ کہ یہ واقعات اُس کے روبرو بیان نہ کئے جاتے۔ لیکن مارکھم اسے ایک فرض سمجھتا تھا۔ کہ سدرز وہ تمام حالات اُس کے روبرو بیان کر دے۔ جن کی بدولت غریب لڑکی پر ناجائز اولاد ہونیکا داغ لگتا نظر آتا تھا۔ رات بھر حسین دوشیزہ زار و قطار روتی رہی۔ رہ رہ کر اُسے اپنی بدنصیب ماں کی یاد آتی تھی۔

اُس سے اگلے روز وقت مقررہ پر سدرز اپنے بیٹے سمیت مارکھم پیلس میں حاضر ہوا مارکھم انہیں نشستگاہ میں لے گیا۔ جہاں ایک میز پر تین شخصوں کے لئے نہایت عمدہ کھانا چنا ہوا تھا۔ رچرڈ مارکھم نے اُن دونوں کا دلی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اور کہنے لگا "میرے عزیز دوستو بیٹھ جاؤ۔ کھانا کھانے کے بعد ہم اُس معاملہ پر غور کرینگے۔ جسکے لئے میں نے تمہیں آج یہاں بلایا ہے۔"

سدرز نے اور بھی زیادہ متعجب ہو کر کہا "جناب کیا آپ مجھے اپنے قریب بٹھانے کی عزت بخشنا چاہتے ہیں؟"

رچرڈ نے کہا "میرے دوست اب تم وہ نہیں ہو۔ جو پہلے تھے۔ کیونکہ تمہاری نئی زندگی کا آغاز ہو چکا ہے۔"

جان سمدرز نے کیونکہ آئندہ ہم اُسے گبٹ کے منحوس نام سے یاد نہ کرینگے۔ ہمارے ہیرو کیطرف انتہائی شکرگذاری کے انداز سے دیکھا۔ کیونکہ وہ اُس حسن سلوک سے بیحد متاثر ہوا تھا جس کی بدولت اُسکے باپ کی زندگی میں غیر معمولی اصلاح پیدا ہو چکی تھی۔

دسترخوان پر ایک دو گلاس شراب کے پینے کے بعد سمدرز نے اُس ملاقات کی کیفیت مارکلم کے روبرو بیان کی۔ جو کیتھرائن سے ہو چکی تھی۔ اور اس وقت اول مرتبہ کبڑے لڑکے کو معلوم ہوا۔ کہ کیتھرائن میری بہن نہیں ہے۔ وہ خاموش رہا۔ لیکن جس وقت کہ وہ اپنے باپ کی زبانی یہ سب حالات سن رہا تھا۔ آنسوؤں کے عدبڑے بڑے قطرے اُس کے رخساروں پر بہ نکلے۔ اس کے بعد جب دسترخوان بڑھایا گیا۔ تو رچرڈ نے سمدرز سے مخاطب ہوکر کہا کہ "وہ داستان جو تم نے پرسوں میرے روبرو بیان کی تھی۔ اس کی بدولت تمہارے متعلق کیتھرائن کی پوزیشن میں بہت بڑی تبدیلی واقع ہو گئی ہے جب میں نے اول مرتبہ یہ تجویز پیش کی تھی۔ کہ وہ کچھ رقم تمہیں کاروبار شروع کرنے کے لئے دے تو مجھے بھی خیال تھا۔ کہ وہ تمہاری قریبی رشتہ دار ہے۔ لیکن اب چونکہ حالات اس سے مختلف ثابت ہوئے ہیں۔ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نے ایک ایسی لڑکی کی برسوں پرورش کی۔ جو حقیقت میں تم پر کسی قسم کا دعوٰے نہ رکھتی تھی۔ اتفاق سے وہ مالدار ہو گئی ہے۔ اور اب یہ بات ہر لحاظ سے مناسب اور انصاف پر مبنی ہے۔ کہ وہ تمہاری فیاضی کا کافی طور پر معاوضہ دے۔ میں نے اس بارہ میں کیتھرائن کے ٹرسٹی کے ساتھ خط و کتابت کی ہے۔ اور ہم نے اس پر اتفاق رائے کر لیا ہے۔ کہ تمہیں پانسو پونڈ کی رقم فی الفور دے دی جائے۔ جس سے تم کوئی اچھا کاروبار شروع کر سکتے ہو۔ میرے دوست اس پاکٹ بک میں پانسو پونڈ کے نوٹ موجود ہیں تم انہیں اپنے پاس رکھو۔ کیونکہ تم انکے حقدار ہو۔ اور اگر اُس نئے پیشہ میں جو تم اختیار کرنے والے ہو۔ کامیاب ہو گئے۔ تو تمہیں یہ معلوم کر کے اطمینان ہوگا۔ کہ تمہاری خوشحالی کا موجب وہی حسن سلوک ہے۔ جو تم نے ایک محتاج اور یتیم لڑکی کے ساتھ کیا تھا!"

سمدرز نے کسی قدر تامل کے بعد پاکٹ بک جیب میں ڈال لی۔ اور دونوں باپ بیٹا دلی شکریہ ادا کرتے رچرڈ مارکلم سے رخصت ہوئے۔ چلتے وقت سمدرز نے اس بات

کا وعدہ کر لیا۔ کہ میں عنقریب آپ کو اطلاع دوں گا۔ ہم لوگ کس جگہ آباد ہوئے ہیں۔ اور ہمارا کاروبار کیسا چلتا ہے۔

انہیں رخصت ہوئے تھوڑی دیر گذری ہتی کہ وٹنگھم نے آکر اطلاع دی" ایک سانولے رنگ کا آدمی جو اپنا نام مورکر بتاتا ہے۔ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے" رچرڈ نے کہا" اُسے میرے پاس لے آؤ" چنانچہ مورکر کو اُس کمرہ میں پہنچایا گیا۔ اور وہ مارکھم کے قریب بیٹھ کر دبی آواز سے کہنے لگا" ہم نے اُس کا سراغ لگا لیا ہے"

رچرڈ بولا" جس وقت میں نے تمہارا نام سنا۔ اسی وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا۔ بھلا وہ اسوقت کہاں چھپا ہوا ہے؟" مورکر نے کہا" وہ دریا پر ایک جہاز پر سوار ہے۔ سردست مجھے اُسکے متعلق صرف اتنا ہی معلوم ہوا ہے۔ لیکن اس کا مجھے یقین ہے۔ کہ وہ اُس جہاز پر موجود ہے"

رچرڈ نے پوچھا" وہ جہاز کہاں لنگر انداز ہے؟"

"راد ہائٹ کے قریب۔ لیکن اس گھاٹ کے پاس بعض اور جہاز بھی لنگر انداز ہیں۔ اور میں نہیں جانتا۔ وہ اُن میں سے کس جہاز میں ہے۔ صرف اتنا معلوم ہے۔ کہ وہ ان میں سے ایک میں چھپا ہوا ہے"

مارکھم نے کہا" جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے۔ وہ کس جہاز میں پناہ گزین ہے۔ ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں۔ بالفرض ہم پولیس کے جوانوں کا دستہ ساتھ لیکر جائیں۔ تو وہ یقیناً اطلاع پاکر فرار ہو جائیگا"

مورکر کہنے لگا" آپ بجا فرماتے ہیں۔ اُسے کسی چالبازی سے گرفتار کرنا ہی بہتر ہوگا"

رچرڈ نے بظاہر اپنے دل سے متفق ہو کر کہا" معلوم نہیں وہ اس جگہ کیوں پناہ گزین ہے۔ شاید اس نے کوئی نیا جرم کیا ہے"

"یا شاید اس کی کوئی نئی تجویز اس کے دماغ میں پیدا ہوئی ہے" مورکر نے کہا" لیکن شاید آپکو معلوم نہیں۔ کہ ابھی تک دریائی ڈاکوؤں کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں"

"میرا اپنا یہ خیال تھا۔ کہ دریائے ٹیمز پر پولیس کا جیسا انتظام اسوقت ہے۔ اسکی بدولت اس قسم کی وارداتیں بالکل رک گئی ہونگی"

"وہ لوگ تو نہیں جناب۔ پیڈنا بر شخص نے مجھے ڈکنز کے متعلق اطلاع دی

تھی۔ اُس کی زبانی اس بارہ میں بھی بہت سے نئے حالات معلوم ہوئے ہیں۔"
ہمارے ہیرو نے کہا" بھلا وہ حالات کیا ہیں؟ تم بیان کرو۔ شاید ان کی بدولت مردم فروش کو دام میں لانے اور اُسے حوالۂ انصاف کرنے میں مدد مل سکے۔"
مور کر بولا" جناب دریائی ڈاکوؤں کی وارداتیں اس قسم کے لوگ کرتے ہیں۔ جو یا تو پہلے ملاح رہ چکے ہوں۔ یا اُن کا کسی اور حیثیت میں دریائی بجروں یا چھوٹے جہازوں سے تعلق رہا ہو۔ یہ لوگ بحری سامان فروخت کرنے والے تاجروں کے ساتھ نیز ایسے شخصوں سے جو لندن کے پل کے نیچے دریا کے دونوں طرف پرانا لوہا یا اس قسم کا سامان فروخت کرتے ہیں۔ تعلق رکھتے ہیں۔ دریائی ڈاکوؤں کے پاس کوئی چھوٹا جہاز یا بجرہ موجود ہوتا ہے جو کبھی کبھی گریسنج اور ہیٹنی کے درمیان دریائی سفر کرتا رہتا ہے۔ لیکن حقیقت میں اُس پر کوئی مال لدا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ بوریوں۔ لکڑی کے برادہ یا پرانے چیتھڑوں یا کسی حالت میں خشک گوبر کی لدی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ سامان ان جہازوں پر اس لئے لدا رہتا ہے۔ کہ کسی کو اُن کے متعلق شبہ پیدا نہ ہو۔ ان جہازوں کے آدمی دن بھر دیکھ بھال میں مصروف۔ اور ایسے جہازوں کی تاڑ میں لگے رہتے ہیں۔ جنہیں آسانی کے ساتھ لوٹا جاسکے مثلاً کوئی ایسا جہاز ہو جس کی نگہداشت صرف ایک آدھ چوکیدار کے حوالہ ہو۔ تو اُسوقت یہ لوگ رات کو اُس جہاز پر چڑھ کر چوکیدار پر قابو پا لیتے ہیں۔ اور جس قدر سامان اٹھایا جاسکے لے اڑتے ہیں۔"
رچرڈ نے کہا" میں اب سمجھنے لگا ہوں۔ کہ یہ بدمعاش کس طریقہ پر اس قسم کی وارداتیں کرتے ہیں۔"
مور کر نے کہا" جناب ابھی تو آپ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں کے طریقے مختلف اور متنوع ہوتے ہیں۔ کبھی کسی ٹولی کے دو تین آدمی کسی جہاز پر ملازم ہو جاتے ہیں۔ اور جس وقت وہ جہاز اُن کی حفاظت میں ہو۔ اور مالکوں کو مطلق شبہ نہ ہو۔ کہ انکے اپنے آدمی کیسے بدمعاش ہیں۔ وہ اپنی ٹولی کے اور آدمیوں سے سازش کر کے جہاز کو لوٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی اور کام میسر نہ آسکے۔ تو یہ لوگ جہازوں کے تار کاٹ لینے یا تھوڑے جہازوں کے لنگر اٹھا لانے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور ان چیزوں کو اپنی کشتیوں پر لاد کر اپنے جہاز تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر چپکے سے اگلے روز بحری سامان

زوخت کرنیوالوں کے ہاتھ بیچ آتے ہیں۔ بعض اوقات وہ چھوٹے جہازوں کے لنگر کاٹ دیتے ہیں۔ اور جس وقت دریا میں جوار بھاٹا آیا ہوا ہو۔ یہ اپنی کشتی پر سوار ہوکر اُس بہتے جہاز کے پیچھے ہولیتے ہیں۔ اور بعد ازاں جہازیوں کی امداد کے بہانے سے رات کی تاریکی میں روئی کی گٹھڑیاں یا اور سامان جو اُن جہازوں پر مل سکے۔ اُٹھاکر اپنی کشتیوں میں ڈال لیتے ہیں"

مارکھم کہنے لگا "اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ بدمعاش نڈگنز نے اب اپنی سازشوں کا مرکز خشکی کی بجائے دریا کو بنالیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ تھوڑی توجہ اور زیادہ دلیری کے ساتھ وہ اُس کام میں کافی نفع حاصل کرسکتا ہے"

مورکر نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ دریائی ڈاکو بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جو رات کے وقت غیر محفوظ جہازوں پر جا چڑھتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اپنے ظاہری لباس کے اندر ایک اور لباس پہنے رکھتے ہیں۔ اور جہازوں پر مال اتارنے چڑھانے کے کام میں نوکر ہوکر موقعہ پاکر جو کچھ ہاتھ لگے۔ اُسے بغلی جیبوں میں چھپاکر لے اُڑتے ہیں۔ اگر کوئی وزنی مال ہو۔ تو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دیکر اُنھیں رات کے وقت کھلے طور پر لوٹنے کے لئے آمادہ کرلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے لوگ بھی ان میں شامل ہیں۔ جو اُن موقعوں پر جبکہ پانی اترا ہوا ہو۔ جہازوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔ اور اگر جہاز کو غیر محفوظ دیکھیں۔ تو جو کچھ ہاتھ لگے۔ اڑالاتے ہیں۔ یا اگر جہاز پر کوئی محافظ دکھائی دے۔ تو اُس سے مختلف قسم کے سوالات پوچھنے لگتے ہیں۔ تاکہ اسے شبہ پیدا نہ ہو۔ دریائی ڈاکوؤں کا یہ طریقہ زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ بہت سے چھوٹے جہاز اور بجرے گھنٹوں دریا کے کنارے بالکل غیر محفوظ پڑے رہتے ہیں۔ ان ڈاکوؤں کا ایک اور فریق وہ بھی ہے جو ملاحوں یا سارنگوں کے ساتھ سازش کرکے مال لوٹتا ہے۔ رات کے وقت یہ لوگ چپکے سے اُن لوگوں سے جو جہاز پر سوار ہوں۔ اور ان کی ٹولی میں شامل ہوں۔ ایسا سامان لے آتے ہیں۔ جسے وہ بآسانی وہاں سے لے جاسکیں۔ آخری فریق ان لوگوں کا وہ ہے جس کے آدمی اُن گھاٹوں پر جہاں کوئی جہاز آرہا ہو۔ مزدور بن کر کام کرتے ہیں۔ اور اول تو خود ہی کچھ سامان چھپاکر لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو اپنے ساتھیوں کو بہت سی ضروری واقفیت مہیا کردیتے ہیں۔ غرض کسی نہ کسی طریق پر جہازوں

کو لوٹنے کا کوئی وسیلہ پیدا کر لیا جاتا ہے۔"

مارکھم جوان تفصیلات کو بڑھتی ہوئی حیرت اور دلچسپی کیساتھ سنتا رہا تھا۔ آخر میں کہنے لگا "جس حالت میں ان لوگوں کے وسائل اس قدر مکمل ہوں۔ اور اُن کا دائرہ اثر اس قدر وسیع ہو۔ تو ٹنڈکنز کے لئے تھوڑے عرصہ میں بہت سی دولت جمع کر لینا غیر ممکن نہیں ہو سکتا لیکن ہمارا فرض ہے۔ کہ اسکے اس مجرمانہ دورِ زندگی کو ختم کریں۔ اور اس کے ساتھ ہی کوئی فعل اس قسم کا نہ کریں جس سے اُسے دوبارہ فرار ہونیکا موقعہ ملے۔ بتاؤ تم اس کام میں مدد دینے کو آمادہ ہو؟ میں تمہیں کافی معاوضہ دونگا۔"

مورکر بولا "زنگاری قوم کے لوگ اپنی مرضی سے کسی شخص کو حوالۂ پولیس کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص انہیں معاوضہ دے۔ تو وہ اسکی امداد کو ہر طرح آمادہ ہیں اس کے علاوہ اُس بدمعاش نے چونکہ ہمارے ساتھ اسقدر ناسپاسی کا سلوک کیا ہے اس لئے ضروری نظر آتا ہے۔ کہ اُسے سزا دلوانے میں ہم لوگ بھی حصہ لیں۔"

رچرڈ نے پوچھا "گویا تم اس کام میں میری امداد کو آمادہ ہو؟"

"جی ہاں۔ میں ہر طرح تیار ہوں۔"

رچرڈ نے کہا "خیر میں کل دوپہر کو تم سے شہر کے مشرقی حصہ میں کسی جگہ ملوں گا۔ میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔ اُس پر پورے طور سے غور کرنا ضروری ہے۔"

مورکر نے پوچھا "پھر میں آپ سے کہاں ملوں؟"

مارکھم نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا "برج والے گھاٹ پر۔"

مورکر کہنے لگا "میں وقت مقررہ پر وہاں پہنچ جاؤں گا۔" اور اس کے بعد مارکھم ملیس سے رخصت ہوا۔

تیسرا باب — دریا کا گھاٹ

دریائے ٹیمز کے اس جانب جہاں راورہائٹ واقع ہے۔ اس مقام کے بالمقابل جہاں پہلے مجرموں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ ایک گھاٹ کے قریب بہت سے بڑے اور چھوٹے جہاز لنگر انداز ہیں۔ گھاٹ کے آس پاس جو عمارتیں بنی ہوئی ہیں

ان میں سے ایک کے بالائی حصہ پر بڑے بڑے لیکن کسی قدر بھدے حروف میں لکھا ہوا ہے :-

موسپ کا گھاٹ

مال کی وصولی۔ گودام میں رکھنے یا دوسرے مقام پر پہنچانیکا دفتر

اس گھاٹ کا واحد مالک مسٹر موسپ اس بارہ میں چنداں محتاط نہ تھا۔ کہ اُسکے پاس جو مال آتا ہے وہ کس قسم کا ہے۔ کہاں سے آیا۔ یا آخر کہاں جائے گا۔ اسے سب سے زیادہ اپنی کمیشن سے غرض تھی۔ اور اگر وہ اسے مناسب طریق پر ادا ہوتی رہے تو یہ کبھی اپنے گاہک سے کسی قسم کا سوال نہ پوچھتا تھا۔

چونکہ اس کوٹھی سے لین دین کرنے والوں کی تعداد بہت بڑی تھی۔ اس لئے موسپ کا دفتر دن رات کھلا رہتا تھا۔ اور اس میں وہ خود یا اُس کا بیٹا بن موسپ ہر وقت حاضر رہتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسٹر موسپ دن کی نسبت رات کو زیادہ کاروبار کیا کرتا تھا۔ لیکن آدمی بڑا دور اندیش تھا۔ جو شخص اُس کی سرپرستی کرے۔ وہ کبھی اُس سے کوئی غیر معمولی سوال نہ پوچھتا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ بیشمار لوگ اُس سے مختلف قسم کا لین دین کرتے۔ اور اُس کے گھاٹ یا گودام سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

اگر کوئی جہاز اُس گھاٹ پر لنگر انداز ہوتا جس پر ظاہرا خشک گھاس لدا ہوتا۔ لیکن حقیقت میں اُس کے نیچے روئی یا کسی اور سامان کی گٹھڑیاں چھپائے ہوئے پہنچتا۔ تو مسٹر موسپ اسے کوئی غیر معمولی بات نہ سمجھتا تھا۔ اسیطرح اگر دوسرے روز وہ اس قسم کی خبر سنتا۔ کہ رات کے وقت پاس کے گھاٹ میں ایک جہاز کا کچھ مال چوری ہو گیا ہے۔ تو وہ اپنی انتہائی شرافت کی وجہ سے اپنے گاہکوں سے اس کے متعلق کوئی سوال پوچھنا پسند نہ کرتا تھا۔ فی الحقیقت اگر اولڈ ہارسیلے ڈون اور برمونڈسی کی ہر ایک دیوار پر بڑے موٹے حروف میں یہ لکھا ہوا بھی ہو کہ اس قدر مال چوری گیا ہے۔ اور اُس کی بازیابی کے لئے انعام مشتہر کیا گیا ہو۔ تو بھی مسٹر موسپ کبھی انہیں پڑھنے کی پروا نہ کرتا تھا۔ بلکہ کبھی کبھی پولیس کے آدمی آ کر کہتے تھے۔ کہ آپ صاحب

مجسٹریٹ کے روبرو حاضر ہوکر جواب دہی کریں۔ فلاں مال جو کسی اور جہاز سے گم ہوگیا تھا۔
وہ آپ کے گودام میں کس طرح پہنچا۔ ایسے موقعوں پر مسٹر موسپ اپنی ناک پر ایک بہت بڑی
عینک چڑھاکر مسکراہٹ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے افسر مذکور کو اپنی دیانتداری
کے متعلق پورے طور سے یقین دلادیتا تھا۔ لیکن کسی بھی حالت میں کوئی لفظ اپنی زبان سے
ایسا نہ نکالتا تھا جس کی بدولت اس شخص سے جس نے وہ مال اس گودام میں رکھوایا
ہو کسی قسم کی بازپرس ہوسکے۔

اُس کا بیٹا بن بھی اسیقدر دوراندیش اور خاموشی پسند تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ باپ بیٹا
دونوں ٹیمز کے دریائی ڈاکوؤں میں یکساں ہر دلعزیز تھے۔ اور اُن سے بہت کچھ لین دین کیا
کرتے تھے۔ موسپ کا گھاٹ ایک بہت عمدہ مقام پر واقع تھا۔ اس کا بیرونی حصہ دریا کی
طرف نکلتا تھا۔ اور عقبی راہ وائٹ وال کیطرف مسٹر موسپ کے چھکڑے اس بات کے
لئے خاص طور پر مشہور تھے۔ کہ وہ ہر قسم کا مال گودام سے اُن مقامات تک جہاں انہیں
لے جانا ہو۔ غیر معمولی تیزی کے ساتھ پہنچا دیتے تھے۔

اشد ضروری موقعوں پر باپ بیٹا دونوں ہر قسم کے مال کو غیر معمولی تیزی کے ساتھ
پہنچانے میں خاص شہرت حاصل کرچکے تھے۔ ایسے موقعوں پر باپ گھاٹ پر مال اُترواتا
تھا۔ اور بیٹا عقبی حصہ میں کھڑا ہوکر فوراً ہی اسے چھکڑوں پر لدواکر روانہ کرتا جاتا تھا۔
مسٹر موسپ یوں بھی ایک رحم دل آدمی مشہور تھا۔ اور اگر کبھی اُس کا کوئی گاہک کسی
مصیبت میں گرفتار ہوجاوے۔ جیسا کہ گاہ بگاہ ہوتا رہتا تھا۔ اور اُس کے پاس نقدی
موجود نہ ہو۔ تو ایک کورے لفافہ میں پانچ پونڈ کا نوٹ بند کرکے اسے جیلخانہ میں بھجوادیتا
تھا۔ کہ اُس سے وہ کسی وکیل کی خدمات حاصل کرسکے۔ اس رقم کو وہ اپنے رجسٹر میں قرض
کے خانہ میں درج کرلیتا تھا۔ اور پھر جب اُسکا گاہک آزاد ہوکر دوبارہ لین دین کرنے
لگتا۔ تو یہ رقم اُس سے مجرا لے لی جاتی تھی۔

اسقدر تفصیلات کے بعد ہم پھر سلسلہ حکایت کو شروع کرتے ہیں۔

جس روز مور کربار کھم پیلیس میں پہنچا۔ اُس سے دوسرے دن یعنی اُس روز جبکہ برج
والے گھاٹ پر مور کر اور رچرڈ کی ملاقات ہونے والی تھی۔ اس کی رات کو نو بجے کا
وقت تھا۔ ہمارے لئے اس ملاقات کی کیفیت قلمبند کرنا غیر ضروری ہے

کیونکہ اس کے حالات خود بخود عنقریب ظاہر ہو جائیں گے۔
خیر نو بجے کا عمل تھا۔ اور آسمان پر چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ بیشمار چمکیلے تاروں کا عکس دریا کی بے چین لہروں میں متحرک نظر آتا تھا۔ اور ہزاروں لیمپ جو دریا کے دونوں کناروں پر لگے ہوئے تھے۔ اُن کی تیز روشنی لنگر انداز جہازوں کے بادبانوں کے اندر سے دکھائی دے رہی تھی۔
رہ رہ کر دریا میں اس قسم کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ جن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ سطح آب پر بھی لوگوں کی مصروفیت اسیقدر بڑھی ہوئی ہے۔ جیسا اس کے دونوں کناروں پر آباد شہر میں۔ ان آوازوں کے اندر سے کبھی کبھی کسی جہاز کے چلنے کی آہٹ کانوں میں پہنچتی تھی۔ جو اُن لاانتہا کشتیوں۔ بجروں اور چھوٹے جہازوں کی قطاروں کے اندر سے تیزی کے ساتھ گذرتا تھا۔ جن میں بظاہر کوئی رستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ پھر کسی دخانی جہاز کے انجن کا وسل سنائی دیتا۔ اور انہی آوازوں میں ملے ہوئے بعض کپتانوں کے تحکمانہ الفاظ رفتار کو کم و بیش کرنیکے متعلق بھی کانوں تک پہنچتے تھے۔
رات کا وقت ہو۔ اور آسمان پر روشن چاند نکلا ہوا ہو۔ تو ایسے موقعہ پر دریائے ٹیمز میں جہازوں کا ہجوم ایک نہایت دلفریب اور عجیب نظارہ پیش کرتا ہے۔ جسکے باعث وہ شخص بھی جو عام معاملات سے سرد مہری رکھتا ہو۔ دنیا کے اس سب سے بڑے شہر اور مشہور تجارتی بندرگاہ کے اس شاندار نظارہ دیکھ کر متاثر ہو جاتا ہے۔
بہتے ہوئے پانی کی گڑگڑاہٹ۔ لاانتہا بادبانوں کا ہجوم بھاری انجنوں کے چلنے کی آوازیں کناروں پر چمکنے والی روشنی کے لیمپ۔ ملاحوں کی دل خوش کن صدائیں جہازوں کی چمنیوں سے اٹھتے ہوئے دھوئیں کے بادل۔ بجروں کی کلوں کی کھڑکھڑاہٹ اور ان کے اردگرد اُبلتے ہوئے جھاگ کا نظارہ بھاری بادبانوں کا پھڑپھڑانا۔ جہازوں کی بیضوی کھڑکیوں کے اندر نہایت تیز روشنی۔ خطرہ میں آئی ہوئی کشتیوں کے کھینے والوں کی دردناک آوازیں اور ان سب سے بڑھ کر دریا کی فراخ چھاتی پر منور چاند کی روپہلی کرنوں کا عکس ان سب کا مجموعہ ذی حس آنکھ اور کان کے لئے ایک نہایت ہی دلفریب مرقع پیش کرتا ہے۔
موسپ گھاٹ کے قریب جسقدر ہلکے جہاز لنگر انداز تھے۔ اُن سے پرے یعنی

اُس حد کے قریب جہاں اُن کی قطار کا خاتمہ ہوتا تھا - ایک بجرہ لنگر انداز تھا جس پر ہم اپنے ناظرین کی توجہ خاص طور پر دلانا چاہتے ہیں - اُس کا نام فیری تھا - اچھا خاصہ وسیع اور باہر سے بہت عمدہ رنگ کیا ہوا جہاز تھا - اور اُس کا سارا سامان باترتیب نظر آتا تھا - دو کوٹھڑیوں میں سے ایک نسبتاً بڑی اور دوسری کسی قدر چھوٹی ہ اور آگے کی طرف واقع تھی - بادبان اس قسم کے تھے - کہ جب چاہیں انھیں نیچا کر لیا جا سکتا تھا - اور جس وقت دریا کا پانی چڑھاؤ پر ہو - تو جہاز کو آسانی کے ساتھ پلوں کے نیچے سے گذار سکتے تھے - پتوار بہت بڑی تھی - اور باقی سامان بھی ہر طرح مکمل نظر آتا تھا - جہاز کا وہ حصہ جس پر کسی قسم کی چھت نہ تھی - اس وقت خالی نظر آتا تھا - لیکن اُس کی وسعت کو دیکھتے ہوئے خیال پیدا ہوتا تھا کہ اس میں کافی سامان رکھا جا سکتا ہے -

یوم مذکور کی شام کو دو آدمی اس جہاز پر بیٹھے سامنے شراب کا ایک گلاس رکھے بڑے مزے سے پی رہے تھے - ان دونوں سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں ہو سکتے - کیونکہ ایک مردہ فروش اور دوسرا جان دکس بالفر تھا -

یکایک مُردہ فروش نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا "جیک ہمارا کام بہت ہی آہستگی سے چلتا ہے - دیکھو گذشتہ چار دن سے بیکار بیٹھے ہیں"

بلفر نے کہا "یہی بات میں نے تم سے اُسوقت کہی تھی - جب تم نے اول مرتبہ میرے پاس آکر دریائی شغل اختیار کرنیکا مشورہ پیش کیا - کیا اسوقت میں نے تم سے نہیں کہا تھا - کہ ہم چونکہ اس پیشے کے عادی نہیں ہیں - اس لئے ہمارا اس میں کامیاب ہونا مشکل نظر آتا ہے"

مردہ فروش بولا "اب تم ان باتوں کو جانے دو - تمہیں یاد رکھنا چاہئے - کہ کوئی بھی نیا کام جس میں روپیہ پیدا کیا جا سکے - میرے لئے مشکل نہیں - اسکے علاوہ خشکی پر میرے برخلاف جو طوفان اٹھا تھا - اُس سے بچاؤ کی صورت سوائے اسکے اور کوئی نہ تھی - کہ دریائی کام اختیار کیا جائے سب سے پہلے تو وہ بدبخت ارکھم ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑا ہوا ہے - اور دوسرا شیطان کرینکی جم ہے - ارکھم کو میں نے اب ہی لندن میں گھومتے دیکھا ہے - اور دوسرے کو شاید کسی نہ کسی ذریعے سے معلوم ہو چکا ہوگا - کہ اُس نے مجھ پر جو وار کیا - وہ کاری ثابت نہیں ہوا تھا - ان دو کے علاوہ تیسرے وہ جیسی میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں - جنکا

کچھ روپیہ میں ایک دن چپکے سے اٹھالایا تھا ۔ ان تمام باتوں کی موجودگی میں میرا خشکی پر رہنا اب یقیناً غیر محفوظ تھا ۔ اسی خیال سے میں نے اُس بڈھے شاہ زنگاری کا روپیہ اس جہاز میں لگادیا ۔ جو ان دنوں ارزاں مل رہا تھا ۔

بفر نے کہا " تو تم اطمینان رکھو ۔ جوں جوں ہم اس پیشہ کے آدمیوں سے زیادہ واقفیت حاصل کرتے جائیں گے ۔ اسی قدر ہمیں زیادہ کامیابی حاصل ہونے لگے گی ۔"

مرد فروش نے کہا " اس میں شک نہیں ۔ کہ جس وقت کوئی نیا کام اختیار کیا جائے تو اُس میں فوراً ہی کامیابی حاصل نہیں ہو جاتی ۔ سب سے پہلے تو دریائی ڈاکوؤں کو ہی ہم پر اعتماد نہیں ہے ۔ اور آجتک ہماری کسی ایسے کپتان یا سارجنٹ سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ جو ہم پر اعتبار کرکے ہمیں اپنے کام میں مدد دے ۔ تم سمجھ سکتے ہو ۔ انہیں اس بات کا اندیشہ پیدا ہونا قدرتی ہے ۔ کہ اگر ہم پکڑے گئے ۔ تو ان کا نام لے دینگے لیکن خیر ! بڈھا موسیٰ اب ہم پر کچھ کچھ اعتبار کرنے لگا ہے ۔ میرے نزدیک اب وہ سمجھتا ہے ۔ کہ ہم ضرور اس کام میں کامیابی حاصل کر سکیں گے ۔"

بفر بولا " تم ٹھیک کہتے ہو ۔ اس کے علاوہ اس جہاز کے ذریعہ ہماری ظاہر داری بہت اچھی بنی ہوئی ہے ۔ اور مجھے یقین ہے ۔ کہ جلد یا بدیر ہمیں کافی کام ملنے لگے میرے خیال میں بہتر ہوگا ۔ ہم کسی وقت کشتی پر سوار ہو کر ذرا جہازوں کی دیکھ بھال کر آئیں ۔"

مرد فروش کہنے لگا " مجھے اس میں اعتراض نہیں ۔ لیکن ہماری بہت سے دلالوں سے جو اس کام میں مدد دینے والے ہیں ۔ واقفیت پیدا ہو چکی ہے ۔ اور انہیں کی مدد سے ہم نے اِسنک تھوڑا بہت کاروبار کیا ہے ۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ ان کی واقفیت کا انتظار کیا جائے ۔ وہ لوگ اب سمجھنے لگے ہیں ۔ کہ ہم اُن کی مہیا کی ہوئی واقفیت کا معقول معاوضہ دیتے ہیں ۔ اور اس لئے یہ امر یقینی ہے ۔ کہ وہ ہمارے لئے کوئی نہ کوئی کام ضرور پیدا کریں گے ۔"

بفر نے کہا " ہاں یہ بھی درست ہے "

یہ گفتگو ہو رہی تھی ۔ کہ ایک عورت نے قریب آکر کہا " کھانا تیار ہے "

بفر کہنے لگا " اچھی بات ہے ۔ مول تم چلو ۔ ہم ابھی آتے ہیں "

اتنا کہکر یہ دونوں بدمعاش بھی اُس کے پیچھے پیچھے کوٹھڑی کے اندر داخل ہوگئے

جہاں پہلے سے دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ تینوں نے ملکر کھانا کھایا۔ اور ابھی انہیں فارغ ہوئے دیر نہ گذری تھی۔ کہ ایک شخص جو پہلے گھاٹ پر ادہر اُدہر پھر تا رہا تھا اس کے بعد بجروں پر سے ہوتا ہوا اس جہاز تک پہنچا تھا۔ اُس نے مڈگنز کو اوپر کھڑے ہو کر کپتان کے نام سے آواز دی۔ جس کے جواب میں مُردہ فروش نے کہا "نیچے آجاؤ" اس پر یہ شخص جو قد کا چھوٹا۔ بدن کا مضبوط اور ڈیل ڈول کا موٹا تھا۔ کوٹھڑی کے اندر داخل ہوا۔ نووارد مسٹر موسپ کے ہاں فورمین کا کام کرتا تھا۔ اُس کا چہرہ انتہا درجہ سرخ۔ آنکھیں بھورے رنگ کی۔ اور نہایت تیز اور گردن چھوٹی تھی۔ عمر پچاس سال کے قریب ہوگی۔ گلے میں اُس نے ہلکے خاکی رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔

مردہ فروش نے اس موٹے ٹھگنے شخص کو نیچے اُترتے دیکھکر کہا "کہو مسٹر سوویٹ کیا حال ہے؟ میں اس تشریف آوری کے لئے تمہارا ممنون ہوں۔ مول تم تھوڑی شراب اور پینے کا تمباکو میز پر رکھ دو"

مسٹر سوویٹ نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "کپتان صاحب میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اسوقت عمداً ایک خاص معاملہ کی نسبت گفتگو کرنے آیا ہوں۔ میری آمد بلاوجہ نہیں ہوئی"

مُردہ فروش نے کہا "میں آپ کو دیکھ کر خوش ہوا ہوں۔ ہمیں بہرحال کوئی کام کرنا ہے اور ابھی میں اپنے دوست کے ساتھ اس بارہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ کہ کاروبار بہت ہی سست پڑا ہوا ہے"

سوویٹ بولا "تم لوگوں نے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ موسپ کسی قسم کی تجاویز کے عمل اور اختراع سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اُس کا کام صرف مال وصول کرنا اور اُسے اپنے گودام میں رکھنا یا باہر بھیج دینا ہوتا ہے۔ اس کی اُسے پروا نہیں۔ کہ وہ مال کہاں سے آیا۔ یا کہاں جائیگا"

"تم بالکل بجا کہتے ہو" مردہ فروش نے کہا۔

"لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ میری عادات بھی اپنے آقا کی طرح ہی ہوں"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے" مردہ فروش کہنے لگا

سوویٹ نے کہا "میرے خیال میں اس وقت یہاں ہمارے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے" اور یہ کہتے ہوئے اُس نے احتیاطاً ادھر اُدھر نظر ڈالی۔

مردہ فروش بولا "نہیں ہم سب دوست ہی ہیں۔ یہ میرے ساتھی کی بیوی مول ہے اور ہر طرح قابل اعتبار عورت ہے۔"

سووٹ نے کہا "بہت اچھی بات ہے۔ میں ایک نہایت عمدہ تجویز تمہارے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو امید ہے کہ تمہیں پسند ہوگی۔ لیکن اُس کے لئے دو تین جانباز آدمیوں کی ضرورت ہے۔"

بفر بولا "تو پھر ہم سے بڑھ کر جانباز اور کون ہوگا۔"

مول نے کہا "اگر ضرورت پیش آئے۔ تو میں بھی مردانہ لباس پہن کر شریک ہو سکتی ہوں۔"

سووٹ کہنے لگا "میڈم۔ میں تمہاری جرأت کی داد دیتا ہوں۔" پھر وہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر بولا "میں تمہاری صحت کا جام پیتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے ایک ہی مرتبہ شراب کا گلاس خالی کر دیا۔ اور اپنا پائپ جلا کر آہستگی سے کش لیتا ہوا کہنے لگا "میرے دوستو۔ فرض کرو۔ میں کوئی ایسی تجویز تمہارے روبرو پیش کروں۔ جو اسقدر خطرناک ہو جیسے کسی جلتے ہوئے مکان کے اندر سے سونے چاندی کی بھری ہوئی پیٹی نکالنا۔ تو پھر تم اُسے منظور کرو یا نہیں؟"

مردہ فروش کہنے لگا "واہ۔ نہیں کیسے؟"

بفر بولا "اگر واقعہ میں نفع خطرہ کے حسب حال ہو۔ تو ہم کسی صورت میں انکار نہیں کر سکتے۔"

مسٹر سووٹ نے پوچھا "خیر میری تجویز کا ایک پہلو حل ہوگیا۔ لیکن ایک سوال اَور پوچھنا باقی ہے۔ فرض کرو تم میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہزار پونڈ دیئے جائیں۔ تو کیا تم کسی ایسے کمرہ میں سونا بچھونا گوارا کرو گے۔ جس میں کسی چھوت دار مرض کا بیمار جو شاید ہیضہ یا چیچک میں مبتلا ہو۔ پڑا ہوا ہو؟"

مردہ فروش کہنے لگا "میری طرف سے ہاں سمجھو۔ کیونکہ میرا اصول تو یہ ہے۔ کہ جب تک ہمت نہ کیجائے۔ کامیابی محال ہے۔"

"بس یہی جواب میرا بھی سمجھو۔" بفر نے کہا۔

اتنے میں مول بولی "میں بھی ایسے کام سے کب جھجکتی ہوں۔"

"خوب خوب" مسٹر سووٹ نے شراب کا ایک اَور گلاس چڑھاتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے یقین ہو چلا ہے۔ کہ میری تجویز ضرور کامیاب ہو جائیگی۔ دوستو۔ ایک جہاز جس کا

نام لیڈی این شہد ہے۔ اور جو گنا کے ساحل پر سونے اور غلاموں کی تجارت کیا کرتا ہے۔ واپس آیا ہوا ہے اس جہاز میں عام طور پر روئی کے کپڑے۔ اُون۔ ہتھیار اور بارود لاد کر لے جاتے ہیں۔ اور باہر سے سونے کا چورا۔ ہاتھی دانت۔ گوند اور کھالیں لاتے ہیں۔ چند دن گذرے یہ واپس آتا ہوا روڈبار سے گذر رہا تھا۔ کہ کسی وجہ سے سیدھا لندن آنے کی بجائے ڈوے کو ہو لیا۔ پرسوں رات اس نے توپیں چلائی تھیں۔ جن کی آواز تمہیں ضرور سنائی دی ہو گی۔ رات کے وقت یہ ڈوے اور گریوسنڈ کے درمیان دریا کے دہانہ پر خشکی پر چڑھ گیا۔ اور اب تک اُس جگہ موجود ہے۔ جب تک جوار بھاٹا نہ آئے گا وہیں پڑا رہے گا۔ اُس میں جو سونے کا چورا موجود ہے۔ اُس پر میری آنکھ ہے۔ باقی سامان پڑا رہے۔ تو بلا سے ۔“

مردہ فروش نے پوچھا ”تو کیا مالکوں نے اُس کا سامان ابھی تک اتارا نہیں؟“

سووٹ بولا ”نہیں۔ اور نہ سر دست ان کا یہ ارادہ ہے۔ البتہ دن رات دریا کے اُس حصہ میں پولیس والوں کی ایک کشتی اِدھر اُدھر گھومتی رہتی ہے۔ گو وہ اُس جہاز سے پرے رہتی ہے۔“

بلفر نے کہا ”میں ابھی تک تمہاری تجویز کا مطلب نہیں سمجھا۔“

مردہ فروش کہنے لگا ”میری سمجھ میں بھی یہ بات اچھی طرح سے نہیں آئی۔ کہ جہاز پر ملاح سوار ہیں۔ یا نہیں؟“

مسٹر سووٹ نے کہا ”آج صبح اُس پر تین آدمی اور ایک لڑکا سوار تھے جنہیں سے ایک ڈاکٹر ہے۔ جہاز پر زرد رنگ کا جھنڈا اڑ رہا ہے۔ شاید تم اسکا مطلب سمجھتے ہو؟“

بلفر اور مردہ فروش نے یک زبان ہو کر پوچھا ”کیا پلیگ زدہ جہاز ہے؟“

مول نے بھی کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا ”پلیگ!“

مسٹر سووٹ نے بڑے سکون کے انداز سے شراب کا گلاس چڑھاتے ہوئے جواب دیا ”ہاں پلیگ!“

اس کے بعد چند منٹ تک سناٹا رہا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کیفیت سے سننے والوں کے حوصلے سرد پڑ گئے ہیں۔ آخر اس خموشی کو سووٹ نے ہی یہ کہکر توڑا ”بس ڈر گئے؟“

مُردہ فروش نے جی کڑا کر کے جواب دیا "نہیں تو۔ البتہ پلیگ زدہ جہاز کا ذکر خوفناک ضرور ہوتا ہے"۔

بفر نے پوچھا "تمہیں یقین ہے کہ اُس پر سونے کا چُورا لدا ہوا ہے؟"

"ہاں کامل یقین ہے۔ اسکے علاوہ تم تصدیق کے لئے اخبارات دیکھ سکتے ہو"۔

سَول کہنے لگی "بیشک۔ کام مشکل ہے۔ مگر سونے کا ذکر سنکر میرا بھی جی للچاتا ہے"۔

مردہ فروش بولا "ٹھیک۔ اگر ایک عورت میں اتنی جرأت موجود ہے۔ تو ہم مردوں کو ہمت نہ ہارنی چاہئے"۔

مسٹر سووٹ نے کہا "تم بالکل بجا کہتے ہو۔ سنو۔ خشکی پر پہرہ دار موجود ہیں۔ اور اُسطرف سے کوئی جہاز تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسری طرف دریا میں بھی پولیس والوں کی کشتی ہر وقت موجود رہتی ہے۔ اس لئے بہتر تجویز یہ ہوگی۔ کہ ہم کل گریوسنڈ جائیں۔ اور وہاں سے جس وقت جوار بھاٹا اتر رہا ہو۔ آہستگی کے ساتھ کنارے کنارے جہاز تک پہنچ جائیں"۔

مردہ فروش کہنے لگا "بیشک یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن کام ایسا ہے۔ جس کیلئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے"۔

مسٹر سووٹ نے کہا "میں خود تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ ایسا موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ اگر چاہو تو دو تین اور آدمیوں کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ اگر جہاز والوں نے ہمیں دیکھ کر شور و غل مچایا۔ تو اُن پر قابو پانا بھی ضروری ہوگا"۔

مردہ فروش کہنے لگا "بہت اچھی بات ہے۔ لیکن یقیناً تمہارا مطلب یہ نہیں ہوگا۔ کہ ہم اس جہاز پر سوار ہو کر وہاں پہنچیں"۔

سووٹ نے جواب دیا "بالکل نہیں۔ اس کام کے لئے کوئی دو چپوؤں والی عمدہ سی کشتی ہونی چاہئے۔ لیکن خیر اُس کا انتظام بھی میں کرونگا۔ کل اس بارہ میں پورے طور سے تیاری کرلی جائے گی۔ اور شام کو میں تم سے گریوسنڈ میں ہی ملونگا"۔

"بہت اچھا" مردہ فروش نے کہا۔ اور اُس کے بعد مسٹر سووٹ رخصت ہوگیا۔

گویا مردہ فروش بفر اور اُس کی بیوی تینوں دیر تک شراب پینے میں مشغول رہے۔

اسی طرح رات کے گیارہ بج گئے۔ اور آخر اُسوقت ٹوبی تو اسی کوٹھڑی میں ٹھہرا کیونکہ وہ وہیں سوتا تھا لیکن بفر اور اُسکی بیوی دوسری چھوٹی کوٹھڑی کی طرف چلے گئے

لگر میں اسوقت جہاز کے ساتھ کسی چیز کی زور سے ٹکر لگی۔ جس کی بدولت اس کا ہر ایک کل پرزہ اوپر سے نیچے تک ہل گیا۔

چوتھا باب — نئے دوست

ٹکر اس زور کی تھی۔ کہ بفر کی بیوی اپنی نشست سے گر پڑی۔ اور جہاز کا ہر ایک تختہ چیخ اٹھا۔ بفر اور مردہ فروش دونوں صحن جہاز کی طرف دوڑے۔ اور ایک ہی نظر میں انہوں نے بھانپ لیا۔ کہ واقعہ کیا ہے۔ درصل ایک اور جہاز جو فیری کے برابر ہی بڑا تھا۔ اور جس پر بہت سا بوجھ لدا ہوا تھا۔ جہازران کی غلطی سے اس جہاز کیساتھ زور سے ٹکرا گیا تھا۔ اس نئے جہاز پر دو شخص کھڑے تھے۔ ان سے مخاطب ہو کر بفر نے کہا "تم کوئی بڑے ہی احمق آدمی ہو!"

اُن میں سے ایک بولا "معاف کیجیے گا غلطی ہو گئی۔"

بفر کہنے لگا "اس غلطی سے ہمارا بہت نقصان ہوا ہے۔ آخر تم لوگ کون ہو؟"

جواب ملا "ہمارے جہاز کا نام بلاسم ہے۔"

"تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟"

نئے جہاز کے ملاحوں میں سے ایک نے تلخ لہجہ میں کہا "پل پار ایک مقام سے آ رہے ہیں۔ لینا ذرا اس رسی کو زور سے پکڑنا۔ کہ ہم بھی اس جہاز کے قریب ہی لنگر انداز ہو جائیں۔"

بفر نے چلا کر کہا "نہیں۔ نہیں۔ تم اُدھر دوسری طرف اُس بجرے کے قریب جس پر کھریا مٹی لدی ہوئی ہے۔ لنگر ڈال دو۔"

جہاز بلاسم کے ملاحوں نے اس کام کو ایسے بھدے طریق پر کیا جس سے معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس کام سے ناواقف ہیں۔ یہ حالت دیکھکر بفر مردہ فروش سے کہنے لگا "ہمیں ان بجروں سے پرے ہی رہنا چاہیئے۔ تاکہ ہم کشتی کو جہاز کے قریب لا کر اُسوقت جب لیڈی این کی مہم سے واپس آئیں۔ سارا سامان اس پر آسانی سے لاد سکیں۔"

مردہ فروش نے کہا "بیشک تمہارا خیال درست ہے۔ اس سے پہلے بھی تم نے ان جہاز والوں کے ساتھ جو گفتگو کی۔ وہ ہر طرح موزون تھی۔ واقعہ میں انہیں پرے بھیجدینا

ہی مناسب تھا۔ ٹھیک میں تم سے بہت خوش ہوں۔ اور اب مجھے معلوم ہوتا جا رہا ہے۔ کہ اگر میں تمام موقعوں پر تم کو ہی بات چیت کرنیکا کام سپرد کروں۔ تو یقیناً تم اس فرض کو بہت اچھی طرح ادا کر سکو گے۔ اور تم سے کسی غلطی کا ارتکاب نہ ہوگا۔"

بفر کہنے لگا" ٹونی اگر تم پس پردہ رہنا چاہو۔ تو اس قسم کے چھوٹے چھوٹے کام میرے ذمہ ڈال دیا کرو۔ لیکن میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ یہ دو آدمی جن سے ابھی میری گفتگو ہوئی۔ کچھ عجیب وضع کے تھے۔"

" بیشک میرا بھی یہی خیال ہے۔" ڈکنز نے کہا" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اُسی طرح جہاز چلانا نہیں جانتے۔ جیسا کہ ہم نے اس کام کو شروع کیا۔ تو نہ جانتے تھے۔"

بفر بولا" یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ہمارے پاس تو امداد کے لئے ایک تجربہ کار آدمی موجود تھا۔"

" ہاں ہاں۔ اور جس وقت ہم نے اُس سے جہاز کے متعلق سب ضروری کام سیکھ لئے۔ تو میں نے اُسے موقوف کر دیا تھا۔"

بفر نے کہا" ممکن ہے ان کے پاس بھی کوئی تجربہ کار ملاح ہو۔ لیکن خیر یہ لوگ خواہ کوئی بھی ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے ہمارا ہی پیشہ اختیار کیا ہے۔ اور اس کام میں یہ بھی مبتدی نظر آتے ہیں۔"

مردہ فروش کہنے لگا" ٹھیک ہے یہ بات تحقیق کر لینی چاہیے۔ اگر واقعہ میں وہ ہمارے ہم پیشہ ہیں۔ تو ہم ضرور اُن کی قدر کریں گے۔ اور اگر وہ اُس جماعت سے تعلق نہیں رکھتے تو ہمیں یہ دریافت کرنا ہوگا۔ کہ اُن کے جہاز پر کیا لدا ہوا ہے۔ اس کے بعد ہم اس بات کا فیصلہ کریں گے۔ کہ اسمیں ہمارے مطلب کی کوئی چیز ہے یا نہیں۔"

" بیشک" بفر نے جواب دیا۔

مردہ فروش نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا" بہرحال ان باتوں کو دریافت کرنا تمہارا کام ہے۔ تم جانتے ہو۔ میرے واقف بہت لوگ ہیں۔ اور کئی آدمی میری تلاش میں بھی لگے ہوئے ہیں۔ اگر میں اُن کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو وہ یقیناً رحم کا سلوک نہ کرینگے اُن میں ایک مارکھم ہے۔ دوسرا کرپنگی جم۔ تیسری رٹیل سینک۔ اور چوتھے وہ کمبخت جیسی ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں میں اپنے آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی محفوظ نہیں سمجھ سکتا۔"

بفر نے بے صبری کے لہجہ میں کہا "ٹونی میں ان سب باتوں کو اچھی طرح جانتا ہوں بیشک تم جتنا لوگوں کی نظروں میں کم آؤ۔ بہتر ہے۔ دن کے وقت تم بدستور نچلی کوٹھڑی میں رہا کرو۔ البتہ رات کو جہاں چاہو۔ جا آ سکتے ہو۔ یا ایسے موقعوں پر جیسا کل پیش آئیگا۔ جبکہ ہم لندن سے باہر ایک اور مقام پر جائیں گے . . ."

ٹنڈکنز نے قطع کلام کر کے کہا "ہاں ہاں۔ میں بھی ہر وقت کوٹھڑی میں بند رہنے سے اکتا گیا ہوں۔ اس لئے میں ایسے موقعہ کو ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔ وہ دونوں آدمی اپنے جہاز کو کھریا مٹی والے بجرے کے قریب لنگر انداز کر چکے ہیں۔ تم ذرا جا کر اُن کے متعلق کچھ حالات تو معلوم کرو۔"

بفر اس حکم کی تعمیل کے لئے فوراً آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ مختلف بجروں کے اوپر سے گذرتا ہوا جن کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ وہ ایک دوسرے کے اسقدر قریب کھڑے تھے۔ کہ سب ایک ہی تیرتے ہوئے فرش کی صورت میں نظر آتے تھے۔ نئے جہاز بلاسم کے قریب پہنچا۔ اور اُس پر سوار ہوئے بغیر پوچھنے لگا "کیوں دوست۔ تم کہاں ہو؟ ذرا باہر تو آؤ۔ میں نے جو تم سے کہا تھا۔ کہ ذرا فاصلہ پر لنگر ڈال دو۔ تو اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہ ہونی چاہیئے۔ میں نے یہ صرف اس لئے کہا تھا۔ کہ ہمارا ارادہ کل یہاں سے چلے جانے کا ہے۔"

نئے جہاز والوں میں سے اُس شخص نے جو پہلے بولا تھا۔ جواب دیا "اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ ہم بالکل ناراض نہیں ہیں۔"

بفر نے دیکھا۔ کہ جہاز بلاسم کا دوسرا سوار لمبے قد اور سانولے رنگ کا جوان تھا اور اُس نے ملاحوں جیسا لباس پہنا ہوا تھا۔ ذرا تامل کے بعد بفر نے کہا "معلوم ہوتا ہے تمہارے جہاز پر کافی مال لدا ہوا ہے۔"

"ہاں کافی مال ہے۔" پہلے بولنے والے نے جواب دیا۔

"تم اس مال کو سویرے ہی کہاں اُتارو گے؟"

جواب ملا "ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔"

"مال کیا ہے؟"

"روئی کی گٹھڑیاں ہیں۔"

بفر نے پوچھا "تم اس جہاز کے مالک ہو؟"

جواب ملا "ہاں"

بفر کہنے لگا "یہ بھی بڑے مزے کی زندگی ہے۔ تمہیں اس کام کو اختیار کئے کتنا عرصہ گذرا ہے؟"

اس نے جواب دیا "کچھ زیادہ مدت نہیں ہوئی"

بفر نے ہنس کر پوچھا "یہ سانولا آدمی جو تمہارے ساتھ ہے۔ اس کام میں نیا ہی معلوم ہوتا ہے"۔

مالک جہاز نے جواب دیا "نہیں۔ بالکل ہی نیا تو نہیں۔ البتہ بہرہ اور گونگا ہے"

بفر نے حیرت زدہ ہو کر کہا "بہرہ اور گونگا! خیر ایسا ہونا بھی بعض حالتوں میں آرام دہ ثابت ہوتا ہے"

مالک جہاز نے پُرمعنی انداز سے کہا "میں تمہارا مطلب سمجھتا ہوں"

بفر نے دل میں سوچا "یقیناً یہ جہاز بھی ہمارے جہاز کی طرح ہے" بظاہر وہ کہنے لگا "میرا بھی یہی خیال تھا۔ تو کیا اس جہاز پر تمہارے اور اس حبشی کے سوا اور کوئی موجود نہیں"

مالک جہاز نے کہا "بھلا ہمیں اور آدمیوں کی کیا ضرورت ہے؟"

بفر کہنے لگا "میں سمجھتا ہوں۔ تم نے بہت اچھا انتظام کر رکھا ہے۔ تم خود مالک ہو اور جیسا چاہو کر سکتے ہو۔ یہ شخص بہرہ اور گونگا ہے۔ اور باوجود اس کی موجودگی کے تم اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے مختار ہو۔ میں تمہارا مدعا سمجھ گیا ہوں"

مالک جہاز نے کہا "تم بڑے ہشیار معلوم ہوتے ہو۔ آؤ جہاز پر آ کر تھوڑی شراب پیو"

بفر نے اس دعوت کو منظور کرنے میں تامل ظاہر نہ کیا۔ اس اثنا میں سانولے رنگ کے آدمی نے اپنا پائپ جلا لیا تھا۔ اور ایک کوٹھڑی کے سہارے کھڑا اُسکے کش لے رہا تھا۔ مالک جہاز تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے چلا گیا۔ اور چند منٹ کے عرصہ میں ایک بوتل اور دو ٹین کے گلاس لیکر واپس آ گیا۔ ان گلاسوں میں ایسی شراب ڈالتے ہوئے جس کے اندر سے رم کی تیز بو آ رہی تھی۔ اس نے بفر سے پوچھا "بھلا تمہارے جہاز کا نام کیا ہے؟"

اُس نے جواب دیا "فیری"۔

"تو میں فیری کی صحت کا جام پیتا ہوں"۔

"اور میں بلاسم کی صحت کا جام پیتا ہوں"۔

یہ کہتے ہوئے مالک جہاز اور بفر نے شراب کے گلاس چڑھا لیئے۔ اس کے بعد مالک جہاز کہنے لگا "آؤ اب ہم ایک دوسرے کی دوستی کے جام پئیں۔ تم کوئی بہت ہی دیانتدار اور صاف باطن آدمی معلوم ہوتے ہو۔ ۔ ۔"

بفر نے قطع کلام کر کے کہا "جی ہاں۔ اور قابل اعتبار بھی"۔

مالک جہاز نے اس انداز سے گویا وہ کسی گہری سوچ میں ہو۔ کہا "خیر میں ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اور اغلب ہے۔ ۔ ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہے۔ جلد ہی مجھے تم سے مشورہ لینے کی ضرورت پیش آئے۔ جس کا میں بہرحال معقول معاوضہ دونگا"۔

"اس مطلب کے لیئے تمہیں مجھ سے بہتر آدمی نہ مل سکے گا"۔ بفر کہنے لگا۔

مالک جہاز نے کہا "یہ لو میں تمہاری صحت کا ایک اور جام پیتا ہوں۔ بھلا یہ تو بتاؤ۔ جوسپ جو اس گھاٹ کا مالک ہے۔ کس قسم کا آدمی ہے؟"

بفر کہنے لگا "وہ اُن معاملات پر جن کا اُس سے براہ راست کچھ تعلق نہ ہو۔ کچھ توجہ نہیں دیتا۔ اور اُن کے متعلق بالکل گونگا بہرہ اور بے خبر رہتا ہے"۔

مالک جہاز نے کہا "بیشک۔ مجھے بھی کسی ایسے ہی کارکن کی ضرورت ہے۔ لیکن چند دن کے عرصہ میں مجھے دو تین اور آدمیوں کی بھی خدمات درکار ہوں گی۔ جو روپیہ کمانے کے موقعہ پر اس بات کی پروانہ کریں۔ کہ انہیں کس قسم کا کام سرانجام دینا ہے۔ یقیناً تم میرا مطلب سمجھتے ہو؟"

بفر کہنے لگا "جی ہاں۔ بہت اچھی طرح سے۔ تو کیا تمہیں اس قسم کے دو تین آدمی درکار ہیں؟"

مالک جہاز نے کہا "ہاں۔ میرے ہاتھ میں ایک بہت عمدہ کام ہے۔ لیکن سردست میں اس کا زیادہ مفصل ذکر نہیں کر سکتا"۔

بفر بولا "تم جس وقت چاہو۔ میری خدمات حاصل کر سکتے ہو۔ البتہ کل میں ذرا مصروف ہونگا۔ دوسرا شخص جو فیری میں میرے ساتھ رہتا ہے۔ وہ بھی تمہاری خدمات سے

لئے طرح حاضر ہوگا"

مالک جہاز نے پوچھا" تمہارا وہ ساتھی کس قسم کا آدمی ہے۔ کیا وہ بھی تمہارے ساتھ اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے آمادہ ہوگا؟"

بفر نے جواب دیا" اگر وہ ایسا نہ ہو۔ تو میرے ساتھ زیادہ عرصہ گذرا وقات مشکل ہو جائے۔ لیکن یہ تو کہو۔ تمہیں ہماری خدمات کی کب ضرورت ہوگی؟"

"بہت جلد۔ تم نے ابھی کہا تھا۔ کہ کل تم مصروف رہو گے"

"جی ہاں۔ کل تو فراغت نہیں ہے"

"بہتر ہے پرسوں شام کے وقت تم دونوں نے تھوڑی دیر کے لئے یہاں چلے آنا۔ پھر ہم معاملہ کو گفتگو کے ذریعہ طے کریں گے"

بفر نے پوچھا" اگر کسی وجہ سے ہم پرسوں نہ آسکیں۔ تو شاید اُس سے اگلے روز آنے میں تمہیں کوئی اعتراض نہ ہوگا؟"

مالک جہاز کہنے لگا" مجبوری کی حالت میں کیا چارہ ہے۔ شب بخیر!"

بفر نے بھی اس کے جواب میں شب بخیر کہا۔ اور اُس کے بعد اپنے جہاز فیری کی طرف لوٹ آیا۔ وہاں دیکھا۔ تو مردہ فروش صحن جہاز پر کھڑا پائپ پی رہا تھا۔ اُس نے پوچھا "کہو کیا کیفیت معلوم کر آئے ہو؟"

بفر کہنے لگا" وہ ہمارے مطلب کے آدمی ہیں۔ مالک جہاز کوئی نیک دل شخص ہے اور دوسرا کوئی حبشی ہے۔ جو گونگا اور بہرہ ہے۔ مالک جہاز نے مجھ سے موسیپ کے متعلق بعض سوالات پوچھے تھے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ وہ کوئی سیانا آدمی ہے۔ اسکے علاوہ اُس نے کہا تھا۔ ایک فائدہ مند کام میری نظروں میں ہے۔ اور اس کے لئے چند آدمیوں کی ضرورت ہے۔ میں اس سے وعدہ کر آیا ہوں۔ کہ دو تین دن میں ہم دونوں اس سے ملکر اس معاملہ کی نسبت کچھ بات چیت کریں گے"

مردہ فروش نے گھبرا کر پوچھا" تم نے میرے متعلق تو کچھ زیادہ حالات بیان نہیں کئے؟"

"نہیں۔ صرف اُسی قدر کہا تھا۔ جتنا مناسب سمجھا جا سکتا ہے"

مردہ فروش کہنے لگا" خیر اب کچھ کچھ کام ہاتھ آنے لگا ہے۔ لیکن جہاں تک احتیاط کو مد نظر رکھنا۔ آؤ اب چل کے لیٹ رہیں۔ ہمیں علی الصباح بیدار ہونا ہے"۔

پانچواں باب　　پلیگ زدہ جہاز

صبح کاذب کی ہلکی روشنی دریا پر پھیلنے لگی تھی۔ کہ مردہ فروش کو جہاز کے قریب کشتی کے چپو چلنے کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد موسیٹ کا فورمین سووٹ آموجود ہوا۔ کہنے لگا "لو میں سب تیاری کر لایا ہوں۔ ایک عمدہ کشتی موجود ہے۔ اور تمہاری مدد کے لئے دو مضبوط نوجوان بھی حاضر ہیں۔"

مردہ فروش نے پوچھا "اُن کے پاس پستول ہیں؟"

فورمین نے کہا "اس کا پہلے ہی انتظام کر لیا گیا ہے۔ لیکن احتیاط رکھنا سوائے انتہائی حالت کے ان سے کام نہ لیا جائے۔ کشتی کا پیندا دوہرا ہے۔ اور اُس میں میں نے پانچ پیسے بھی چھپا رکھے ہیں۔"

بفر کہنے لگا "بہت خوب۔ مول اب تم ہمارے آنے تک تنہا یہیں رہو۔"

عورت نے کہا "جیک تم کتنے بیوقوف ہو۔ کہ مجھے ساتھ نہیں جانے دیتے۔"

اُس کے شوہر نے کہا "تم کیا فضول گفتگو کرتی ہو۔ آخر کسی کو جہاز پر بھی تو رہنا چاہئے۔"

مول کہنے لگی "خیر یہ نہ کہنا میں بزدل ثابت ہوئی۔"

مردہ فروش بولا "نہیں نہیں ایسا نہ ہوگا۔ لیکن جیک اب ہمیں دیر نہ کرنی چاہئے۔ اور ہاں مسٹر سووٹ یہ تو کہو۔ گریوسنڈ میں تم ہم سے کہاں ملوگے؟"

سووٹ کہنے لگا "تمہیں معلوم ہوگا۔ اُس قصبہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک ہوائی چکی ہے۔ اُس کے قریب ہی ایک شراب خانہ ہے۔ اُس شراب خانہ کے پاس ایک چھوٹا سا گھاٹ بھی ہے۔ جہاں کشتی کو لنگر انداز کیا جا سکتا ہے۔ رات دس بجے تم مجھ سے اُس شراب خانہ میں ہی ملنا۔"

مردہ فروش نے کہا "بہت اچھا۔"

اس کے بعد تینوں آدمی جہاز کے بالائی حصہ پر چڑھ آئے۔ اسوقت مشرق کیطرف اُجالا ہونے لگا۔ اور دن کی روشنی میں جہاز کے بادبان اور کنارے پر بنے ہوئے مکانوں کی چھتیں صاف طور سے دکھائی دینے لگی تھیں۔ جہاز بالکل پردیسی گونگا اور بہرہ حبشی معلوم ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ اُسے نواحی حالات کا کچھ بھی علم نہیں۔

مردہ فروش کہنے لگا "جوار بھاٹا کی لہر تین گھنٹوں میں آئے گی۔ اس لئے ہمیں وقت ضائع نہ کرنا چاہیے"!

فورمین بجروں کے اوپر اوپر سے گھاٹ کیطرف واپس چلا گیا۔ اور مردہ فروش اور بفر ایک جوڑی پستولوں کی جیب میں ڈال کر اس کشتی پر سوار ہو گئے۔ جو اُن کے جہاز کے قریب کھڑی تھی۔ اور جب سووٹ وہاں پہنچا گیا تھا کشتی میں دو تنومند آدمی ملاحوں جیسا لباس پہنے بیٹھے تھے۔ ان کے اُترتے ہی انہوں نے چپو چلانے شروع کئے۔ اور کشتی آس پاس کے بجروں سے ہٹ کر منجدھار میں تیزی سے چلنے لگی۔

سماں نہایت دلکش اور مطلع صاف تھا۔ دریائے ٹیمز کی فراخ چھاتی پر باد نسیم اٹکھیلیاں کرتی ہوئی ہلکی ہلکی لہریں پیدا کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں آفتاب نے بڑی آب و تاب کے ساتھ اُفق مشرق سے سر نکالا۔ آسمان پر صرف چند ایک سفید بادل ہوا سے اُڑتے پھر رہے تھے۔

جابجا اُن جہازوں پر جو باہر روانہ ہونے والے تھے۔ ملاح لنگر اٹھانے کے کام میں مصروف تھے۔ اور رہ رہ کر زور کے نعرے بلند کرنے لگتے تھے۔ کسی کسی جہاز پر بادبان ہوا کے زور سے پھڑ پھڑاتے تھے۔ فاصلے پر کوئی دخانی جہاز بڑی تیزی سے پانی کو چیرتا ہوا گذرتا نظر آتا تھا۔ جس کے چلنے سے پانی کے اندر اس قسم کا تلاطم پیدا ہوتا۔ کہ آس پاس چلنے والی کشتیوں کو خطرہ کا سامنا نظر آتا تھا۔

آہ! اس قعر دریا میں کتنی بے انداز جانیں ضائع ہو چکی ہیں! کیا دریائے ٹیمز کے وہ جھاگ جو ہر وقت اُس کی تیز لہروں کی بدولت پیدا ہوتے ہیں۔ درحقیقت وہ آنسو تو نہیں ہیں۔ جو اُن بدنصیب لوگوں کی موت پر بہائے جا رہے ہیں! تاریک راتوں میں نصف شب کے قریب جبکہ باد تند زور سے چیختی ہوئی دریا کے اوپر سے گذرتی ہے۔ تو اس قسم کی خوفناک آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ گویا کوئی اُن حرمان نصیب لوگوں پر جو اس کے اتھاہ پانیوں میں دنیا کی رنج و آلام سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ بین کرتا ہے!

اے عظیم الشان دریا۔ تیرے یہ آنسو بے سود ہیں! اگر تیری رحم دل فطرت لوگوں کے رنج والم کو ضرور ہی محسوس کرتی ہے تو تو اُن زندہ شخصوں کی حالت پر آنسو بہا۔ جنکے

جرائم اور افعال قبیحہ بے جان چیزوں کے اندر بھی ہمدردی کا مادہ پیدا کئے بغیر نہیں رہ
کشتی بڑی تیزی کے ساتھ چمکتے ہوئے آفتاب کی کرنوں میں منور پانی کو چیرتی
گئی۔ دیکھنا دریا کے دونوں جانب تجارتی خوشحالی کے کیسے شاندار نظارے موجود ہیں۔
ادھر اُدھر بھاری ہتھوڑوں کی آواز جہاز سازی کے کارخانوں میں نئے جہازوں کی تیاری
کا پتہ دیتی ہے۔ اور مختلف مقامات پر گھاٹوں میں جہازوں کو مرمت کرنیوالے ان سمندری
دیووں کے علاج میں مصروف ہیں۔ جو اپنے طویل سفر سے متاثر ہو کر بیکار بیٹھے ہیں۔ اور تازہ
دم ہو کر پھر سمندری خطرات کا مقابلہ کر سکیں گے۔

چاروں دریائی ڈاکو بدستور تیزی سے چلتے گئے۔ ایک پرانا ڈریڈناٹ جہاز جو اس
وقت اُن بھاری توپوں سے عاری تھا۔ جو کبھی اس کے پہلوؤں میں چمکا کرتی تھیں۔ اس
بوڑھے شیر کیطرح ایک طرف پڑا نظر آتا تھا جس کے دانت مرورِ زمانہ سے جھڑ چکے ہوں۔ فاصلہ
پر گرینج کے گنبد دکھائی دیتے تھے۔ تھوڑی دیر میں کشتی پانی کے اُس وسیع قطع میں پہنچ گئی
جو بلیک وال کے قریب موجود ہے۔ اور وہاں سے اور بھی زیادہ تیزی کیساتھ گذرتی ہوئی وہ
ساحل کینٹ کیطرف ہولی۔ آخر کار وولچ کے تاریک اور بھیانک جہاز نظر آنے لگے۔ جن پر سزا یافتہ
قیدی کام کرتے ہیں۔ اُن کے اندر سے گذر کر کشتی ساحل کے قریب پہنچی۔ اور ڈاکو خشکی پر
اُتر آئے۔

وولچ میں یہ لوگ ایک ادنیٰ درجہ کے شراب خانہ میں جس کے مالک سے شاید پہلے
کی واقفیت تھی۔ پہنچے۔ چونکہ دریا کی تازہ اور سرد ہوا نے بھوک تیز کر دی تھی۔ اس لئے
انہوں نے خوراک کا ہر ایک سامان جو شراب خانہ میں موجود تھا۔ طلب کیا۔ اور اس کے ساتھ
ہی بہت سی بوتلیں شراب کی منگوائیں۔ جب خوب پیٹ بھر کر کھا پی چکے تو مردہ فروش نے
اس سارے سامان کی قیمت اپنی گرہ سے ادا کی۔ اور اس طرح سہ پہر تک یہ لوگ پائپ پیتے
اور مختلف معاملات پر گفتگو کرنے میں مشغول رہے۔

آخر تین بجے کے قریب پھر کشتی کیطرف آئے۔ اور اُس پر سوار ہو کر دوبارہ اُسے کھینے
لگے۔ یکایک مردہ فروش بولا" اب ہم چونکہ مل کر شراب اور پائپ پی چکے ہیں۔ اس لئے
ہماری باہمی واقفیت زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔" یہ الفاظ اُس نے خصوصیت کیساتھ اُن دو
شخصوں سے مخاطب ہو کر کہے تھے۔ جنہیں موسپ کا فورمین اس کے حوالہ کر گیا تھا۔ پھر اُس

نے سلسلہ کلام جاری رکھکر کہا "میرے خیال میں تم لوگوں سے یہ پوچھنا بیکار ہوگا۔ کہ تم اُس معاملہ کی نوعیت سے جو ہمارے درپیش ہے۔ واقف ہو۔ یا نہیں۔ کیونکہ یقیناً تم اُس سے واقف ہوگئے۔ وولچ کے شراب خانہ میں میں نے اس معاملہ کا ذکر اس لئے نہ کیا تھا۔ کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ لیکن تمہارے بعض لفظوں سے میرے دل میں خیال پیدا ہو چکا ہے کہ تم معاملہ کی نوعیت سے ناواقف نہیں ہو"

اُن میں سے ایک شخص نے جس کا نام لانگ باب مشہور تھا کہا "ہاں۔ ہم اس معاملہ سے اچھی طرح باخبر ہیں۔ کیونکہ سوویٹ نے ہم سے اسکا ذکر کر دیا تھا"

دوسرے نے بھی جس کا نام اس وجہ سے کہ وہ دریائی ڈاکو بننے سے پہلے اس قسم کے کپڑے چرایا کرتا تھا جنہیں خشک ہونے کے لئے فرش پر پھیلا دیا گیا ہو۔ ٹلی پرگ مشہور تھا کیونکہ چوروں کی زبان میں اس لفظ کے یہی معنی ہوتے ہیں۔ کہا "ہم اس کام کے نفع اور خطرہ دونوں باتوں سے واقف ہیں"

مردہ فروش کہنے لگا "بس تو ہم زیادہ گفتگو کے بغیر ایک دوسرے کا مطلب سمجھ سکتے ہیں"

ٹلی پرگ بولا "دوست ہمارا پیشہ بھی وہی ہے۔ جو تمہارا ہے۔ اور جب کہ ہمیں برابر کا حصہ دیا جائے۔ تم ہمیں پورے طور سے قابل اعتماد سمجھ سکتے ہو"

مردہ فروش نے کہا "ٹھیک ہے۔ لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ مال جس پر ہم قبضہ کرنیوالے ہیں۔ اُسے اس کشتی پر رکھ کر پہلے جہازنیری تک پہنچانا ہوگا۔ اور وہاں اسے اُس وقت تک محفوظ رکھا جائے گا۔ جب تک کہ ہمیں کوئی محفوظ خریدار نہ مل جائے۔ کیونکہ اس کا اشتہار یقیناً اخباروں میں چھپ جائے گا"

لانگ باب کہنے لگا "ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ سوویٹ نے ہم سے اس بات کا وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر ہم کامیاب ہوگئے۔ تو وہ دونوں کو دس دس پونڈ انعام دے گا۔ اس لئے اگر باقی حصہ اس وقت تک ملتوی رہے۔ جب تک کوئی اچھا خریدار نہ مل سکے۔ تو بھی کچھ اعتراض کی بات نہیں ہے"

ٹلی پرگ کہنے لگا "ممکن ہے۔ وہاں ہمیں کچھ چاندی کے برتن بھی مل جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہم انہیں فوراً کسی سنار کے ہاتھ فروخت کر کے روپیہ حاصل کر سکیں گے"

مردہ فروش بولا "بیشک یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اب ذرا ہمت سے کام لو۔ اور کشتی کو زور سے کھینا شروع کرو"

اس کے بعد ملی برگ اور لانگ بابے اور بھی زیادہ زور سے کشتی چلانی شروع کی۔ اور وہ بڑی تیزی سے چلتی گئی۔ جب یہ دونوں تھک جاتے۔ تو مردہ فروش اور بغز چپوا اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ ڈاکٹر سطبراب خانہ سے شراب کی چند بوتلیں ساتھ لیتا آیا تھا۔ راستہ میں گاہ گاہ ان بوتلوں سے شراب اڑتی رہی۔ اور کبھی کبھی تفریح کی غرض سے بغز اور ملی برگ کوئی گیت گانے لگتے تھے۔ اس طریق پر یہ لوگ ایرتھ گرین ہانڈ اور انگرس ایی کے پاس سے گذرے۔ جن پر سے آخرالذکر لندن کے قدیم پل کے پتھروں سے بنا ہوا ہے اس کے تھوڑی دیر بعد گریوسنڈ کی ہوائی چکی اور اونچا برج انہیں دکھائی دینے لگا۔ قصبہ کے دونوں گھاٹوں کے قریب بیشمار دخانی جہاز کھڑے تھے۔ وسط دریا میں بڑے بڑے تجارتی جہاز لنگر انداز تھے۔ اور اس کے بالمقابل ساحل پر ٹلبری کا شاندار قلعہ اپنی توپوں سے سجا ہوا نظر آتا تھا۔

مردہ فروش کہنے لگا "سووٹ نے ہم سے شراب خانہ میں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اسلئے بہتر ہو۔ کہ ہم سیدھے اُس طرف کو چلیں"۔ بغز نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور یہ لوگ کشتی کو ساحل کے اُس حصہ کیطرف چلانے لگے۔ جہاں شراب خانہ واقع ہے۔ آخر کنارے پر اُتر کر انھوں نے کشتی کو رسّوں کے ذریعہ خشکی پر مضبوطی سے باندھ دیا۔ اور خود شراب خانہ کو ہو لئے یہ شراب خانہ دریائے ٹیمز کے کنارہ ایک ویران مقام پر واقع ہے۔ اور عام طور پر وہی لوگ اس میں جاتے ہیں۔ جو اتوار کے دن سیر و تفریح کی غرض سے لندن سے گریوسنڈ کو جایا کرتے ہیں۔ شراب خانہ کے متعلق بہت سے شیڈ بنے ہوئے ہیں جن میں کئی ایک تصویریں بھی ہنوئی ہیں۔ موسم گرما کی شام کو جبکہ مطلع صاف ہو۔ اور شام کی ٹھنڈی ہوا دریائے ٹیمز کے پانی سے مرطوب ہو کر چل رہی ہو۔ تو اس جگہ گھنٹہ آدھ گھنٹہ بیٹھنا فرحت بخش ثابت ہوتا ہے۔

چاروں ڈاکو شراب خانہ میں داخل ہوگئے۔ اور انہوں نے کھانے پینے کا سامان طلب کیا۔ اس میں وہ رات کے دس بجے تک مصروف رہے۔ اور آخر اس وقت موسیب سکا فورسن بھی ان سے آملا۔ اس کے نصف گھنٹہ بعد یہ پانچوں دوبارہ کشتی پر سوار ہو کر

رات کی تاریکی میں پلیگ زدہ جہاز کو ہو ... - انھوں نے کشتی کو عمداً گنٹ کے ساحل کے قریب رکھا - اور آخر جب سووٹ نے اندازہ کیا - کہ اب ہم اُس مقام سے نصف میل کے فاصلہ پر پہنچ گئے ہیں - جہاں پر جہاز لیڈی این خشکی پر چڑھا ہوا تھا - تو انھوں نے اپنے چپوؤں کی آواز بہت مدھم کر دی ۔

آسمان پر ابر غلیظ چھایا ہوا تھا - اور چاند ابھی تک نکلا ہی نہ تھا - البتہ بادلوں کے اندر کہیں کہیں کوئی ستارہ بخت برگشتہ میں شعاع امید کی طرح چمکتا تھا - دریا کے پانی کی رنگت سیاہی کی طرح تاریک تھی لیکن چالاک فورمین دریائے ٹیمز کے چپہ چپہ سے واقف تھا - اُس کے زیر ہدایت چاروں آدمی باری باری کشتی کو بڑی احتیاط سے کھیتے رہے - اب وہ بالکل خاموش تھے - اور اُن کے چپوؤں کی مدھم آواز اُس ہوا کی آواز میں مگر بالکل سنائی نہ دیتی تھی - جو اس وقت سطح آب پر بڑی تیزی سے چل رہی تھی - آخر کار فورمین نے آواز دبا کر کہا " وہ روشنی جو سامنے نظر آتی ہے - پولیس والوں کی کشتی کی ہے جس مقام پر یہ لوگ اس وقت کشتی چلا رہے تھے - وہاں سے کم و بیش پاؤ میل کے فاصلہ پر یہ روشنی رات کی تاریکی میں دریائے ٹیمز کے پانی پر اس طرح چمک رہی تھی جیسے طوفانی رات میں ابر سیاہ کے اندر ایک تارہ دکھائی دیتا ہو - کبھی وہ ... کبھی پھر رک جاتی تھی - شاید اس لئے کہ ڈرنلینہ کے افسر کبھی اپنی کشتی کو چلانے لگتے تھے کبھی اسے روک لیتے تھے ۔

یکایک سووٹ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا " اب ہم جہاز لیڈی این سے صرف چند گز کے فاصلہ پر ہیں - اس لئے تم لوگ ہتھیار سنبھال لو " بعد ازاں یہ حکم پا کر بڑی آہستگی سے کشتی کے پیندہ کا ایک تختہ اٹھایا - اور یکے بعد دیگرے ... پانچوں ... تلواریں نکالی گئیں جنہیں ان ڈاکوؤں نے مضبوطی سے سنبھال لیا - کشتی بدستور آہستگی سے کھینچی گئی - اور آخر کار ... جہاز کے بالکل قریب پہنچ گئی - مردہ فروش نے اپنا ہاتھ ہوا میں ادھر ادھر پھیلایا تو وہ جہاز کے پچھلے حصے کے ساتھ لگا - جو لیڈی این کا ... اس وقت ... تھا - اور ... ہر اُس پر کوئی بھی سوار نہ تھا - شاید اس وقت ... ڈاکوؤں کی امداد کو تیار تھے - کیونکہ ہوا ... تند بڑی تیزی سے چلنے لگی - اور ... نے بڑے زور سے ... جہاز اور کنارے سے ... ٹکرا کر ... اس قسم کا شور پیدا کرنے لگیں جس میں ان شخصوں کی حرکت کی کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی

جہاز لیڈ یشی این کا ایک حصہ خشکی پر اور دوسرا پانی میں تھا - ان لوگوں نے کشتی کو بڑی احتیاط کے ساتھ اُس رسہ سے باندھ دیا - جو جہاز کے پہلو میں ایک جانب لٹک رہا تھا - اور اُسکے بعد پانچوں یکے بعد دیگرے جہاز پر چڑھ گئے۔
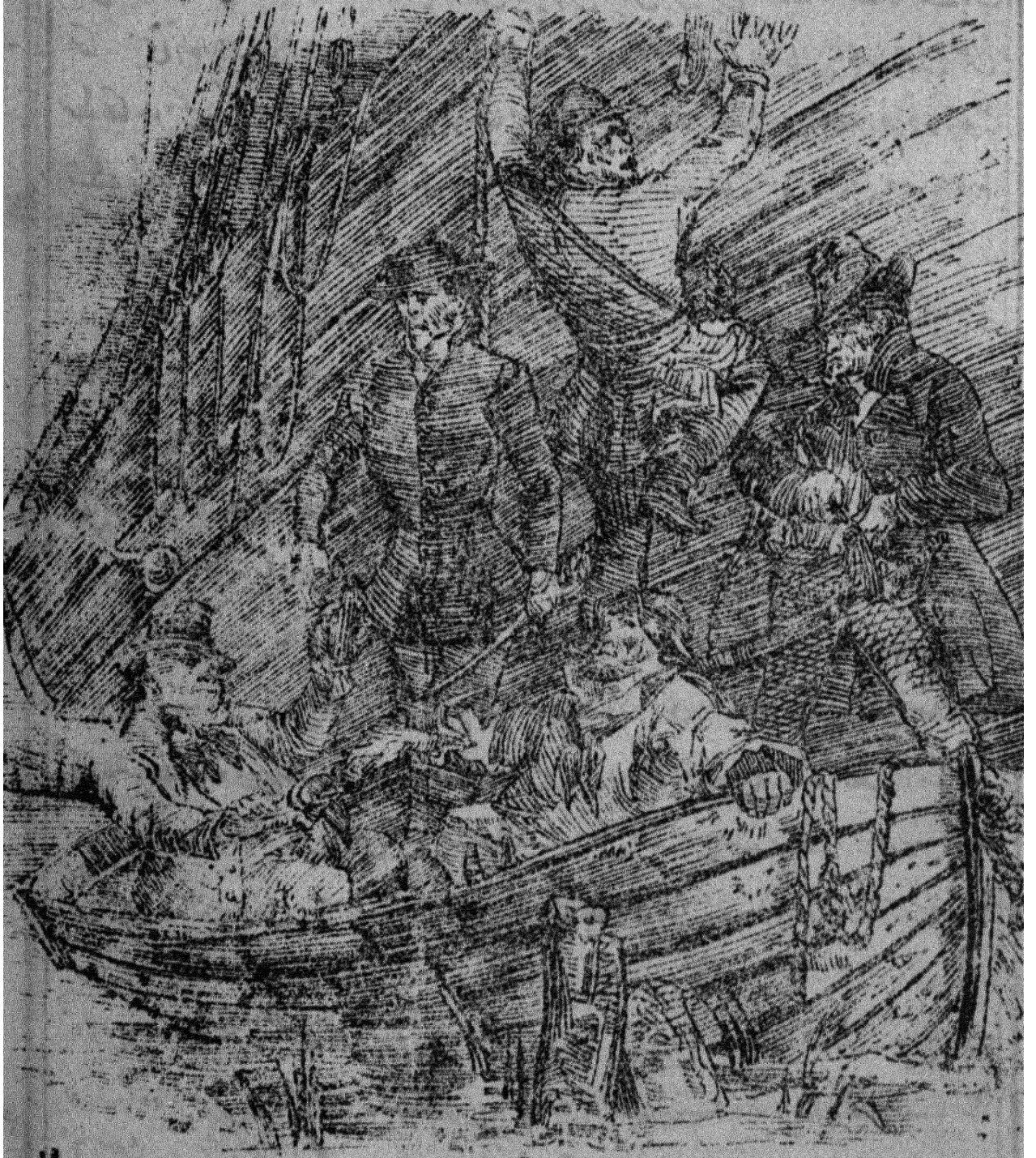
(پانچوں یکے بعد دیگرے جہاز پر چڑھ گئے)

یکایک ایک کوٹھڑی کے اندر سے کسی لڑکے نے گردن باہر نکال کر تعجب کے انداز سے کہا "جی! تم کون ہو؟" لیکن لانگ باٹ نے فوراً اپنے بائیں ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ کر

بائیں سے اُس کا منہ بند کر دیا۔ اور لمحہ بھر میں یہ لوگ اُسے گھسیٹ کر صحن جہاز پر لے آئے جہاں اُس کی مشکیں کس کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا۔ لیکن یہ عمل بھی لڑکے کی طرف سے اسقدر جد و جہد کے بعد ہوا۔ کہ اس کی آہٹ سے چونکنا ہو کر کوٹھڑی کے اندر سے کسی نے لڑکے کو آواز دے کر بلایا۔ اس پر پانچوں آدمی جن میں سب سے آگے لانگ باب تھا۔ اپنی تلواریں ہاتھوں میں لئے کوٹھڑی کے اندر گھس گئے۔ یہاں ایک چراغ جل رہا تھا۔ انہیں کوٹھڑی میں داخل ہوتے دیکھکر ایک زرد رو شخص جو انتہا درجہ دبلا پتلا تھا آگے بڑھا۔ مگر لانگ باب نے جھٹ پستول نکال کر اُس سے کہا "خبردار بولنا نہیں۔ ورنہ تمہاری جان کی خیر نہ ہوگی"۔

شخص مذکور نے چلا کر کہا "بدمعاشو۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں اس جہاز کا ڈاکٹر اور محافظ ہوں۔ تم کون ہو؟ اور کیا لینے آئے ہو؟ تمہیں معلوم نہیں یہ پلیگ زدہ جہاز ہے"

لانگ باب کہنے لگا "تم اس کا ذکر نہ کرو۔ کیونکہ ہمیں پہلے سے معلوم ہے" اور اسی طرح پوری تیزی سے جیسے اس سے پہلے لڑکے کی مشکیں کس دی تھیں۔ اُس کے منہ میں بھی کپڑا ٹھونس کر اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔

سووٹ کہنے لگا "یہاں تک تو ہمیں ہر طرح کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ تم میں سے ایک اُس شخص کے پاس کھڑا رہے۔ اور باقی آگے بڑھیں اس حفاظت کے کام کے لئے لی پرگ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور باقی ڈاکو جہاز کے مختلف حصوں کی طرف نکل گئے۔ اُنہیں اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ اس جہاز میں چند پلیگ زدہ مریض موجود ہیں۔ چنانچہ اسی خیال سے وہ ایک مقام پر پہنچ کر یکایک رُک گئے۔ پلیگ کی دہشت خوفناک ہوتی ہے!

یکایک فوزین کہنے لگا "کیوں؟ ڈر گئے کیا؟"

مردہ فروش بولا "نہیں۔ ہرگز نہیں" اور وہ جرأت کر کے زینہ سے نیچے اُترنے لگا باقی بھی اُس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ لیکن اُنہیں تلوار یا پستول سے کام لینے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ کیونکہ اُس لیمپ کی روشنی میں جو چھت سے لٹک رہا تھا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ ہال میں صرف دو بدنصیب مریض اپنی چارپائیوں پر لیٹے ہوئے ہیں جن کے چہرے لاش کی طرح سپید ہیں۔ بال اُلجھے ہوئے۔ آنکھیں شیشہ کی طرح چمکتی اور ہاتھ اس طرح لٹک

رہے تھے۔ جیسے کسی لاش کے ہوں۔ اُن کے بدن پر بڑی بڑی گٹھلیاں لگی ہوئی تھیں۔ باوجودیکہ وہ زندہ تھے۔ لیکن نقاہت اور بیہوشی کا یہ عالم تھا۔ کہ انہوں نے مسلح آدمیوں کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر بھی کسی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔ کرہ ہوائی میں ایک قسم کی حدت اور بدبو کا اثر پایا جاتا تھا۔ جو شاید اُن کے سانس اور پسینہ کی وجہ سے پیدا ہوتا تھا۔ مُردہ فروش اُنہیں دیکھ کر کانپ اُٹھا۔ لیکن جی کڑا کر کے کہنے لگا "یہ غریب ہمیں کیا ضرر پہنچا سکتے ہیں۔" لیکن اس ظاہری استقلال کے باوجود دل میں سب ڈرتے تھے۔ اور آخر جب یہ دوبارہ صحن جہاز پر آئے۔ تو اُن کی جان میں جان آئی۔ کیونکہ متعفن ہوا سے اُن کی طبیعت سخت پریشان ہو چکی تھی۔ اب دریا کی تازہ ہوا نے پھر ان میں فرحت کا احساس پیدا کر دیا۔

سووٹ کہنے لگا "اب ہمیں کام میں مصروف ہونا چاہیئے۔ آؤ پہلے اس تختہ کو اٹھا کر ہم اس کے نیچے اتر کر بتی جلائیں گے۔ اگر باہر لیمپ جلایا۔ تو ممکن ہے۔ پولیس والوں کو نظر آ جائے۔ یا کنارہ کی سرکار کے آدمی کسی شبہ میں پڑ جائیں۔" انہوں نے تھوڑی ہی دقت کے ساتھ اس تختہ کو اٹھا لیا۔ اور اسکے بعد ایک رسا باندھ کر لانگ باب نیچے اُتر گیا اور پہنچکر اس نے اندھی لالٹین جلائی۔ اور اسکے بعد باقی تینوں بھی یکے بعد دیگرے نیچے اُترے۔ لی برک کے متعلق ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ وہ کوٹھری میں ڈاکٹر کی حفاظت کے لیئے موجود رہا تھا۔ گودام میں پہنچکر انہوں نے بڑی تیزی سے مطلوبہ مال کی تلاش شروع کر دی۔ جابجا گوند کی بوریاں۔ کھالوں کے گٹھڑ اور بہت سا سامان جو ساحل افریقہ پر پیدا ہوتا ہے۔ موجود تھا۔ لیکن ڈاکو سونے کے چمڑے کی تلاش میں تھے۔ جو دو بھاری پیٹیوں میں بند تھا۔ چونکہ یہ باقی سامان کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اسلئے تلاش میں ایک گھنٹہ صرف ہو گیا۔ آخر جب سارا سامان اٹھانے پر سونے کی پیٹیاں نظر آئیں تو سووٹ نے خوشی سے چلا کر کہا "لو یہ وہ چیز ہے جس کی تلاش تھی۔ ٹوپی ادھر کرو۔ اب تم اس برانڈی کی بوتل پر وقت ضائع نہ کرو۔"

مردہ فروش نے بوتل منہ سے ہٹاتے ہوئے کہا "میرا جی متلا رہا ہے۔ شاید اسی ہوا کا اثر ہے۔ جو مریضوں کے کمرہ میں پھیلی ہوئی تھی۔"

فورسین کہنے لگا "یہی وجہ ہو گی۔ لیکن تم ذرا اس پیٹی کو ہاتھ لگاؤ۔ ہم اسے رسے

کے ساتھ باندھ دیں گے۔ اس کے بعد تم نے بفر کے ساتھ ملکر اسے اوپر کو اٹھانا۔ میں اور لانگ باپ دونوں اوپر سے کھینچیں گے۔"

چاروں آدمی پوری تندہی سے اس کام میں مصروف ہوگئے۔ آدھی رات کے وقت جہاز کے نچلے حصہ میں لالٹین کی دھندلی روشنی میں اُن کی صورتیں جنات کی طرح نظر آتی تھیں جو اپنی خباثت میں مصروف ہوں۔ یکایک مردہ فروش لڑکھڑا کر ایک طرف کو بعض گٹھڑیوں کے سہارے لگ گیا۔ اور کہنے لگا "خدا معلوم کیا بات ہے میرے سر میں چکر آرہا ہے!"

سوورٹ بولا "یار گھبرانے کی بات نہیں۔ اس وقت ناحق کسی وہم میں نہ پڑو۔" مگر باوجود اس کے مذکر کنڈالوں کے ایک گٹھڑ پر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا "میرا دم سرد ہوا جاتا ہے اور میں کانپ رہا ہوں! یہ میری ٹانگیں بھی لڑکھڑا رہی ہیں!..."

اب بفر، جوزین اور لانگ باپ کو بھی یکایک کچھ خیال پیدا ہوا۔ اور وہ خطرہ کے انداز سے مردہ فروش کی طرف دیکھنے لگے۔ آخر سوورٹ نے حوصلہ کر کے کہا "نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا!"

باب کانپ کر کہنے لگا "اگر نہ ہو۔ تو پھر اس حالت کا کیا مطلب ہے؟"

بفر بھی ناقابل بیان وحشت کے انداز سے بولا "کیا یہ پلیگ ہے!"

مردہ فروش وحشت کی نظروں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اور اُس نے اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "جیک تم پاگل ہوگئے ہو" مگر باوجود بہت بڑی کوشش کے اس کی قوت نے جواب دیدیا۔ اور وہ تھک کر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے وحشیانہ انداز سے چلا کر کہا "اُف! اے آسمان!" اور غصہ سے دانت پیسنے لگا۔

بفر کی دہشت اب ناقابل بیان صورت اختیار کر چکی تھی۔ اُس نے پھر ایک بار کہا "یہ ضرور پلیگ ہے" اور فوراً تیزی سے اوپر کی طرف چڑھنے لگا۔

سوورٹ بولا "بزدل ایسا قیمتی مال چھوڑ کر بھاگتا ہے!" لیکن اُس کی باتوں کی پروا نہ کر کے لانگ باپ بھی اسی طرح خوف زدہ ہو کر بفر کے پیچھے اوپر چڑھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ انہیں اس کمرے کے اندر موت پلیگ کے لباس میں کھڑی نظر آتی ہے۔

مردہ فروش نے مایوسانہ انداز سے چلا کر کہا "ظالمو۔ خدا کے لئے مجھے تمہارے

چھوڑ جاؤ۔"

لیکن اب سوڈ کے اوسان بھی خطا ہو چکے تھے وہ کہنے لگا "ہر شخص کے لئے اپنی جان کی حفاظت مقدم ہے" بس اتنا کہکر وہ بھی اپنے ساتھیوں کے پیچھے اوپر چڑھ گیا۔

اُنہیں اس طرح غائب ہوتے دیکھکر بردہ فروش مارے غصہ اور وحشت کے ادھر اُدھر لڑھکنے لگا۔ پھر چلا کر بولا "بدمعاش! بزدل!" اُس نے غیر معمولی کوشش سے کام لیکر اُٹھنا چاہا۔ اور ایک بار کھڑا ہو بھی گیا۔ لیکن ٹانگیں بوجھ سہارنے کے ناقابل تھیں پھر بھی اس نے اوسان بحال رکھتے ہوئے چند کھونٹوں کے اوپر چڑھ کر لٹکتے ہوئے رسّہ کی مدد سے تہ خانہ سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ مگر طاقت زائل ہو چکی تھی۔ ہاتھ رسّہ کو مضبوط نہ پکڑ سکے۔ اور وہ دوبارہ زور سے نیچے گر کر کھونٹوں پر سے لڑھکتا تہ خانہ کے پیندے میں جا رہا۔ آخری مرتبہ اُس نے اپنے دل سے اتنا کہا "بس اب خاتمہ ہے" اور اسکے بعد بیہوش ہوگیا!

اس اثنا میں للی پرگ جو ڈاکٹر پر پہرہ دے رہا تھا۔ باہر کسی کے تیزی سے چلنے کی آواز سنکر چوکنا ہوگیا۔ اور کوٹھڑی سے باہر نکل کر اُس نے اپنے دہشت زدہ ساتھیوں سے پوچھا "کیوں۔کیا معاملہ ہے؟"

بفر نے جہاز سے کشتی میں کودتے ہوئے کہا "پلیگ ہے اور کیا ہے" اس پر للی پرگ بھی بے تحاشا اُس کے پیچھے کود گیا۔ اور اُن کے دونوں ساتھیوں نے بھی فوراً جست لگا دی۔ جب کشتی جہاز کے پاس سے چلنے لگی۔ تو للی پرگ نے پوچھا "کیا بات ہے۔ کہ ہم پانچ آئے تھے اور چار واپس جا رہے ہیں؟"

مارے خوف اور دہشت کے بفر کے دانت بج رہے تھے۔ اُس نے رُکتے رُکتے کہا "ڈاکنز کو... پلیگ ہو گئی ہے!"

خوش نصیبی سے پولیس کی کشتی اسوقت فاصلہ پر تھی۔ اسلئے ڈاکو چپ چاپ بچکر نکل گئے۔ لیکن بردہ فروش...؟

افسوس وہ بدنصیب اس پلیگ زدہ جہاز پر ہی رہا!

نے کہا" یہاں تک آپ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ واقعات اسی طرح ظہور میں آئے ہیں۔ جیسا مجھے امید تھی۔ دراصل مورکر نے جس قسم کا بہروپ اختیار کیا۔ اس کی بدولت وہ ان بدمعاشوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر ان کی بہت اچھی طرح دیکھ بھال کر رہا ہے۔ اور چونکہ ہم نے اس کے گونگا اور بہرہ ہونے کی خبر مشہور کر دی تھی۔ اس لئے کبھی کسی نے اس پر زیادہ توجہ بھی نہیں دی۔ میرے دوست مورکر نے اپنی صورت کو اس کامیابی سے بدلا ہے۔ کہ اگر مردہ فروش بھی اسے دیکھ لے۔ تو یقیناً پہچان نہیں سکتا"

بنسٹ کہنے لگا" میرے شبہات صحیح ثابت ہوئے ہیں۔ کل رات جب میں نے اس کے ساتھی کو ادھر ادھر پھرتے دیکھا۔ تو میرے دل میں شک پیدا ہوا تھا۔ وہ کوئی نیک آدمی نہیں ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا۔ کہ میں نے کس ہوشیاری سے اسکے سب حالات معلوم کئے۔ حالانکہ وہ یہی سمجھتا رہا۔ کہ مجھے الو بنا رہا ہے۔ میں نے اپنے پراسرار اور مبہم جوابات کے ذریعہ اسے اس بات کا یقین دلا دیا۔ کہ ہمارا جہاز بھی دراصل ڈاکوؤں کا جہاز ہے۔ اور اس کے بعد اسکے اطوار اور گفتگو سے معلوم کر لیا کہ وہ خود ایک دریائی ڈاکو ہے۔ پھر میں نے جب یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ مجھے ایک خاص کام کے لئے دو شخصوں کی امداد کی ضرورت ہے۔ تو وہ جھٹ اس کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اور اس نے اس بات کا بھی وعدہ کر لیا۔ کہ میں اپنے ساتھی کو شریک حال بنا لونگا"

رچرڈ نے پوچھا" تو اب وہ دونوں کل رات ہم سے ملنے آئیں گے؟"

بنسٹ کہنے لگا" کل نہیں تو پرسوں رات۔ تو ضرور ہی آئیں گے۔ اس نے اپنے جس ساتھی کا ذکر کیا۔ وہ یقیناً مردہ فروش ہے۔ کیونکہ مورکر نے اسے ان کے ساتھ جہاز فیری سے کشتی میں سوار ہوتے دیکھا تھا"

جیسی نے کہا" لیکن وہ دو شخص کون تھے۔ جو ان کے ساتھ کشتی میں بیٹھے؟"

رچرڈ کہنے لگا" تم نے ابھی کہا تھا۔ کہ وہ دونوں اس کشتی کو کھیتے ہوئے اس جہاز تک لائے تھے"

"ہاں لیکن میں یہ معلوم نہ کر سکا۔ کہ ان کی کشتی کس طرف سے آئی تھی۔ کیونکہ رات تاریک تھی۔ اور اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیتا تھا"

بنٹنڈ کہنے لگا "بہرحال یہ ظاہر ہے۔ کہ ان دونوں کا جہاز فیری سے کچھ واسطہ نہ تھا گو اُس شخص کا جس سے کل رات میری گفتگو ہوئی۔ اور ڈنڈگنز کا اس جہاز سے ضرور تعلق ہے۔ مجھے اس بات کا یقین ہو چکا ہے۔ کہ ڈنڈگنز ہی وہ شخص ہے۔ جس کا کل شام کی گفتگو میں ذکر آیا تھا۔"

مارکھم نے کہا "بیشک یہ خیال صحیح ہے۔ تاہم زیادہ اطمینان حاصل کرنے کے لئے بہتر یہی ہوگا۔ کہ ہم اپنی سابق تجویز نہ بدلیں۔ مطلب یہ کہ بنٹنڈ بدستور اس جہاز کا مالک بنا رہے" اور پھر کسی قدر مسکرا کر اُس نے کہا "مور کرگو نگے اور بہرے کا سوانگ بھرتا رہے۔ میں بہرحال اسوقت تک کہ میری ضرورت پڑے۔ کوٹھڑی کے اندر ہی رہوں گا۔ پھر اگر کل رات یا پرسوں وہ شخص ڈنڈگنز کو اپنے ساتھ لایا۔ تو سمجھو۔ کہ ہمارا مقصد پورا ہو گیا۔ کیونکہ اگر وہ حقیقت میں مُردہ فروش نکلا۔ تو اُس کی گرفتاری میں تامل نہ کیا جائے گا۔ اور اگر وہ کسی اور شخص کو اپنے ساتھ لے آیا۔ تو ہماری احتیاط بدستور قایم رہے گی۔ اور ہم کوئی اَور ترکیب مردہ فروش کو جہاز فیری میں یا کسی اَور جگہ جہاں اُس کا سراغ ملے۔ پکڑنے کی اختیار کریں گے۔"

بنٹنڈ اور مور کرنے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور اس کے بعد رچرڈ پھر اپنی کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ مور کر اور بنٹنڈ باری باری صحن جہاز پر پہرہ دیتے رہے۔

اسی طرح سارا دن گذر گیا۔ لیکن ڈاکو واپس نہ آئے۔ کیونکہ جیسا ہمارے ناظرین کو معلوم ہے۔ وہ کسی اَور کام میں مصروف تھے۔ اس کے بعد رات کو مور کرنے پہرہ داری کا فرض اپنے اوپر لیا۔ لیکن ساعت بساعت ساری رات گذر گئی۔ اور دن نکل آیا۔ گر جہاز فیری پر صرف وہ عورت ہی دکھائی دیتی رہی۔ جسے ڈاکو جہاز کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اور جس کے متعلق ہمارے ناظرین جانتے ہیں کہ وہ بفر کی بیوی تھی۔ یہ دن بھی اسی طرح کٹ گیا۔ آخر رات کو نصف شب کے قریب مور کر کو جہاز فیری کے پاس کچھ آہٹ سنائی دی۔ اور اُس نے غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کوئی کشتی جہاز کے پاس آلگی ہے۔ رات انتہا درجہ تاریک تھی۔ اور اس تاریکی کے باعث مور کر کو کچھ نظر نہ آتا تھا تاہم اُس نے اپنے کانوں کی مدد سے آہٹ کی بنا پر یہی اندازہ کیا۔ کہ کشتی سے چند آدمی جہاز فیری پر سوار ہوئے ہیں۔ گو اُسے یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ وہ کتنے آدمی تھے۔ ایک یا زیادہ

اشارہ پاکر بنڈ اس جہاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ مختلف بجروں کے اوپر سے ہوتا ہوا جہاز نیری کے قریب پہنچا۔ جو روانہ ہونے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ اور بفر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "کہو دوست۔ آج تم غیر معمولی پر مصروف نظر آتے ہو؟"

بفر نے کہا "ہاں میں جہاز کو پل کے اوپر کچھ دور لے جا رہا ہوں۔ عنقریب جوار بھاٹا اس طرف کو آنیوالا ہے۔ اور میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا"

"لیکن تم نے مجھ سے ملنے کا جو وعدہ کیا تھا۔ اُس کا کیا ہوا؟"

"اس کے لئے بہرحال ایک دور دراز انتظار کرنا ہوگا۔ بھلا تم کتنے دن یہاں ٹھیرو گے؟"

بنڈ نے کہا "مجھے صرف دو تین قابل آدمیوں کی تلاش ہے۔ جو اس کام میں مدد دے سکیں۔ جس کا میں نے تم سے اُس رات ذکر کیا تھا"

بفر کہنے لگا "میں تمہارے جیسے بھلے مانس کو مایوس کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن میرا مدد دینا نہ دینا حالات پر منحصر ہے۔ میں پختہ وعدہ نہیں کر سکتا۔ بعض خاص واقعات درپیش ہیں اور ممکن ہے۔ میں دریا کی زندگی کو بالکل ہی خیرباد کہہ دوں"

بنڈ نے کہا "تم پوری صاف بیانی سے گفتگو کرتے ہو۔ گو مجھے اس سے سخت مایوسی ہوئی ہے۔ کیونکہ میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا۔ کیا وہ شخص بھی۔ جسکا تم نے گفتگو میں حوالہ دیا تھا۔ کچھ مدد نہیں دے سکتا؟"

بفر نے گفتگو کو جلد تر ختم کرنے کی نیت سے کہا "نہیں۔ البتہ میں تمہیں مشورہ دے سکتا ہوں۔ کہ تمہیں اس کام میں کس جگہ سے مدد حاصل ہو سکتی ہے۔ موسپ کا فورمین بڑا محتاط آدمی ہے۔ اور وہ اپنے وعدہ کا پکا بھی ہے۔ تم اسے ہر طرح قابل اعتماد سمجھو۔ وہ تمہیں مدد دے سکیگا۔ الوداع۔ میں اب چلتا ہوں"

بس اتنا کہکر بفر نے جہاز کی رسی کھول دی۔ اور اُسے منجدھار کیطرف دھکیل دیا۔ بنڈ کے لئے اب سوائے واپس جانے کے چارہ نہ تھا۔ اُس نے بھی ظاہرداری کی خاطر الوداع کہا۔ اور جہاز پلاسم کی طرف چلا گیا۔ آخر جب وہ رچرڈ سے تمام واقعات بیان کر چکا۔ تو مورگرنے جو اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ پوچھا "اب کیا کیا جائے؟"

بنڈ نے جواب دیا "یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ان لوگوں کو اُس کام میں جس کے لئے گئے تھے کوئی مشکل پیش آئی ہے۔ اور اس لئے اب وہ جلد تر یہاں سے بھاگ جانا چاہتے ہیں"

پھوگسی چونگی کے گھاٹ کے پاس سے اور آگے چل کر انگس گیٹ کے پاس پہنچے۔ جو دنیا بھر میں اپنی گالیوں کے لئے مشہور ہے۔ سامنے لندن کا پل نظر آتا تھا۔ اس کے نیچے سے گذرنے کی غرض سے ہنری نے اپنے جہاز کا بادبان جھکا لیا۔ اس پل اور سوتھوارک کے پل کے درمیان کشتی چلانے والوں کو معلوم ہوگیا کہ اس کا ارادہ کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دوسرے کی جانب ایک گھاٹ پر لنگر انداز ہونا چاہتا ہے۔ جہاں ایک عمارت پر بہت بڑا بورڈ اس مطلب کا لگا ہوا تھا۔ کہ یہاں پر ملکی جہاز خریدے اور فروخت کئے جاتے ہیں

مارکھم یہ حالت دیکھ کر کہنے لگا "اب تم کشتی کو فیری کے قریب لے چلو۔ پیشتر اس سے کہ وہ گھاٹ کے پاس پہنچے۔ ہمارا اس پر سوار ہو جانا ضروری ہے۔ ورنہ ممکن ہے شکار ہاتھ سے نکل جائے"

اس پر منٹڈا اور سورکر بڑی تیزی سے چپو چلاتے فیری کے قریب پہنچ گئے۔ اور ہنری کی نظر اول مرتبہ اس کشتی پر پڑی۔ گو اس نے فوراً اس کے چلانے والوں کو نہیں پہچانا۔ کیونکہ اس کی پیٹھ جہاز کی طرف تھی۔ یکایک رچرڈ ہنری کی طرف جو بڑے غور سے کشتی کو دیکھ رہا تھا۔ نظر ڈال کر کہنے لگا "میں اس شخص کو پہچانتا ہوں"

"کسے؟" منٹڈ نے پوچھا۔

جواب ملا "اس شخص کو جو جہاز پر سوار ہے"

منٹڈ نے ہنری کے چہرہ کی طرف غور سے دیکھ کر کہا "یہ تو وہی ہے جس کی مجھ سے گفتگو ہوئی تھی"

رچرڈ بولا "میں اس بدمعاش کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ یہ مردود فرانس کا ساتھی ہے اور اس کی تمام شیطانی حرکات میں حصہ لیتا رہا ہے۔ یہی ہے جسکے کھالی کے متعلق وہ پیغام لیکر میرے پاس آیا تھا۔ جس کی بدولت میری زندگی معرض خطر میں پڑ گئی تھی"

یہ الفاظ رچرڈ نے گو بلند آواز سے کہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھی اس کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ کیونکہ وہ اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھے۔ اس کے علاوہ اب اس بارہ میں سوالات پوچھنے کی فرصت نہ تھی۔ اور نہ مارکھم جواب کے لئے آمادہ ہی تھا۔ کیونکہ عین اس وقت کشتی جہاز کے پہلو میں پہنچ گئی۔ ہنری نے ہمارے ہیرو کو دیکھتے ہی جہاز پر

چڑھتے دیکھکر فوراً پہچان لیا۔ اور دہشت زدہ ہوکر بولا "کون ارقسم!"

رچرڈ نے کہا "تم مجھے پہچانتے ہو۔ اور میں بھی تم سے ناواقف نہیں ہوں لیکن سردست مجھے ایک اور شخص سے کام ہے۔ اگر تم اس کام میں مجھے مدد دوگے۔ تو میں تمہیں کوئی گزند نہ پہنچاؤں گا"

بفر کا ان لفظوں سے کسیقدر اطمینان ہوگیا۔ اور وہ پوچھنے لگا "تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"

"تمہارے ساتھی کیطرف" رچرڈ نے جواب دیا۔

بفر نے گنوارانہ لہجے پر قہقہہ لگاکر کہا "میرے ساتھ اسوقت میری بیوی ہی۔ کیوں سوال تم ان سے واقف ہو؟"

رچرڈ نے سختی کے لہجہ میں کہا "اس مذاق کو چھوڑو۔ اور اپنی جگہ پر کھڑے رہو مسٹر بنڈ تم اس شخص کی نگرانی کرو۔ کہ یہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ اور تم میرے ساتھ آؤ"

بفر نے حیرت زدہ ہوکر رچرڈ کے ساتھیوں کیطرف دیکھنا شروع کیا۔ جو اب کشتی کو جہاز کے ساتھ باندھکر اوپر چڑھ آئے تھے۔ پھر وہ بنڈ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا "کون تم ہو! معلوم ہوتا ہے۔ یہ سارا معاملہ کوئی گہری سازش ہے۔ اور تم...؟"

پولیسمین نے آہستگی سے کہا "ہاں میں پولیس کا آدمی ہوں۔ لیکن سردست مجھے تم سے یا تمہاری بیوی سے سروکار نہیں۔ غالباً یہ تمہاری بیوی ہی ہے؟"

بفر کہنے لگا "خیر یہ بھی کسی حدتک اطمینان بخش ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ تمہارا یہ حبشی بھی محض بناوٹی بہرہ اور گونگا تھا!"

بنڈ کے لبوں پر مسکراہٹ پیدا ہوگئی۔ اور وہ کہنے لگا "ہاں کہ دبیش ایسا ہی ہے لیکن چپ چاپ کھڑے رہو۔ اس صورت میں تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے گی"

بفر نے پوچھا "آخر تم کس کی تلاش میں ہو؟"

"تمہارے دوست مڈلٹن۔ یا بردہ فروش کی تلاش میں"

"مگر وہ یہاں کہاں ہے؟"

اس اثنا میں رچرڈ اور مورکرجو فوراً ہی نچلی کوٹھڑی میں داخل ہو چکے تھے۔ اپنی بے سود تلاش سے واپس آگئے۔ اور رچرڈ کہنے لگا "وہ تو یہاں نہیں ہے۔ آؤ ذرا اگلے حصہ کی

دیکھ بھال کریں۔ دونوں نے سارے جہاز کا کونا کونا تلاش کیا۔ لیکن بردہ فروش کا کہیں پتہ نہ چلا۔ آخر انہوں نے واپس آکر نفر سے اس بارہ میں سوالات پوچھنے شروع کئے۔ آس نے ٹالنے کی غرض سے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں۔ کنز کہاں ہے۔" در اصل وہ اس معاملہ میں راست بیانی سے کام نہ لے سکتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں پلیگ زدہ جہاز تک جانیکا سارا واقعہ بیان کرنا پڑتا۔ جس کے لئے وہ آمادہ نہ تھا۔ آخر اس نے کہا "اگر مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم بھی ہوتا۔ تو یقیناً میں اسے ظاہر نہ کرتا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں۔ یہ سب کوئی گہری سازش ہے۔" پھر وہ بنشڈ کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا "اور یہ شخص پولیس کا آدمی ہے۔"

رچرڈ نے کہا "سنو۔ اگر میں چاہوں۔ تو اس وقت تمہیں اس الزام میں گرفتار کرا سکتا ہوں۔ کہ تم نے میرے قتل کی سازش میں حصہ لیا۔ جس کے حالات سے تم بے خبر نہیں ہو لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اگر تم بردہ فروش کے متعلق ہمارے سوالات کا صحیح جواب دو۔ تو ہم تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے۔ میں دھوکہ بازی کو تہ دل سے ناپسند کرتا ہوں۔ اور رشوت دینے کے بھی خلاف ہوں۔ ہاں یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ تم سے جدا کب ہوا؟ کیونکہ یہ تو معلوم ہے۔ کہ ایک دو دن پہلے تک وہ تمہارے ساتھ تھا۔"

بفر چالاک آدمی تھا۔ اپنے آپ کو رچرڈ نارتھ کے سوالات کا جواب دینے پر مجبور پاکر اس نے فوراً ایک قصہ گھڑ لیا۔ اور اس آخری سوال کے جواب میں کہنے لگا "میں سوں نز نا کنز۔ میں اور چند اور آدمی ہم سب ایک خاص کام کے لئے گئے تھے۔ غالباً آپ کو یہ جاننے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کہ وہ کام کیا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہونیکا احتمال ہے۔ راستہ میں ہمیں دریائی پولیس کے جوانوں کی ایک کشتی مل گئی۔ اور نز نا کنز کشتی سے کود کر تیرتا ہوا کسی طرف کو نکل گیا۔"

"وہ بچ نکلا؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"ہاں" بفر نے دلیری سے جواب دیا "میں نے دیکھا کہ وہ کشتی پر پہنچ کر ایک طرف کو بھاگ گیا تھا۔"

بنشڈ نے ہمارے ہیرو کو ایک طرف لیجاکر کہا "یہ بیان بہت کچھ صحیح معلوم ہوتا ہے یقیناً یہ لوگ کسی مہم میں ناکام رہے ہیں۔ اور دریائی پولیس ان کی تلاش میں لگی ہوئی ہے اسی لئے یہ شخص جہاز پکڑ کر یہاں سے چلا آیا ہے۔"

رچرڈ نے بفر کی طرف دیکھا۔ اور پھر پولیس مین سے کہنے لگا "اس شخص نے بہی گو مجھے ضرر پہنچایا تھا تاہم میں اسے سزا دلوانا نہیں چاہتا۔ اور مردہ نرد شمار چونکہ عدم پتہ ہے اس لئے ہماری مہم کا خاتمہ سمجھنا چاہیے"

"ناکام خاتمہ" مورکر نے کہا۔

رچرڈ نے بفر سے مخاطب ہوکر کہا "خیر ہم تو تمہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ اس بدی کی زندگی کا انجام ضرور برا ہوگا۔ اور تم جلد یا بدیر انصاف کے پنجہ میں آجاؤ گے"

"خیر دیکھا جائیگا" بفر نے لاپروائی سے کہا۔

مارکھم نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔ اور وہ دوبارہ کشتی میں اتر گیا۔ مورکر اور رنبشٹڈ بھی اس کے ساتھ سوار ہوگئے۔ اس کے بعد جب کشتی دریا میں چلنے لگی۔ تو رچرڈ بولا "چلو اب اس گھاٹ کی طرف چلیں۔ جہاں ہم نے جہاز با ہم کرایہ پر لیا تھا۔ میرے دوستو۔ بدستور تمہاری خدمات کی ضرورت نہیں۔ میں جہاز کے مالک سے کہدونگا۔ وہ اپنے آدمی بھیجکر جہاز واپس منگالے"

مورکر کہنے لگا "مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ وہ نابکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا"

رچرڈ بولا "کچھ مضائقہ نہیں۔ تم نے اپنی طرف سے کوشش میں کوتاہی نہیں کی۔ اور گھاٹ پر پہنچکر میں تمہیں اس کا معقول معاوضہ دونگا"

ساتواں باب کالی نقاب

اب ہم اس کا ذکر کرتے ہیں جس کے حالات عرصہ سے قلم انداز ہوچکے ہیں۔ گو ہمیں یقین ہے کہ ناظرین اسے بھولے نہ ہونگے۔

لونڈلو ڈے کے مشہور ڈاکٹر مسٹر ونسٹ درتھ کے مکان میں ایک سجے ہوئے کمرہ کے اندر ڈائنا آرلنگٹن ایک صوفہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس نے شاندار لباس پہنا ہوا تھا۔ لیکن چہرہ پر سیاہ لیس کی دوہری نقاب تھی جس کے اندر اُس کی صورت بالکل نظر نہ آتی تھی۔ نقاب کی تہوں کو ایسے طریق پر آراستہ کیا گیا تھا۔ کہ ڈائنا کا چہرہ بالکل چھپا ہوا تھا۔

وہ کمرہ میں تنہا تھی۔ ایک طرف پیانو۔ ایک سارنگی اور موسیقی کی بہت سی کتابیں پڑی تھیں۔ جنہیں دیکھکر یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا۔ کہ ڈاکٹر کے دل اپنے زمانہ قیام میں اسکی ہمدردی

اور تفریحات کیا رہیں۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اور کھڑکیوں کے اندر نہایت شاندار پردے اس طرح پر لٹکے ہوئے تھے۔ کہ اُن کی بدولت سورج کی روشنی مدھم اور خوشگوار ہو کر کمرہ میں داخل ہوتی تھی۔ جابجا دلفریب گلدستے کمرہ کے اندر خوشگوار مہک پیدا کر رہے تھے۔ ارل آف وارنگٹن نے اپنی فیاضی سے ڈائنا کے لیے وہ تمام سامان مہیا کر رکھا تھا۔ جو اس دنیا میں عیش و آرام کے لیے ضروری سمجھا جا سکتا ہے۔

لیکن کیا ڈائنا خوش تھی؟ اگر تھی۔ تو کیا باعث اس کی اُبھری ہوئی چھاتی کے اندر جذبات کا تلاطم تھا؟ کیوں وہ اسقدر بے چینی کا اظہار کر رہی تھی؟ کیا وجہ تھی۔ کہ سڑک پر کسی گاڑی کے چلنے کی آواز سنکر وہ گاہ بگاہ پوری توجہ سے دروازہ کیطرف دیکھنے لگتی تھی؟ غم اور ذہنی اذیت کی ان تمام علامات کی جو وہ اسوقت ظاہر کر رہی تھی۔ آخر کوئی تو وجہ تھی۔

ناظرین ذرا صبر سے کام لیجئے۔ تھوڑی دیر میں آپ پورے حالات سے واقف ہو جائینگے انگیٹھی پر رکھی ہوئی چاندی کی ٹائم پیس نے بارہ کا گھنٹہ بجایا۔ اس آواز کو سنکر ڈائنا نے دبی زبان میں کہا" وقت ہو گیا۔ لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا"

دس منٹ اور گذر گئے اور وہ کہنے لگی" افسوس وہ اب تک بھی نہیں آیا"

اُس کی بے چینی اب لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہی تھی۔ لیکن ذرا دیر میں اُسے دروازہ کے سامنے گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی کسی کے دستک کی آواز سارے مکان میں گونج اٹھی۔ اسے سنکر ڈائنا نے دلی شوق سے کہا" وہی ہے یقیناً وہی ہے"

چند منٹ بعد ارل آف وارنگٹن کمرہ کے اندر داخل ہوا۔ لیکن جب اُس نے ساحرہ کے چہرہ پر سیاہ نقاب دیکھی۔ تو جھجک گیا۔ قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور کہنے لگا" ڈائنا۔ پیاری ڈائنا کیا ہماری ملاقات اسی طرح ہونی تھی؟"

حسینہ نے جواب دیا" مائی لارڈ۔ مسٹر ونٹ ورتھ نے یقیناً آپ کو سارے حالات سے آگاہ کر دیا ہوگا۔ ایک طویل عرصہ کے بعد آج ہماری ملاقات انہی حالات میں ہو۔ نوبت پہنچ گئی"

ارل ڈائنا کے قریب صوفہ پر بیٹھ گیا۔ اور اُس کا خوشنما ہاتھ ہاتھ میں لے کر کہنے لگا" ڈائنا مجھے مسٹر ونٹ ورتھ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ شاید تم میرے طرز عمل کو عجیب خیال کرتی ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ میں اپنی بڑھی ہوئی مصروفیتوں کے باعث تمہارے معاملہ میں پوری توجہ نہ دے سکا۔ میں نے تمہیں مسٹر ونٹ ورتھ کے

زیر علاج رکھا۔ اور اُسے اس بات کی ہدایت کر دی۔ کہ روپیہ پیسہ کی پروا نہ کرکے وہ بہتر علاج کرے۔ اُس کے بعد خالانکہ میں ہر وقت دریافت کے ذریعہ اپنے افکار و اضطراب کو رفع کر سکتا تھا۔ مگر میں نے کبھی ڈاکٹر سے یہ نہیں پوچھا۔ کہ اب تمہاری حالت کیا ہے۔ گو اس سے یہ نہ سمجھنا۔ کہ میں تمہاری طرف سے غافل رہا۔ کیونکہ خدا جانتا ہے میرے دل میں اس بات کا گہرا شوق اور نہایت تیز امید۔ لگی ہوئی تھی۔ کہ کس وقت میں تمہیں پھر شفایاب دیکھوں۔ مجھے اس بات کا یقین تھا۔ تم شفایاب ہو جاؤ گی۔ اور تمہارے چہرہ پر پھر وہی حسن پیدا ہوگا۔ جو اپنے اندر ایک ناقابل بیان اثر سحر رکھتا تھا۔ غالباً اب میرا یہ پوچھنا تمہیں رنج دہ ثابت نہ ہوگا۔ کیا مجھے اس امید میں مایوسی حاصل ہوئی ہے؟"

ڈائنا نے پُر درد لہجہ میں آواز دبا کر کہا "اگر ایسا ہو۔ تو فرمایئے۔ قصور میرا ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں۔ مجھے اس سے رنج نہیں پہنچا؟ یا اب بھی میں ایک ناقابل بیان تکلیف محسوس نہیں کرتی؟"

ارل نے اُس کا ہاتھ محبت کی سرگرمی سے دبا کر کہا "ڈائنا تم نے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ جس وقت ہم دونوں ایک دوسرے کی صحبت میں خوش تھے۔ تو میں نے تم سے کبھی محبت کا ذکر نہ کیا تھا۔ فی الحقیقت میرے دل میں تمہارے متعلق سوائے ایک گہری رفاقت اور احساس تعریف کے اور کسی قسم کا جذبہ موجود نہ تھا۔ لیکن جب سے ہمارا ملاپ بند ہوا۔ اس عرصہ میں جو ہماری جدائی میں حائل رہا۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ کہ تمہارا وجود میری راحت کے لئے لازمی تھا۔ میں اس دنیا میں تمہارے بغیر خوش نہیں رہ سکتا۔ تمہاری گفتگو میں دلفریبیاں ہیں۔ جن کا بدل کہیں نہیں ملتا۔ تمہاری صحبت میں کوئی اثر ہے جس پر میں جتنا زیادہ غور کرتا ہوں۔ اُسی قدر میری راحتوں کا پیمانہ لبریز ہوتا ہے۔ ڈائنا گذشتہ دنوں میں تمہارے متعلق میرے دل میں حقیقی عشق پیدا ہو چکا ہے۔ یعنی ایک ایسا احساس جو شاید دیوانہ افسوں اور پرجوش نہ ہو۔ جیسے پہلا محبت ہوا کرتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے میرا وہ عشق صادق اور راستی پر مبنی ہے"

ڈائنا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "آہ! مائی لارڈ۔ آپ ناحق اس طرح سے راحت کا پیمانہ میرے لبوں تک لے جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہے۔ ایک خوفناک حقیقت اُسے بے ظالمانہ طریق سے چھین کر پرے پھینک دیگی"

"نہیں۔ ڈائنا، نہیں" ارل نے پُر زور آواز میں کہا "ایسا نہ ہوگا۔ میں مانا ہوا ہوں۔
میں اپنی قسمت کا خود مالک ہوں کسی شخص کو مجھ پر اختیار حاصل نہیں۔ نہ کوئی مجھ سے میرے
طرزِ عمل پر سوال کر سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ وہ خوشی جس کی امید مجھے مدت سے اس
وقت کے لئے لگی ہوئی تھی۔ بالکل مٹ جائے۔ اس لئے لے ڈائنا میں اسوقت اپنا ہاتھ تمہارے
سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس کی پروا نہیں۔ تمہارا چہرہ زخموں سے بدنما ہو چکا ہے۔ میں
اس چہرہ پر خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ اپنے ہاتھ سے امارت کا نشان رکھکر اس بات کا عہد کرتا
ہوں۔ کہ آج سے میرے اور تمہارے درمیان مرد و عورت کا مقدس رشتہ قایم
ہوگیا۔"

ڈائنا نے اس لہجہ میں گویا ان لفظوں کو سنکر اسکا جی بھر آیا ہو۔ کہا "مائی لارڈ یہ اعزاز
... میری امید سے بڑھ کر ہے۔ لیکن اس بات کو یاد رکھئے۔ کہ اب میرے اندر وہ دلفریبیاں
نہیں ہیں۔ جو کبھی آپ کے لئے کشش رکھتی تھیں۔ افسوس کہ اب وہ رخصت ہو چکی ہیں ...
ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکی ہیں۔ اور یہی سبب ہے اسوقت ان کا ذکر سراسر بے سود ہوگا۔ اس
بات کو پیش نظر رکھئے۔ کہ جسے آپ اپنی امارت کا حصہ دار بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے
چہرہ پر اس ستم کے داغ ہیں۔ گویا کسی نے اسے گرم سرخ لوہے سے جلا دیا ہو۔ آپ کے
فیاض دل میں ہر چند کہ اسوقت محبت کے جذبات موجزن ہیں۔ لیکن جب آپ اس چہرہ
کو دیکھیں گے۔ تو محبت کی بجائے نفرت کا احساس پیدا ہو جائے گا۔ اس بات کو یاد رکھئے
کہ جس وقت میں ان جواہرات اور اس شاندار پوشاک کو زیب تن کروں گی۔ جو اس رتبہ
کو حاصل کرنے کے بعد جس تک آپ مجھے پہنچانا چاہتے ہیں میرے حصہ میں آئے گی۔ تو
کیا ان جواہرات اور پوشاک کی خوبصورتی میرے لئے ایک خوفناک شکل کی صورت
اختیار نہ کر لے گی؟ کیا ان زیورات اور لباس کو پہننا مجھ ایسی بدنما عورت کے لئے ویسا
ہی نہ ہوگا۔ جیسے کسی متعفن لاش کو تازہ پھولوں کے ہار پہنا دیئے جائیں؟ اے صاحب
خوب سوچ لیجئے۔ کہ اس وقت جسے آپ اپنے فیاضانہ جوش میں اُن تکالیف کا بدلہ
دینا چاہتے ہیں۔ جو اسے آپ کی کسی خطا سے نہیں بلکہ محض اپنی قسمت کے انقلاب سے اٹھانی
پڑیں۔ ہمیں آگے چلکر اس کے متعلق آپکو شرمسار نہ ہونا پڑے۔ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھکر
غور کیجئے۔ تامل سے کام لیجئے۔ ایسا نہ ہو۔ جو قدم آپ اٹھا رہے ہیں۔ اس پر بعد

کو سامنا ہونا پڑے۔"

"ڈائنا" فیاضی منش ارل نے کہا "آخر میں بچہ نہیں ہوں۔ جو کچھ میں اسوقت کرنے لگا ہوں۔ سوچ سمجھکر کرتا ہوں۔ یہ بھی تم جانتی ہو کہ استقلال میری طبیعت کا جوہر ہے۔ اطمینان رکھو۔ کہ جو تجویز میں اسوقت پیش کرتا ہوں۔ اُس پر مجھے کبھی تاسف پیدا نہ ہوگا۔ سوائے اُس حالت کے کہ تم اپنے طرز عمل سے کبھی میرے لئے شکایت کا موقعہ پیدا کرو۔"

"اور اس بارہ میں ..."

"... مجھے پورا اطمینان ہے" ارل نے گرمجوشی کے ساتھ فقرہ کو مکمل کرتے ہوئے کہا۔

ڈائنا نے جس کی آواز ناقابل بیان خوشی ظاہر کرتی تھی۔ ان فقرات کو سُنکر کہا "لائی لارڈ آپ کی خوشی۔ مجھے سر آنکھوں سے منظور ہے۔ جو عزت آپ مجھے دینا چاہتے ہیں۔ میں اُسے شکریہ کے ساتھ قبول کرتی ہوں۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ ہمارے اس پیمان وفا پر محبت کے ایک بوسہ کی مہر لگ جائے۔"

یہ کہتے ہوئے ساحرہ نے آہستگی کے ساتھ سیاہ نقاب اپنے چہرہ سے ہٹانی شروع کی۔ یہ حالت دیکھکر ارل آف وارنگٹن کا دل بڑے زور سے دھڑکنے لگا۔ اب ایک لمحہ میں اس کی قسمت کا فیصلہ ہونیوالا تھا۔ حیران تھا۔ نقاب کے اندر کیسی صورت نمودار ہوگی؟ اُس کا دل اُس شخص کی طرح مضطرب تھا جس کی زندگی کا فیصلہ ایک لمحہ میں ہونیوالا ہو۔

نقاب اٹھ گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ارل نے حیرت اور ناقابل بیان خوشی کے لہجہ میں چلاکر کہا "الٰہی! یہ عالم خواب ہے یا بیداری!"

یہ وہ چہرہ جو نقاب میں سے اُس کے سامنے نمودار ہوا۔ اُسی طرح صاف اور بے عیب تھا۔ جیسا اس خوفناک حادثہ سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ اُس پر کوئی داغ یا جلن کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ اور اُس کا حُسن زمانہ سابق سے بھی بڑھا ہوا نظر آتا تھا۔ بھوری آنکھوں کی چمک دار پتلیاں ... جن پر چشم ... کے قوس سے گرے ہوئے ہوں۔ پیشانی بدستور سنگ مرمر کی طرح سفید اور شفاف تھی۔ اور رخساروں پر جوبن کے دونوں طرف بہ صورت سیاہ ذلفیں کھلے ہوئے تھے۔ جو گویا سرخی کی بجلی ہوئی تھی۔

ارل نے اُسے شوق کے ساتھ چھاتی سے لگا۔ لیا ہو۔ ... ڈائنا اصلیت ... ہو کر

ارل نے کہا "ڈائنا کیا تمہیں میری محبت کا امتحان لینا منظور تھا؟ بیشک میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ کیونکہ تمہارے ایسی خوبصورت اور قابل پرستش حسینہ کی کوئی خطا قابل سزا نہیں سمجھی جا سکتی"۔

ڈائنا کہنے لگی "آپ کی گذشتہ نیکیوں اور اُس منزلت کا جو آپ اب مجھے دینا چاہتے ہیں۔ اگر یہ معاوضہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں صدق دل سے وفادارانہ طریق پر آپ سے محبت کرتی رہوں۔ تو یقین رکھئے۔ کہ اس امتحان میں آپ مجھے کبھی ناکام نہ دیکھیں گے"۔

اس پیمان وفا پر لاانتہا بوسوں کی مہر لگا دی گئی۔ اور اُس کے بعد آخر جب ارل وہاں سے رخصت ہونیکو اٹھا۔ تو کہنے لگا "آج سے تین دن بعد میں اپنی گاڑی بھیجونگا۔ جو تمہیں اُس گرجا میں لے جائیگی۔ جہاں ہماری شادی کی رسم ادا ہونی ہے"۔

"جہاں ہمارے دلوں کو ہمیشہ کے لئے ملا دیا جائیگا" ڈائنا نے کہا۔

ارل پھر ایک بار اُس سے بغلگیر ہوا۔ اور اُس کے بعد رخصت ہو گیا لیکن رخصت ہونے سے پہلے وہ مسٹر ونٹ ورتھ سے ملا۔ ہمیں معلوم نہیں اُس کی خدمات کا اس فیاض طبع امیر نے کیا معاوضہ دیا۔ بہرحال ناظرین کی خاطر ہم یہ کہدینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ارل نے مسٹر ونٹ ورتھ کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا۔ اُسے لفظ بلفظ پورا کردیا۔ اور مسٹر ونٹ ورتھ ایک ہی دن میں امیر کبیر بن گیا۔ جس وقت ارل نے ڈائنا کو ڈاکٹر کے زیر علاج رکھا تھا۔ تو اس نے وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر آپ اس کو ایسے طریق پر صحت یاب کر سکیں۔ کہ اس کا حسن ویسا ہی مکمل رہے۔ جیسا اس وقت تھا۔ جب یہ [illegible] سے رخصت ہوا۔ یعنی اس کے بدن پر کوئی داغ یا نشان باقی نہ رہے۔ تو یقین رکھئے کہ آپ [illegible] آپ کو دنیا کی کسی چیز کی پروا نہ رہیگی۔ کیونکہ ارل آف [illegible] آپ کا [illegible] تو اس نے اُسے لفظ بلفظ پورا کردیا!

اس کے تین دن بعد دونوں کی شادی ہوئی۔ اور ڈائنا کو [illegible] آف [illegible] کا خطاب ملا دیا گیا۔

اس خوشگوار واقعہ کی خبر ڈائنا نے اپنی گہری سہیلی کو جو [illegible] خط میں دی۔ اس کا مضمون ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے:-

گراسوینر سکوئر۔

۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء

بنام ہر سیرین ہائینس گرینڈ ڈچس کیتاں سکالا

میری پیاری الزا - میں فرصت نکال کر تمہیں اس بات کی اطلاع دینے بیٹھی ہوں - کہ صبح کے وقت میری شادی ارل آف واز گمٹن کے ساتھ ہوگئی - اس سے پہلے ایک خط میں میں نے تمہیں اس خوفناک حادثہ کی اطلاع دی تھی - جس کی بدولت اندیشہ تھا - شاید میں زندگی بھر کو بدنما ہو جاؤں - اب تم یہ معلوم کر کے خوش ہوگی - کہ جس ڈاکٹر کے میں زیر علاج تھی - اُس کی توجہ سے میری صحت پورے طور پر بحال ہوگئی ہے - اور میری صورت میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا - یہاں تک کہ میرے چہرہ یا بدن پر کوئی داغ باقی نہیں رہا - ارل آف واز گمٹن نے مجھے اپنی بیوی بنا کر ایک اعلیٰ رتبہ عطا کیا ہے - اور اپنی زندگی کا باقی حصہ میں اُس کی خوشی کو برقرار رکھنے میں صرف کروں گی -

پیاری الزا تمہارے خطوط سے یہ جان کر مجھے بہت افسوس ہوتا ہے - کہ تم پوری طرح خوش نہیں ہو - تم نے اپنے خط میں لکھا تھا - کہ گرینڈ ڈیوک کو ہر چند تم سے محبت ہے - مگر اُن کے مزاج میں مطلق العنانی پیدا ہوگئی ہے - گو یہ معلوم کرنا اطمینان بخش ہے - کہ تمہارے ساتھ اُنکا سلوک اب تک بہت اچھا رہا ہے - میرے خیال میں یہ بات بجائے خود تمہارے لئے بہت کچھ اطمینان بخش ہے - انہوں نے تمہیں یورپ کی حکمران شہزادیوں میں ایک بلند رتبہ دیا - اور چونکہ تم اُس اعزاز کو حاصل کر چکی ہو - اس لئے اگر ایسی بلند پوزیشن کے متعلق تکالیف بھی ہوں تو اُن کی پروا نہ کرنی چاہیے - تم نے اپنے خط میں اندیشہ ظاہر کیا تھا - کہیں گرینڈ ڈیوک اپنے طرز عمل سے دوستوں کو جدا کر کے تاج کو خطرہ میں نہ ڈال دیں - میں پوچھتی ہوں - کیا وہ لوگ جو اُن سے جدا ہو رہے ہیں - حقیقت میں اُنکے دوست ہیں ؟ ظاہر ہے کہ میں اس بارہ میں کوئی خاص رائے قائم نہیں کر سکتی - بہر حال تم سے میرا مشورہ یہی ہے - کہ ہز سیرین ہائینس کی پالیسی کے متعلق کوئی رائے جلدی سے قائم نہ کرنی چاہیے -

انگریزی اخبارات سے مجھے معلوم ہوا - کہ اس ملک میں بہت سے پناہ گزین کیتاں سکالا سے آکر آباد ہوئے ہیں - جن میں سے ایک جنرل گرگیشیا اور دوسرا کرنل مورد سینو ہے - یہ دونوں اپنے ملک میں بلند عہدوں پر فائز تھے - جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے - یہ لندن میں اب امن اور سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور [illegible] اس بات کے منتظر ہیں - کہ کب آپ کے ذی وقار شوہر انہیں جلا وطنی سے واپس بلائیں - کچھ عرصہ گذرا - ارل آف واز گمٹن نے مجھے بتایا تھا - کہ کونٹ الڈرو فی حقیقت میں ہز ہائینس پرنس البرٹو آف کیتاں سکالا ہیں - اُنکے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے - کہ وہ بدستور رچمنڈ کے قریب اپنی کوٹھی میں رہتے ہیں - جس کی اطلاع مجھے اخبارات سے ملی ہے - لیکن یقیناً تم ان واقعات سے پورے طور پر باخبر ہوگی - کیونکہ تمہاری گورنمنٹ کا ایک قائم مقام سفیر انگریزی میں موجود ہے -

میری پیاری الزا - سر دست میں اسی پر تمہیں الوداع کہتی ہوں - جس وقت میں خط لکھنے بیٹھی - تو امید نہ تھی - میں اس قدر طویل مضمون لکھ سکوں گی - لیکن اب مجھے اپنی پریشا

بدلنی ہے۔ کیونکہ عنقریب وہ گاڑی آئے گی۔ جس میں سوار ہوکر میں نے دار گمش پارک کو جانا ہے
وہیں ہمارے ہنی مون کا زمانہ بسر ہوگا۔

تمہاری صادق
ڈائنا

اس عالم اسباب کے انقلابات عجیب و غریب ہیں۔ جس قسمت کی تبدیلی نے
ایک گمنام انگریز عورت کو میں سکالا کے تخت شاہی تک پہنچا دیا تھا۔ اُسی نے ایک آن
واحد میں امارت کا تاج ایک ایسی عورت کے سر پر رکھدیا۔ جو مدت تک مشتبہ سی زندگی
بسر کرتی رہی تھی!

آٹھواں باب مسٹر گرین وڈ کی دعوت

واقعات مذکورہ کے چند دن بعد مسٹر جی۔ ایم۔ گرین وڈ ممبر پارلیمنٹ نے اپنی شاندار
کوٹھی واقع سپرنگ گارڈنز میں کئی اصحاب کو ایک پرتکلف دعوت دی۔

دعوت کا وقت شام کے سات بجے مقرر تھا۔ جوں جوں مسٹر گرین وڈ لوگوں میں زیادہ رسوخ
اور دولت حاصل کرتا جاتا تھا۔ وہ شام کا کھانا زیادہ زیادہ دیر سے کھانے کا عادی ہورہا
تھا۔ چنانچہ اُس نے مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ کہ جب میں نے بیرونٹ کا رتبہ حاصل کرلیا
تو کھانا کھانے کا وقت ساڑھے آٹھ بجے سے پہلے نہ رکھوں گا۔ اس لئے کہ لندن
میں اعلیٰ طبقہ کے لوگ اسی وقت کھانا کھاتے ہیں۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔ مہمان سات بجے ہی جمع ہونے شروع ہو
گئے تھے۔ کھڑکیوں کے اندر موٹے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ اور کمرہ تیز روشنی سے
بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ میز پر چاندی کا بھاری سامان موجود تھا۔ اکل و شرب کی چیزیں نہا
درجہ مرغوب اور پسندیدہ تھیں۔

مسٹر گرین وڈ کے دائیں طرف مارکوئیس آف ہالسفورڈ بیٹھا تھا۔ جو ایک امیر ابن الامیر
تھا۔ عمر ۲۰ سال کے قریب۔ بے حد مالدار۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی انتہا درجہ کا عیش پرست
مشہور تھا۔ وہ جوں جوں شراب پی کر مست ہوگیا اُسی قدر زیادہ اُس کی گفتگو سے
اس کی اخلاقی پستی کا اظہار ہونے لگا۔ زیادہ تر جن باتوں پر اُسے فخر تھا۔ وہ عورتوں کی

راہ عصمت سے گرانے کے متعلق تھیں۔ اپنی گفتگو میں وہ ایسے واقعات کا ہی زیادہ ذکر کرتا تھا۔ جنہیں سن کر کسی مرد کے چہرہ پر بھی شرم کی سرخی چھا جائے۔

گرین وڈ کے بائیں طرف سر ٹی سایم۔ ٹی منزلہم نہ رینٹ ممبر پارلیمنٹ اور توری پارٹی کا وہپر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دو مہمانوں کے قریب سر جیری بونس بیرونٹ اور آنریبل سیجر سمائیلکس ڈیپر موجود تھے جن میں سے آخرالذکر نے یہ اعلےٰ عہدہ قیمتاً خریدا تھا۔ ان کے علاوہ مسٹر جیمز نالنن دلال مسٹر شرف پاپکنز۔ مسٹر آلڈرمین سنفد مسٹر ہیبل مسٹر جوڑا اور مسٹر ٹوبچیم وکیبل بھی موجود تھے۔

جیسا کہ ناظرین دیکھ سکتے ہیں یہ کچھ ملی جلی سی پارٹی تھی۔ اس میں حصہ ویسٹ اینڈ کے امرا بھی تھے۔ اور مالی اور قانونی حلقوں کے قائمقام بھی اسی طرح سول اور فوجی افسر بھی شریک تھے۔ حقیقت یہ ہے مسٹر گرین وڈ کی دعوت ایک خاص کاروباری پہلو رکھتی تھی۔ اور اس لئے کہ ناظرین کو زیادہ مدت تک انتظار کی حالت میں نہ رکھا جائے۔ ہم بیان کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ جب دعوت کا سامان ختم ہوا۔ تو مسٹر گرین وڈ نے ایک مختصر تقریر میں الجیرز۔ اوران اور مراکو ریلوے کی کامیابی کا ٹوسٹ تجویز کیا۔ جسے حاضرین نے نعرہ تحسین بلند کرتے ہوئے پیا۔

اس سے فارغ ہو کر مسٹر ٹوبچیم نے کہا "صاحبان اب اگر آپ اجازت دیں تو میں پراسپکٹس کا مضمون پڑھ کر سناؤں"۔

"ہاں ہاں ضرور" سر جیری بونس نے کہا۔

"میں اس پراسپکٹس کا مضمون جاننے کا بے حد خواہشمند ہوں" آنریبل سیجر ڈیپر کہنے لگا۔

اس پر مسٹر ٹوبچیم نے اپنی جیب سے کاغذات کا ایک پلندہ نکالا۔ اور بڑی احتیاط سے اس میں سے ایک دستاویز نکال کر پڑھنے لگا۔ جس میں لکھا تھا۔

الجیرز۔ اوران اور مراکو کے صحرائے اعظم کی ریلوے

درجسٹری شدہ مطابق ایکٹ کمپنی ہائے ۱۸

سرمایہ ۱۶۰۰۰۰ پونڈ بیس بیس پونڈ ۸۰۰۰ حصوں میں

پہلی رقم فی حصہ دو پونڈ دو شلنگ

فہرست اسمائے ڈائرکٹران

(۱) دی موسٹ آنریبل دی مارکوئس آف ہالسفورڈ جی۔ سی۔ بی۔ صدر کمپنی۔

(۲) جارج ایم گریوڈ ایم۔ پی نائب صدر۔

(۳) سر ٹی۔ ایم۔ پی۔ مز لہم ہیرونٹ ایم۔ پی۔

(۴) جیمز ہاٹنسن اسکوائر۔

(۵) سلوسٹر ہاپکنز۔ اسکوائر شیرف لندن۔

(۶) پرسیول پیڈ سف اسکوائر آلڈرمین۔

(۷) سر جیری بوسنس بیرونٹ۔

(۸) دی آنریبل ہیبر سائیکس ڈیپر

(۹) چارلس سیسل بیل اسکوائر

(۱۰) رابرٹ جیمز بیرنگ چوز اسکوائر

یہ ریلوے لائن ایسے طریق پر تیار کی جائیگی۔ کہ الجیریا اور مراکو کے بڑے شہروں کو ملاتی ہوئی اور ان کے آباد اور خوشحال قصبہ کے پاس سے گذرے۔ اس طریق پر وہ صحرائے اعظم کے اہم حصہ پر مسافروں اور مال کی آمد و رفت کا مفید ذریعہ ثابت ہو سکے گی۔ ہر چند کہ نقشوں میں عام طور پر صحرائے اعظم کو نسبتاً جنوبی عرض بلد میں دکھایا گیا ہے۔ تاہم حقیقت میں وہ اس علاقہ تک پھیلا ہوا ہے۔ جس میں سے یہ لائن گذرے گی۔

فرانسیسی گورنمنٹ نے اس تجویز کو پسند کیا ہے۔ اور گورنر جنرل الجیریا نے اس بات کی خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ اس سکیم کو جلد تر عمل میں لایا جائے۔

گورنمنٹ مراکو نے جو افریقہ میں نہایت روشن خیال حکومت خیال کی جاتی ہے۔ اس تجویز کے متعلق منظوری صادر کر دی ہے۔ اور شہنشاہ مراکو کو اس معاملہ سے جسقدر دلچسپی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ جب اس کے وزیر اعظم نے اس تجویز کو ناقابل عمل ظاہر کیا۔ تو اس نے اسے سخت بدنی سزا دلوائی۔ شاہی دور اندیشی کے اس ثبوت سے اس تجویز کے حامیوں کو یقین ہو چکا ہے۔ کہ اس کے نتائج خاطر خواہ ثابت ہونگے۔ اس کے علاوہ الجیریا اور مراکو کے اور بااثر فرقوں اور خاص خاص قبیلوں کی امداد و ہمدردی بھی حاصل کر لی گئی ہے۔

ایک طرف شہنشاہ مراکو نے اور دوسری جانب عمدۃ الملک گورنر جنرل الجیریا نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ کہ جس وقت انجینئر اور مزدور پٹری بچھانے کا کام شروع کرینگے تو انہیں جنگلی جانوروں اور وحشی قوموں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک مسلح فوج متعین کر دی جائے گی۔

عبدالقادر سابق سلطان سکارہ نے اس بات کا اقرار نامہ لکھ دیا ہے۔ کہ وہ نہ تو اس لائن کی تیاری میں حائل ہوگا۔ اور نہ اس کے مکمل ہو جانے پر اس میں کسی قسم کی مداخلت کریگا۔ اس اہم رعایت کے عوض کمیٹی نے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے۔ کہ عبدالقادر مذکور کو ہر سال کپڑوں تمباکو اور شراب کی ایک خاص مقدار مہیا کی جائے گی۔

ان حالات میں ڈائرکٹروں کا بورڈ بڑے اطمینان کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اس تجویز میں پوری کامیابی حاصل ہونا یقینی ہے۔ اور کمیٹی درخواست کرتی ہے۔ کہ حصوں کی خرید کے لئے بلا تاخیر درخواستیں مسٹر جینز ٹاملنسن دلال ٹوکن ہاؤس یارڈ کے نام بھیجی جائیں۔

بحکم بورڈ
شارپلی ٹوٹیم سیکرٹری

اس پراسپکٹس کو سنکر سرچیری نے کہا" بخدا بہت ہی عمدہ مضمون ہے۔ نہایت مختصر دلچسپ اور سارے معاملات پر حاوی۔"

میجر ڈیپر نے کہا" بیشک میرا بھی یہ خیال ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہمیں اس سکیم میں پوری کامیابی حاصل ہوگی۔"

اتنے میں مارکوئیس بول اٹھا" بہتر ہوتا کہ اس میں کچھ ذکر افریقہ کی حسین عورتوں کا بھی کر دیا جاتا۔ تمہیں معلوم ہوگا۔ وہ بہت موٹی تازی ہوتی ہیں۔ کیونکہ انہیں چاول کا ایک خاص مرکب جسے کوسکو کہتے ہیں۔ استعمال کرایا جاتا ہے۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ آئندہ موسم بہار میں اُن علاقوں کی سیر کروں۔"

سرٹی ایم۔ بی منرلیم نے کہا" میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں۔ کہ آج رات پارلیمنٹ میں ایک سرکلہ کی ممبر ہے اُس کی تقریر میں اس معاملہ کا ذکر کرادونگا۔ لیکن شرط یہ ہے تم اُسے کل صبح ایک سو حصوں کے سرٹیفکیٹ مفت بھیجدو۔"

بات کا انتظام ہونا چاہئے۔ کہ پراسپکٹس بطور اشتہار لندن کے ہر ایک روزانہ اخبار کو اور صوبوں کے بڑے بڑے پرچوں کو بھیجا جائے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ میں لندن کے ایک اخبار کا حصہ دار ہوں۔ اور اس لئے میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس اسکیم کو خوب اچھی طرح مشتہر کیا جا سکے گا۔ صاحبان اسوقت میری جیب میں ایک افتتاحیہ کی نقل موجود ہے۔ جو پرسوں کے اخبار میں اس کمپنی کی تائید میں شائع ہوگا۔"

"بخدا اسے ضرور پڑھ کر سنائیے" سر چیری پونس نے کہا۔

"ہاں میں بھی اُسے سننے کا خواہشمند ہوں" میجر ڈیبر کہنے لگا۔

مسٹر گرین وڈ نے اطمینان کی نظر سے حاضرین کیطرف دیکھا۔ اور اس کے بعد جیب سے چھپے ہوئے کاغذ کا ایک پرزہ نکال کر اُسے پڑھنا شروع کیا۔

"ملک میں چاروں طرف نئی نئی ریلوے کمپنیاں قائم کرنے کی جو رو غیر معمولی تیزی کے ساتھ چل رہی ہے۔ ہم اُس کی ہمیشہ زور سے مخالفت کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک بہت سی غیر محفوظ کمپنیوں کا قیام اپنی سرزمین میں کانٹے بونے کے برابر ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ پارلیمنٹ کبھی ایسی کمپنیوں کے قیام کی منظوری نہ دے گی۔ جن کی بدولت مالکوں میں فرق آسکے اور ملک کی خوشحالی پر برا اثر پڑنے کا احتمال ہو۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ ہم ایسے کاروبار کے بھی مخالف ہیں۔ جس کی بنیاد مضبوط اور دوراندیشی پر مبنی ہو۔ ملک کے اندر بہت سے عزت دار عاقبت اندیش اور دولتمند لوگ اس قسم کے کاروبار میں مصروف ہیں۔ اور چونکہ ان کے مقاصد ہر قسم کے شبہات سے بالاتر ہیں۔ اس لئے کسی سمجھدار شخص کو یہ گمان نہ کرنا چاہئے۔ کہ ہم ایسی اہم تجاویز کو بھی ان فرضی تجاویز میں شامل سمجھتے ہیں۔ جن کے متعلق پبلک کو محتاط کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ ریلوے لائنوں کی توسیع کا تعلق ترقی تہذیب کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس ذریعہ سے ایک دور افتادہ اور نیم وحشی ملک میں تہذیب کی روشنی پھیلانے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ جیسا کہ اس اسکیم کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ جو الجیریا۔ اور ان اور مراکو کے صحرائے اعظم میں ریلوے لائن تیار کرنے کے متعلق درپیش ہے۔ تو ہم یہ جائز فخر محسوس کرتے ہیں۔ کہ انگلستان اس قسم کے وحشی ملکوں میں تہذیب اور ترقی کی روشنی پھیلانے میں غیر معمولی طور پر نمایاں حصہ لے رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری طرف سے ہمیشہ ان ریلوے اسکیموں کی مخالفت جاری رہے گی۔ جنہیں ہم اس قسم کے ہوائی قلعے سمجھتے ہیں۔ جو چند غیر ہوشمند بے فکروں نے اپنے فائدہ کی غرض سے تیار کر رکھے ہوں۔ اور ایسی فرضی اسکیموں کی مخالفت ہماری طرف سے ہر ممکن طریق پر جاری رہے گی۔

سر جیری پولس یہ مضمون سنکر بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا "واہ واہ مرحبا!
مسٹر گرین وڈ نے کہا" آپ لوگوں نے دیکھا۔ مضمون کتنا دلچسپ ہے۔ اسکا ناظرین پر نہایت مفید اثر ہونا یقینی ہے"۔

مارکوئیس کہنے لگا "آپ کا خیال صحیح ہے۔ لیکن کیا یہ بہتر تھا۔ کہ اس میں شہنشاہ مراکو کے حرم کی عورتوں کا ذکر کر دیا جاتا۔ میری رائے میں اگر کہیں اس بات کا حوالہ آ جاتا۔ تو خوب تھا۔ کہ مراکو میں جس مقام پر اس لائن کا آخری اسٹیشن ہوگا۔ اُس جگہ سے شاہی حرم سرا کے پائیں باغ کا نہایت دلفریب نظارہ دکھائی دیتا ہے جس میں یہ ستر ہ ستر ہ سال کی حسین عورتیں دلفریب لباس پہن کر سیر کرتی نظر آتی ہیں"۔

گرین وڈ نے مسکرا کر کہا "نہیں۔ مائی لارڈ اس کی ضرورت نہیں۔ صاحبان اب آپ میرے خیالات کو اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے۔ اب فیصلہ اس پر ہے۔ کہ ہر شخص جتنے حصے چاہے لے لے۔ اور اُس کے بعد جب ان حصوں کی قیمت چڑھ جائے۔ تو جو مناسب سمجھے اپنے حصوں کو فروخت کر دے۔ اس طرح جب ہمیں اپنا منافع مل جائے۔ تو ہم حصے داروں کو اطلاع دیں۔ کہ بعض ناقابل حل مشکلات کی وجہ سے مثلاً یہ کہ عبد الغفار نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور اب وہ اس سکیم کا دشمن ہو گیا ہے یہ کہدیں۔ کہ اس تجویز کو عمل میں نہیں لایا جا سکتا۔ اسوقت روپیہ کی ایک خاص مقدار بعض آیندہ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ڈائرکٹروں کے پاس چھوڑ کر باقی سرمایہ بحصہ رسدی حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے۔

مسٹر ٹوپچرنے کہا" یہ تشریح غیر ضروری ہے۔ کیونکہ ہم میں سے ہر ایک اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے"۔

لارڈ ہالسفورڈ نے کہا" میں تو اس تجویز میں محض اپنے دوست مسٹر گرین وڈ کی خاطر سے شریک ہوتا ہوں۔ اور اُس کی خاطر ہر قسم کے ضروری اخراجات ادا کرنے کے لیے آمادہ ہوں"۔

آخر جب یہ معاملہ طے ہو گیا تو حاضرین نے باقی وقت خورد و نوش کی تفریحات میں بسر کیا۔ یہاں تک کہ رات کے گیارہ بجے لارڈ ہالسفورڈ کے سوا باقی سب مہمان یکے بعد دیگرے رخصت ہو گئے۔ اسوقت مارکوئیس نے کہا" دوست گرین وڈ بتاؤ۔ اب

تم میرے ساتھ چلنے کو آمادہ ہو؟"

گرین وڈ بولا "ہاں لارڈ میں تیار ہوں"

مارکوئیس نے کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا "پھر اب دیر نہ کرنی چاہیئے۔ میری گاڑی عرصہ سے منتظر کھڑی ہے۔ چلو۔ میں تمہیں آج ہالسفورڈ ہوس کے بعض پُراسرار نظارے دکھانا چاہتا ہوں"

نواں باب فردوس بریں

مارکوئیس اور مسٹر گرین وڈ ہالسفورڈ ہوس کے دروازہ پر گاڑی سے اُترے۔ یہ جگہ لندن کے حصہ ویسٹ اینڈ میں ایک نہایت شاندار عمارت ہے۔ مارکوئیس اپنے دوست کو ایک وسیع کمرہ میں لے گیا۔ جو عمارت کے فراخ ہال کے دائیں طرف واقع تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک میز بچھی ہوئی تھی۔ جس پر نہایت خوشنما پھولوں کے گلدستے طرح طرح کے میوے۔ مٹھائیاں۔ مربے اور چمکدار شرابیں موجود تھیں۔ اس کمرہ سے تین دروازے مختلف اطراف میں کھلتے تھے۔ ایک ہال کی طرف جاتا تھا۔ جس میں سے وہ اس کمرہ میں داخل ہوئے تھے۔ دوسرا اس کے بالمقابل ایک برآمدہ کی طرف کھلتا تھا جس کے راستہ غسلخانوں تک جانے کی راہ تھی۔ اور تیسرا ایک فراخ نشست گاہ سے متعلق تھا۔ جسکا ذکر ہم عنقریب کرنے والے ہیں۔ اُس نوکر سے مخاطب ہو کر جس نے مارکوئیس اور گرین وڈ کو دروازہ کھولا تھا۔ لارڈ ہالسفورڈ نے کہا "تم اب جاکر آرام کرو۔ اور اُن سے کہدو کہ جب سامان تیار رہو۔ تو گھنٹی بجادیں"

یہ حکم پاکر نوکر چلا گیا۔ اور مارکوئیس نے گرین وڈ کو میز کے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا اس کے بعد دو بڑے گلاسوں میں اعلےٰ قسم کی شراب ڈالتے ہوئے مارکوئیس نے کہا "دوست آدھ گھنٹہ اس کا شغل کریں۔ اُس کے بعد میں تمہیں ایک نہایت دلفریب نظارہ دکھاؤں گا"

لارڈ ہالسفورڈ اور ممبر پارلیمنٹ دونوں ارغوانی شراب کے جام پیتے اور سامان عشرت کے متعلق مختلف معاملات پر گفتگو کرتے رہے۔ اثنائے گفتگو میں مارکوئیس نے کہا۔

میں نے اپنی زندگی میں یہ بات معلوم کر لی ہے۔ کہ لطف ہستی کیونکر حاصل کیا جا سکتا ہے میرے پاس بے شمار دولت ہے۔ اور میں اپنی راحتوں کی خاطر اُسے کھلے بندوں صرف کرنے کو تیار رہتا ہوں۔ میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں کہ یہ سمجھوں۔ میری رگوں میں شباب کی گرمی باقی ہے۔ اس لئے میں نے سامانِ لطف بھی ایسے مہیا کئے ہیں۔ جن کی بدولت میرے بجھے ہوئے جذبات تیز ہو جاتے ہیں۔ اور میرے دل میں شباب کی اُمنگیں موجزن ہونے لگتی ہیں۔ عنقریب تم ایک ایسا نظارہ دیکھو گے۔ جو اپنی نفاست کے لحاظ سے مشرقی طریق کی یادگار ہے۔ اور جس کی بدولت میری کمزور اور افسردہ طبیعت میں بھی ایک جوش سا پیدا ہو جاتا ہے۔"

گرین وڈ کہنے لگا "دلی امنگوں کے بجھتے ہوئے شعلہ کو تیز کرنے کا ڈھنگ آپ کو خوب آتا ہے"۔ یہ الفاظ اس نے دلی نفرت اور طنز کے ساتھ محض بکا برداری کی خاطر کہے تھے۔ کیونکہ حقیقت میں باوجود خود اوباش ہونے کے وہ اس شخص سے اظہارِ نفرت کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ تقدیر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ گر سینگ کٹا کر بچھڑوں میں شامل ہونا چاہتا تھا۔

اتنے میں مارکوئیس نے کہا "مسٹر گرین وڈ میرے نزدیک دنیا میں صرف دو ہی راحتیں حقیقی ہیں۔ ایک شراب۔ دوسرے عورت۔ یاد رکھو کہ میں مروں گا بھی۔ تو میرا سر کسی سینہ کی چھاتی پر رکھا ہوا ہوگا۔ اور ہاتھ میں چمکدار شامپین کا گلاس ہوگا۔"

گرین وڈ کہنے لگا "اور اس صورت میں تو لارڈ شپ کو فرشتہ اجل کا بھی کیا خوف ہو سکتا ہے؟"

"میرے دوست میں نے ساری زندگی خوشی سے بسر کی ہے۔ اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ کوئی مشرقی سلطان بھی جس کی حرم سرا میں گرجستان سرکیشیا اور ارمنی کے نہایت فرحت افزا پھول اکٹھے کئے گئے ہوں۔ مجھ سے زیادہ عیام راحت پر عکش نہ ہوا ہوگا۔"

جس وقت بڈھا اوباش یہ الفاظ کہہ رہا تھا۔ فاصلہ پر کسی چاندی کی گھنٹی کے نہایت آہستگی کے ساتھ اُس تار کے ذریعہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ جو پاس کے کمرہ میں لگی ہوئی تھی۔ اُسے سنکر مارکوئیس کہنے لگا "سب سامان تیار ہے۔ اب تم میرے پیچھے پیچھے آؤ"۔

کہکر مارکوئیس نے خود کمرہ کا دروازہ کھولا۔ اور گرین وڈ کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوا پھر اُس نے اندر سے دروازہ کو بند کرلیا۔ اور چاروں طرف انتہا درجہ کی تاریکی جس میں ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا پھیلی ہوئی تھی۔ مارکوئیس بولا "گرین وڈ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔" گرین وڈ نے ایسا ہی کیا۔ اور لارڈ المسفورڈ اُسے بانہ سے پکڑے ایک صوفہ کے قریب لے گیا۔ جو دروازہ سے تھوڑے فاصلہ پر موجود تھی۔ اس جگہ دونوں مخملی گدیلوں پر بیٹھ گئے چند منٹ تک بالکل خاموشی رہی۔ اور اُس کے بعد ایک نہایت خوشگوار آواز ایسی کہ گویا اُس کمرہ کے آخری سرے پر کوئی شاکرین تانیں اڑا رہا ہو۔ سحر آمیز انداز سے اُن کے کانوں تک پہنچی۔ موسیقی کی لے نے ابتدا میں مدھم اور ہلکی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ زیادہ تیز ہوتی گئی۔ گو پھر بھی اُس کی دلفریبی میں فرق نہ آیا۔ اس کے بعد یکایک چند جوان عورتوں کے ملکر گانے کی دلکش آواز سنائی دی۔ اور اُس کے ساتھ ہی باجے کی سُریلی آواز نے ایسا اثر پیدا کیا۔ جو بجائے خود نشہ آور اور ناقابل بیان طریق پر دلفریب تھا۔ اس نغمہ کو سُنکر گرین وڈ کے دل میں اُن نظر نہ آنے والی لڑکیوں کو جن کی آواز ایسی ہم آہنگ اور ایسی پُر سوز تھی۔ اپنی نظروں سے دیکھنے کے لئے گدگدی سی پیدا ہونے لگی۔

وہ سریلی اور پرکیف آواز سننے والوں کے دلوں میں راحت کی غیر معمولی امنگیں پیدا کرتی تھی۔ اور گرین وڈ کا دل مبہم امیدوں کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔ یہ راحت آفریں نغمہ کم و بیش بیس منٹ تک قایم رہا۔ مضمون عشق تھا۔ ایسا عشق نہیں۔ جو ایک شیر خوار بچہ کی حیثیت میں ہو۔ نہ ایک بے رحم جابر کی صورت میں۔ بلکہ وہ عشق جس کے اندر عیش و راحت اور سحر و لذات ارضی کے سارے پہلو موجود ہوں۔ وہی عشق جو اُن تمام راحتوں کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ جو حقیقت میں اس دنیا کو حاصل ہیں۔ یا جو کسی وسیع ترین تخیل کے دائرہ میں آسکتی ہیں۔ درحقیقت اُس پرکیف نغمہ کا مضمون ایسا لطیف عشق تھا جس میں عشقیہ خیالات کی جنت کا سماں باندھا گیا ہو۔

جیسا دلفریب اُس نغمہ کا مضمون تھا۔ ویسی ہی شکریں آواز کے ساتھ اُسے ادا کیا گیا جس سے اس کا اثر غیر معمولی طور پر سحر افزا ثابت ہوا۔ اسی طرح بیس منٹ گذر گئے۔ اور اُسوقت بھی یہ گیت یکایک بند نہ ہوا۔ بلکہ آہستہ آہستہ مدھم ہوتا ہوا روپہلی ہم آہنگی میں مخلوط ہوکر نرم ہوتا گیا۔ اس طرح گویا اپنے ساحرانہ اثر میں خود ہی دبتا چلا گیا ہو۔

پھر جب اُس کی آخری مدھم آواز سننے والوں کے مست کانوں میں پہنچی تو فاصلہ پر کسی چھوٹی سی گھنٹی کے بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور اُس کے ساتھ ہی اُس طریق پر گویا کسی جادو کا اثر ظاہر ہو۔ وہ فراخ کمرہ بجلی کی تیزی سے روشن ہوگیا۔ اور دوبارہ موسیقی کی وہی آواز نہایت دلکش سُروں میں سُنائی دینے لگی۔ گرین ووڈ نے نظر اُٹھائی۔ تو اُس کمرہ کے آخری حصہ میں اسے ایک سٹیج پر حسین لڑکیوں کا ایک دلفریب مجمع نظر آیا۔ جنہوں نے اس روشنی کے نمودار ہوتے ہی نہایت پرکیف اور دلکش رقص شروع کردیا۔ تین شفاف شیشے کے بنے ہوئے فانوس کمرہ کے اُس حصہ کو بقعہ نور بنائے ہوئے تھے۔ اور ان کے علاوہ بھی دیواروں سے کسی نامعلوم ذریعہ سے نہایت تیز روشنی خارج ہو رہی تھی۔ گرین ووڈ کو وہ کمرہ ایک فراخ اور بلند ہال کی صورت میں نظر آیا۔ جس میں ایشیائی شاہانہ شان کے مطابق ہر قسم کا سامان موجود تھا۔ اور جابجا میزوں پر بہترین قسم کے پھولوں کے گلدستے سجے ہوئے تھے۔ کمرہ کی دیواروں پر شاندار تصویریں لٹکی ہوئی تھیں۔ جن میں قدیم علم الاصنام اور زمانہ گذشتہ کی تاریخ کے نہایت دلفریب نظارے پیش کئے گئے تھے۔ تصویریں قد آدم تھیں۔ اور مصوروں نے اُن کی خاکہ کشی میں اپنے تخیل کو اُس کے وسیع ترین دائرہ میں کھلا چھوڑ کر نہایت دلفریب مضامین کی نقاشی میں پوری آزادی سے کام لیا تھا۔

ایک تصویر میں لوکریشیا شہید ناز ٹارکن کے ساتھ بے سود جدوجہد کرتی نظر آتی تھی۔ اس جدوجہد میں اُس کے کپڑے جابجا سے پھٹ گئے تھے۔ جن کے اندر سے اُس کا دلفریب بدن نظر آرہا تھا۔ جو اُس کے مست عاشق کے بے قابو جذبات کا مقابلہ کرنے سے ہار کر اب عاجز آچکا تھا۔

ایک اور تصویر میں ہیلن نیم برہنہ مسند پر بیٹھی ہوئی مست اور پُرشوق آنکھوں سے مفتون فریجین نوجوان کو اپنی طرف بلا رہی تھی۔ جو یونانیوں کا مقابلہ کرنے کے بعد زرہ بکتر اُتار کر ایک طرف رکھ چکا تھا۔

ایک اور تصویر شاہی خاندان کی مشہور اوباش عورت مسالینا کی تھی جس کے ناپاک جذبات کبھی سیر نہ ہوتے تھے۔ اور جس کے جرائم کی کوئی حد نہ تھی۔ تصویر میں وہ غسل خانہ سے نکل اپنے عاشق کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جو ایک جانب سایہ میں استادہ منتظر تھا۔

ان کے علاوہ اس کمرہ میں جو پیش لیڈا ر لاتونا ہیملی اور یوریا کی مختلف تصویریں تھیں
جو سب کی سب دیوتاؤں کی داشتہ عورتیں سمجھی جاتی ہیں۔ یہ تصویریں ایسے انداز سے
بنائی گئی تھیں۔ کہ انہیں دیکھکر از خود مردہ طبیعتوں میں جوش پیدا ہوتا تھا۔ اور مدتوں
کی دبی ہوئی اُمنگیں بھی بیدار ہو جاتی تھیں۔

لیکن اگر مصوری کے۔ یہ شاندار نمونے ہی اس عمر میں جذبات خوابیدہ کو بیدار
کرنے کے لیے کافی سمجھے جا سکتے ہیں۔ جبکہ رگوں میں خون منجمد ہوتا ہے۔ تو یہ سمجھ لینا کچھ
مشکل نہ ہوگا۔ کہ اُن زندہ اور دلفریب حرکات کرنے والی عورتوں کی موجودگی کا اثر کیا
ہو سکتا ہے۔ جو ایک پُرکیف نغمہ کی تان پر بڑی دلفریبی کیساتھ محو رقص تھیں۔

لیکن ہر چند کہ پوشاک سب کی یکساں تھی۔ مگر عورتیں اور اُن کے مدارج حُسن مختلف
تھے۔ بہتر ہوگا۔ کہ ہم مارکوئیس ہی کو اُن کی کیفیت اپنی زبان سے گرین وڈ کے روبرو
بیان کرنے دیں جس سے وہ اس وقت آواز دبا کر گفتگو کر رہا تھا۔

بوڑھے اوباش نے اپنے جوان دوست سے مخاطب ہو کر دبی زبان میں کہا "وہ
حسینہ جو دائیں جانب نظر آتی ہے۔ جس کی رنگت شفاف۔ ہونٹ آلو بخارے کیطرح سرخ اور
دل بھیدنے ہیں۔ شمالی حسن کا بہترین نمونہ ہے۔ میں نے اس خوشنما پھول کو سکاٹلینڈ کی
سنگلاخ زمین سے حاصل کیا تھا۔ دیکھنا اس کی کمر کیسی پتلی اور چھاتی کتنی سڈول ہے۔ ابھی
صرف انیس سال کی عمر ہے۔ اور میرے پاس رہتے اسے تین سال ہو گئے ہیں۔ نہایت
دلکش انداز رکھتی ہے۔ اور اپنے وطن کے راگ خاص دلفریبی سے گا کر سنایا کرتی ہے
اسکے پاس والی حسینہ جسکے بال سنہری ہیں۔ اور بدن کی ذرا گداز ہے . . . گو تم دیکھ سکتے ہو
وہ پھرتی میں اوروں سے کم نہیں۔ انگلستان کی رہنے والی اور لنکا شائر کی ایک
حسینہ ہے۔ اس کی عمر بائیس سال کی ہوگی۔ چار سال گذرے۔ جب وہ سٹیج پر نمودار ہوئی
تھی۔ اس کے بعد وہ ایک پادری صاحب کے ہاں چلی گئی۔ اور کچھ عرصہ گریٹ رسل سٹریٹ
واقع بلومسبری میں رہی۔ ایک روز شام کو اُن پادری صاحب نے مجھے اپنے ہاں دعوت دی
اس کے تین دن بعد یہ حسینہ میرے مکان پر پہنچ گئی۔"

"مگر یقیناً وہ پادری صاحب کی مرضی سے نہ آئی ہوگی" گرین وڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔
مارکوئیس نے قہقہہ لگا کر اطمینان کے ساتھ کھانستے ہوئے جواب دیا "ہرگز نہیں

اور ایسا ہو بھی کیونکر سکتا ہے؟ اس کے پاس والی لڑکی یعنی وہ جو بائیں جانب سے تیسری ہے آئرلینڈ کی رہنے والی ہے۔ ذرا اُس کے بدن کو دیکھنا کیسی مضبوط کیسی پھرتیلی اور کیسے سڈول اعضا رکھتی ہے۔ کس بلا کی تیزی اور طراری اس کے مزاج میں بھری ہے کیا وہ ہوا میں اُڑتی نظر نہیں آتی؟ ابھی جبکہ وہ گھوم رہی تھی۔ آپ نے دیکھا ہوگا۔ اُسکی پشواز گول پنکھے کیطرح کمر کے گرد پھیل گئی تھی۔ مسٹر! یہ حسینہ اپنے اندر ایک خاص انداز دلفریبی رکھتی ہے یا نہیں؟"

"کیوں نہیں" گرین وڈ نے کہا "لانبا قد۔ خوشنما خط و خال۔ دلفریب انداز ۔ ۔ ۔"

"اُس کی بولی میں آئرلینڈ والوں کے لہجہ کا خفیف سا اثر باقی ہے۔ جو اُس کی گفتگو کو اور بھی دلفریب بنا دیتا ہے۔ ذرا اُس کی مسکراہٹ دیکھنا۔ آہ ظالم کن مست آنکھوں سے دیکھ رہی ہے! اُسکی چمکدار آنکھوں میں ایک شوخی کی جھلک نظر آتی ہے۔ یا نہیں؟"

گرین وڈ کہنے لگا "معلوم ہوتا ہے۔ وہ آپکی خاص طور سے منظور نظر ہے"

مارکوئیس نے کہا "میں تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے اُس سے خاص الفت ہے۔ لیکن میں اُس فرانسیسی حسینہ کو بھی کچھ کم نہیں چاہتا۔ جو تقلین یعنی اُس آئرش حسینہ کے پاس والی ہے۔ میڈموازل آنا بڑی دلفریب لڑکی ہے۔ اور اُس کی تیز نگاہوں میں شراب کا ایسا اثر رکھنے والے جذبات موجود ہیں۔ ذرا اُس کی حرکات دیکھنا۔ کیا اسوقت وہ اپنے اعضا کو ڈھیلا کرنے میں باقیوں پر سبقت نہیں رکھتی؟ اس کی ماں نے جو ایک بیوہ عورت تھی۔ اُسے ایک فرانسیسی فیلڈ مارشل کے ہاتھ پندرہ سال کی عمر میں ہی فروخت کر دیا تھا۔ جو ایک خاندانی ڈیوک اور غیر معمولی طور پر مالدار شخص تھا۔ چیری ڈینٹن میں اُس کی نہایت شاندار کوٹھی اب تک موجود ہے۔ وہاں یہ اُسکے ساتھ بڑے لطف کی زندگی بسر کرتی رہی لیکن اُس کے مرنے پر اُس نے ساری دولت تھوڑے عرصہ میں ہی اپنی فضول خرچیوں سے برباد کر دی۔ آخر دو سال گذرے میرے ہاں چلی آئی"

گرین وڈ نے تسلیم کیا "بیشک وہ حسن کا نہایت دلکش نمونہ ہے۔ اُس کے سفید بازو بہت ہی سڈول ہیں"

مارکوئیس کہنے لگا "دیکھئے کیسی پُرکیف صورتیں اختیار کر لی ہے۔ اور وہ بھی اپنے بھولے پن سے جو بجائے خود رگوں میں خون کو جوش دلانے کے لئے کافی ہے۔ اُسکے

پاس رانی حسینہ ہسپانیہ کے رہنے والی ہے۔ اور اُس کی پوشاک میں سے اُس کا زیتونی رنگ بڑی دلفریبی کے ساتھ نظر آرہا ہے۔ اُس کی رگوں میں شباب کا خون اُبلتا معلوم ہوتا ہے۔ وہ انتہائی جذبات کا ایک دلکش نمونہ ہے۔ اور اگر آتش سوزاں کا کوئی مجسم وجود ہو سکتا ہے۔ تو وہ اس کی صورت میں ظاہر ہے۔ دیکھئے اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں کس طرح چمک رہی ہیں۔ اور اُس کے ریشم کے ایسے نرم بال کیسے دلفریب نظر آتے ہیں۔ اُسکے لانبے قد کو دیکھئے۔ تیر کی طرح سیدھی اور صورت کے لحاظ سے رعنا ہے جب مسکراتی ہے۔ تو اُسکے دانتوں کی سفیدی بجلی سے کم چمک نہیں رکھتی لیکن میں نے ابھی تک آپ سے گرجستان کی اُس حسینہ کا ذکر نہیں کیا۔ ۔ ۔"

"گرجستان کی حسینہ!" گرین وڈ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

مارکوئیس نے کہا "ہاں۔ اسے گرجستان کا ایک اصلی پھول سمجھئے۔ اور جیسا کہ بائرن نے اپنی کیتھرینا کی کیفیت قلمبند کرتے ہوئے لکھا ہے۔ بالکل سرخ اور سپید۔ اس کی بڑی بڑی نیلگوں آنکھوں میں کاہلی کی عیش پسندانہ جھلک پائی جاتی ہے۔ گویا وجود اس کے یہ نہ سمجھئے کہ اُس کا عشق کم پرجوش ہے۔ اس کے سیاہی مائل بھورے بال اس انداز سے گرے ہیں کہ اُن کی بدولت اُس کا چاند ایسا چہرہ بڑی خوبی سے نمودار ہوتا ہے اور دل خود بخود اس کے حسن کی طرف کھچا جاتا ہے۔ اُسکے خوشنما بیضوی چہرہ کو دیکھئے۔ اس کی سرخی اور سپیدی کیسی دلکش ہے۔ قدرت نے حسن کے سارے لوازم از خود اس کے لئے مہیا کر دیئے ہیں کسی تصنع کی ضرورت نہیں۔ اب جبکہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچے کی طرف جھکائے ہوئے ہے۔ دیکھئے اُس کی لمبی سیاہ ریشمی پلکیں کس طرح بل کھاتی ہیں۔ ذرا بتیے آپ نے ایسی دلکش صورت کبھی دیکھی ہے؟ اس کا حسن ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اعضاء مضبوط اور گداز لیکن ٹخنے نہایت سبک اور کلائیاں مخروطی ہیں۔ اُس کے ہاتھوں اور شاندار لمبی انگلیوں کی طرف دیکھئے۔ اور اُس کی حرکات کی طرف نظر ڈالئے کیسی پری وطرازی اس کے اندر پائی جاتی ہے؟"

گرین وڈ نے پوچھا "بھلا اس حسینہ کا نام کیا ہے؟"

"ماہ خاتون"۔ مارکوئیس نے جواب دیا۔ "غالباً یہ نام آپ نے ٹرکی کی تاریخ میں کسی جگہ ضرور پڑھا ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک مشہور نام ہے۔"

گرین وڈ جو مشرقی حسن کے اس بہترین نمونہ پر مفتون ہو چکا تھا۔ کہنے لگا "آپ کو یہ دلکش پھول کہاں سے مل گیا؟"

مارکوئیس آف ہالمسفورڈ نے کہا "چھ ماہ گذرے۔ میں قسطنطینہ گیا تھا۔ وہاں غلاموں کی منڈی میں اس ماہ طلعت حور پر میری نظر پڑی۔ اس منڈی میں عیسائیوں کو غلاموں کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں۔ لیکن میں نے ایک مقامی تاجر سے انتظام کر کے اُس کی معرفت اسے خرید لیا۔ اور انگلستان لے آیا۔ اب یہ ہر طرح قناعت کی زندگی بسر کرتی ہے۔ میں نے اُس کے کمرہ میں سارا سامان ایشیائی نمونہ کا مہیا کروا دیا ہے۔ وہ فرصت کے وقت اپنے طریق پر عبادت کرتی اور قرآن پڑھتی ہے۔ اور جس وقت میں اُس سے اظہار عشق کرتا ہوں۔ تو وہ اپنے مذہبی طریق پر قسم کھا کر کہتی ہے۔ کہ میں یہاں ہر طرح خوش ہوں۔ یہ بھی ایک نہایت پُر لطف صحبت ہے۔"

گرین وڈ نے پوچھا "یقیناً وہ انگریزی تو نہ بول سکتی ہو گی"

اس نے کہا "نہیں۔ میں نے اُس کے لئے ایک انگریزی کا معلم رکھا ہوا ہے۔ جو فارسی زبان بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ اور چونکہ میری مشرقی حسینہ کی زبان بھی فارسی ہے اس لئے وہ اُس زبان کے ذریعہ بڑے شوق سے انگریزی کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ لیکن عنقریب آپ خود اس بات کا اچھی طرح اندازہ کر سکیں گے۔"

اس گفتگو کے دوران میں محفل رقص بدستور قائم رہی۔ اور ان چھ حسین لڑکیوں نے جو مختلف ملکوں کے مختلف معیار حسن کے بہترین نمونے پیش کرتی تھیں۔ ایسے انداز سے ناچ جاری رکھا جس میں انہیں اپنے اعضا کی موزونیت اور اپنے حسن کی دلفریبی پورے طور سے ظاہر کرنیکا موقع ملتا رہا۔

کمرہ کی راحت بخش حرارت۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو روشنی کی چکا چوند تصویروں کا پیدا کردہ دلفریب اثر اور اُس جلسہ رقص کی سحر افروزی جس میں چھ یکتا ئے زمانہ حسین لڑکیاں موجود تھیں۔ گرین وڈ کے سینہ میں ناقابل بیان جذبات راحت پیدا کر رہا تھا۔

اپنے دور زندگی میں اُسے بہت سی حسین اور جوان عورتوں سے واسطہ پڑ چکا تھا لیکن نہ تو ڈائنا آرلنگٹن کی پُر کیف خوبصورتی اور دلفریب وجاہت جس سے وہ ایک موقعہ پر لطف حاصل کر چکا تھا۔ نہ الزا اسٹڈلی کی ناقابل بیانی دلفریبی جو اُس کے جنگل سے

بال بال بچی تھی۔ نہ ایلن منرو کی سحر افروز خوبصورتی جس کی پیشانی نے اس نے عصمت کا ستارہ توڑ لیا تھا۔ اور نہ لیڈی سیسیلیا ہارپر کی شہوانی صحبتیں جو اپنی عصمت کو روپیہ کی خاطر شوق سے فروخت کرنے کو آمادہ رہتی تھی۔ اُس کے دل پر کبھی اس قدر گہرا پیدا کر سکی تھیں۔ جیسا اس دلفریب نظارہ سے ہوا۔ جو اس وقت اس کے سامنے تھا۔

آخر کار ناچ ختم ہوا۔ اور مارکوئیس اپنے دوست گرین وڈ کو ساتھ لئے سٹیج کیطرف بڑھا۔ پھر وہ اُن حسین لڑکیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "میری ماہ لقا حسینو اس جلسہ لطف کے لیے میں تمہارا بدل ممنون ہوں۔ یہ میرے ایک جگری دوست ہیں۔ جنہیں میں آج ہاسفورڈ ہوس کے اسرار سے واقف کرنے کو ساتھ لایا ہوں"۔

اس طرح پر تعارف ہو جانے کے بعد گرین وڈ نے تسلیم کے طور پر سر جھکایا اور ساری حسین لڑکیوں نے اس سلام کا جواب دیا۔ بعدازاں مارکوئیس نے پاس والے کمرہ میں چلنے کا مشورہ دیا۔ جہاں دسترخوان پر سامان اکل و شرب موجود تھا۔ حسین لڑکیاں اس زینہ سے جو سٹیج کے ایک پہلو میں بنا ہوا تھا۔ نیچے اتر آئیں اور مارکوئیس نے آئرش حسینہ کا بازو اپنے بازو میں لیتے ہوئے کہا "میں کیتھیلین کو ساتھ لیتا ہوں۔ آپ جسے پسند کریں اپنے ساتھ لے لیں۔ اس جگہ رشک و حسد بالکل نابود ہے"۔

یہ اشارہ پا کر گرین وڈ نے بلاتامل دلفریب ماہ خاتون کو اپنے ساتھ لے لیا اور وہ بڑے دلکش انداز کے ساتھ مسکرا کر گویا اس ترجیحی سلوک کے لئے ممنون احسان ہو ساتھ ہو لی۔ جب گرین وڈ اُسے اپنے ساتھ لینے کی غرض سے آگے بڑھا تو اُس نے اول مرتبہ دیکھا۔ کہ آرکیسٹرا سٹیج کے دائیں جانب ایک طرف اس طرح واقع ہے کہ جہاں گرین وڈ بیٹھا تھا۔ اُس جگہ سے صاف طور پر نظر نہ آ سکتا تھا۔

اب یہ دونوں مرد اور چھ حسین لڑکیاں سب ایک ساتھ اس کمرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں خوراک کا سامان پہلے سے موجود تھا۔ وسیع میز کے گرد یہ آٹھوں اس طریق پر بیٹھ گئے۔ کہ کیتھیلین مارکوئیس کے قریب تھی۔ اور ماہ خاتون گرین وڈ کے پہلو میں۔ پہلے تو گفتگو بہت کم ہوئی۔ کیونکہ لڑکیاں ایک اجنبی کی موجودگی میں قدرتی طور پر شرماتی تھیں۔ لیکن جب ارغوانی شراب کے زور نے اُن کے خون میں حدت پیدا کرنی شروع کی۔ تو زبان بھی اس طرح کھل گئی۔ گویا وہ گرین وڈ سے برسوں کی

واقف ہیں۔ بات بات پر اس انداز سے زور کا قہقہہ لگاتی تھیں۔ کہ اُن کے چمکدار دانتوں کی لڑیاں موتیوں کی طرح دمکتی تھیں۔ اُن کی آنکھوں میں کبھی آتش سوزاں کی اور کبھی عیش وراحت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ شراب کے اثر نے اُن کے رخساروں پر گلاب کی ایسی سرخی پھیلا دی تھی۔ حسین مسلمان لڑکی نے بھی اُس چمکدار شامپین کے پینے سے انکار نہ کیا۔ جس کے جھاگ جام کے اوپر اُبلتے جا رہے تھے۔ سکاٹ لینڈ کی حسینہ اور آئرش ماہ لقا نے ایسے پُرکیف نغمے سنائے۔ کہ گرین وڈ کی روح وجد میں آگئی۔ پھر فرانسیسی حسینہ نے اپنے وطن کے مشہور راگ گا کر دل خوش کیا۔ اور رقص کے بعض ایسے انداز دکھائے کہ جن کی نظیر گرین وڈ نے اس سے پہلے کہیں نہ دیکھی تھی۔

اسی طرح رات کے دو بج گئے۔ اور آخر اُس وقت گرین وڈ نے مارکوئیس سے آرام کی خواہش ظاہر کی۔ بڈھے اوباش نے جو ایک حسینہ کو گود میں بٹھائے۔ اس طرح سے پیار کر رہا تھا۔ گویا کسی کی ان پر نظر نہ ہو۔ کہا "بہتر ہے۔ آپ آرام کیجئے۔ لیکن اگر آپ کی خواہش ہو۔ تو ان میں سے کوئی ایک حسینہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے؟" پھر اس نے آواز بلند کر کہا "یہ ضروری نہیں۔ کہ آپ ماہ خاتون سے جدا ہوں۔"

گرین وڈ نے جس کی آنکھوں سے خوشی کے شرار نکل رہے تھے۔ پوچھا۔ "آپ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں؟"

"ہرگز نہیں"۔ مارکوئیس نے جواب دیا "کیا آپ سمجھتے ہیں۔ میں آپ کو یہاں کسی طنز کی خاطر لایا تھا؟"

گرین وڈ یہ اطمینان بخش فقرہ سنکر مسکرایا۔ اور اب اپنی دلفریب حسینہ پر اور بھی زیادہ توجہ دینے لگا۔ جس کے انداز سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ اُس کے پیار اور محبت کو اپنے لئے باعث اعزاز سمجھتی ہے۔

آخر کار مارکوئیس نے کچھ اشارہ کیا۔ جسے پاتے ہی انگریز فرانسیسی۔ ہسپانوی اور سکاچ لڑکیاں چپ چاپ اُس کمرہ سے باہر چلی گئیں۔ مارکوئیس نے جس کے خون میں کچھ تو اس آئرش حسینہ کے قرب سے اور کچھ پے در پے شراب کے جام اڑانے کی وجہ سے حدت پیدا ہو چکی تھی۔ ایک اور گلاس بھرتے ہوئے کہا "اُن حوروں کے اعزاز میں جو ابھی ہم سے رخصت ہوئی ہیں۔"

"بڑے شوق کے ساتھ" گرین وڈ نے جواب دیا۔

"ٹوسٹ پیا جا چکا۔" تو مارکوئیس نے چپکے سے گرین وڈ کے کان میں کچھ کہا۔ اور اُس کے ساتھ ہی اُس دروازہ کیطرف اشارہ کیا۔ جو ایک غسل خانہ سے ملحق تھا۔ ممبر پارلیمنٹ نے اشارہ پاکر اظہارِ خوشنودی کے طور پر سر ہلایا۔ مارکوئیس کہنے لگا "کمرہ کے ساتھ ایک سنگ مرمر کا بنا ہوا غسلخانہ موجود ہے۔ جہاں آپ کو ہر وقت گرم پانی کافی مقدار میں مل سکتا ہے۔ وہیں یوڈی کولون کی شیشیاں پانی کو خوشبودار بنانے کے لئے موجود ہیں۔ کمرہ کے اندر آپ کو شراب۔ میوہ جات اور سامانِ اکل موجود ملے گا۔ اور خوابگاہ تیار ہے۔ اس خاتون کے ساتھ آپ اپنے آپ کو ایک مشرقی سلطان کے برابر سمجھئے۔ اور اطمینان رکھئے کوئی شخص آپ کی بلا مرضی اُس کمرہ میں داخل نہیں ہوسکتا"۔

گرین وڈ نے لڑکھڑاتے ہوئے کرسی سے اُٹھ کر اس خاتون کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اُسے خوابگاہ کی طرف لے چلا۔ دونوں ایک برآمدہ سے گذرے۔ جہاں صرف ایک لیمپ مدھم سا جل رہا تھا۔ اور بعد ازاں اُن بہت سے دروازوں میں سے جو اس برآمدہ کے قریب تھے۔ ایک میں داخل ہوگئے۔ اس کے ذرا دیر بعد مارکوئیس بھی کیتھلین کو ساتھ لئے ایک اور کمرہ میں داخل ہوگیا۔

ناظرین بس! اس سے آگے بڑھنے کی ہم میں جرأت نہیں۔ کیونکہ خلوت کا مقام ہے!

دسواں باب — الوداع

ہماری داستان کا سلسلہ اب کئی ماہ بعد شروع ہوتا ہے۔

وسط اکتوبر کے دن تھے۔ اور رچمنڈ کے قریب کونٹ الزولی کے محل کے پاس ایک شکیل نوجوان اور ایک آہو چشم حسینہ پہلو بہ پہلو سیر کرتے پھر رہے تھے۔ کیا یہ بتانے کی حاجت ہے۔ کہ ان میں سے ایک رچرڈ اور دوسری اسابیلا تھی؟

نہ جانے کیوں دونوں کے چہروں پر افسردگی کے آثار نمودار تھے۔ گو ساتھ ہی بعض اور جذبات کا اثر بھی غالب تھا۔ رچرڈ کی آنکھوں میں جوش کی چمک تھی۔ اور لبوں سے

انتہائی استقلال ظاہر ہوتا تھا۔ اسابیلا سے وہ لفریب تصور و خیال ظاہر کرتے تھے۔ ادا کے چہرہ پر افسردگی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ مگر اپنے سینہ میں وہ گہری امید کی جھلک رکھتی ہے۔

یکایک رچرڈ نے اس کی طرف محبت کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا "میری جان سے پیاری اسابیلا یہ امر فیصل ہو چکا ہے۔ کہ کل میں اس مہم پر روانہ ہو جاؤں۔ لیکن میرے لئے غیر ممکن تھا۔ کہ تم سے ملے بغیر انگلستان سے رخصت ہوتا۔ گزشتہ دو تین دن کے عرصہ میں میں تم سے تنہا ملنے کی امید پر اس محل کے گرد بے سود پھرتا رہا۔ لیکن کوئی موقعہ حاصل نہ ہو سکا"

"رچرڈ اگر مجھے ایک لمحہ بھر کو بھی یہ خیال پیدا ہوتا۔ کہ تم مجھ سے اسقدر قریب ہو۔ تو کیا یہ ممکن تھا۔ میں تمہارے پاس آنے سے باز رہتی؟" شہزادی نے جواب دیا "تم خود میری محبت سے واقف ہو۔ اب تک اگر میں نے باہمی ملاقات اور خفیہ خط و کتابت کو سوا ایک دو بار کے ناپسند کیا ہے۔ تو اس کی وجہ محض یہ تھی۔ کہ تم نہ سمجھو۔ میری طبیعت کی ہلکی ہوں باوجود اس کے رچرڈ میرا دل ہر وقت تمہارا ہے . . . وہ ہمیشہ تمہارا رہیگا! . . . اور یاد رکھو۔ کہ میری زندگی کے سب سے راحت بخش لمحے وہی ہوتے ہیں۔ جو تمہارے قرب میں بسر ہوں"۔

رچرڈ نے اسابیلا کے فرشتہ نما چہرہ کیطرف تعریف اور خوشی کے مشترکہ انداز سے دیکھتے ہوئے کہا "میری بادلقا حسینہ میں کب تمہیں ان خفیہ ملاقاتوں اور بے جا خط و کتابت کو ناپسند کرنے کے لئے برا سمجھتا ہوں؟ لیکن اب حالات بدلنے والے ہیں۔ میری جان سے پیاری حسینہ میں عنقریب تم سے رخصت ہو کر دور . . بہت دور جانیوالا ہوں بتاؤ ان حالات میں بھی تم میرا کبھی کبھی خط لکھنا پسند کرلو گی؟"

اسابیلا کہنے لگی "رچرڈ اگر میں تمہاری درخواست نامنظور کروں۔ تو یہ ایک فضول تصنع اور بے جا ظاہرداری میں داخل ہوگا" پھر ذرا رک کر اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا "ہاں پیارے رچرڈ۔ ضرور مجھے اپنی خیریت کا خط لکھتے رہنا۔ میں تمہیں اس کی اجازت دیتی ہوں"

"اسابیلا محبت کے اس تازہ ثبوت کے لئے میں تمہارا ہزار بار شکریہ ادا کرتا ہوں"

اپنی زندگی میں خواہ کیسے ہی خطرات کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہوں۔ میری راہ میں کیسی ہی مشکلات یا تکالیف پیش آئیں۔ بہر حال تمہاری یاد کو سینہ میں رکھ کر اُن تکلیفوں۔۔۔ اُن مصیبتوں کو ہیچ سمجھتا ہوں گا۔ باوجود اس کے میں یقین کرتا ہوں۔ ہمیں اپنے مقصد میں کچھ دشواری پیش نہ آئے گا۔ جنرل گرشیا کرنیل موروسینو اور اُن لوگوں نے جن کا اس معاملہ سے تعلق ہے۔ ایسی احتیاط کے ساتھ سارے انتظامات کر لئے ہیں۔ کہ ناکامی کی کوئی صورت نہیں۔ اور کامیابی بہر حال یقینی ہے۔ گرینڈ ڈیوک کا جبر اور تشدد اور اُسکے وزیروں کی افسوسناک پالیسی نے کیس سکالا کے باشندوں کو ہر طرف سے مایوس کر دیا ہے ہم نے تین جہاز حاصل کر لئے ہیں۔ اور بارہ سو فدائیان وطن ہمارے ساتھ ہونگے۔ جسوقت ہم خشکی پر اُتریں گے۔ تو ہر طرف سے ہمارا شوق کیساتھ استقبال ہوگا۔ اگر کوئی موقعہ ایسا پیش آیا جس کی بدولت میں اپنے آپ کو اُس اعتماد کے قابل ثابت کر سکا۔ جو جنرل گرشیا اور اُس کے ہم جلیسوں نے مجھ پر کیا ہے۔ اور اگر" رچرڈ نے اس انداز سے کہا۔ کہ اُسکے خوبصورت چہرہ پر شجاعت کی سُرخی پھیل گئی" اگر میری خفیف کوشش کسی طرح اس کام میں جو ملک کی بہتری کے لئے کیا جا رہا ہے۔ کچھ مدد دے سکی۔ تو میری پیاری اسابیلا یقین رکھو۔ اسوقت تمہیں اس بات کا اطمینان دلانے والا کہ وہ اپنے کسی فعل سے اُس کام پر بدنامی کا دھبہ نہ لائیگا۔ جس میں وہ حصہ لینے لگا ہے۔ کوئی فضول باتونی شخص یا بڑھا نکنے والا بزدل نہیں ہے!"

"مجھے اس کا مجھے کامل اطمینان ہے" حسین اطالوی دوشیزہ نے جس کا قلب اپنے عاشق کے جوش سے متاثر ہو چکا تھا۔ کہا" لیکن تم نہیں جانتے ہو کہ گذشتہ چند ہفتوں کے عرصہ میں جب سے میں نے یہ بات سنی ہے۔ کہ تم اس مہم میں شریک ہو جسکی تیاری کی اطلاع والد کو دی گئی تھی۔ میرے دل میں کیسے کیسے عجیب خیالات اور طرح طرح کی اُمنگیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ تمہیں یقیناً معلوم ہوگا۔ کہ جنرل گرشیا نے اپنی ساری تجاویز اور ارادے والد کے روبرو ظاہر کر دیئے تھے"

"گو وہ ان تجویزوں کو ناپسند کرتے تھے" رچرڈ نے آہ سرد بھرتے ہوئے کہا" بہر حال ممکن ہے۔ وہ سستی پر ہوں۔ لیکن اسابیلا اگر ہم کامیاب ہو گئے۔ تو تمہارے والد ایک عظیم الشان اور روشن خیال قوم کی بادشاہت حاصل کر سکیں گے۔ اور اُسوقت میں

حیران ہوں۔ ہمارے لئے کیا امید باقی رہ جائے گی؟"

اسابیلا نے کہا "رچرڈ بہر حال وہ قادر مطلق ہمارا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ کیا میں ابھی تم سے کہہ نہیں چکی۔ کہ میرے دل میں طرح طرح کی امیدیں اور اُمنگیں پیدا ہو لی رہی ہیں۔ میں تم سے اُن کا ذکر کرنا نہیں چاہتی۔ لیکن بہر صورت وہ تمہیں سے متعلق ہیں۔ میری عزیب سہیلی میری این نے مرتے وقت جو الفاظ کہے تھے۔ اُن کا اثر میرے دل پر قائم ہے اور میں اُسے محو نہیں کر سکتی"

مارکھم بولا "میں اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں کہ اُس کی پیشگوئی کی بدولت تمہارے دل میں کیسی کیسی امیدیں اور خواہشیں اٹھتی رہی ہوں گی۔ کیونکہ خود میں بھی گذری کے لحوں میں اس اثر میں آتا رہا ہوں۔ لیکن ہمارے مستقبل کی باگ اُس ذات باری کے ہاتھ میں ہے اور ہماری خوشی یا مصیبت کا فیصلہ وہ عالم الغیب ہی کر سکتا ہے۔ بس۔ پیاری اسابیلا اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں لیکن اے جان میں تم سے دور فاصلہ پر ہونگا۔ تو بھی میری یاد کو فراموش نہ کر دینا"

اسابیلا یہ دیکھکر کہ جدائی کی گھڑی قریب آ رہی ہے۔ اپنے جذبات پر زیادہ دیر تک قابو نہ رکھ سکی۔ اور اپنی آنکھوں کو پُر نم کر کے بولی "اوہ! پیارے رچرڈ۔ تو کیا تم حقیقت میں اس خوفناک مہم پر روانہ ہونے کے لئے آمادہ ہو چکے ہو۔ جو اپنے اندر بہت سے خطرات رکھتی ہے؟ میں نے خود تمہیں اُمید کی تلقین کی تھی۔ میں بار بار تمہیں تسلیاں دیتی رہی ہوں۔ لیکن اب جبکہ جدائی کا وقت قریب آتا ہے۔ میرا دل ڈوبا جا رہا ہے۔ رچرڈ اگر تم یہ جان سکو۔ کہ میرے دل میں اسوقت غم کی لہریں کس طرح اٹھ رہی ہیں۔ تو شاید تم میری محبت کا کچھ اندازہ کر سکو"

مارکھم نے حسین دوشیزہ کو چھاتی سے لگاتے ہوئے کہا "پیاری اسابیلا میں تمہارے جذبات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم نے جس عقیدت۔ جس محبت کے ساتھ مجھ سے رفاقت کی ہے۔ اُسے میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ میں تمہارے والد کے گھر سے بدنام ہو کر نکلا مجھ پر طرح طرح کے شکوک کئے گئے۔ لیکن باوجود اس کے تمہاری محبت میں فرق نہ آیا۔ ان تلخ اوقات میں جبکہ میں رنج و غم کے بار کے نیچے دبا ہوا تھا۔ میرے لئے یہ امر بے حد اطمینان بخش ثابت ہوتا رہا۔ کہ تمہارا دل میرا ہے۔ اسابیلا خدا کرے۔ میں اس مہم سے بافتح واپس آؤں۔ میں اس امر میں محض ذاتی اغراض کے لئے شریک نہیں ہوتا۔ بلکہ اس لئے کہ ان

صرف ان خطرات کو جو ہمارے ملاپ کی راہ میں حائل ہیں کسی حد تک دور کر سکوں۔ الوداع!
میری فرشتہ سیرت میری جان سے پیاری اسابیلا الوداع!"

"خدا حافظ رچرڈ تم جو میری محبت کا واحد ذریعہ ہو۔ الوداع!" یہ کہتے ہوئے اسابیلا اپنا سر اُس کی چھاتی پر رکھ کر زار و قطار رونے لگی۔ آخر جب اُسکے دل کی بھڑاس نکل گئی تو وہ پھر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ اور اس قسم کے تلخ آنسو بہاتے جن کی نوعیت سے صرف کوئی عاشق یا راز دار ہی واقف ہو سکتے ہیں جدا ہوئے۔ چلتے وقت رچرڈ نے کہا "اسابیلا استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ قسمت اپنے اندر ہمارے لئے کیسی راحتیں رکھتی ہے"

اسابیلا کہنے لگی "میں بہرحال استقلال پر قائم ہوں۔ کوئی آواز مجھ سے کہہ رہی ہے کہ جو کچھ ہوگا۔ وہ بہتری کے لئے ہی ہوگا۔ یہ امید میری زندگی کا سہارا ہے"

اس کے بعد وہ آخری مرتبہ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر جدا ہوئے لیکن کسی مجبوری سے . . . چند قدم چل کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے۔ اسی طرح اُس وقت تک ایک کو دوسرے کی صورت دکھائی دیتی رہی۔ وہ پیار اور محبت کے اشارے کرتے رہے۔ اور آخر اپنے رومالوں کو ہلا کر ایک دوسرے کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

رچرڈ سیدھا اپنے مکان واقع [illegible] میں پہنچا۔ اس سے پہلے وہ [illegible] سے آخری بار ملاقات کر چکا تھا۔ نوجوان دوشیزہ یہ معلوم کر کے بہت رنجیدہ ہوئی تھی کہ اسکا محسن کچھ عرصہ کے لئے انگلستان سے باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور وہ دیر تک آنسو بھی بہاتی رہی۔ بلین نے چونکہ اُسے اس کام کی نوعیت سے خبردار نہ کیا تھا جسکے باعث وہ اپنے وطن سے رخصت ہونے لگا تھا۔ اس لئے کیتھرائن ان خطرات سے بے خبر تھی جن کے پیش آنیکا احتمال تھا۔

اب اُسے اپنے قریبی متعلقین سے رخصت ہونا باقی تھا۔ مسٹر اور مسز [illegible] اور اسکے وفادار نوکر ڈنکم سے اُس نے اس معاملہ کو پوشیدہ رکھنا ضروری خیال نہ کیا تھا۔ مگر رنجیدہ اور وفادار نوکر نے رچرڈ سے اس بارہ میں بہت کچھ التجائیں کیں کہ آپ اور لوگوں کے کام میں دخل انداز نہ ہوں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ آپ ایک غیر ملک کے سیاسی جھگڑوں میں پڑ کر اپنی زندگی کو سخت خطرہ میں نہ ڈالیں۔ اس کے علاوہ حسین اور

ہے۔ اگر میری قسمت میں یہ لکھا ہے۔ کہیں کسی دور از وطن سرزمین میں جان دوں۔ یا قید خانہ میں سڑا کروں۔ یا کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس کی بدولت میں واپس نہ آسکوں تو تم میں سے ایک نے میرا قائم مقام ہوکر میرے بھائی سے ملنا۔ اور اُس ہی التجا کے لہجہ میں کہنا۔ کہ وہ جو آج اس جگہ موجود نہیں ہے۔ دم آخر تک تمہاری ملاقات کا منتظر رہا۔ وہ دلی شوق سے تمہاری راہ دیکھا کرتا تھا۔ اور صدق دل سے تمہاری بہتری اور کامیابی کا خواہشمند تھا۔ اُس سے کہنا۔ کہ" یہ کہتے ہوئے رچرڈ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کے قطرے گرنے لگے۔ لیکن اُس نے جی کڑا کرکے پھر کہا" اُس سے کہنا۔ کہ تمہارے بھائی کے دل میں تمہاری اسقدر محبت تھی۔ جیسی آجتک کسی بھائی کے دل میں پیدا نہیں ہوئی اگر وہ غریب یا ناخوش یا مصیبت زدہ یا بدنصیبی کا شکار ہو۔ تو اُسے اس گھر میں جگہ دینا جو اُسوقت تمہارا اپنا ہوگا۔ اُسے تسلی دینے کی کوشش کرنا۔ اور میری خاطر سے اُس کی ہر ممکن آسائش کا انتظام کرنا۔ وہ مجرم ہو۔ تو اُس سے نفرت نہ کرنا۔ کیونکہ" رچرڈ نے رکتی ہوئی آواز سے کہا" آخر وہ میرا بھائی ہے"!

جس وقت رچرڈ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ تو ایلین اسقدر روئی۔ گویا رنج والم سے اس کا دل ٹوٹنے کے قریب تھا۔ نوجوان حسینہ کے اس رنج میں کوئی تلخ اثر موجود تھا۔ جس کا حاضرین کے دل پر اثر ہو رہا تھا۔ لیکن یکایک سنبھل کر وہ تیزی سے کمرہ سے باہر نکل گئی اور چند منٹ کے عرصہ میں اپنے بچہ کو بغلوں پر اُٹھائے دوبارہ اندر آئی۔ اور اُسے اُنکے سامنے پیش کرکے کہنے لگی" رچرڈ اس سے بھی گلے مل لو۔ کیونکہ یہ تمہارا ہی نام رکھتا ہے"۔

ہمارے ہیرو نے معصوم شیرخوار بچہ کو چھاتی سے لگا کر پیار کیا۔ اور اُسے بوسے دیئے اُسوقت رچرڈ کیطرف سے بچہ کے متعلق محبت کا اسقدر اظہار ہوتے دیکھ کر ایلین پر جو اثر ہوا قلم اسکے بیان سے عاجز ہے۔ جس طرح اسوقت جبکہ ننھی ننھی بوندیں پڑ رہی ہوں۔ یکایک بادلوں کے اندر سے سورج نمودار ہوکر ایسا نظارہ پیش کرتا ہے جسے مصور اپنی تصویر میں ظاہر نہیں کرسکتا۔ اسی طرح ایلین کی آنکھوں کی نمی اور لبوں کی مسکراہٹ کی کیفیت ظاہر کرنے سے ہمارا قلم بھی معذور ہے۔ آخر کار بچہ کو واپس لیتے ہوئے اُس نے کہا" رچرڈ میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میرے عزیز بھائی میں اپنی زندگی میں تمہارے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی"۔

عمر رسیدہ خادم اور مسٹر منرو پر بھی اس دردناک نظارہ کا بہت اثر ہوا۔ آخر رچرڈ کہنے لگا "بس اب مجھے تم سے اور کچھ نہیں کہنا ہے۔ سوائے اس کے کہ تم سب مجھے شوق سے رخصت کی اجازت دو۔ میں اب تھوڑی دیر کے لئے نشستگاہ میں جاتا ہوں۔ پانچ بجے گاڑی مجھے لینے آئے گی۔ ڈنگھم اسوقت تک تم نے میرا ضروری سامان احتیاط سے باندھ رکھنا" اتنا کہکر ملازم اپنے کمرہ کیطرف چلا گیا۔ اور وہاں بیٹھکر اس نے معاملہ کی بعض چٹھیاں لکھیں۔ اتنے میں ڈنگھم نے آکر عرض کیا "جناب موٹر آ گیا ہے۔ اور وقت بھی پانچ کے قریب ہے"

رچرڈ بولا "بس۔ میں بھی تیار ہوں"

خادم کے چلے جانے پر رچرڈ نے پیٹی سے وہ پُراسرار پیکٹ نکالا۔ جو طامس آرمسٹرانگ اُس کے نام چھوڑ گیا تھا۔ اسے اُس نے بڑی احتیاط سے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اور اُسوقت جبکہ وہ باہر کیطرف چلنے لگا۔ تو اس نے اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا "اب میں اول مرتبہ اپنے آباؤ اجداد کے مکان کو خیرباد کہنے لگا ہوں" اس خیال کے آتے ہی اُس کے رخساروں پر پھر آنسو بہنے لگے۔ لیکن اُس نے جی کڑا کر کے کہا "رچرڈ یہ کمزوری تیری شان سے بعید ہے۔ تو ایک عظیم الشان کام میں حصہ لینے لگا ہے۔ اپنے جذبات پر قابو رکھو۔ اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دے"

وہ کمرہ سے باہر نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی آستانہ دروازہ پر گاڑی کھڑے ہونے کی آواز سنائی دی۔

آخری الوداع کا نظارہ بہت دردناک تھا۔ ناظرین خود اُسے سمجھ سکتے ہیں۔ ہمارے لئے صرف اسقدر بیان کرنا کافی ہے۔ کہ رچرڈ کے رفیق صدق دل سے اُس کی کامیابی اور جلد واپس آنے کی دعا کرتے اس سے جدا ہوئے۔

موٹر میں وہی ہمارا پرانا دوست جیمس رچرڈ کے ساتھ تھا۔ گاڑی بان نے پوچھا "جناب کس طرف کو چلنا ہے؟"

رچرڈ نے کہا "کنٹربری اور ڈیل کی جانب"

اس کے بعد گاڑی وہاں سے تیزی کے ساتھ رخصت ہو گئی۔

اُس [illegible] میں جو واقعات ظہور میں آئے تھے۔ حسب ذیل چٹھی ایک قاصد

اس طرح پر مسٹر گرین ووڈ کے ارادوں کو مٹنے جہاں تک اس کے اختیار میں تھا۔ اس بات کا انتظام کر دیا کہ اگر ان لوگوں کے معاملہ کا جو کیسل سکالا کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ راز کھل گیا۔ اور وہ حکام ہسپانیہ کے ہاتھوں میں پڑ گئے۔ تو رچرڈ مارکھم کی حفاظت کسی طرح معرض خطر میں نہ آئے۔

گیارھواں باب — میدان جنگ

کیسل سکالا کی ریاست کے شمال میں رومی اضلاع۔ جنوب میں نیپلز کی سلطنت مشرق میں کوہستان ایپنائنز اور مغرب میں بحیرہ شام واقع ہے۔ اطالوی جزیرہ نما کا یہ ایک نہایت پیداوار اور زرخیز حصہ ہے۔ اسکے باشندے شجاع۔ روشن خیال اور محنت میں سرگرم پائے جاتے ہیں۔ کیسل سکالا سات مختلف صوبوں پر منقسم ہے جن کے صدر مقام مونٹونی (جو اس ساری ریاست کا بھی صدر مقام ہے) ابرن ٹانی۔ ویر ربیزی۔ بینیالا۔ اسپیلا۔ شیراز اور مونٹی کورکولی ہیں ہر ایک صوبہ کا حاکم فوجی لحاظ سے کپتان جنرل اور دیوانی اعتبار سے پولیٹکل پریفیکٹ کہلاتا ہے۔ ریاست سکالا خاص شہر یا صدر مقام مونٹونی دریائے فیرنی ٹو کے دہانہ پر واقع ہے۔ اور اس کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ شہر دریا کے دونوں کناروں پر بنا ہوا ہے۔ بندرگاہ نہایت خوشنما ہے۔ کھلے گھاٹ موجود ہیں۔ بہت سے تختے بنے ہوئے ہیں۔ اور اسے اٹلی کا خاص تجارتی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ شہر فوجی اعتبار سے ہر طرح محفوظ ہے۔ کیسل سکالا کی ساری آبادی بیس لاکھ آمدنی تیس لاکھ سالانہ اور حکمران کی آمدنی دو لاکھ پونڈ ہے۔ ان تفصیلات سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یورپ کے نقشہ میں کیسل سکالا کوئی معمولی ریاست نہیں ہے۔

(ریاست کیسل سکالا کا نقشہ دوسری جانب درج ہے)
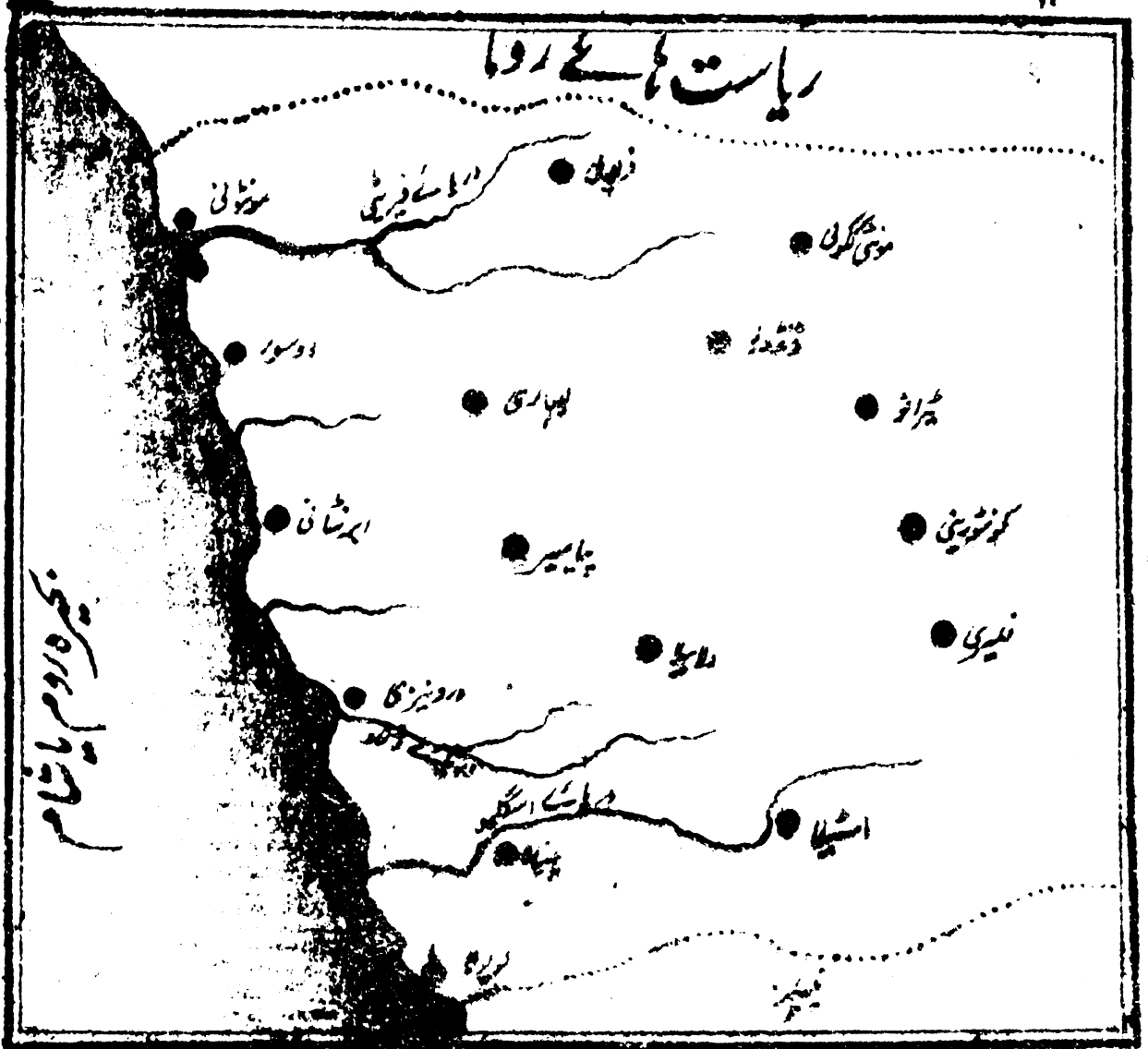
لیکن آؤ ہم اپنی داستان کا سلسلہ جاری رکھیں۔

وسط نومبر سنہ ۱۸۴۷ء کی ایک صبح کو طلوع آفتاب سے ذرا پہلے تین جہاز جن میں سے دو بڑے اور ایک نسبتاً چھوٹا تھا۔ ادستور سے چند میل کے فاصلہ پر ساحل کیبل سکالا کے قریب خشکی سے اسقدر پاس پہنچے۔ جو حفاظت کے لئے ضروری تھا لنگر انداز ہونے کے بعد فوراً ہی کشتیاں اتاری گئیں۔ اور سورج نکلنے سے پہلے پہلے کم وبیش بارہ سو مسلح جوان خشکی پر اتر آئے۔ انہیں دو دستوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک کے جوانوں کی تعداد کم وبیش سات سو تھی جسکی کمان جنرل گریشیا کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرے میں پانسو جوان

تھے۔ اور ان کا افسر اعلےٰ کرنیل سورو سیلو تھا۔ پر چونکہ ہم بیکرٹری جنرل کی حیثیت میں ہو کر کو ساتھ لئے جنرل گرشیا کے ہمراہ تھا۔ افسر اور اُن کے عملہ کے آدمی گھوڑوں پر سوار تھے یہ فوج کچھ عجیب وضع کی تھی۔ کیونکہ صرف افسر وردی پوش تھے۔ تاہم باقی جوانوں کے پاس بھی ہتھیار کافی موجود تھے۔ اور اُن کے دلوں میں امید اور حب وطن کے جذبات موجزن تھے خشکی پر اُتر کر انھوں نے اپنے پھریرے اڑانے شروع کئے۔ اور اس کے ساتھ ہی جبکہ بینڈ باجہ ایک قومی گت بجا رہا تھا۔ دونوں فوجیں اوسور کی جانب روانہ ہوگئیں اس بندرگاہ پر بلا تاخیر قبضہ کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ یہی ان جہازوں کے لیئے ایک محفوظ مقام سمجھا جاسکتا تھا۔ جن میں سوار ہو کر یہ لوگ یہاں آئے تھے۔ اور ناکامی کی صورت میں یہیں سے واپس جانا محفوظ نظر آتا تھا۔ گو ان میں کسی کو اپنی مہم کی ناکامی کا خیال نہ تھا یکایک فوجی باجہ کی آواز سنکر کاشتکار لوگ جھونپڑیوں سے باہر نکل آئے۔ فوراً ہی اُن میں یہ خبر پھیل گئی۔ کہ حملہ آور علاقہ کی حمایت کے لیئے آئے ہیں۔ یہی باعث تھا۔ کہ ابھی یہ لوگ صرف تین چار میل ہی چلے تھے۔ کہ ان کے ساتھ کم وبیش ایک سو جوان اور شامل ہوگئے۔

حملہ آوروں کے دلوں میں کامیابی کی پوری امید تھی۔ کیونکہ جن مقامات سے وہ گذرے مرد اُن کے ساتھ شریک ہوتے جارہے تھے۔ اور عورتیں اُن کی کامیابی کے لیئے دعا کرنے لگتی تھیں۔

اوسور علاقہ ایرن ٹالی میں واقع ہے۔ جس پر کم وبیش ایک سال سے کپتان جنرل کی فوجی حکومت تھی۔ جس نے ہر قسم کی دیوانی عدالتوں کی بجائے فوجی عدالتیں قائم کردی تھیں۔ ان حالات میں حملہ آوروں کو پختہ امید تھی۔ کہ اوسور کے لوگ فوراً ہی ہمارے حامی بن جائیں گے۔ یہ لوگ اس مقام سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر تھے۔ جو ایک بلند پہاڑی کی وجہ سے انکی نظروں سے چھپا ہوا تھا۔ کہ یکایک جنرل گرشیا کو سامنے کی طرف سے آنیوالے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ اُس نے فوراً اپنے اڈیکانگ سے مخاطب ہو کر کہا "تم کرنیل سورسیلو کو ہدایت کردو۔ کہ بائیں سڑک پر سے گذرے اور سامنے والے جنگل پر قبضہ کرلے۔ بظاہر ہماری آمد کا علم ہو چکا ہے۔ اور سواروں کا ایک دستہ ہماری طرف آرہا ہے۔"

ہوا۔ اور اسی اثنا میں اُس کی شمشیر گرگئی۔ مگر اُس نے جھنڈا اُس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اس نشان کو اپنے بائیں ہاتھ سے ہلاتا۔ اور دائیں سے تلوار چلاتا ہر قسم میدان کے اُس حصہ میں گھس گیا۔ جہاں بڑے زور کا معرکہ ہو رہا تھا۔ اور ساتھیوں اُس نے با آواز بلند چلا کر کہنا شروع کیا "جواؤ اپنے جرنیل کی شہادت کا انتقام لو"

(ہر جو میدان جنگ کے (اُس) حصہ میں گھس گیا۔ جہاں زور کا معرکہ ہو رہا تھا)

جس وقت جنرل گریشیا مارا گیا۔ تو حملہ آوروں کی فوج میں غیر معمولی اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ پسپا ہی ہونے لگے تھے۔ مگر اسوقت مارکھم کے اس شجاعانہ عمل نے

اُن کے اندر بجلی کا اثر پیدا کر دیا - انھوں نے بھی اُس کے نعرۂ انتقام میں حصہ لینا شروع کیا - اور ہمارا ہیرو وفادار سورکر اور باقی جوانوں کو ساتھ لے کر پھر دشمن کی طرف بڑھا - بڑا خوفناک مقابلہ ہوا جس میں فریقین نے ایسے طریق پر حصہ لیا - گویا - سوال فتح اور موت کا ہو - کچھ تو جنرل گرانٹیا کی موت کے صدمہ سے - کچھ اس بات کے احساس کی بدولت کہ پسپائی کی صورت میں ہماری حالت کیا ہو گی - اور کچھ اسابیلا کی یاد کے جوش میں رچرڈ اس تیزی کے ساتھ لڑا جس کی کیفیت بیان کرنے سے ہمارا قلم عاجز ہے - وہ جسے اب تک عوض انتظامی معاملات میں حصہ لینے کے قابل سمجھا جاتا تھا - اب ایک بالکل ہی نئی رنگت میں نمودار ہوا - اور ایک دلیر جنگجو کی حیثیت میں اُس نے اپنی مضطرب فوج کے اوسان بحال کرنے میں بہت جلد کامیابی حاصل کر لی -

اس بہادری اور استقلال کا نتیجہ یہ ہوا - کہ شاہی رسالہ کے قدم اکھڑنے لگے لیکن عین اُس وقت جبکہ دشمن کا رسالہ پسپا ہونے کے قریب تھا - جبکہ کپتان جنرل ایک ٹیکرے پر کھڑا اس معرکہ کو دیکھ رہا تھا - اُس وقت جبکہ رچرڈ کے جوان فتح کا نعرہ بلند کر رہے تھے کرنیل مورو سینو کی فوج جو دشمن کے رسالہ سے میدان کے ایک اور حصہ میں لڑ رہی تھی - بڑی تیزی کے ساتھ اضطراب کی حالت میں پیچھے ہٹتی اور بھاگتی نظر آئی - اور اس کے ساتھ ہی کامیاب دشمن نے اُس کا تعاقب شروع کر دیا - اس واقعہ کے ساتھ ہی یہ خبر رچرڈ کی فوج میں بھی جنگل کی آگ کی طرح پھیلنی شروع ہوئی - کہ کرنیل مورو سینو مارا گیا - اور دشمن کی ایک مضبوط سپاہ توپخانہ لے کر پہاڑی کے دوسری طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے - رچرڈ نے اپنے جوانوں میں اطمینان اور سکون پیدا کرنے کی لاکھ کوشش کی - لیکن افسوس کہ اُن کے قدم بھی اکھڑ گئے - انھوں نے ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ کسی نے ہماری مخبری کر دی ہے - اور ہر شخص اپنی جان کی حفاظت کے لیے بھاگنے لگا - اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ شاہی فوج جو پسپا ہو رہی تھی - پھر رک گئی - اور اُس نے سنبھالا لے کر اس زور کا حملہ کیا - کہ حملہ آوروں کو بھاگتے ہی بن آئی -

مٹھی بھر بہادروں کے ساتھ جو پسپائی کو ندامت کا موجب سمجھتے تھے - اور اپنے وفادار دوست سورکر کی معیت میں رچرڈ اپنے استقلال اور بہادری کے ساتھ بدستور لڑ رہا تھا جو اس شخص میں یقیناً حیرت خیز نظر آتی تھی جس نے اُس سے پہلے کبھی میدان جنگ کا نظارہ

انگریز ہوں - اور یاد رکھئے - کوئی انگریز حب وطن کو روپیہ پر نثار کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا "

لیکن جنرل نے گرج کر کہا " میرا خیال سچ نکلا - تم غیر ملکی ہو - اور اس لئے فوجی سزا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے - آخر کیا باعث ہے تم نے غیر ملک کا باشندہ ہو کر ہمارے خلاف تلوار اٹھائی؟ تمہاری حالت میں تمہارے جرم کا ازالہ اس عذر سے بھی نہیں ہو سکتا کہ تم نے اس کام میں حب وطن کے لئے حصہ لیا - جوانو اسے لے جاؤ - اور سامنے درخت کے ساتھ لٹکا دو "

ہارکھم کی آواز میں لکنت پیدا نہیں ہوئی - گو اس کے رخساروں پر کسی قدر زردی چھا گئی اس نے استقلال کے لہجہ میں کہا " میں آپ سے صرف ایک رعایت کا طلبگار ہوں - موت کی مجھے پروا نہیں - لیکن از برائے خدا مجھے کتے کی موت نہ ماریئے - آپ کو اختیار ہے - اپنے سپاہیوں کو دس قدم فاصلہ پر کھڑا کر کے ان کی بندوقیں میری طرف اٹھوا دیجئے - پھر انہیں باڑ ھ مارنے کا حکم دیجئے - میں آپ کو یقین دلاتا ہوں - مجھ سے کسی بزدلی کا اظہار نہ ہوگا "

" نہیں - تم غیر ملکی ہو - اور کسی غیر ملکی کے ساتھ میں ایسی رعایت کا سلوک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں - سپاہیو اسے فوراً لے جاؤ "

معاً چند جوانوں نے رچرڈ کو چاروں طرف سے گھیر لیا - اور اسے گھسیٹتے ہوئے اس درخت کے قریب لے چلے - جو تھوڑے فاصلہ پر کھڑا تھا - سزا کو عمل میں لانے کی نگرانی کا کام کونٹ کے ایک ایڈی کانگ کے سپرد ہوا - یہ شخص بڑا فیاض منش نوجوان تھا - اور چونکہ اس نے میدان جنگ میں رچرڈ کو داد شجاعت دیتے دیکھا تھا - اس لئے قدرتی طور پر اس کے دل میں اس کی عزت قایم ہو چکی تھی - وہ کہنے لگا " کیا تم اپنے وطن میں اپنے دوستوں کے نام مرنے سے پہلے کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہو؟ "

ہمارے ہیرو نے جواب دیا " درست میں اس عنایت کا شکر گذار ہوں - کہ آپ نے مجھ سے یہ سوال پوچھا - میرا آخری پیغام اپنے اہل وطن کے نام فقط یہ ہے - کہ انہیں اطلاع دی جائے - رچرڈ ہارکھم بہادروں کی موت مرا - اور اس نے دم آخر کسی بزدلی یا ڈر کا اظہار نہیں کیا "

"رچرڈ مارکھم!" افسر مذکور نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ "پھر کہنا تمہارا نام کیا ہے؟"

ہمارے ہیرو نے کہا "یہی جو میں کہہ چکا ہوں"

"بہادر انگریز تمہارے لئے ابھی امید باقی ہے" افسر مذکور نے جواب دیا۔ اور ایک لفظ بھی زیادہ زبان سے نکالے بغیر وہ تیزی سے قدم اٹھاتا اس مقام پر پہنچا۔ جہاں ایرانی شاہی ہمدم کا کپتان جنرل کھڑا تھا۔

اگر اس جگہ ہم یہ بیان کریں۔ کہ رچرڈ کے دل میں اسوقت امید وبیم کی سخت کشمکش نہ تھی۔ تو یہ ظاہر کرنے کے برابر ہوگا۔ کہ ہم فطرت انسانی کی اخلاقی طاقت میں مبالغہ آمیزی کر رہے ہیں۔ ہمارا ہیرو آخر ایک انسان تھا۔ ہم اسے دیوتا ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ ان حالات میں قدرتی طور پر وہ افسر مذکور کو کپتان جنرل کے قریب جاتے اور چند منٹ اس سے دبی زبان میں گفتگو کرتے دیکھ کر بحر فکر میں غوطہ زن رہا۔ اس نے دیکھا کہ اوڈی کانگ کسی معاملہ پر بار بار زور دے رہا ہے۔ اور کونٹ سیگاگرس انکار کے انداز سے سر ہلا رہا ہے۔

رچرڈ نے اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا "پیاری اسا بیلا کیا اب میں پھر تمہیں اس دنیا میں نہ دیکھوں گا"۔ آنکھیں ان دو شخصوں پر لگی ہوئی تھیں۔ جو کسی معاملہ پر بحث کر رہے تھے۔ لیکن خیال اسا بیلا پر جما ہوا تھا۔ آخر کار کپتان جنرل نے اپنی وردی کے اندر سے ایک کاغذ نکالا۔ اور اسے دیکھنا شروع کیا۔ رچرڈ اس عمل کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ اسکے تھوڑی دیر بعد کونٹ نے اس کاغذ کو تہ کر کے دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔ اور اوڈی کانگ کو کوئی مختصر سا حکم دیا۔ اس حکم کو پا کر وہ اس مقام کی طرف لوٹا۔ جہاں مارکھم زندگی اور موت کے درمیان لٹک رہا تھا۔ قریب آکر نوجوان افسر نے جس کے چہرہ پر حقیقی خوشی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ ہمارے ہیرو سے کہا "اے صاحب آپ کی جان بچ گئی"۔

"میرے فیاض دوست" رچرڈ نے متعجب ہو کر کہا "آخر وہ کونسا اثر تھا۔ جس سے یہ معجزہ ظہور میں آیا؟"

"میرے دوست یہ بات بمنزلہ راز رہے گی" اوڈی کانگ نے جواب دیا "ہاں۔ اتنا میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ کہ اس معاملہ میں میری کوشش فقط اسقدر تھی۔ کہ میں نے ایک فراموش شدہ واقعہ کی یاد تازہ کرا دی۔ میرے دوست کیمل سکالا میں آپ کی حمایت کے

لئے بعض زبردست طاقتیں موجود ہیں۔ ورنہ کپتان جنرل صاحب ایسے آدمی نہیں ہیں۔ کہ ایسے موقعہ پر آپ کی جان بخشی کرتے۔"

رچرڈ نے دلی جوش کے انداز سے کہا "جیسے کہ نیا فرنش اطالوی دوست میں سب سے بڑھ کر آپ ہی کا شکر گذار ہوں۔ کیونکہ آپ کی کوششوں سے میری جان بچی ہے۔ یقیناً آپ کو مجھے اپنا نام بتانے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔"

افسر نے جواب دیا "میرا نام سیرلو بازانو ہے۔ اور میں کونٹ سٹکرووس کپتان جنرل ارین ٹالی کا دوسرا ایڈی کانگ ہوں۔ لیکن" اُس نے جلدی سے کہا "ہمارے لئے گفتگو کا زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نے آپ کو جو خوشخبری جان بخشی کے متعلق پہنچائی ہے۔ اُس کے مقابلہ میں وہ احکام زیادہ تلخ ہیں۔ جو آپ کی آزادی کے متعلق صادر ہوئے ہیں۔"

مارکھم نے کہا "سینر بازانو آپ کو جو کچھ کہنا ہو۔ بلا تامل کہیئے۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں موت کا حکم سنکر بھی نہیں ڈرا تھا۔ ان حالات میں غیر اغلب ہے۔ کہ میں اُس کم سخت سزا کو سنکر خائف ہوں جو میرے متعلق صادر کی گئی ہو۔"

ایڈی کانگ بولا "مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ آپ کو مونٹوئی میں پہنچا دیا جائے۔ جہاں آپ کو ایک ایسے حاکم کے سپرد کیا جائیگا۔ جو کپتان جنرل سے بھی اونچا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن پہلے میں کونٹ کے ڈاکٹر کو لاتا ہوں۔ کہ وہ آپ کے زخم کی دیکھ بھال کرے۔"

نیا فرنش نوجوان افسر پھر ایک بار واپس گیا۔ اور چند منٹ کے عرصہ میں کونٹ کے اپنے ڈاکٹر کو ساتھ لئے لوٹا۔

ڈاکٹر نے رچرڈ کے زخم کی دیکھ بھال کی۔ معلوم ہوا۔ کہ کندھے اور کہنی کے درمیان گولی گوشت کے اندر سے گذر گئی ہے۔ زخم میں درد تو تھا۔ لیکن وہ خطرناک نہ تھا۔ ڈاکٹر نے بڑی احتیاط سے اس پر پٹی باندھ دی۔ اس کے بعد بازانو نے ہمارے ہیرو سے مخاطب ہوکر کہا "مسٹر مارکھم اب مجھے آپ کو مونٹوئی لے چلنا ہے۔ میں وہاں آپ کو ایک قیدی کی حیثیت میں نہ لے جاؤں گا۔ آپ بہادر آدمی ہیں۔ اور بہادر ہر جگہ عزت کا مستحق ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں آپ کے لئے کونٹ اور اُس لمبے افسر کے رو برو جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ جواب دہ ہوں۔ جو بہادر ہو۔ وہ عزت دار بھی ہوتا ہے۔ اس لئے میں آپ سے صرف اتنا وعدہ چاہتا ہوں۔ کہ آپ فرار ہونے کی کوشش نہ کرینگے۔ اسکے بعد

ہم مونٹولی کی طرف روانہ ہوں گے"!
رچرڈ کہنے لگا "میں اس بات کا ایمانداری سے اقرار کرتا ہوں۔ کہ جب تک آپکی حوالگی میں ہوں۔ میری طرف سے فرار کی کوئی کوشش عمل میں نہ آئے گی۔ البتہ جس وقت آپ کی حوالگی کا کام ختم ہو جائے۔ تو میرا وعدہ بھی قایم نہ سمجھنا چاہیئے"۔
"منظور ہے" بازانو نے کہا۔
اس کے بعد ایڈی کانگ نے ایک سپاہی کو حکم دیا۔ کہ "میرا گھوڑا اور اس کے علاوہ ایک اور گھوڑا ان کے لئے لے آؤ۔ کیونکہ رچرڈ کا گھوڑا میدان جنگ میں زخمی ہو چکا تھا۔
رچرڈ کہنے لگا "سینئر بازانو آپ نے بے حد احسانات کئے ہیں۔ اُن سے جرأت پا کر میں ایک اور رعایت کا طلبگار ہوتا ہوں۔ اس افسوسناک مہم میں ایک اور جوان بھی میرے ساتھ شریک تھا۔ اُس کی بیوی اور ایک بچہ موجود ہے۔ والدین بھی حیات ہیں۔ اگر اُسے کوئی سانحہ پیش آیا۔ تو اُس کے پسماندگان پر قہر ٹوٹ پڑے گا"۔
بازانو نے پوچھا" وہ کون ہے؟
"وہ دیکھئے۔ ایک قیدی کی حیثیت میں اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپائے فرش زمین پر بیٹھا ہے" یہ کہتے ہوئے رچرڈ نے اُس طرف کو انگلی اُٹھائی۔ جہاں بدنصیب جیمسی تھوڑے فاصلہ پر طرح طرح کے رنج والم میں مبتلا بیٹھا تھا۔
ایڈی کانگ جو ایک طویل القامت شکیل اور پھرتیلا جوان تھا۔ تیسری بار پھر واپس گیا۔ اس اثنا میں کونٹ سینٹا گروس اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ماتحتوں کو ساتھ لئے میدان کارزار کا معائنہ کرنے۔ مرے ہوؤں کے دفن اور قیدیوں کے بندوبست کے متعلق احکام جاری کرنے کے لئے میدان کی طرف چلا گیا تھا۔ سینیور بازانو نے مڑ کر کے قریب جا کر کہا" نوجوان آدمی تم میرے ساتھ ساتھ چلے آؤ۔ تمہیں بھی اپنے آقا کے ساتھ چلنا ہے"۔ پھر اُس نے پہرہ دار سے مخاطب ہو کر کہا "میں اس شخص کے متعلق کپتان جنرل کے روبرو جواب دہ ہوں"۔
چہرہ دار نے کوئی حجت نہ کی۔ اور مڑ کر افسر مذکور کے ساتھ اُس مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں رچرڈ اور کیسل سکالا کے دو سپاہی کھڑے تھے۔ جن کا اس پر پہرہ تھا۔
اتنے میں تیسرا گھوڑا لایا گیا۔ اور چند منٹ کے عرصہ میں ایڈی کانگ۔ ہمارا ہیرو اور

موور کر تینوں اوسور کی جانب روانہ ہوئے۔ موور کر کو یہ معلوم کرکے کہ میری اپنی اور میرے آقا کی جانیں سلامت ہیں۔ جسقدر خوشی ہوئی۔ اُس کی کیفیت بیان کرنا محال ہے۔ میریو بازانو کا طرز عمل بھی اُن کے ساتھ بہت کچھ دوستانہ رہا۔

رچرڈ سے مخاطب ہو کر اس نے کہا" چونکہ میں آپ کو فکر کی حالت میں رکھنا نہیں چاہتا اس لئے اطلاع دیتا ہوں۔ کہ مونٹوئی میں آپکے لئے کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔ وہاں آپ کے ذی اثر دوست موجود ہیں۔ غالباً آپ کو تھوڑی مدت کے لئے قید رہنا پڑے گا یا شاید کوئی اور خفیف سی سزا دی جائے۔ مجھے اُمید ہے۔ کہ میرا یہ قیاس غلط نہوگا۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا"

رچرڈ بولا" ہمارا مستقبل خواہ کچھ ہو۔ بہرحال مرتے دم تک آپ کی عنایات نہ بھولینگی ہاں میرے فیاض دوست یہ تو بتاؤ۔ ان بدنصیب قیدیوں کا کیا حال ہوگا؟"

میریو نے کہا" اس مہم کے دونوں سرغنہ میدان جنگ میں مارے جاچکے ہیں ورنہ اُن کی سزا دہی ہوتی۔ جو غداروں کی ہوتی ہے۔ باقی رہا ان قیدیوں کا حال۔ جو غلط فہمی میں مبتلا ہوکر اس مہم میں شریک ہوئے۔ انھیں یقیناً ایرن ثانی بینیلا اور سٹیلا کے قلعوں اور بعض جیلخانوں میں طویل عرصہ کے لئے زیر حراست رکھا جائے گا۔ ایڈی کاکمگ کی زبانی اس قسم کے سخت الفاظ اُن شخصوں کے متعلق جو اُس کی مہم میں شریک تھے رچرڈ کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ لیکن یہ جان کر کہ وہ اپنے آقا کا وفادار نوکر ہے۔ نیز اُن حمایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اُس نے اُنکے اپر کی تھیں۔ رچرڈ نے خاموشی کو ہی بہتر سمجھا۔ تھوڑے عرصہ میں یہ لوگ اوسور کے ایک ہوٹل میں پہنچ گئے۔ جہاں انہوں نے پہلے کھانا کھایا۔ اور اُس کے بعد مارکھم کو اُس کی وردی کی بجائے سادے کپڑے پہنا دیئے گئے۔ تاکہ اُس کے غیر معمولی لباس کو دیکھکر لوگوں پر برا اثر پیدا نہ ہو۔ موور کر نے وہ وردی پہنی ہی نہ تھی۔

کھانے سے فراغت پاکر لفٹنٹ بازانو نے چار گھوڑوں والی کرایہ کی گاڑی منگوائی اور تھوڑی دیر میں یہ تینوں اس میں سوار ہوکر صدر مقام مونٹوئی کی طرف روانہ ہوئے راستے میں رچرڈ اور ایڈی کاکمگ کے درمیان جو گفتگو ہوتی رہی۔ اُس کی بدولت ایک دوسرے کی عزت دونوں کی نظروں میں اور بھی بڑھ گئی۔ یہانتک کہ جسوقت یہ منزل مقصود

پر پہنچے تو ان میں ایک قسم کی گہری دوستی۔ اور ایک کو دوسرے کے معاملات سے غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ بازالونے ہمارے ہیرو کو اطلاع دی۔ کہ آپ کے حملہ کا علم کچھ عرصہ پہلے سے کپتان جنرل ابرانٹائی کو ہو گیا تھا۔ لیکن وہ یہ نہ بیان کر سکا۔ کہ اُسے یہ اطلاع کہاں سے حاصل ہوئی تھی۔ بہرحال دو ہفتہ پہلے سے اس قسم کی تیاریاں کی جاتی رہی تھیں۔ کہ جس وقت حملہ آور ساحل کیپل سکالا پر اُتریں۔ اُن کے مقابلہ کا پورے طور سے انتظام کیا جائے۔ ان باتوں سے رچرڈ کو یقین ہو گیا۔ کہ ہمارے فریق میں سے کسی شخص نے ضرور غداری کی ہے۔

بارھواں باب قصر شاہی

رات کے نو بجے تھے۔ کہ گاڑی کیپل سکالا کے صدر مقام میں داخل ہوئی۔ مانکر رچرڈ اُسوقت ایک قیدی کی حالت میں تھا۔ اُسکے سارے منصوبے خاک میں مل چکے تھے۔ اُسکی امیدیں یاس میں بدل چکی تھیں۔ پھر بھی جسوقت گاڑی شہر کے اندر داخل ہونے لگی۔ تو رچرڈ کے دل میں اس خیال نے قدرتی طور پر غیر معمولی امنگیں پیدا کر دیں۔ کہ یہی میری جان سے پیاری اسابیلا کا مقام ولادت ہے۔

شہر وہی تھا۔ جسے دیکھنے کو اس کی آنکھیں ترستی تھیں۔ مگر آہ! اسوقت وہ کس حالت میں شہر کے اندر داخل ہونے لگا تھا!

کہاں تو یہ امیدیں کہ میں ایک فاتح فوج کو ساتھ لے کر محب وطن گریشیا اور شجاع مور ڈسینو کے ساتھ شہر میں داخل ہو کر البرٹو کے گرینڈ ڈیوک کیپل سکالا ہونیکا اعلان کروں گا۔ اور ہر طرف سے لوگ ہمیں دیکھ کر نعرہ ہائے تحسین بلند کریں گے۔ اور کہاں یہ یہ حالت کہ خود ایک فوجی افسر کے زیر حراست ہے۔ اور جہانتک قیاس مدد دے سکتا ہے جیلخانہ کو جا رہا ہے۔

گریشیا اور مور ڈسینو کی یاد نے جو اس مہم میں اُس کے ساتھی تھے۔ مارکیس کے دل پر اور بھی گہرا اثر کیا سوچنے لگا۔ وہ اسوقت کہاں ہیں؟ وہ غریب تو مارے گئے۔ اور باقی افسر ایک دشمن فاتح کے ہاتھ آچکے ہیں۔ معلوم نہیں۔ وہ اُن کیساتھ کیا سلوک کرے؟

افسوس! مارکھم کی امیدیں کس طرح خاک میں مل گئیں! اُس کے راحت آمیز خواب کس طرح شکست اور تباہی کی افسوسناک حقیقت میں بدل گئے! اور اب اُسے خیال آیا۔ کہ میں اُس مقصد سے جو ان تمام مشکلات میں میرے لئے شمع ہدایت کا کام دے رہا تھا۔ کسقدر دُور پہنچ چکا ہوں۔ کیونکہ موجودہ حالات میں اسٹابیلا کو کبھی اپنا کہنے کے قابل ہونیکی امید بالکل ہی منقطع ہو چکی تھی۔ اسٹابیلا کے والد نے شروع سے ہی اس جماعت کے منصوبوں کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ اور گو کامیابی کی صورت میں امید تھی وہ انہیں معافی دے دیگا۔ مگر موجودہ حالات میں اسے اس خوفناک شکست کے پسماندگان کو معافی ملنا بھی غیر ممکن نظر آتا تھا۔

ان مایوسی بخش خیالات نے اُن راحت آمیز اُمنگوں کو جو رچرڈ کے دل میں سونٹوں کے اندر داخل ہوتے وقت پیدا ہوئی تھیں۔ فوراً ہی زائل کر دیا۔

گاڑی شہر کے جنوبی حصہ سے گذرتی ہوئی دریائے ٹیبر کے شاندار پل پر گذری۔ اور شہر کے اُس عالیشان فیشن ایبل حصہ میں داخل ہوئی۔ جو دریا کے شمال میں واقع ہے۔ اور یہاں تھوڑی سی دیر چلکر ایک ہوٹل کے قریب ٹھہر گئی۔

میرلو بازانو نے کہا "ہمیں یہاں اترنا ہوگا"۔

"لیکن یہ جیلخانہ تو نہیں ہے"۔ رچرڈ نے کہا

اینجلیکا نگ نے ہنس کر جواب دیا "میں نے کب یہ کہا تھا۔ کہ آپ کو جیلخانہ لئے جا رہا ہوں؟"

ہمارے ہیرو کو یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ کہ میرے ساتھ جس پر حاکم وقت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرنیکا الزام ہے۔ غیر معمولی نرمی کا سلوک کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا "سینیر آپ نے اپنی گفتگو میں میری حراست کا ذکر تو کیا تھا"۔

بازانو نے جواب دیا "ممکن ہے آپ کو زیر حراست رکھا جائے یا نہ رکھا جائے بہر حال سردست ہمیں یہیں اُترنا ہے۔ اور ہاں اس بات کو نہ بھولئے گا۔ کہ جبتک آپ میرے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرار نہ ہونیکا اقرار کیا ہوا ہے۔ میرے خیال میں ہوٹل والوں پر یہ ظاہر کرنیکی ضرورت نہیں۔ کہ آپ کون ہیں اور میرے ساتھ کس لئے آئے ہیں"۔

مارکھم نے کہا "میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ اور اطمینان رکھئے۔ کہ میں بھی اپنے وعدہ

سے انحراف نہیں کرتا"

اس قدر گفتگو کے بعد تینوں گاڑی سے اُترے۔ اور ہوٹل کے ایک پرائیویٹ کمرہ میں داخل ہوئے۔ جہاں بازالو نے کچھ سامان خوراک منگایا لیکن خود دو ایک نوالے کھا اور شراب کے چند گھونٹ پی کر یہ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔ "مجھے ایک گھنٹہ بھر کے لئے کام ہے۔ مہربانی سے میری واپسی تک سو نہ جائیے گا"

مارکھم نے کہا "بہتر ہے" اور جس وقت ایڈی کاٹاٹ کمرہ سے باہر چلا گیا۔ تو کہنے لگا "اگر یہ میرا بازالو کی خصلت کیسل سکالا کے لوگوں کا نمونہ بھی جا سکتی ہے۔ تو اس میں کلام نہیں۔ اس ملک کے باشندے قابلِ تعریف قوم ہیں"

مورگر بولا "مسٹر مارکھم معلوم ہوتا ہے۔ اس ملک میں کوئی خاص طاقت آپکا نگہبان ہے"

ہمارے ہیرو نے کہا "میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میں خود ان واقعات کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ یعنی اس وقت جبکہ پھانسی کی رسّی میری گردن میں ڈال دی گئی تھی محض میرے نام سے میری زندگی بچ گئی۔ اور جو دشمن تھا۔ گہرا دوست بن گیا۔ جائے غور ہے کہ ایران ثانی کا تند خو کپتان جنرل بھی بجائے ہمیشہ دلی مدبر مہربان ہوگیا۔ پھر یہ بات کچھ کم تعجب خیز نہیں۔ کہ بجائے پابزنجیر کئے جانے کے میری حفاظت کا بھی انتظام نہیں کیا جاتا اور کیا ایسے بھری ہوئی بندوق رکھنے والے دو سپاہی محافظ مقرر کرنیکے میرے وعدہ کو کافی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔ جو شخص میرا محافظ تھا۔ وہ بھی ایک گھنٹہ کے لئے محض اتنا کہکر کہیں چلا جاتا ہے کہ میری واپسی تک سو نہ جانا۔ یقیناً کوئی مخفیہ طاقت ہی یہاں کام کر رہی ہے" پھر اس انداز سے گویا مورگر کو مخاطب کرنے کی بجائے خود اپنے دل سے مخاطب ہو۔ اس نے کہا "اس میں شک نہیں۔ چند سال گزرے۔ میری اس عورت سے جو اب اس ملک کی ملکہ ہے۔ لندن میں ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن یہ کب ممکن ہے۔ کہ میری ہستی اُسے یاد ہو۔ یا اگر یاد بھی ہو۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ مجھ ناچیز کے متعلق کسی قسم کی دلچسپی ظاہر کرے"

اسی قسم کے خیالات کی الجھن میں کسی خاص نتیجہ تک پہنچنے کی بے سود کوشش کرتا ہوا مارکھم کمرہ میں ٹہلتا رہا۔ گھنٹہ بھر میں نوجوان ایڈی کاٹمٹ واپس آگیا۔ اور کہنے لگا "مسٹر مارکھم۔ آپ مہربانی سے تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ چلئے" پھر مورگر سے مخاطب ہوکر اس نے کہا "تم نے ہماری واپسی تک یہیں ٹھیرنا"

بیچرڈ بازانو کے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ اور یہ دونوں ہوٹل سے باہر نکلے۔
اب رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ اور ہر چند کہ دوکانیں اکثر بند ہو چکی تھیں۔ مگر قہوہ خانوں۔ کلبوں اور رسٹارنٹوں کی کھڑکیوں سے روشنی کی تیز شعاعیں نکل رہی تھیں مارکھم نے راستہ چلتے اپنے ساتھی سے کہا "کیا معاملہ ہے۔ کہ بازاروں میں فوجی سپاہی گشت لگا رہے ہیں۔ اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پہرہ دار متعین ہیں؟"
اڈری کانگ نے جواب دیا "آج صبح کے حملہ کی خبر چند گھنٹے ہوئے یہاں پہنچی۔ اور میں آپ سے یہ بات چھپانا نہیں چاہتا۔ کہ اس پہرہ کے انتظام سے پہلے شہر میں غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی کیفیت اسوقت سنی۔ جب میں ہوٹل میں آپ سے رخصت ہو کر ایک گھنٹہ کے باہر آیا تھا۔"
مارکھم بولا "ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گرینڈ ڈیوک کو لوگوں میں بالکل ہر دلعزیزی حاصل نہیں۔"

اس کا بازانو نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن اس کے انداز سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ اس خیال کی تردید نہیں کر سکتا۔ مگر وہ چونکہ شاہی ملازمت میں تھا۔ اس لئے تائید بھی نہ کر سکتا تھا۔

پاؤ گھنٹہ پاپیادہ تیزی سے چلنے کے بعد یہ دونوں ایک وسیع چوک میں پہنچے۔ جسکے چاروں طرف عظیم الشان عمارات کی کھڑکیوں سے روشنی کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ ان عمارات کی طرف اشارہ کر کے میریو نے کہا "یہ شاہی محلات ہیں۔" اس کے بعد وہ اپنے ہمراہی سمیت چوک سے گذر کر ایک چھوٹے سے دروازہ کے قریب پہنچا۔ جو اس عظیم الشان عمارت کے ایک کونہ میں بنا ہوا تھا۔ یہاں پہنچکر اُس نے آہستگی سے دستک دی۔ اور ایک لانبے قد کے وردی پوش نوکر نے دروازہ کھول دیا۔ ان دونوں کو ساتھ لئے ایک چھوٹے سے برآمدہ سے گذرا جس میں نہایت تیز روشنی تھی۔ اس کے سرے پر ایک تیمک چوبی زینہ بنا ہوا تھا جس پر قالین بچھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کسی نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا تھا۔ یہاں پہنچکر نوکر نے ان دونوں نوجوانوں کو جھک کر سلام کیا۔ اور بازانو آگے آگے اس زینہ پر چڑھنے لگا جس کے دو رویہ سنگ مرمر کے بُت بنے ہوئے اور ان کے ہاتھوں میں فانوس پکڑے ہوئے تھے۔ زینہ کے اوپر پہنچے۔ تو ایک اور سیاہ

پولیس ملازم نے جس کے گلے میں سونے کی ایک بھاری زنجیر تھی۔ ان کا استقبال کیا۔ دروازہ کھول کر اس نے انہیں ایک کمرہ میں داخل کیا۔ اور بیٹھنے کی درخواست کی۔ اسکے بعد خود ایک اور دروازہ کی راہ سے جو بالمقابل بنا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے باہر چلا گیا۔ لیکن جلدی ہی واپس آکر اس نے مارکھم سے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔

مارکھم اس کے ساتھ بہت سے شاندار کمروں میں سے گذرا۔ جن میں نہایت تیز روشنی تھی۔ مگر کوئی متنفس موجود نہ تھا۔ آخر کار وہ شخص ایک ایسے کمرہ میں ٹھیر گیا۔ جو باقیوں سے نسبتاً چھوٹا لیکن آرائش میں ان سب سے بڑھا ہوا تھا۔ اور اس کے بعد ہمارے ہیرو سے بیٹھنے کی درخواست کر کے خود اس دروازہ کی راہ سے واپس چلا گیا۔ جس میں سے یہ دونوں اندر داخل ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر کے لئے رچرڈ تنہا بیٹھا مختلف معاملات پر غور کرتا رہا۔ وہ اسوقت کیسل سکالا کے شاہی محلات میں تھا۔ لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ کہ مجھے اس جگہ کیوں لایا گیا ہے؟ کیا گرینڈ ڈیوک کا منشا صبح کے واقعات کی نسبت مجھ سے سوالات پوچھنے کا ہے۔ یا مجھے اس رفیع الشان ہستی سے ملامت کروانا مقصود ہے جسکے خلاف میں نے بلاوجہ ہتھیار اٹھائے۔ پھر اسے یہ بھی خیال آیا۔ ممکن ہے۔ میرے متعلق کوئی سازش کی گئی ہو۔ لیکن اس خیال کو اس نے فوراً ہی دل سے نکال دیا۔ کیونکہ اس نے سوچا میں حکام کے اختیار میں ہر قسم کے مقابلہ کی طاقت سے محروم ہوں۔ اس لئے اگر سزا دینا ہی مطلوب ہوتا۔ تو کسی پردہ داری یا سازش کی ضرورت نہ تھی۔

پھر اسے گرینڈ ڈچس کا خیال آیا۔ اور سوچنے لگا۔ کیا یہ ممکن ہے۔ اسے معلوم ہو گیا ہو۔ میں اس مہم میں شریک ہوں۔ اور اسے میرا نام اب تک یاد ہو؟ کیا اسی کی وجہ سے میرلیو بارانو نے میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا ہے۔ جو اپنی نرمی کے اعتبار سے ناقابل فہم ہے۔ تعجب ہے کہ ملکہ کو میرے معاملات سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔

وہ اس قسم کے خیالات کی الجھن میں تھا۔ کہ کمرہ کے دوسری طرف کا دروازہ کھلا۔ اور ایک خاتون جس نے نہایت شاندار پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ اور ہیروں کا ایک تاج اس کی پیشانی پر چمک رہا تھا۔ شاہانہ انداز سے کمرہ میں داخل ہوئی۔

رچرڈ مارکھم کے لئے اس پر ایک نظر ڈالنا کافی تھا۔ اس ایک نظر میں ہی اس

نے پہچان لیا۔ کہ یہ وہی حسینہ ہے جسے پانچ سال پہلے میں نے مسز آرنگٹن کے مکان پر مردانہ لباس میں دیکھا تھا۔ اور جس کے حیرت خیز حالات زندگی کا علم مجھے بعدازاں جیلخانۂ نیوگیٹ میں ہوا تھا۔ جہاں اُسوقت یہ بھی زیر حراست تھی۔

ہاں۔ اُس نے ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ کہ یہ الزا اسنڈلی ہے۔ اور یہ معلوم کر کے اُس نے فوراً گیسل سکالا کی ملکہ کے سامنے ادب کے ساتھ سر جھکایا۔

ہر چند کہ اسوقت الزا کی رنگت نسبتاً زرد تھی۔ اور افسردگی کا وہ نشان جو دو سال کے عرصہ حراست میں اُس کے چہرہ پر نمودار ہوا تھا۔ اب گہرا اثر اختیار کر چکا تھا۔ تاہم اس کا حسن اسوقت بھی بے مثال تھا۔ اُس کی صورت بوجہ حسن کے ساتھ ایک عجیب شان رعنائی حاصل کر چکی تھی۔ وضعداری میں وہی سابقہ اثر موجود تھا۔ اور اُس کی آنکھوں میں اُس بلند اور بے عیب پیشانی پر نیکی اور پاکیزگی کا ستارہ چمک رہا تھا۔

لاکلام وہ بے عیب پیشانی ہر لحاظ سے اُس تاج شاہانہ کے لئے موزوں تھی۔ جو اس وقت اس کے ریشم کے ایسے ملائم چمکدار بھورے بالوں پر زیبا تھا۔ اُس کے خرام میں انداز وقار پایا جاتا تھا۔ اور ہم آہنگی اس خرام نازکا جوہر تھی۔ تاہم اُس کے انداز میں نخوت کا اثر موجود نہ تھا۔ بلکہ ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ بہ حیثیت ایک ملکہ اور ایک نیک سیرت خاتون کے اُس ادب اور احترام کو پوری طرح سمجھتی ہے۔ جو اُس کے اعلےٰ رتبے کے ہر طرح شایان شان تھا۔

جس وقت مارکھم اسے کمرہ میں داخل ہوتے دیکھ کر اپنی نشست سے اٹھا۔ تو اس نے نہایت شیریں آواز اور مشفقانہ انداز سے کہا۔ "مسٹر مارکھم بیٹھ جائیے" اور اُس کے بعد خود تھوڑے فاصلہ پر ایک صوفہ پر بیٹھتے ہوئے اُس نے کہا "میں اس سے پہلے بھی تم سے ایک موقعہ پر مل چکی ہوں۔ لیکن اس کا اسوقت مجھے مطلق علم نہ تھا۔ کہ ہماری دوسری ملاقات ایسے عجیب و غریب حالات میں ہوگی"۔

مارکھم نے مودبانہ لہجہ میں استقلال کے ساتھ کہا "میں یور سیرین ہائنس کا مطلب اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ ہماری موجودہ ملاقات اس حیثیت میں ہے۔ کہ حضور ایک تاجدار ملکہ ہیں۔ اور میں ایک قیدی۔ جس کے متعلق آپ کو کلی اختیارات حاصل ہیں"

"بیشک مسٹر مارکھم واقعہ یہی ہے" ملکہ نے نیم تبسم ہو کر کہا "لیکن یہ نہ سمجھو میں

نے تمہیں کسی ملامت کے لئے یہاں بلایا ہے۔ تم نے جو کام اختیار کیا۔ اُس میں تم اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے تھے۔ اور اس لئے تم اُن گمراہ شخصوں کے ساتھ شریک ہوئے جنہوں نے آج صبح دشمن کی حیثیت میں اس سرزمین پر قدم رکھا۔ انگلستان میں مجھے پہلے ایک کارکن سے تمہاری فطرتاً اور قابلِ تعریف خصلت کے متعلق جو اطلاع موصول ہوئی ہے۔ وہ ہر طرح اطمینان بخش ہے۔ اور اسی لئے میں نے کچھ عرصہ ہوا۔ مختلف حکام کے نام اس قسم کے احکام صادر کر دیئے تھے۔ جن کی بدولت آج صبح مسٹر لنڈی یان بچ گئی اور اُن لوگوں نے جن کے تم زیرِ حراست تھے۔ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ تم نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ میدانِ کارزار میں [illegible] دی اور میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں۔ کہ بہادری کا جوہر دشمن میں بھی ہو تو قابلِ تعریف ہے۔"

مارکھم نے کہا "میں یور ہائینس کی عنایات بے نہایت کا دل سے شکرگزار ہوں۔ خصوصاً اُن حالات میں جن کی نسبت میری رائے خواہ کچھ بھی ہو۔ بہر صورت وہ مجھے حضور کی نظروں میں اچھا ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں سمجھے جا سکتے۔"

ملکہ کہنے لگی "مسٹر مارکھم۔ تم انگریز ہو۔ اور تمہارے متعلق رعایت برتنے کی میرے لئے یہ بھی ایک خاص وجہ ہے۔ کیونکہ میرا اس ملک سے خواہ کچھ بھی تعلق ہو۔ پھر بھی میں اپنے وطن کی یاد کو دل سے محو نہیں کر سکتی۔ دو ہم وطن دنیا کے کسی بھی حصہ میں خواہ کیسے حالات میں ایک دوسرے سے ملیں۔ اُن میں وطنیت کی محبت ضرور ہوتی ہے۔ دوسری وجہ تم سے رعایت ہونے کی یہ ہے۔ کہ میں تمہارے حالاتِ زندگی سے بہتر واقف ہوں۔ جتنا تم سمجھتے ہو۔ کیا تمہیں وہ گمنام چٹھی یاد ہے۔ جو تمہارے والد آنجہانی کو چند سال گذرے ... غالباً [illegible] میں موصول ہوئی تھی۔ اور اس میں اُن کو اس بات کی اطلاع دی گئی تھی۔ کہ آپ کے مکان میں چوری کی واردات ہونے والی ہے؟"

مارکھم اس واقعہ کا ذکر سن کر حیران ہوا۔ کیونکہ یہ واقعہ اُس وقت سے تھوڑا عرصہ پہلے پیش آیا تھا۔ جبکہ وہ ہمالیہ کی چوٹی پر اپنے بھائی سے جدا ہوا۔ متعجب ہو کر کہنے لگا "میں سمجھا نہیں حضور کا اشارہ کس چٹھی کی طرف ہے۔"

ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا "وہ چٹھی خود میں نے لکھی تھی۔"

"حضور نے!" مارکھم نے اور زیادہ متعجب ہو کر کہا

"ہاں مسٹر مارکھم میں نے" ملکہ کہنے لگی "میں نے ہی یہ اطلاع تمہارے والد کو بھیجی تھی۔ بعض حالات اس قسم کے پیش آئے تھے۔ جن کی وجہ سے میں دو بدمعاشوں کی گفتگو سن سکی۔ جن کے مکان میں میں نے طوفان باران کے طوفان میں محض اتفاقیہ طور پر پناہ حاصل کی تھی۔ اور جن کے ہاتھوں میری جان بال بال بچی۔ لیکن میرے خیال میں اُن واقعات کو دہرانا لاحاصل ہے۔ میں نے اس کا ذکر تم سے محض اس لئے کیا۔ کہ تم جان لو میں تمہارے خاندان سے پرانی واقفیت رکھتی ہوں۔ اس واقعہ کے چار سال بعد میری ملاقات تم سے ایک خاتون کے مکان پر ہوئی۔ جو میرے ساتھ مہربانی کا سلوک کرتی رہی ہے۔ اور اب کونٹس آف وارگنٹن کا رتبہ حاصل کر چکی ہے۔"

رچرڈ نے کہا "ہاں حضور مجھے یہ واقعہ بھی یاد ہے۔"

"اس کے بعد" ملکہ نے اپنی آواز دبا کر کہا "اس کے بعد ہم دونوں ایک ایسے مقام پر ملے۔ جس سے تم غالباً مجھ سے بھی کم مستحق تھے۔ مگر خدا جانتا ہے کہ مجھے انہیں افسوسناک معاملہ میں لپیٹنے کے لئے گہری چالبازی سے کام لیا گیا تھا۔"

مارکھم بولا "حضور نے یہ بھی سن لیا ہوگا۔ کہ جو الزام مجھ پر لگایا گیا۔ میں خود اس سے بے قصور تھا۔"

ملکہ کہنے لگی "میں نے اسی وقت تمہیں بے گناہ سمجھا تھا۔ اور اس کے بعد انگلستان میں میرا جو کارکن موجود ہے۔ اس کی زبانی ان خیالات کی مزید تصدیق ہو چکی ہے۔" پھر ملکہ نے ایک خاص انداز سے مسکرا کر کہا "میں اُن مقاصد سے بھی بے خبر نہیں ہوں۔ جن کے باعث تم ایک شجاع نبرد آزما کی حیثیت میں اس حملہ میں شریک ہوئے تھے۔"

مارکھم سمجھ گیا۔ کہ ملکہ کا اشارہ کس طرف ہے۔ اور کہنے لگا "مجھے یقین ہے حضور اپنے شبہات سے ایک جلاوطن خاندان کے متعلق کوئی بے جا خیالات پیدا نہ ہونے دیں گے۔"

ملکہ بولی "ہرگز نہیں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے۔ پرنس البرٹو اس مہم کے حامی نہ تھے۔" پھر اس نے دوبارہ اسی خاص انداز سے مسکراتے ہوئے کہا "مجھے اس کا بھی یقین نہیں کہ ان کی حسین بیٹی نے تمہیں اس دیوانہ وار مہم میں شریک ہونے کی اجازت دی ہو مسٹر مارکھم شاید اب تمہیں معلوم ہو چلا ہو۔ کہ میں تمہارے حالات سے اس سے بہت زیادہ

واقفیت رکھتی ہوں رچینڈ کہ تم خیال کرتے ہو۔ اور تم شاید یہ سنکر متعجب ہو گے۔ کہ گو میں نے کبھی پرنس البرٹو اور اُن کے متعلقین کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ تاہم میرے دل میں اُن کا پورے طور سے ادب اور احترام ہے۔ لیکن الزا نے آنسو کا ایک قطرہ پونچھتے ہوئے کہا " مجھے سب سے زیادہ رنج آج سہ پہر کو یہ معلوم کر کے ہوا۔ کہ میرا صادق دوست جنرل گریشیا صبح کی مہم میں مارا گیا "

رچینڈ کہنے لگا " جنرل گریشیا نے مجھ سے حضور کی بارہا تعریف کی تھی "

ملکہ نے ذرا وقفہ کے بعد جس میں وہ بظاہر کسی گہری سوچ میں تھی۔ کہا " مسٹر مارکھم یہ نہ خیال کرو۔ کہ کچھ مدت سے کیسل سکالا کی سیاسی تاریخ میں سختی اور جلا وطنی کی جس حکمت عملی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ میں اس کی ذرا بھی حامی ہوں۔ نہیں مسٹر مارکھم اپنی ہموطن عورت کے متعلق کبھی یہ خیال نہ کرنا۔ کہ وہ جائز آزادی کی مخالف ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان معاملات پر بحث کرنا لاحاصل ہے۔ تم اچھی طرح جان سکتے ہو۔ کہ اس جگہ مجھی کو سارے اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ ورنہ " اس نے آہ بھر کر کہا " معاملات کی صورت اس سے مختلف ہوتی۔ لیکن وقت گذرتا جا رہا ہے۔ اور میں نے ابھی تم سے اُس واقعہ کا ذکر نہیں کیا جس پر گفتگو کی خاطر میں نے اب تمہیں یہاں بلوایا تھا۔ یعنی تمہاری موجودہ حالت کے متعلق۔ تم میری زبانی سن چکے ہو۔ کہ میں تمہارے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اور کئی ایک وجوہ ہیں جن کے باعث مجھے تمہارے معاملات سے دلچسپی ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے تھوڑی دیر پہلے کہا۔ میرے اختیارات لامحدود نہیں ہیں۔ اور گو کونٹ سنکا کر دس اور اُس کے افسروں کے نزدیک میری پوشیدہ خواہشات احکام کا درجہ رکھتی ہیں۔ تاہم اگر گرینڈ ڈیوک کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ حملہ آوروں میں سے ایک شخص اُس کے ملک میں سزا سے بچکر آزاد پھر رہا ہے۔ تو وہ یقیناً انتقام لئے بغیر نہ رہے گا۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ میں اس کی سختی کو کم کر سکتی ہوں۔ جیسا کہ میں باقی بدنصیب قیدیوں کے متعلق کرونگی "

مارکھم نے دلی جوش کے ساتھ کہا " خدا کا شکر ہے کہ حضور کو اُن بدنصیبوں کی حالت پر رحم محسوس ہوتا ہے۔ آپ کی زبانی یہ اطمینان حاصل کر کے میرے دل سے بہت سا بوجھ اُٹھ گیا ہے "

جونہی الزا اول مرتبہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ تو رچرڈ نے سرسری طور سے سر جھکایا تھا

بجھا تھا - لیکن اسوقت وہ اس نیک اور پاکباز خاتون کی رحم دلی سے اس درجہ متاثر ہوا - کہ اس نے بے اختیار اُنکے سامنے دوزانو ہوکر ادب سے سر جھکا لیا -
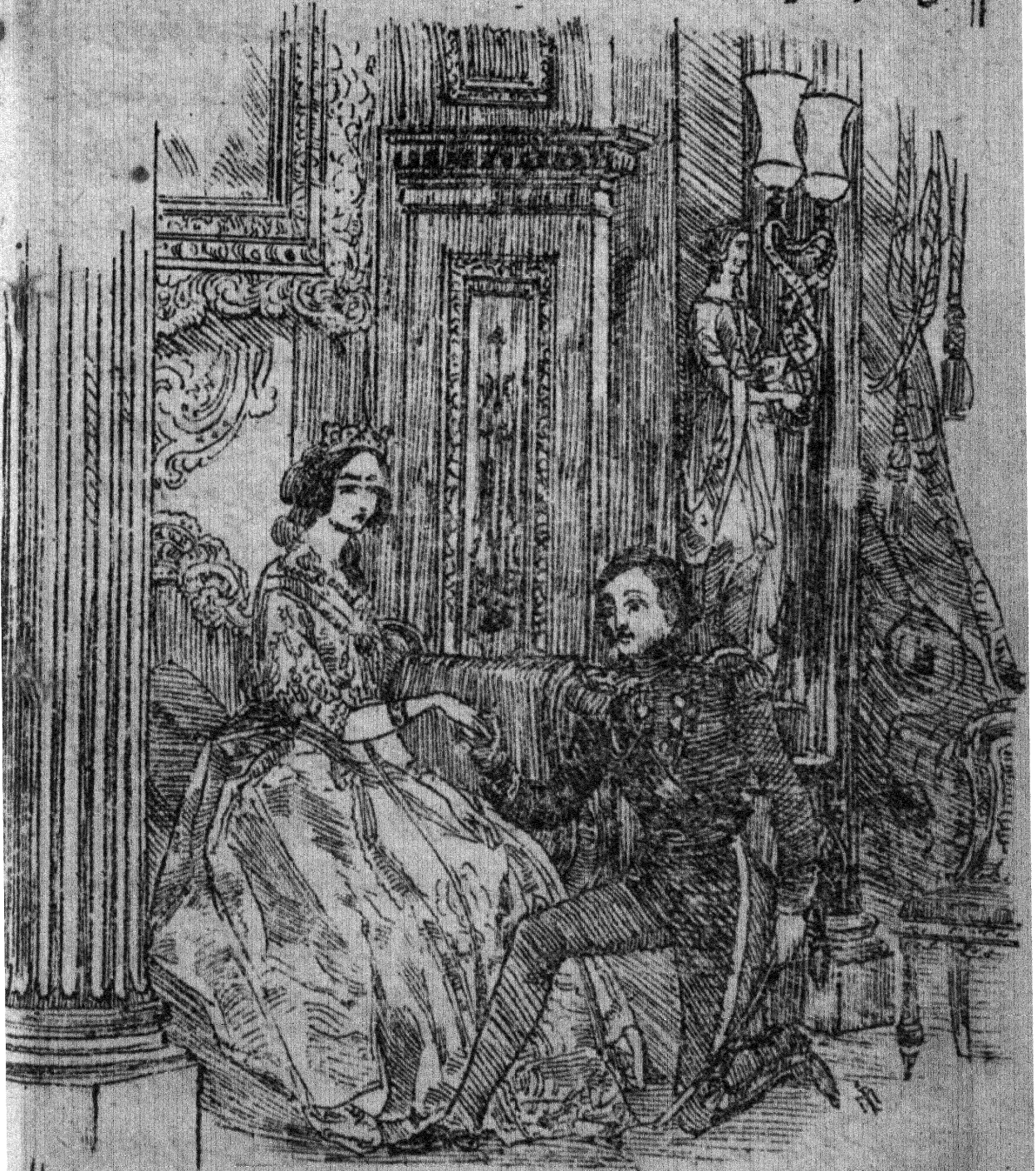
(اس نے بے اختیار دوزانو ہوکر ادب سے سر جھکا لیا)

الزا نے اس اظہار شکرگذاری کو اطمینان کی نظر سے دیکھا - یہ اُس کی نیکی کا بہترین معاوضہ تھا - اُس نے اپنا ہاتھ رچرڈ کیطرف بڑھایا - جسکو اس نے ادب کے ساتھ اپنے لبوں سے لگا لیا - پھر وہ اُٹھکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا -

آہ! وہ لمحہ کسقدر راحت بخش اور کیسا خوشگوار تھا - کہ ایک شریف اور نیک خصلت

خاتون اُن اختیارات کے جو اُسے حاصل ہیں۔ بہترین استعمال کا وعدہ کرتی ہے۔ اور اُسکا ہموطن اُس کے اس اقرار سے اس درجہ متاثر ہوتا ہے۔ کہ بے اختیار اُس کا سر اُسکے آگے ادب کے ساتھ جھک جاتا ہے۔

ذرا دیر توقف رہا۔ اُسکے بعد ملکہ نے کہا "مسٹر مارکھم تمہارے لئے سلامتی اسی میں ہے۔ کہ کیسکالا سے چلے جاؤ۔ لیکن یہ بھی اسقدر سہل نہیں۔ جیسا شاید تم خیال کرتے ہو کیسکالا کے جنگی جہاز ساحل کے محافظ ہیں۔ اور خشکی پر صیغہ کسٹم کے آدمی نگرانی کر رہے ہیں۔ کسی جہاز کو تلاشی لئے بغیر بندرگاہ سے جانے نہ دیا جائیگا۔ اس مطلب کے احکام امیر البحر کیطرف سے پہلے ہی صادر کئے جا چکے ہیں۔ اور میں اُن میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کر سکتی۔ کیا تمہارے اندر اسقدر جرأت ہے۔ کہ تم اس ملک کو عبور کر کے سلطنت نیپلز میں پناہ حاصل کرو؟"

رچرڈ نے پوچھا "اے معزز خاتون۔ میں رومی سلطنت میں کس لئے پناہ حاصل نہ کروں جس کی سرحد ایک دن کے فاصلہ پر ہے؟"

"اس لئے کہ گرینڈ ڈیوک نے پاپائے روم کے ساتھ اس قسم کا عہد نامہ کر رکھا ہے کہ اگر تم تقدس مآب کی حدود میں موجود پائے گئے۔ تو تمہیں دوبارہ مونٹونی میں بھیج دیا جائیگا اور اسوقت میرے لئے بھی تمہارے بچاؤ کی صورت پیدا کرنا غیر ممکن ہوگا۔"

"لیکن حضور جو تجویز پیش کرتی ہیں اس میں میری سلامتی کا کہاں تک موقعہ ہے؟"

ملکہ نے کہا "اُس میں تم ہر لحاظ سے محفوظ ہو۔ میرا چچا نائب وزیر داخلہ ہے بینیر میر لو بازالو تمہیں اُس سے پروانہ راہداری حاصل کر دے گا۔ اور اُسمیں تمہارا کوئی فرضی نام درج ہوگا۔ مختلف حکام جو اس پروانہ کو دیکھیں گے۔ اُنہیں اس بات کا شبہ پیدا نہ ہوسکیگا کہ حملہ آوروں میں سے ایک شخص نے اس قسم کا پروانہ حاصل کیا ہے۔ دوسرے تم ایسا کر سکتے ہو کہ نقشہ کشی کا سامان خرید کر اپنے آپ کو ایک انگریز مصور ظاہر کرو۔ اور یہ کہو کہ میں اس ملک کے بعض دلکش نظاروں کی تصویر لینے آیا تھا۔ اس طریق پر تم بڑے بڑے شہروں اور قصبوں سے پرے رہ کر سفر کر سکتے ہو۔ اور تمہارے دیہات میں سے گذرنے پر کسی کو شبہ پیدا نہ ہوگا۔ شاید تمہیں یہ تجویز پسند ہے؟"

مارکھم کہنے لگا "میں حضور کی ان عنایتوں اور مہربانیوں کا کس طرح شکریہ ادا کر سکتا ہوں"

"اس طرح کہ آئندہ تم کسی بغاوت یا حملہ میں شریک نہ ہو"

رچرڈ نے کہا "بھلا میں اس قسم کا عہد کس طرح کرسکتا ہوں؟ فرض کیجئے۔ حالات ایسے پیش آئیں کہ خود پرنس البرٹو حملہ کا ارادہ کریں . . ."

ملکہ قطع کلام کرکے بولی "میں تمہارا مطلب سمجھتی ہوں۔ خیر اس صورت میں تم جیسا مناسب سمجھو کرسکتے ہو لیکن سردست اب تم جاؤ۔ اور اس تجویز پر جو میں نے پیش کی ہے عمل کرو یقیناً تم بہت جلد خطرہ کی حد سے نکل جاؤگے" پھر ذرا تامل کے بعد اس نے کہا "معاف کرنا کہ میں تمہارے مشیر کے علاوہ تمہارے ساہوکار کا فرض بھی ادا کرتی ہوں۔ یہ بٹوا لے جاؤ۔ اس میں تمہارے اخراجات کے لئے کافی نقدی ہے۔ انگلستان میں پہنچکر تم اس کی ادائیگی کا یہ انتظام کرسکتے ہو۔ کہ اتنی رقم کیس سکالا کے کسی محتاج باشندہ کو دیدے دینا؟"

"قبل اس کے کہ میں حضور کی اس تازہ عنایت سے فائدہ اٹھاؤں . . . حضور سے رخصت لینے سے پیشتر میں دوزانو ہوجاؤنگا" یہ کہتے ہوئے ہمارا ہیرو دوزانو ہوکر بیٹھ گیا "حضور سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ گو میں اپنے آپ کو یور ہائنس کا اسقدر ممنون احسان سمجھتا ہوں۔ کہ اس کا معاوضہ کبھی نہیں دے سکتا۔ ہرچند کہ میں شب و روز حضور کی ہر قسم کی خدمت کے لئے تیار رہوں گا۔ اور آج یور ہائنس نے مجھ پر جو عنایتیں کی ہیں ان کے بدلے ہر ممکن خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ رہوں گا۔ تاہم میں اتنا کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ خواہ مجھے آج ہی حوالہ انصاف کیوں نہ کردیا جائے۔ خواہ مجھے کل پھانسی پر ہی کیوں نہ لٹکا دیا جائے۔ خواہ مجھے کیسی ہی سخت سزا دی جائے۔ لیکن میں جو ایک انگریز ہوں۔ آزادی کی حمایت سے باز نہ رہوں گا"

ملکہ نے مسکرا کر کہا "اے مغرور اور ناعاقبت اندیش جوان اٹھ۔ جا۔ میں تجھ پر کوئی شرط عاید نہیں کرتی۔ جا۔ اور جس وقت تو کیس سکالا کی حدود سے باہر نکل جائے۔ تجھے اختیار ہے جو جی میں آئے کرنا۔ ہاں اتنا یاد رکھنا۔ کہ اگر ایسا موقعہ پھر پیش آیا۔ تو شاید میں تمہاری اس طرح مدد نہ کرسکوں"

رچرڈ بولا "میں حضور کو اطمینان دلاتا ہوں۔ کہ میں کیس سکالا میں خانہ جنگی پیدا کرنے کا ہرگز حامی نہیں ہوں۔ صرف دو باتیں ہیں۔ جو مجھے اس سرزمین میں تلوار اٹھانے پر آمادہ کرسکتی ہیں"

"کیا کیا؟" الزا نے نیم متبسم ہو کر پوچھا۔

"ایک تو یہ کہ پرنس البرٹ مجھے حکم دیں۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ انصاف پر ہوں۔ دوسرے کیسل سکالا کو کسی غیر ملکی حملہ آور سے بچانے کے لئے۔"

"خدا کرے۔ ان میں سے کوئی موقعہ پیش نہ آئے" ملکہ نے کہا "لیکن ہماری ملاقات کو کافی عرصہ گذر چکا ہے۔ مزید تاخیر خطرناک ہوگی۔" یہ کہکر الزا نے اپنا ہاتھ ہمارے ہیرو کیطرف بڑھایا۔ اور اس نے پھر اُسے بڑے ادب کے ساتھ اپنے لبوں سے لگالیا۔ اسکے بعد وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ ساتھ والے کمرہ میں وہی خادم موجود تھا۔ وہ اُسے ساتھ لئے اُس مقام تک پہنچا۔ جہاں سینیر میریو بازانو اُن کی واپسی کا منتظر تھا۔ چند منٹ کے عرصہ میں رچرڈ مارکھم اپنے دوست ایڈیکانگ کے ہمراہ واپس ہوٹل کیطرف روانہ ہوا۔

راستہ چلتے ہوئے بازانو نے کہا "میرے خیال میں آپ نے وہ تجویز منظور کرلی ہے جو ملکہ نے آپکے علاقہ فیلڈ کیطرف چلے جانے کے متعلق پیش کی تھی۔

مارکھم نے اسکا جواب اثبات میں دیا۔ اور اس پر نوجوان افسر کہنے لگا "میں کل ہی آپکے اور آپکے نوکر کے لئے پروانہ راہداری حاصل کردوں گا لیکن آئیے۔ اب آرام کریں جس کی ہم تینوں کو بہت ضرورت ہے۔"

تیرھواں باب ایک پُرلطف مجلس

اب ہم اپنے ناظرین کو پھر لندن کیطرف لے چلتے ہیں۔ کیونکہ جس وقت وہ واقعات جن کا ذکر گذشتہ دو ابواب میں ہو چکا ہے۔ کیسل سکالا میں ظہور پذیر ہو رہے تھے بعض اور دلچسپ معاملات انگلستان کے صدر مقام میں بھی ظہور میں آرہے تھے۔

ماہ نومبر کی ایک ایسی سہ پہر کو جبکہ تاریکی اور ابر کی وجہ سے طبیعت میں افسردگی پیدا ہوتی ہے۔ سورج دن بھر نظر نہیں آتا۔ اور شام کو بھی قبل از وقت ہی غروب ہوجاتا ہے۔ تین بجے کے قریب سینٹ جیمز سٹریٹ کے ایک کلب گھر میں کھڑکی کے پاس چھ فیشن ایبل آدمی بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ ہر ایک نے بہترین تراش کا لباس پہنا ہوا تھا۔ تازہ ترین پیرس کے فیشن کی واسکٹوں پر طلائی زنجیریں لٹک رہی تھیں۔ اور اُن

کے چمکدار بوٹوں پر کیچڑ کا ذرا بھی داغ دھبہ موجود نہ ہونا ظاہر کرتا تھا۔ کہ یہ لوگ اسجگہ پیدل نہیں آئے ہیں یکایک مارکوئیس آف ہالسفورڈ نے پوچھا "مسٹر گرین وڈ کہئے۔ سیاسی دنیا کا کیا حال ہے؟"

"کوئی خاص خبر تو نہیں" گرین وڈ نے جواب دیا "گو اب یہ امر یقینی ہو چکا ہے۔ کہ ہماری پارٹی اگلے سال وہگ فریق کو حکومت سے جدا کر دے گی۔ اور اسوقت میں اپنے حلقہ راٹن برو کی نمایندگی ایسے طریق پر سرانجام دوں گا۔ کہ اُس علاقہ کے لوگوں کو میری بدولت بہت سے فائدے حاصل ہو سکیں"

اس پر آنریبل آگسٹس سمک سمیک جو گرینیڈیر گارڈ کا لفٹننٹ تھا۔ اور جس کی عمر صرف اُنیس سال کی تھی۔ کہنے لگا "بیشک لیکن یار گرین وڈ تم اس ذریعہ سے خود بھی عزت حاصل کر سکو گے۔ مجھے یقین ہے۔ تم کو بیرونٹ کا خطاب ضرور حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس مطلب کی اکثر افواہیں اڑتی رہتی ہیں"

مسٹر گرین وڈ نے جواب دیا "ہاں مجھے بھی اس کی امید ہے کہ اس بارہ میں لوگوں کا اندازہ غلط ثابت نہ ہوگا"

لارڈ ڈنسٹیبل نے جس کی عمر ۳۱ سال کی تھی۔ اور جو ایک رجمنٹ میں میجر کا عہدہ رکھتا تھا۔ گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا "میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ پارلیمنٹ کے آیندہ اجلاس میں میرے دوست آنریبل گولی سنار کلے کیطرف سے شکار کے متعلق جو نیا مسودہ قانون پیش ہوگا۔ اُس کی ضرور تائید کیجئے گا"

مسٹر گرین وڈ نے اس انداز سے گویا اس فقرہ کو سنکر بہت متعجب ہو۔ کہا "کیا کہتے ہو؟ شکار کا نیا قانون! یقیناً تمہارے دوست سنار کلے کا منشا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ بلا اجازت شکار کے متعلق اسوقت جو پابندیاں عاید ہیں۔ انہیں کم کر دیا جائے؟"

"ہرگز نہیں۔ بلکہ اس سے عین برعکس" لارڈ ڈنسٹیبل نے جواب دیا "میری طرح اس کا بھی یہ خیال ہے کہ موجودہ قانون کافی سخت نہیں۔ اور اب اس نے ایک مسودہ قانون تیار کیا ہے۔ یا یوں کہنا چاہیے۔ کہ بیرسٹر رمرگ نے یہ مسودہ اُس کے لئے تیار کر دیا ہے۔ جس کی رو سے ایسے شخص کو جو کسی پرندہ یا خرگوش کو ناجائز طور پر دیکھے پندرہ سال کالے پانی کی سزا دی جائے گی۔ اور جو بلا اجازت شکار کھیلے۔ اُس کی سزا حبس دوام بعبور دریائے شور سے کم نہ ہوگی"

"اس صورت میں ڈنسٹیبل اطمینان رکھو۔ کہ میں اس مسودہ کی پورے طور پر تائید کروں گا" مسٹر گرین وڈ نے کہا "فی الحقیقت شکار کھیلنے والوں کے خلاف جسقدر بھی سخت قانون بنائے جا سکیں۔ کم ہے"

اتنے میں کرنیل چولمونڈلے نے جس کی عمر ۶۰ سال کے قریب تھی۔ کہا "بیشک میرا بھی یہ خیال ہے۔ اور میں کسی ایسے شخص کو جو بلا لائسنس شکار کھیلنے کی جرأت کرے۔ کسی قاتل یا رہزن سے بدتر سمجھتا ہوں"

"ہاں ہاں" لارڈ ڈنسٹیبل نے تائید کرتے ہوئے کہا "اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ قاتل ایک شخص کو جان سے مار دیتا ہے۔ رہزن ایک شخص کو لوٹ لیتا ہے۔ اور معاملہ وہیں ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے واقعات کا اثر صرف مقتول یا اس شخص پر ہی پڑتا ہے۔ جسے لوٹا گیا ہو۔ لیکن بلا لائسنس شکار کھیلنے والا صدہا امرا اور شرفا کو ان کی جائز تفریح سے محروم کرتا ہے۔ درحقیقت اس کا وجود امرا کے لئے سخت مضر ہے۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ چاہے جان چلی جائے۔ میں امرا کے حقوق کی ضرور حمایت کرونگا"

"بیشک بیشک" مارکوئیس آف سفورڈ نے کہا۔ جس کے سوڑے چند دن سے سوجے ہوئے تھے۔ اور اس کی وجہ سے اُسے اپنے مصنوعی دانت نکال دینے پڑے تھے۔ یوں اس کے پوپلے منہ سے بات کرنا بڑی مشکل سے سمجھ میں آتی تھی۔ مگر وہ گفتگو میں حصہ لئے بغیر رہ سکتا تھا "بیشک" اس نے کہا "ہمیں امرا کی حمایت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ یہ لوگ جو اپنے آپ کو کثیر التعداد ظاہر کرتے ہیں۔ ہر وقت ہمارے حقوق پر قبضہ پانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ انہیں ہم سے حسد ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس گاڑیاں گھوڑے ہیں۔ اور ان کے پاس نہیں"

"اس وجہ سے نیز بعض اور وجوہ کی بنا پر بھی" مسٹر گرین وڈ نے کہا "لیکن میں ان لوگوں سے نپٹ لینا بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ چند دن گذرے۔ میرے علاقہ کے تیس چالیس آدمیوں نے ایک جلسہ کر کے اس بات کا فیصلہ کیا تھا۔ کہ میرے پارلیمنٹری طرز عمل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جائے۔ اور وہ مجھے مستعفی ہونے پر مجبور کریں تاکہ ۔۔۔"

"پھر تم نے کیا کیا؟" لارڈ ڈنسٹیبل نے پوچھا۔

گرین وڈ بولا "میں ان آدمیوں کی طبیعت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ انہوں نے یہ کارروائی اول مرتبہ نہ کی تھی۔ میرے ایجنٹ نے پہلے سے مجھے ان کے ارادہ سے مطلع کر دیا تھا۔ اور میں نے اُسے مناسب ہدایات بھیج دی تھیں۔ خیر جلسہ ہوا۔ اور میرے خلاف بہت سی تقریریں کی گئیں۔ آخر جلسہ کا صدر میرے خلاف پیش کردہ رزولیوشن پر رائے لینے لگا تھا۔ کہ مالک مکان نے داخل ہوکر ان سے کہا۔ صاحبان مسٹر گرین وڈ کو معلوم ہوگیا تھا کہ آپ لوگ شام کو اس ریسٹارنٹ میں جلسہ کریں گے۔ اس لئے انہوں نے مجھے حکم دے دیا تھا۔ کہ آپ لوگوں کے لئے تھوڑا سا کھانا تیار رکھوں۔ اب پاس والے کمرہ میں دسترخوان بچھا ہوا ہے۔ بیس سے زیادہ مرغ۔ بچھڑے کا گوشت اور ایسی ہی چیزیں تیار کرائی ہیں۔ پورٹ اور شیری شراب کی بوتلیں بھی حاضر ہیں۔ از راہ عنایت پہلے کچھ کھا پی لیجئے بعد میں بحث جاری رکھئے گا۔"

"خوب۔ خوب" لارڈ ڈنسیٹبل نے کہا۔

"واہ وا کیا کہتے ہیں!" سر چیری بولس نے کہا۔ جو اس گروہ میں شریک تھا۔

"مانتا ہوں اُستاد یہ چال تمہیں کو زیب دیتی ہے!" میجر ڈیپ نے کہا۔ کیونکہ وہ بھی حاضرین میں موجود تھا۔

"آخر ہوا کیا!" کرنل چولمنڈلے نے پوچھا۔

"ہاں پوری کیفیت تو بیان کیجئے" مسٹر سمک سمیک نے کہا۔

"نتیجہ وہی ہوا جس کی اُمید کی جاسکتی تھی" گرین وڈ کہنے لگا "یہ لوگ پاس والے کمرہ میں جاکر کھانے پینے میں مصروف ہوگئے۔ اور آخر اس قدر مدہوش ہوتے کہ انہوں نے بجائے اظہار ناراضگی کے اُلٹا میرے متعلق اعتماد کا ووٹ پاس کر دیا۔ صرف ایک شخص نے ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا۔"

"وہ کس لئے؟" مارکوئیس آف ہالسفورڈ نے پوچھا۔

گرین وڈ کہنے لگا "اس لئے کہ وہ اوندھے منہ میز کے نیچے پڑا تھا۔ لیکن کمبخت کی جھنجلاہٹ دیکھئے۔ کہ دوسرے دن اخباروں میں لکھ دیا۔ میں نے رزولیوشن کی عملاً مخالفت کی تھی۔"

"کوئی عجیب ہی بدبخت تھا" سر چیری بولس نے کہا۔

"چیری تم ذرا اپنی زبان کو لگام دیا کرو" میجر ساتیلکس ڈیپر نے کہا "تم تو ..... "
"کیا؟" نوجوان ہیرونٹ نے پوچھا۔
"دق کرنے والے آدمی ہو" میجر نے جواب دیا۔
اس پر سر چیری یونس کے خلاف فرمایشی قہقہہ اڑا۔ اس کی رنگت سرخ ہوگئی۔ مگر خاموش رہا۔ اتنے میں لارڈ ڈنسٹیبل نے گفتگو کا رُخ بدلنے کی غرض سے پوچھا "کسی کو معلوم ہے۔ ان ہاربرد والوں کا کیا ہوا؟"
گرین وڈ کہنے لگا "خود سر روپرٹ ہاربرو تو اپنے دوست چیپسٹر کے ساتھ مدت سے کسی طرف کو گیا ہوا ہے۔ گو مجھے اس سے بولے عرصہ ہو چکا ہے۔ مگر تھوڑی مدت گزری۔ اُس کا کچھ ذکر سننے میں آیا تھا"
آنریبل آگسٹس بلک سمیک نے کہا "یار اُس کی بیوی کا واقعہ بہت ہی افسوسناک رہا!"
گرین وڈ بولا "میرے خیال میں ہاربرو کو اس کی چنداں پروا نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کی زندگی ہمیشہ بلی کتے کی طرح بسر ہوتی تھی۔ جس وقت لیڈی سسیلیا کی خودکشی کی خبر مشہور ہوئی ہے۔ تو سر روپرٹ فرانس میں تھا۔ اس پر اُس نے انگلستان واپس آکر بیوی کا زیور بیچ ڈالا۔ اور روپیہ لے کر واپس چلا گیا۔ کیونکہ مکان جس میں وہ رہتے تھے۔ کرایہ کا تھا۔ اور اس کا اسباب بھی ان کا اپنا نہ تھا"
"غالباً اُس نے مکان بھی چھوڑ دیا ہوگا" ڈنسٹیبل نے کہا۔
"یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ مالک مکان نے اُسے جواب دے دیا ہوگا" گرین وڈ کہنے لگا "حقیقت میں ریجینالڈ ڈربی کی دوستی ہی لیڈی سسیلیا کے لئے تباہی کا موجب ثابت ہوئی۔ گو مجھے اُس شخص کے متعلق اُس کا راز فاش ہونے سے پہلے شبہات پیدا ہو چکے تھے۔ کیونکہ ایک رات میں نے اُسے ڈروری لین تھیٹر میں ایک نقابی رقص میں شریک دیکھا تھا"
"نقابی رقص میں!" لارڈ ڈونسٹیبل نے متحیر ہو کر کہا۔
"ہاں جس میں نے اُس وقت یونانی رہزن کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اور وہ ایک راہب کے لباس میں تھا"

"بدمعاش نہیں کا!" کرنل چولمونڈلے نے سخت غصہ کے لہجہ میں کہا "خیال تو کیجئے اس نے اس پیشہ کو کتنا بدنام کیا۔ تم لوگ غالباً میرے بھائی سے واقف ہو گے۔ جو آرچ ڈیکن ہے۔ بڑا شوقین پھلا ہے۔ اور باوجود پادری ہونے کے اس نے تین داشتہ عورتیں رکھی ہوئی ہیں۔ گھڑ دوڑ کو گھوڑے۔ اور شکار کے لئے تازی کتے موجود ہیں یہاں بھی ہر روز رات کو نشہ میں غین ہو کر سوتا ہے۔ لیکن یہ سب باتیں وہ پوری دوراندیشی کے ساتھ کرتا ہے۔ اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔"

"بیشک عاقبت اندیشی کا یہی تقاضا ہے" بوڑھے مارکوئیس نے تائید کرتے ہوئے کہا "لیکن یار گرین وڈ یہ تو کہو۔ تم نے میری اس گرجستانی حسینہ کو کیسا پسند کیا؟"

ممبر پارلیمنٹ کہنے لگا "اس کی یاد تو اب بھی کبھی کبھی دل کو ستاتی ہے"

مارکوئیس نے بوڑھی بکری کی طرح دانت نکالتے ہوئے کہا "اس صورت میں میں تمہارے روبرو ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ تمہاری نقرہ گھوڑی کلیوپٹرا مجھے بہت پسند ہے"۔

گرین وڈ کہنے لگا "بیشک۔ بہت لوگوں نے اسے رشک کی نظر سے دیکھا ہے"۔

"خیر تو وہ گرجستانی حسینہ اس نقرہ گھوڑی کے بدلے پیش کرتا ہوں۔ بتاؤ منظور ہے؟"

"ہاں منظور ہے" گرین وڈ نے جواب دیا۔

"لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ عورت بھی اس تبادلہ کو پسند کرے گی؟" سیک سیک نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

گرین وڈ کہنے لگا "اس کا مجھے اطمینان ہے کہ وہ انکار نہ کرے گی۔ میرا ایک غلام اس آزادی کی سرزمین میں داخل ہو کر آزاد ہو جاتا ہے۔ اور میں نے ایک بار اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں کے سامنے اس کا ذکر بھی کیا تھا۔ لیکن اسکا مجھے پورا یقین ہے کہ سونے کی زنجیر جو میں اس کے لئے تیار کرواؤں گا۔ اسے وہ دلی شوق سے پہننا منظور کرے گی"

"مسٹر گرین وڈ تمہاری دانائی میں کلام نہیں" مارکوئیس نے کہا "خیر کل صبح وہ گھوڑا میرے اصطبل میں بھجوا دینا۔ وہ اب تمہاری ملکیت ہے۔ جب چاہو اُسے لا سکتے ہو۔"

لارڈ ڈنسٹیبل نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا "کاروبار کا مادہ مسٹر گرین وڈ پر ختم ہے لیکن دوست۔ تمہاری اُس تجویز کا کیا ہوا۔ جو افریقہ میں ایک ریل کی سڑک تیار کرنے کے متعلق مرتب کی گئی تھی؟"

سرمایہ دار نے جواب دیا "جیسا کہ امید تھی۔ آخرکار ہم لوگوں کو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ دس ہزار پاؤنڈ میرے حصہ میں آیا تھا۔ اور اسیقدر غالباً مارکوئیس کے حصہ میں۔"

سر چیپر نے کہا "لیکن مجھے تو اُس سودے میں تین ہزار کا گھاٹا ہی رہا۔ اور جھگڑا الگ کھڑا ہو گیا۔"

"اس لئے کہ تم نے اپنے حصے مناسب موقعہ پر فروخت نہ کئے تھے" آخر قصہ سننا نہ چاہتا تھا؟ گرین وڈ نے سرد مہری سے کہا۔ اور اس کے بعد ایک فقیرنی سے جو آہستہ آہستہ گاڑی کے پاس کھڑی ہو کر کچھ مانگ رہی تھی۔ درشتی کے لہجہ میں مخاطب ہوتے اُس نے کہا "دفع ہو جاؤ۔ میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔"

بدنصیب نوجوان عورت نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور وہ مارے سردی کے کانپ رہی تھی۔ گاڑی کے اندر امیروں کا مجمع دیکھ کر وہ کچھ مانگنے کے لئے کھڑی ہو گئی تھی لیکن جب گرین وڈ نے اسے یہ دلشکن انکاری جواب دیا۔ تو وہ غریب لڑکی انتہائی ذہنی اذیت کی حالت میں ایک طرف کو ہٹ گئی۔ اُسکے جانے پر مسٹر سمک نے کہا "عورت کسی زمانے میں خوبصورت رہی ہوگی۔ ہرچند کہ اسوقت تاریکی ہے۔ مگر سڑک کے لیمپ کی روشنی میں میں نے اُس کا چہرہ جسقدر دیکھا۔ اُس سے خیال کرتا ہوں۔ میرا گمان غلط نہ ہوگا۔"

لارڈ ڈنسٹیبل نے کہا "میرا بھی یہ خیال ہے۔" اور اسکے بعد اُس نے ہنس کر گرین وڈ کو ذرا الگ کرکے اُس کے کان میں آواز دبا کر کہا "تم نے پہچانا یہ کون تھی؟"

"میری بلا جانے" گرین وڈ نے بھی اسی طرح دبے لہجہ میں جواب دیا۔

لارڈ ڈنسٹیبل نے کہا "میں شرط لگاتا ہوں۔ یہ عورت لیڈیا جینسن کے سوا کوئی

نہ تھی۔ لیکن پر اُسکی صورت تو اب بالکل ہی بدل گئی ہے۔" یہ کہتے ہوئے نوعمر لارڈ کے چہرہ پر دلی رنج کے آثار پیدا ہوگئے۔

چولمونڈلے نے اسیطرح دبی زبان سے کہا "ہوگا! تم خواہ مخواہ اُس پر کڑھتے ہو"۔

ڈنسٹیبل نے کہا "اُسکے سابق حُسن کی یاد دل میں تلخی پیدا کر رہی ہے۔ تمھیں وہ دن یاد ہے۔ جب اول مرتبہ وہ ہمیں ہائڈ پارک میں ملی تھی؟"

کرنیل نے بے صبری کے لہجہ میں کہا "اب جانے بھی دو۔ میرا دھیان اُس وقت اڈیلین انفیلڈ کیطرف لگا ہوا تھا۔ اور میں نے تمھاری اس لڑیا وڑیا کو غور سے نہیں دیکھا۔ مگر اب کھانا کھانے کا وقت آگیا ہے۔ اور اگر تم اسی طرح مایوس صورت بنائے رکھوگے تو ضرور بےلطفی پیدا ہوگی"۔

اتنا کہکر کرنیل نوعمر لارڈ کو دوبارہ کھڑکی کے قریب لے آیا۔ اور دوستوں کی دل لگی میں ڈنسٹیبل کے دل سے وہ تلخ یاد جو چند منٹ پہلے یکا یک اُس صورت کو دیکھنے سے پیدا ہوگئی تھی۔ جسے وہ اچھی طرح پہچانتا تھا۔ محو ہوگئی۔

اودھر وہ بدنصیب عورت افسردگی سے سر جھکائے سینٹ جیمز سٹریٹ میں چلتی گئی موسم سرد... انتہا درجہ سرد تھا۔ بازاروں میں کیچڑ پھیلی ہوئی تھی۔ اور اُس غریب کے پاؤں میں جوتا یا جرابیں بھی نہ تھیں۔ پوشاک محض ایک پرانی سوتی گون۔ ایک پھٹا ہوا دوشالہ اور ایک شکستہ تنکوں کی بنی ہوئی ٹوپی تھی۔ اس کے سوا اُس کے بدن پر کوئی کپڑا موجود نہ تھا۔ کیونکہ روح اور بدن کا تعلق قائم رکھنے کی غرض سے وہ بدنصیب رفتہ رفتہ اپنے سارے کپڑے بھی فروخت کرچکی تھی۔ یہانتک کہ اُس سوتی گون کے نیچے پیٹی کوٹ بھی موجود نہ تھا۔

کلب گھر کی کھڑکی کے سامنے رک کر اول مرتبہ اُس نے کسی کے سامنے دست سوال پھیلانے کی جرأت کی تھی۔ اور اُس نے اس مجمع میں اُس شخص کو بھی نہ پہچانا تھا جسنے اُسے پہچان لیا۔ لیکن جب گرین وڈ نے جو لاکھوں کا مالک تھا۔ پیسہ تک دینے سے انکار کردیا تو اُس کی مایوسی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور وہ بے اختیار اپنے دل سے کہنے لگی۔ "اگر امیروں کا یہ سلوک ہے۔ تو غریبوں سے کیا امید ہوسکتی ہے!"

کمزور اور تھکی ماندی وہ تیزی سے قدم بڑھاتی بازار میں چلتی گئی۔ سردی سے ٹھٹھری

ہو رہی تھی۔ اور پاؤں اسطرح سُن ہو چکے تھے۔ کہ محسوس نہ ہوتا تھا۔ وہ موجود بھی ہیں۔ یا نہیں
وہ کئی شاندار دوکانوں کے آگے کھڑی ہوئی بہت سی بڑی بڑی کلبوں کی عمارات
کے آگے سے گزری۔ کئی شاندار ہوٹلوں کے دروازوں پر ٹھیری۔ جن کی کھڑکیوں سے پکے ہوئے
کھانوں کی خوشگوار مہک اُٹھ رہی تھی۔ اُسنے کمروں کے اندر پر لطف آگ جلتی نظر آئی
لیکن افسوس! یہ نظارے اُس کی بھوک یا سردی یا تکلیف کو کم نہ کر سکتے تھے ؎
ایک عالیشان دوکان کے سامنے جس میں دوشالے بکتے ہیں۔ ایک گاڑی جس

"مس انفیلڈ بھوک سے میری جان نکلی جاتی ہے"

کے دونوں طرف لڑائی کے نشان بنے ہوئے تھے۔ کھڑی تھی۔ اُس کے شاندار گھوڑوں کو دیکھ کر کئی راہرو رک جاتے تھے۔ جس وقت یہ بدنصیب پاس سے گزرنے لگی۔ ایک طویل القامت سائیس نے جس کے ہاتھ میں لمبی ڈنڈی والا ہنٹر تھا۔ آہستہ سے اُسے پرے ہٹاتے ہوئے کہا "ذرا آنکھیں کھول کر چلو۔ دیکھو ادھر بہت سا کھلا راستہ موجود ہے"

بدنصیب عورت نے سردی سے کانپتے ہوئے گاڑی کی طرف ڈرتے ڈرتے نظر ڈالی تو اُسے معلوم ہوا کہ ایک عمر رسیدہ شخص ایک لیڈی کو جو عمر میں اُس سے بہت چھوٹی ہے گاڑی میں سوار کرانے لگا ہے۔ دوکان کی کھڑکی سے جو تیز روشنی نکل رہی تھی۔ اُس میں اس گداگر عورت نے اس جوان لیڈی کا خوبصورت چہرہ جو مڑ کر مرد کی کسی بات کا جواب دینے لگی تھی۔ غور سے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اُسکے منہ سے زور کی چیخ نکل گئی۔ وہ چند قدم آگے بڑھ کر گاڑی کے قریب پہنچی جس میں یہ دونوں اس وقت سوار ہونے کو تھے۔ اور چلا کر کہنے لگی "مس انفیلڈ! ۔ ۔ ایڈلین ۔ ۔ ۔!"

مرد نے جو بظاہر کوئی امیر کبیر آدمی تھا۔ اُس کی طرف دیکھ کر کہا "کیوں تم کیا چاہتی ہو؟"

گداگر عورت نے گاڑی کی کھڑکی کو زور سے تھام کر کہا "مس انفیلڈ ۔ ۔ بھوک سے میری جان نکلی جاتی ہے ۔ ۔ ۔"

امیر آدمی نے اپنے ساتھ والی عورت سے مخاطب ہو کر پوچھا "میری جان تم اسے پہچانتی ہو؟"
حسینہ اس شخص سے ناخوش ظاہر ہوئی۔ اور کہنے لگی "میرے خیال میں وہ ایک سکول کی استانی تھی جہاں ۔ ۔ ۔"

"استانی!" مرد نے کہا "میں سمجھ سکتا ہوں۔ اب اُس کی حالت کیا ہے"۔ یہ کہتے ہوئے اُس نے اندر بیٹھ کر کھڑکی کا دروازہ زور سے بند کر لیا۔ یہ اشارہ پا کر گاڑی بان نے گھوڑوں کو زور کا ہنٹر لگایا۔ اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ چلنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی دھکا کھا کر بدنصیب عورت فرش پر بیہوش ہو کر گر پڑی

جلد نہم ختم ہوئی

سلسلہ اوّل — جلد ششم

فسانہ لندن

ترجمہ مسٹریز آف لندن

مصنفہ

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

پبلشر — مترجم

لال برادرس — تیرتھ رام فیروزپوری

۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

اشاعت ثانی — قیمت ۱۲؍ — حقوق محفوظ

دو باتیں

یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے سے آپ بیماری تکلیف و تشویش سے بچیں گے

اوّل امرت دھارا تقریباً ان کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں۔ بوڑھوں، بچوں، جوانوں یا عورتوں کو بلکہ مال مویشی کو ہوتی ہیں عملی علاج ہے۔ اور لاکھوں استعمال کرنے والوں سے

۲۳ ہزار

کی یہ رائے ہے کہ امرت دھارا ہر وقت پاس رکھنی چاہیئے۔ امرت دھارا کی مشہوری دیکھ کر لوگوں نے جو نقلیں شروع کر دی ہیں۔ وہ سخت امراض میں دھوکا دیتی ہیں۔ ہمیشہ اصل کو خرید کر پاس رکھنا چاہیئے مفصل حالات کے واسطے رسالہ امرت مفت منگوائیں۔
قیمت ۱؎ ۔ نمونہ صرف ۸ ؍ ہے

دوم - امرت دھارا کے موجد کوی دنود ویدیہ بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما ویدتین طبی اخباروں کے ایڈیٹر اور تین درجن کے قریب مفید عام کتب کے مصنف ہیں اور آپ کی زیر نگرانی شمالی ہندوستان کا سب سے بڑا اوشدھالیہ جس کی عمارت پر ۲ لاکھ روپیہ خرچ آیا ہی چل رہا ہے امرت دھارا کے علاوہ ۴ سو کے قریب دیگر ادویات تیار رہتی ہیں۔ آپ مریضوں کا نہایت غور سے علاج کرتے ہیں۔ جہاں جس دوائی کی ضرورت ہو بھیجی جاتی ہے۔ آپ خفیہ امراض مرداں و زناں کے بھی خاص معالج ہیں۔ اور ہزارہا انسان خط و کتابت کے ذریعہ سے علاج کرا کر پھر نئی قوت حاصل کر چکے ہیں۔ نمونہ طبی اخبارات دیش اپکارک دوید امرت فہرست طبی کتب فہرست ادویات کارخانہ و رسالہ امراض مخصوصہ مرداں ار کا ٹکٹ برائے محصولڈاک آنے پر مفت بھیجے جاتے ہیں۔

المشتہر

مینیجر کارخانہ امرت دھارا اوشدھالیہ - امرت دھارا بلڈنگس

امرت دھارا سڑک - امرت دھارا ڈاکخانہ نمبر ۳۹ - لاہور

سلسلہ اوّل

فسانہ لندن

جلد دہم

ہمدردی

پہلا باب

ستم رسیدہ عورت کو فرش زمین پر اس بیکسی کی حالت میں پڑا دیکھکر بہت سے لوگ اُسکے گرد جمع ہوگئے۔ سب اُس کی صورت کو اس انداز سے دیکھ رہے تھے۔ گویا کوئی نہایت عجیب تماشہ ہو لیکن کسی کے دل میں ہمدردی یا رحم کا احساس پیدا نہ ہوتا تھا۔ اتنے میں ایک طویل القامت پولیسمین ہجوم کو چیرتا ہوا بہت سے چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو ادھر اُدھر کرتا اور مردوں اور عورتوں کو ہٹاتا ہجوم کے اندر داخل ہوا۔ اور درشتی کے لہجہ میں کہنے لگا "چلو چلو۔ یہ کوئی تماشا نہیں ہے"

مین اسوقت ایک عورت جس کی عمر چھبیس سال کے قریب ہوگی۔ اور جس نے اوسط درجہ کی صاف ستھری پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ ہجوم میں آگے بڑھ کر اس بدنصیب عورت کے قریب پہنچی۔ اُس نے اُس کا سر اٹھایا۔ اور اسوقت لیمپ کی روشنی میں اول مرتبہ اُس نے دیکھا کہ اُس کی کنپٹی میں زخم آگیا ہے جسمیں سے خون بہ رہا ہے۔

پولیسمین اس سختی کے لہجہ میں جو اس طبقہ سے مخصوص ہے۔ کہنے لگا "اگر اسے کوئی زخم آیا ہے۔ تو اسے ہسپتال میں پہنچانا چاہئے۔ ورنہ اسے ورک ہوس میں بھیجنا ہوگا"

لیکن اُس لیڈی نے جس نے آگے بڑھ کر اُسکا سر اٹھایا تھا ۔ کہا "میں اسے کہیں نہ جانے دونگی ۔ اور خود اس کی نگہداشت کرونگی ۔"

"تو کیا وہ آپ کی کوئی جان پہچان ہے ؟" پولیسمین نے پوچھا ۔

لیڈی نے کہا "میں نے اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا ۔ لیکن آخر وہ بھی میری طرح انسان اور ایک عورت ہے ۔ اس حالت میں اس کے متعلق میرے اندر ہمدردی پیدا ہونا قدرتی ہے ۔"

حاضرین نے اس فقرہ کو سُنکر اظہار خوشنودی کیا ۔ اور لیڈی نے پولیسمین سے مخاطب ہوکر پھر کہا "تم اگر مدد دو ۔ تو اسے قریب ہی کسی ڈاکٹر کے مکان پر پہنچا دیا جائے لیکن ٹھہرو ۔ وہ آنکھیں کھولنے لگی ہے ۔ . . اب وہ حرکت بھی کر رہی ہے . . . لیکن خدایا اس کی رنگت کس قدر زرد ہے ! وہ کیسی دُبلی ہو چکی ہے ۔ اور سردی سے کسقدر ٹھٹھر رہی ہے !"

بدنصیب عورت کو پاس ہی ایک ڈاکٹر کے مکان پر پہنچا دیا گیا ۔ جس نے مناسب غور سے دیکھنے کے بعد کہا "اسے صرف یہی ایک زخم آیا ہے ۔" اور اس کے بعد جب وہ اس کی پٹی کر چکا ۔ تو کہنے لگا "میڈم اسے دوا کی نسبت غذا کی زیادہ ضرورت ہے ۔ ٹھیرو میں اسے تھوڑی خوراک اور شراب کا ایک گلاس دیتا ہوں ۔"

یہ کہکر اس نے دونوں چیزیں لا کر عورت کے قریب لا رکھیں ۔ اس نے انہیں جلد جلد کھانا شروع کیا ۔ لیکن ڈاکٹر نے دوراندیشی سے اسے تھوڑا کھانے کی ہدایت کی ۔ ذرا دیر میں اُس کی طبیعت بہت کچھ سنبھل گئی ۔

عمر میں وہ کوئی ستائیس اٹھائیس سال کے قریب تھی ۔ اور بشرہ سے زمانہ گذشتہ کے غیر معمولی حُسن کے آثار نمودار تھے ۔ لیکن ادبار اور مصیبت کے باعث اُس کی آنکھیں اندر کیطرف حلقوں میں دب گئی تھیں ۔ اور احتیاج نے اُن کی چمک مدھم کر دی تھی ۔ اس کے رخسار پچکے ہوئے تھے ۔ اور بدن پر پوست و استخوان کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا ۔

لیڈی نے اس سے یہ نہیں پوچھا ۔ کہ تمہارا کوئی دوست یا گھر موجود ہے ۔ کیونکہ اسکی صورت سے ہی محتاجی اور مایوسی کی ایسی داستان ظاہر ہو رہی تھی ۔ کہ ایسا سوال پوچھنا سراسر مضحکہ خیز تھا ۔ نرمی کے لہجہ میں صرف اتنا کہا "میں تمہیں اپنے ساتھ لے

چلتی ہوں۔ مجھے معلوم نہیں۔ تم کون ہو۔ یا کہاں سے آئی ہو۔ البتہ میرے دل پر تمہاری مصیبت زدہ حالت کا گہرا اثر ہوا ہے۔"

عورت نے زار زار روتے ہوئے کہا " میڈم اگر آپ کو سارے حالات معلوم ہوں . . . "

لیڈی نے کہا " میں سر دست کچھ معلوم کرنا نہیں چاہتی صرف اسیقدر کافی ہے۔ کہ تم مصیبت کی حالت میں ہو۔"

تھوڑی دیر میں ڈاکٹر کا نوکر ایک کرایہ کی گاڑی لے آیا۔ اور یہ دونوں اس میں سوار ہوگئیں۔ لیڈی نے گاڑی بان سے کہا " شہر میں کینن سٹریٹ کیطرف چلو۔"

راستہ میں اُس نے ساتھ والی عورت سے کہا " بہن۔ میں خود بھی تکلیف اور صدمے اٹھا چکی ہوں۔ اور گو خدا کا شکر ہے۔ مجھے کبھی افلاس سے واسطہ نہیں پڑا۔ لیکن میں نے اور بہت سی مصیبتیں ایسی ہی سخت برداشت کی ہیں۔"

بدنصیب عورت نے کہا " میڈم مجھے یہ سنکر افسوس ہوتا ہے۔ کہ آپ جیسی فرشتہ خصلت عورت کو اس قسم کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ لیکن جیسا کہ آپنے بیان کیا۔ دنیا میں مفلسی کے علاوہ بھی بہت سی تکلیفیں موجود ہیں۔"

یہ کہکر وہ پھر زار زار رونے لگی۔ لیڈی نے جہانتک ممکن تھا۔ اُس نے اُس کا اطمینان کرانا چاہا۔ اور اُس مختصر گفتگو سے جو حصہ ویسٹ اینڈ اور شہر کا درمیانی فاصلہ طے کرنے میں ہوئی۔ بدنصیب عورت نے اپنی ذہانت اور اعلےٰ تربیت کا بہت کچھ ثبوت دیا۔

آخر گاڑی کینن سٹریٹ میں پہنچکر ایک مکان کے سامنے رُکی جس کے نچلے حصہ میں ایک سٹیشنر کی دوکان تھی۔ اور اُس کی بالائی منزل پر یہ لیڈی رہتی تھی۔

مالک مکان نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا " مسز چیپٹر کیا بات ہے۔ آج آپ کو اتنی دیر لگی۔ میں تو خوف زدہ ہونے لگی تھی . . . "

وائیولا نے کیونکہ گداگر عورت کو مدد دینے والی حقیقت میں مسز چیپٹر کی مظلوم بیوی ہی تھی۔ کہا " میں اس عنایت کے لئے شکر گذار ہوں۔ یہ عورت جو میرے ساتھ ہے اسے میں نے بازار میں ایک جگہ بیہوش دیکھا تھا۔ میں اُسے اپنے ساتھ لیتی آئی ہوں۔ مجھ

مہربانی سے اس کے لئے ایک کمرہ مہیا کردو؟

مالکہ مکان نے کہا "میری عزیز لیڈی - تمہاری طبیعت میں نیکی کوٹ کوٹ کر بھری ہے" اتنا کہکر وہ گداگر عورت کے لئے ایک کمرہ تیار کرنے میں مصروف ہوگئی - اور اسکے بعد جب اُسے عمدہ کھانا مہیا کیا گیا - اور اسکے کمرہ میں خوشگوار آگ روشن کردی گئی - تو اس کی آسائش اور بھی بڑھ گئی ، مسز جیپر نے اُسے گرم کپڑے مہیا کئے - اور رات بھر کے آرام نے اُس کی صورت بالکل ہی بدل دی - اس سے دوسرے روز وہ اپنے حالاتِ زندگی سنانے کے قابل ہوگئی - اور اس نے دیالولا جیپر کے روبرو اپنی سرگذشت ان لفظوں میں بیان کرنی شروع کی -

---

دوسرا باب ایک بدنصیب عورت کی سرگذشت

میرا نام لڈیا جینس ہے میرے والد گلڈ فورڈ کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں کے پادری تھے - جب وہ یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کر کے نکلے - بدقسمتی ہمیشہ اُن کے سنگ راہ ہوتی رہی یہی وجہ تھی - کہ زندگی کا بڑا حصہ گذر جانے پر انہیں شادی کا خیال آیا - وہ کئی مقامات میں پادری کا کام کرتے رہے - لیکن کہیں بھی پورے طور سے اُن کے پاؤں نہ جمے - حتیٰ کہ آخر کار وہ اُس چھوٹے گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے - جس کا میں نے ذکر کیا ہے - اُس جگہ اُن کی محبت ایک نیم تنخواہ افسر کی بیٹی سے ہوگئی - جو بیچارہ کم و بیش انہی کے برابر مفلس تھا - چنانچہ اُسوقت جبکہ اُن کی آمدنی صرف اسی پونڈ سالانہ تھی - انہوں نے شادی کے بحرِ عظیم میں غوطہ زن ہونے کی جرأت کی - اس کے سال بھر بعد ایک بیٹا پیدا ہوا - جس کا نام انہوں نے ایڈگر رکھا - اور اسکے ڈیڑھ سال بعد میں بدنصیب عالم ظہور میں آئی - میری بدبختی کا پہلا کرشمہ یہ ہوا کہ میری ماں میرے پیدا ہونے کے بعد ہی مرگئی -

یہ بیان کرنا کہ اب صرف میں اور بھائی ہم دونوں اپنے غریب باپ کی تسکین کا ذریعہ رہ گئے تھے - ایک عام داستان کو دہرانے کے برابر ہوگا - کیونکہ حقیقت میں ہمارے سوا اس دنیا میں اس کے لئے کوئی اور دلچسپی باقی نہ رہی تھی - چنانچہ اسبا اتفاق

اُسوقت جب ہماری عمر اسقدر ہوئی - کہ ہم اُن کے لفظوں کا مطلب سمجھ سکیں - انھوں نے ہم سے اس کا ذکر بھی کیا - ایسے موقعوں پر اُن کے الفاظ ہمیشہ نرمی اور ملائمت سے پُر ہوتے تھے - وہ بڑے ہی نیک نہاد انسان تھے - اور اپنی ضروریات زندگی کو حتی الامکان کم کر کے اس بات کی کوشش میں لگے رہتے تھے - کہ ہمیں صاف ستھرا رکھیں - اور اتوار کے روز جب ہم گرجا میں جاتے - تو وہ ہمیں خاص طور پر عمدہ کپڑے پہنایا کرتے تھے - انھوں نے میرے بھائی کو خود تعلیم دی - اور انہیں سے میں نے وہ تھوڑا بہت علم سیکھا - جو مجھے حاصل ہے - اس گاؤں میں ایک اور بڑی قابل بیوہ عورت رہتی تھی جو حالات زمانہ سے گردش میں آ چکی تھی - میرے والد اپنی قلیل آمدنی سے کچھ بچا کر اس سے مجھے موسیقی مصوری - کشیدہ کاری اور فرانسیسی زبان کی تعلیم دلوایا کرتے تھے - اس عورت کے زیر تعلیم میں نے بہت جلد ان علوم میں بھی قابلیت حاصل کر لی - اور آخر سولہ سال کی عمر میں میری یہ حالت تھی - کہ کسی سکول کی تعلیم یافتہ لڑکی سے زیادہ لائق سمجھی جاتی تھی -

اب کہ میں ۱۶ سال کی عمر کا ذکر کر چکی ہوں میرے خیال میں اس سے پہلے کے حالات زندگی بیان کرنا لاحاصل ہوگا - میرے بھائی ایڈگر کو گلڈ فورڈ کے سکول میں کچھ ملازمت مل گئی تھی - اور ہر چند کہ والد ہمیں اپنے پاس سے جدا نہ کرنا چاہتے تھے - تاہم وہ اس بات کی ضرورت کو محسوس کرتے تھے - کہ ہم خود اپنی روزی کمانے کے قابل ہو سکیں - کیونکہ یہ تو ظاہر تھا - کہ اُن کی آمدنی اُن کے انتقال کے ساتھ ہی ختم ہو جائیگی - اور بچت کا ایک پیسہ بھی گھر میں موجود نہ تھا - پھر بھی اُنہیں امید تھی - کہ اگر ہم دونوں روزی کمانے کے لائق ہو گئے - تو وہ خود اپنی زندگی کے بقیہ حصہ میں کچھ روپیہ بچا سکیں گے - اور اس طریق پر ہمیں اپنے انتقال پر بالکل مفلس قلاش نہ چھوڑ جائیں گے - اتفاق سے انہی ایام میں کننگٹن کے ایک مشہور زنانہ سکول میں ایک استانی کی ضرورت تھی - اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے مجھے یہ آسامی دلوا دی -

میرے والد خود مجھے لندن لا کر مسز لیکن کے سکول میں جو بلومیڈیر ہوس کہلاتا تھا چھوڑ گئے - جدا ہوتے وقت وہ زار زار روتے تھے - لیکن مسز لیکن نے جو ایک چالیس سالہ بیوہ تھی - اُن سے بڑی مہربانی کے ساتھ اس بات کا وعدہ کیا - کہ میں اُس

لڑکی کی پورے طور سے نگہداشت کرونگی۔ جس سے فریقین کا رنج بہت ہلکا ہوگیا۔ فیصلہ
اس پر ہوا تھا۔ کہ پہلے سال مجھے کچھ تنخواہ نہ دی جائیگی۔ لیکن اگر میں لائق ثابت ہوئی
تو دوسرے سال میری تنخواہ چھ پونڈ سالانہ ہوگی۔ جس میں بعد کو اضافہ کر دیا جائیگا۔

جب والد رخصت ہونے لگے۔ تو مسز بیکن نے ان سے کہا۔ صاحب آپ اپنی بیٹی
سے جدا ہوتے وقت دل میں کسی ملال کو جگہ نہ دیجئے۔ میں اسکے ساتھ مادرانہ سلوک
کرونگی۔ اور اُس کے ساتھ اسی طرح پیش آؤنگی۔ گویا میں اُس کی ماں ہوں۔ خدا سے
برکت دے بڑی خوبصورت۔ ہونہار لڑکی ہے۔ اور مجھے ابھی سے اُسکے ساتھ محبت ہوگئی ہے
اتنا کہکر مسز لیکن نے اپنا رومال آنکھوں سے لگا لیا۔ اور میرے والد پر اس واقعہ کا گہرا
اثر ہوا۔ مسز لیکن نے والد کو اس بات کا بھی یقین دلایا۔ کہ جب سے پانچ سال گذرے۔ مسٹر
لیکن کا نہایت افسوسناک حالات میں انتقال ہوا۔ مجھے ایک لمحہ بھر کے لئے بھی راحت
حاصل نہیں ہوئی۔ مسٹر جینس بات یہ ہے۔ کہ مسٹر لیکن کا انتقال اس طرح پر ہوا۔ کہ چھ سات
مدہوش پولیسمین ایک نیک بخت جوان عورت کے ساتھ وحشیانہ بدسلوکی کر رہے تھے۔
اُسے اُن کے ہاتھوں بچانے میں اُن کی جانِ عزیز ضائع ہوگئی۔ یہ سنکر میرے والد نے
بہت رنج ظاہر کیا۔ مسز لیکن نے کچھ شراب اور کیک منگوائے۔ اور آخر جب والد
رخصت ہوئے۔ تو وہ اس خیال سے بیحد مطمئن تھے کہ میری بیٹی کو ایک ایسی نیک نہاد
اور قابل خاتون کے زیر سایہ رہنے کا موقعہ مل گیا ہے۔

والد کو رخصت ہوئے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ کہ مسز لیکن نے میری طرف متوجہ
ہوکر اس لہجہ میں جو اُس کے سابق انداز سے بالکل مختلف تھا۔ کہا بس اب تم آنسوؤں کو
پونچھ ڈالو۔ اور سردست اپنے کمرہ میں جاکر آرام کرو۔ سہ پہر کے وقت سکول کھلتا ہے۔ یہاں
جس قدر لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ سب اچھے گھرانوں کی ہیں۔ اور وہ استانیوں کو اچھی پوشا
کیں دیکھنے کی عادی ہیں۔ یہ کہکر اُس نے گھنٹی بجائی۔ جس کی آواز سنکر ایک خادمہ کمرہ میں
داخل ہوئی۔ اُس سے مخاطب ہوکر مسز لیکن نے کہا۔ جمیمیا۔ مس جینس کو اُس کے
کمرہ میں پہنچا دو۔ خادمہ تھوڑی دیر تک میری طرف گھور گھور کر دیکھتی رہی۔ اور اُسکے بعد
یکایک پلٹ کر کہنے لگی۔ آؤ میرے ساتھ چلی آؤ۔ ہم دو نہایت شاندار زینوں پر سے
گذرے۔ جن پر بہت عمدہ قالین بچھے ہوئے تھے۔ دوسری منزل پر کئی خوابگاہ کے کمرے

تھے - جن کے اندر میری نگاہ داخل ہوئی - تو میں یہ دیکھکر حیرت زدہ ہوگئی کہ اُن میں
آرام و آسائش کے سارے لوازم موجود تھے - یکایک جیسیکا نے مجھ سے مخاطب ہو کر
کہا - کہ یہ لڑکیوں کے کمرے ہیں - تمہارا کمرہ اس سے اوپر کی منزل میں ہے - تیسری منزل
پر بھی مجھے بہت سے کمرے دکھائی دیئے جن کے دروازے کھلے تھے - اور اُن کے
اندر صفائی کا پورا انتظام تھا - جیسیکا نے کہا - یہ ہمارے کمرے ہیں - جس کا مطلب بعد
ازاں میں نے یہ سمجھا - کہ اس کی مراد نوکروں کے کمروں سے تھی - پھر ہم اُس سے بھی اوپر
چڑھتی گئیں - آخر سب سے اوپر والے کمروں کے قریب پہنچکر جیسیکا نے ایک کا دروازہ کھولا -
اور کہنے لگی - یہ چھوٹے درجہ کی استانیوں کے کمرے ہیں - تم ایک میں رہ سکتی ہو -
میں نے اندر نظر ڈالی - تو معلوم ہوا - کہ ایک ادنےٰ درجہ کا بستر - ایک کرسی - ایک ہاتھ دھونے
کی میز - ایک پتھر کی بنی ہوئی بھورے رنگ کی صراحی - اور ایک بہت بڑے گلاس کے سوا
جسے دیوار کے ساتھ اٹکایا ہوا تھا - اور کچھ موجود نہیں -

میں جیسیکا سے یہ کہنے کو تھی - کہ تم نے غالباً مجھے اس کمرہ میں لانے میں کچھ غلطی کی
ہے - مگر اس خیال سے رک گئی - کوئی یہ نہ کہے - اس نے آتے ہی شکایتوں کا دفتر کھول دیا
ہے - میں نے بڑی نرمی اور اخلاق کے لہجہ میں صرف اتنا کہا - مہربانی سے میرا ٹرنک
اور ٹوپی کا بکس اوپر پہنچا دو - یہ سُنکر مس جیسیکا نے زور کا قہقہہ لگایا - اور اُس کے بعد
نخوت آمیز طریقہ پر سر ہلاکر کہنے لگی - بہت خوب! یہ آج ہی سنا ہے - کہ ایک چھوٹے درجہ
کی استانی ایک اونچے درجہ کی خادمہ سے یوں سلوک کرے - میں ہرگز اس کے لئے تیار
نہیں ہوں - میں نے کہا - معاف کرنا - کہ تمہیں میرے لفظوں سے رنج پہنچا جس پر جیسیکا
میری طرف غور سے دیکھکر کہنے لگی - خیر اگر تم حالات سے اچھی طرح واقف نہیں ہو -
تو میں اس مرتبہ معاف کئے دیتی ہوں - اور اس سے بھی بڑھ کر اتنا کر سکتی ہوں - کہ برتن
دھونے والی لڑکی سے کہدوں - وہ تمہارا ٹرنک تمہارے ساتھ مل کر اٹھوا دے - گو
اکیلی وہ بھی اس کام کو نہ کرے گی - اس سلوک کو دیکھ کر میرا کلیجا چھلنے لگا - اور میں نے
بڑی کوشش سے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا - پھر میں نے اپنے جذبات کو چھپانے کی
کوشش کرتے ہوئے پوچھا - کیا باقی استانیاں بھی فرش پر سوتی ہیں؟ جس پر وہ
کہنے لگی - بڑی استانی مس ململ بڑی جماعت کی لڑکیوں کے کمرہ میں سوتی ہے -

[illegible] سینکس اُس سے نچلی جماعت کی لڑکیوں کے ساتھ اور مس روڈس مس حبیب اور تم سب سے اوپر والے کمروں میں۔ لیکن خیر میں جاتی ہوں۔ اور ٹبسی سے کہتی ہوں۔ وہ تمہارا سامان تمہارے ساتھ ملکر اوپر پہنچا دے۔

اتنا کہکر جیسیکا بڑی نخوت کے ساتھ نیچے اتر گئی۔ بظاہر وہ مجھے اپنی نسبت بہت اونے درجہ کی سمجھتی تھی۔ اُس نے ٹبسی کو بلوایا۔ اور وہ بہت کچھ کڑھتی میرے ساتھ ٹرنک کو ایک طرف سے اٹھا کر اوپر لائی۔ میں نے دیکھا۔ اس لڑکی کا لباس بہت میلا تھا۔ خیر اپنے کمرے میں پہنچکر میں نے اپنی دوسری گون بدلی ہی تھی۔ کہ اتنے میں جیسیکا پھر آ کر کہنے لگی مسز لیکن بہت ناراض ہو رہی ہیں۔ کہ تم نے نیچے آنے میں دیر لگائی ہے۔ خود جیسیکا بھی اس وجہ سے بہت ناراض تھی۔ کہ اُسے یہ اطلاع لانے کے لئے چار زینوں پر سے گذرنا پڑا۔ چنانچہ وہ بڑے گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگی۔ دیکھو۔ آیندہ کبھی اسطرح دیر نہ کرنا۔

جب میں افسردہ دل رنجیدہ اور کانپتی ہوئی سکول کے کمرہ میں پہنچی۔ تو مسز لیکن نے ساری استانیوں اور لڑکیوں کے سامنے مجھے ملامت کرنا شروع کر دیا۔ جب میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ تو اس کا غصہ اور بھی تیز ہو گیا۔ آخر اس نے چار چھوٹی چھوٹی لڑکیاں جن کی عمر آٹھ سے دس سال کی تھی۔ بغرض تعلیم میرے سپرد کیں۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ باقی استانیاں یعنی مس ٹڈل مس سینکس اور مس [illegible] مجھے انتہا درجہ کی حقارت سے دیکھ رہی ہیں۔ البتہ مس روڈس اور مس حبیب جن کی عمر میرے برابر تھی۔ حالانکہ باقی تینوں استانیاں تیس سال سے زائد عمر کی تھیں۔ مجھے دوستانہ انداز سے دیکھتی رہیں۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ اس سکول میں آٹھ سے سولہ سال عمر کی لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ انہوں نے بہت اچھی پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ اور اُن میں جو بڑی تھیں۔ وہ واقعہ میں حسین نظر آتی تھیں۔ کل چالیس کے قریب لڑکیاں اس سکول میں زیر تعلیم تھیں۔

چار چھوٹی لڑکیاں جو میرے سپرد کی گئیں وہ اتنی ہی کند ذہن تھیں۔ جتنا انسان کے لئے ہونا ممکن ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اسقدر شوخ کہ اُن پر قابو پانا غیر ممکن تھا۔ جب میں انہیں کچھ سمجھانے لگتی۔ تو وہ کبھی ہنس دیتیں۔ اور کبھی دانت چڑانے لگتیں۔ دوسری آفت یہ پیدا ہوئی۔ کہ مسز لیکن رہ رہ کر کہتی تھیں۔ ہیچنس تمہاری جماعت میں بہت غل ہو رہا ہے۔ اگر میں آہستگی سے بولتی۔ تو حکم آتا۔ ہیچنس تم بالکل بیکار بیٹھی ہو۔ مخفی نہ رہے

کہ مسز لیکین کا طریقہ تھا۔ کہ وہ صرف تینوں بڑی استانیوں کو مس کے لفظ سے مخاطب کیا کرتی تھی۔ ہم تینوں یعنی روڈس۔ جیسب اور ہچنسن اس کی مستحق نہ سمجھی جاتی تھیں۔ اتنے میں چائے پینے کا وقت آیا۔ تینوں بڑی استانیاں مسز لیکین کے قریب بیٹھیں اور انہیں چائے۔ مکھن اور بسکٹ مہیا کئے گئے۔ لیکن ہم تینوں کو چھوٹی لڑکیوں میں بٹھلایا گیا۔ اور پانی ملا ہوا دودھ۔ بھدی سی روٹی کے ٹکڑے اور تھوڑا سا مکھن دیا گیا۔ یہی انتظام صبح کے ناشتہ کے وقت ہوتا تھا۔ شام کو تینوں چھوٹی استانیوں کو ٹھنڈا گوشت دیا گیا حالانکہ چھوٹی لڑکیوں کو اس میں سے حصہ نہ ملتا تھا۔ اور میں نے ایک بار جیسیکا کی زبانی سنا۔ کہ ٹھنڈے گوشت کو نوکرانیوں میں سے بھی کوئی چھونا پسند نہیں کرتی۔ میں یہ چھوٹی چھوٹی تفصیلات اس لئے بیان کر رہی ہوں۔ کہ معلوم ہو جائے۔ مسز لیکین کا فیشن ایبل سکول کس قسم کا تھا۔ ہاں میں یہ کہنا بھول گئی۔ کہ چھوٹی استانیوں کو خود ہی اپنے بستر بچھانے اور اپنے لئے صراحیوں میں پانی لانے پر بھی مجبور ہونا پڑتا تھا۔

ان حالات سے میں نے بہت جلد معلوم کر لیا۔ کہ مسز لیکین کا اخلاق اور اسکی ملنساری میرے والد کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی۔

ہاں شام کے چھ سات بجے کے بعد اُسکا مزاج ذرا ملنسار ہو جاتا تھا۔ اور اُس کی طبیعت بھی کھل جاتی تھی۔ اسوقت وہ بار بار اُس کمرہ سے باہر نکل جاتی۔ جس میں ہم سب بیٹھی ہوتیں۔ اور چند منٹ کے بعد پھر واپس آتی۔ لیکن یہ ایک عجیب راز تھا۔ کہ اس طریقہ پر وہ جتنا زیادہ باہر جاتی۔ اُسیقدر اُس کی خوش مزاجی بڑھتی جاتی تھی۔

۔اسی طرح چند ہفتے گذر گئے۔ ایک روز شام کے وقت میں نے اجازت چاہی۔ کہ ایک چٹھی والد کے نام ڈاک میں ڈال آؤں۔ کیونکہ نوکرانیوں میں سے کوئی چھوٹے درجہ کی استانیوں کا کام نہ کرتی تھی۔ رستہ میں مجھے سکول کی بڑی لڑکیوں میں سے ایک جسکا نام آنریبل مس اڈیلین انفیلڈ تھا ملی۔ اور کہنے لگی مس ہچنسن میرا یہ خط بھی مہربانی سے ڈال دینا۔ میں نے کہا۔ شوق سے ڈال آؤں گی۔ وہ کہنے لگی۔ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اتنا کہکر وہ چلی گئی۔ اور اُسوقت میں نے اس معاملہ کو معمولی سمجھا۔ کیونکہ مجھے

معلوم تھا۔ مسز لیکین نے لڑکیوں کو حکم دے رکھا ہے۔ کوئی خط مجھے دکھائے بغیر اپنے متعلقین کے نام روانہ نہ کیا جائے۔ کچھ تو میں اس حکم کو بجائے خود سخت سمجھتی تھی۔ کچھ میں مس انفیلڈ کو اس لیئے کہ اُس نے مجھے ایسے اچھے طریق پر مخاطب کیا۔ ممنون کرنا چاہتی تھی۔ خیر وہ چٹھی میں نے ڈاک میں ڈال دی۔ اور اُس کے بعد یہ واقعہ میرے ذہن سے اتر گیا۔ لیکن دوسری بار جب میں پھر خط ڈالنے چلی۔ تو مس انفیلڈ نے دوبارہ اسی طرح کیا۔ اور قبل اس کے کہ میں اُسے کوئی جواب دے سکتی۔ وہ خط میرے پاس چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے دیکھا۔ تو اس خط پر بھی وہی پتہ لکھا ہوا تھا۔ جو سابق خط پر تھا۔ یعنی کپتان چولمونڈلے پارک نائٹس برج۔ میں نے سمجھا۔ یہ کوئی اُس کا رشتہ دار ہوگا۔ اسلیئے مجھے خط ڈالنے میں تامل نہ ہوا۔

اُس روز رات کے وقت جب میں اپنے بستر پر لیٹی۔ تو آنریبل مس انفیلڈ دبے پاؤں دروازہ کھول کر میرے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اُس نے شب خوابی کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر اُس نے منہ پر انگلی رکھ لی۔ گویا یہ کہنا چاہتی ہے۔ کہ میں خاموش رہوں پھر بولی۔ مس ہچنسن میں تم سے ایک رعایت چاہنے آئی ہوں۔ میں نے کہا۔ اگر میرے اختیار کی بات ہو۔ تو مجھے کچھ عذر نہ ہوگا۔ لڑکی جو بڑی خوبصورت تھی۔ کہنے لگی۔ تم اس کام کو آسانی کے ساتھ کر سکتی ہو۔ کل صبح پہلی ڈاک میں تمہارے نام میرا ایک خط آئیگا۔ میں نے پوچھا۔ اگر اس کی مسز لیکین کو خبر ہو گئی۔ تو وہ کیا کہے گی؟ مگر مس انفیلڈ نے کہا۔ جبتک تم خود اُسے اطلاع نہ دو۔ اسے اسکا علم نہیں ہوسکتا۔ اور میری پیاری مس ہچنسن اس کا مجھے یقین ہے۔ تم کبھی اُس سے اس کا ذکر نہ کروگی۔ میں نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا۔ خیر اس مرتبہ تو میں اس معاملہ سے درگذر کرتی ہوں۔ لیکن مہربانی سے آئندہ ایسا نہ کیجیئے گا۔ اُس نے بڑی محبت سے مجھے بوسہ دیا۔ اور میں یہ جان کر خوش ہوئی۔ کہ وہ میری رفیق ہے۔ کیونکہ حقیقت میں میں جب سے اس جگہ آئی۔ میری طبیعت بے حد افسردہ رہتی تھی۔ گو میں نے اپنے والد کو رنجیدہ نہ کرنے کے خیال سے اُنہیں اس بات کی اطلاع نہ دی تھی۔ کہ مسز لیکین نے اُنہیں کسقدر دھوکا دیا ہے۔

دوسرے روز وہ خط جس کا انتظار تھا۔ آپہنچا۔ اور میں نے لفافہ چاک کر کے اس میں سے ایک اور سربمہر لفافہ نکالا۔ جسے موقعہ پاکر میں نے مس انفیلڈ کے حوالہ کر دیا۔

وہ از راہ شکر گذاری سے مسکرائی۔ اس کے تین چار دن بعد ایک اور اسی قسم کا لفافہ میرے نام آیا۔ اس میں بھی مس انفیلڈ کے نام کا خط بند تھا۔ لیکن میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ جب تک اُس کے ساتھ گفتگو نہ کر لوں۔ یہ خط اُس کے حوالہ نہ کروں گی۔ جیسا مجھے امید تھی۔ رات کے وقت جب سارے آرام کے لئے لیٹ گئے۔ تو وہ میرے کمرہ میں داخل ہوئی۔ میں نے رقعہ اُسکے حوالہ کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی کہا۔ آیندہ میں اس خفیہ خط و کتابت کا ذریعہ نہ بنوں گی وہ میرا فیصلہ سُنکر زار زار رونے لگی۔ اور میرے اطمینان کے لئے ایک قصہ اس قسم کا گھڑ کر سنایا۔ جو ہر چند کہ اسوقت میرے اطمینان کے لئے کافی تھا مگر اب اُس کا ذکر کرنا فضول ہے۔ حاصل کلام یہ کہ میں نے بیوقوفی سے اُس کی بات مان لی۔ اور اُس کے خط پہنچانے اور وصول کرنے میں اُس کی معاون بنی رہی۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ کہ ہمیشہ اُس کی چٹھیاں اُسی شخص کے پتہ سے جایا کرتی تھیں۔ جسکا نام میں پہلے بیان کر چکی ہوں۔

میں اس کے ساتھ جس قسم کا مہربانی کا سلوک کرتی تھی۔ اُس کے لئے وہ میری زیادہ زیادہ ممنون احسان ہوتی گئی۔ اور چونکہ وہ ایک امیر گھرانے کی لڑکی تھی۔ اس لئے میرے ساتھ اُس کے اچھے سلوک کی بدولت یہ اثر پیدا ہوا۔ کہ تینوں بڑی استانیاں بھی یہ دیکھکر کہ مس انفیلڈ میری صحبت کو پسند کرتی ہے۔ میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آنے لگیں۔ یہانتک کہ مسز لیکن کی سابقہ سختی میں بھی فرق آگیا۔ اور میں اب دن بدن زیادہ آسائش محسوس کرنے لگی۔ ایک روز شام کے وقت جبکہ میں اپنے کمرہ میں داخل ہو چکی تھی مس انفیلڈ میرے پاس آکر کہنے لگی۔ پرسوں مجھے بازار سے کچھ سامان خریدنے جانا ہے کہو۔ تم بھی میرے ساتھ چلوگی؟ میں نے کہا۔ مجھے ساتھ جانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ وہ بولی۔ بہتر ہے۔ میں اس کا انتظام کر رکھوں گی۔ اور آج رات ہی کو مسز لیکن سے جب وہ تین چار بار کمرہ سے باہر نکل چکی ہوگی۔ اس کے متعلق اجازت حاصل کر لوگی میں نے کہا۔ یہ کیا ضروری ہے۔ کہ اُس کے تین چار مرتبہ کمرہ سے باہر نکلنے پر ہی تم اس سے اجازت لو؟ کہنے لگی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب وہ تیسرا یا چوتھا گلاس چڑھا چکی ہوگی۔ تو یقیناً میری درخواست نامنظور نہ کرے گی۔ اور استانیوں میں سے کسی ایک کو میرے ہمراہ جانے کے لئے کہدے گی۔ میں نے حیرت زدہ ہو کر

پوچھا۔ تیسرا یا چوتھا گلاس۔ کس چیز کا؟ مس انفیلڈ کہنے لگی۔ تو کیا تم ابھی تک اس بات سے ناواقف ہو۔ کہ وہ بے حد شراب پیتی ہے؟ گو عورت چالاک ہے۔ اس لئے کسی کو پتہ نہیں ہونے دیتی۔ اُسکا شوہر بھی حد درجہ شراب پیا کرتا تھا۔ میں نے افسوس کے لہجہ میں کہا۔ مجھے اس کا علم نہ تھا۔ میں نے یہ سوچا تھا۔ کہ وہ کوئی بڑا معزز آدمی تھا۔ وہ ہنس کر بولی۔ میرے خیال میں مسز لیگن نے تم سے اپنے شوہر کے انتقال کے متعلق کوئی قصہ بیان کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک روز رات کے وقت وہ شراب میں بدمست گھر کو چلا آرہا تھا۔ راستہ میں اُسکا ایک بُری عورت سے جھگڑا ہوگیا۔ اور جب پولیس نے مداخلت کرنی چاہی۔ تو اس نے اُن پر حملہ کیا۔ اتفاق سے ایک پولیس والے کا ڈنڈا اُس کے کسی نازک مقام پر لگا۔ اور وہ مر گیا۔ میں نے کہا۔ اُس نے میرے والد کے روبرو اس سے بالکل ہی مختلف قصہ بیان کیا تھا۔ مس انفیلڈ کہنے لگی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ تمہارے والد پادری ہیں۔ اور خیال تھا۔ وہ بعض اور لڑکیوں کے داخلہ کی سفارش کر سکیں گے۔ بھلا کہو تو۔ تمہارے والد کے روبرو وہ بڑی با اخلاق اور مسکین ظاہر ہوئی تھی۔ یا نہیں؟ میں نے کہا۔ بیشک ایسا ہی تھا۔ وہ کہنے لگی۔ پھر جب تمہارے والد رخصت ہو گئے۔ تو اُس نے بھی رنگت بدل لی ہوگی۔ میں نے اسے بھی صحیح تسلیم کیا۔ اور مس انفیلڈ کہنے لگی۔ بات یہ ہے۔ کہ وہ اپنی طبیعت پر کچھ بھی قابو نہیں رکھتی لیکن میں چلتی ہوں۔ اندیشہ ہے مس مڈل بیدار نہ ہو جائے۔ اور یہ نہ دیکھ لے میں کمرہ میں موجود نہیں ہوں۔ مس جمینن شب بخیر۔ پرسوں میرے ساتھ ضرور بازار چلنا۔

اسقدر گفتگو کے بعد آنریبل مس انفیلڈ کمرہ سے باہر چلی گئی۔ میں نے اُس کی زبانی جو حالات سنے تھے۔ اُن سے بیحد متعجب تھی۔ اور بہت دیر تک جاگتی ان تمام معاملات پر غور کرتی رہی۔ پھر جب مجھے اس نوجوان لڑکی کی اعلےٰ حیثیت۔ جوانی حُسن اور اُسکے شاندار مستقبل کا خیال آیا۔ تو مجھے یہ سوچکر بڑا افسوس پیدا ہوا۔ کہ اُس کی پاک روح کو ابھی سے شرابیوں۔ بری عورتوں پولیس کے جھگڑوں اور ایک شراب پینے والی استانی کی مثال سے کتنا بُرا اثر پہنچ سکتا ہے۔ مس انفیلڈ کی گفتگو سے میرے دل میں نئے نئے خیالات پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ میں بہت دیر تک سوچتی رہی۔ کہ بُری عورت سے کیا مراد ہو سکتی ہے؟ اور اسوقت اس گناہ کی اہمیت کا جو کسی بُری عورت

سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔ نوجوانوں کے دلوں میں کفر کی تعلیم پیدا کرنے کا پہلا قدم میرے خیال میں یہ ہے۔ کہ انہیں اس بات کا علم ہو۔ کہ عیسائی ملکوں میں ایسے لوگ بھی رہتے ہیں۔ جو اس مذہب کی صداقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسی طرح نوجوان لڑکیوں میں ادنیٰ خیالات پیدا کرنے کا ذریعہ میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ انہیں یہ جاننے کا موقع دیا جائے۔ کہ زنانہ کمزوری اپنی بدترین صورت میں کوئی حقیقی وجود رکھتی ہے۔

آنریبل مس انفیلڈ وعدہ کی پکی ثابت ہوئی۔ اُس نے مسز لیکن سے بازار جانے کی اجازت حاصل کرلی۔ اور میرے متعلق بھی خود ہی پوچھ لیا۔ یوم مذکور کو موسم بہار کی سہ پہر کے تین بجے میں اور مس انفیلڈ دونوں بازار کیطرف ہولیں۔ میں نے اُس سے کہا۔ بہترین دوکانیں بائیں طرف کو واقع ہیں۔ لیکن وہ ہنس کر کہنے لگی۔ مس جینس تم نہیں جانتی ہو۔ کہ جو مقام میرے لئے موزوں ہے۔ وہ دائیں طرف ہے۔ اتنا کہکر وہ لندن کی سڑک پر ہولی۔ میں نے اعتراض کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ میرا فرض اُس کے ہمراہ محض ظاہرداری کے لئے موجود رہنا تھا نہ کہ اُس کی حفاظت کرنا۔ کیونکہ گو وہ عمر میں مجھ سے آٹھ ماہ چھوٹی تھی۔ مگر قد میں میرے برابر لمبی اور عین شباب میں تھی۔ فی الحقیقت جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکی ہوں۔ وہ بڑی شوخ اور بڑی ہی خوبصورت لڑکی تھی۔

ہم بہت سی دوکانوں کے پاس سے گذرتی چلی گئیں لیکن آنریبل مس انفیلڈ انمیں سے کسی کے اندر داخل نہ ہوئی۔ آخرکار ہم ہائڈ پارک میں پہنچیں۔ اور وہ کہنے لگی مس جینس آؤ۔ تھوڑی دیر یہاں سیر کریں۔ دیکھو درختوں میں شگوفے نکل رہے ہیں۔ اور اُن کی مہک سے ہوا کیسی خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا۔ بہتر ہے۔ خیر ہم دونوں پارک میں داخل ہوئیں۔ ذرا آگے چل کر مس انفیلڈ نے زور کا قہقہہ لگایا۔ میں نے وجہ پوچھی۔ لیکن وہ شوخی سے میری طرف دیکھکر پھر زور سے ہنسنے لگی۔ میں دوبارہ اُس سے سوال کرنے کو تھی۔ کہ اس نے میرے بازو پر چٹکی لی۔ اور میں نے دیکھا۔ دو لمبے قد کے شکیل فوجی افسر سامنے کیطرف سے آرہے ہیں۔ میں نے یہ دیکھکر کہ وہ ہماری طرف گھور رہے ہیں۔ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں لیکن ذرا دیر میں ہی ان نوجوانوں میں سے ایک نے بلند آواز سے کہا۔ واہ وا! یہ تو میری پیاری ایڈلین ہے۔ مجھے یقین تھا۔ وہ مجھے مایوس نہ کرے گی۔ مس انفیلڈ نے جواب دیا۔ چلو ملونڈلے دنیا ادھر کی اُدھر ہوجائے۔ میں اپنے وعدہ سے ٹلنے والی

نہیں ہوں۔ اتنا کہکر وہ جھٹ افسر مذکور کے پہلو میں کھڑی ہوگئی۔ کپتان چولمونڈلے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ڈنسٹیبل تم مس ہچنسن کو اپنے ساتھ لے لو۔ اور قبل اس کے کہ میں اس نظارہ حیرت کو اچھی طرح سمجھ سکتی۔ اُس شکیل فوجی افسر نے جسکے متعلق بعد ازاں مجھے معلوم ہوا۔ کہ وہ لارڈ ڈنسٹیبل ہے۔ میرے بازو میں اپنا بازو ڈال لیا

تھوڑی دیر تک ہم چپ چاپ چلتے رہے۔ میں جانتی تھی جو کچھ ہو رہا ہے۔ بہت بُرا ہے لیکن اُس خطرہ سے جس میں مس انفیلڈ نے اپنی سازش سے مجھے ڈال دیا تھا چھٹنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ خیالات کا ہجوم دماغ کے اندر تلاطم پیدا کر رہا تھا۔ اُس کے اندر سے مجھے ایک مردانہ آواز بڑی نرمی سے یہ کہتی سنائی دی۔ مس ہچنسن آخر یہ خاموشی کس لئے ہے؟ میری جرأت تو تمہیں ناراض کرنے کا موجب نہیں ہوئی؟ اگر ایسا ہے۔ تو میں فوراً اپنا ناخوشگوار وجود پرے ہٹا لیتا ہوں۔ میں اس کا جواب نہ دے سکی۔ اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اُس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا۔ بخدا۔ تم بڑی ہی پیاری لڑکی ہو۔ اور مجھے اس ذراسی دیر میں تم سے گہری محبت ہوگئی ہے۔ لیکن میری جان اپنی خوشنما آنکھوں کو خشک کر لو۔ ایسا نہ ہو۔ راستہ چلتے کوئی دیکھ کر رک جائے۔ اس کا خیال درست تھا۔ میں نے آنکھوں کو پونچھ ڈالا۔ اور پہلے اُس کے فقروں کا رک رک جواب دیا۔ اسکے بعد بے خبری کی حالت میں کھلے طور سے گفتگو کرنے لگ گئی۔ رفتہ رفتہ حیا جو مانع گفتگو تھی۔ رفع ہوتی گئی۔ یہانتک کہ نصف گھنٹہ کے عرصہ نے ہی میرے اندر ایسی تبدیلی پیدا کر دی۔ کہ میں اُسکی خوش مذاقی پر زور کا قہقہہ لگا تی اور خوش ہو رہی تھی۔ اس اثنا میں ایڈلین مجھ سے تھوڑے فاصلہ پر آنریبل کپتان چلمنڈلے کیساتھ چلتی اور گفتگو کرتی رہی۔

اسی طرح دو گھنٹہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اُسوقت مجھے خیال آیا۔ کہ ہمیں واپس چلنا چاہیئے چنانچہ میں مس انفیلڈ کے قریب پہنچی۔ اور اُس سے کہا۔ اگر ہم جلدی ہی واپس نہ گئیں تو مسز ٹیکن ناراض ہوگی۔ اسکے ساتھ ہی کپتان نے کہا۔ میری حسینہ میں تمہیں اُسوقت تک واپس جانیکی اجازت نہیں دے سکتا۔ جب تک تم اس بات کا وعدہ نہ کر دو کہ آج سے ہفتہ بعد ہمیں پھر اپنی صحبت سے خوش کرو گی۔ مس انفیلڈ نے بلا تامل جواب دیا ہم ضرور اگلے ہفتہ آج کے دن یہاں آجائینگے۔ میں نے دبی زبان سے کچھ اعتراض کیا۔ گر لارڈ ڈنسٹیبل

نے آواز دبا کر مجھ سے کہا۔ دیکھو میری جان سے پیاری مس ہیچنسن اگر تم ساتھ نہ آؤگی۔ تو میں پھانسی لیکر مر جاؤنگا۔ یا دریا میں ڈوب مرونگا۔ میں مسکرانے لگی۔ اور ایڈلین جو غور سے میرے چہرہ کو دیکھ رہی تھی کہنے لگی۔ لڈیا بڑی پیاری لڑکی اور میری سہیلی ہے۔ یقیناً وہ اپنے سے انکار نہ کریگی۔ میں پھر مسکرائی۔ اور اسی کو میری رضا مندی سمجھ لیا گیا۔ اس کے بعد ان دونوں شخصوں نے اردگرد دیکھا۔ اور کسی اجنبی کو قریب نہ پاکر بڑے پیار کے ساتھ الوداع کہی میرا مطلب یہ ہے کہ کپتان چولمونڈلے نے ایڈلین کو اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ اور سلارڈ ڈنسٹیبل نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں سے لگاکر پے درپے بوسے دینے شروع کردیئے۔ اور میں .. افسوس کہ میری طرف سے بہت ہی کم مزاحمت ہوئی۔

ان سے رخصت ہوکر ہم دونوں بیلوڈیر ہوس کیطرف واپس جانے لگیں۔ لیکن عذر خواہی کے لئے ایڈلین نے ایک دوکان میں داخل ہوکر کچھ چیزیں خریدلیں۔ راستہ چلتے میں نے اس سے کہا مس ایڈلین افسوس ہم سے کیسی حرکت سرزد ہوئی ہے۔ وہ ہنس کر کہنے لگی پیاری لڈیا یہ حرکت کچھ ناگوار تو نہ تھی۔ ہم لطف محبت حاصل کر رہی ہیں۔ اور یقیناً تمہارے لئے شکایت کا موقع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ایک شکیل اور مالدار نواب تمہاری خوبصورتی پر مفتون ہوچکا ہے۔ میں نے کہا لیکن یہ تو سوچو۔ وہ میرے متعلق کیا خیال کرے گا۔ مس انفیلڈ کہنے لگی یہی کہ تم بڑی حسین لڑکی ہو۔ میں نے پوچھا مس ایڈلین کیا یہ سب کچھ تمہاری سازش سے ہوا ہے؟ وہ بولی۔ آئندہ تم مجھے صرف ایڈلین کہا کرو۔ کیونکہ اب ہم گہری سہیلیاں ہیں۔ بیشک یہ سارا معاملہ جہانتک اسکا تعلق چولمونڈلے سے تھا۔ پہلے سے طے کیا جاچکا تھا اور چونکہ میں نے اپنے آخری خط میں اُسے اطلاع دی تھی۔ کہ تم میرے ساتھ آؤگی۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ ایک دوست کو لیتا آیا۔ تاکہ دونوں کی گفتگو کا عرصہ تمہارے لئے بار ثابت نہ ہو۔ میں نے پوچھا۔ کیا تمہارا ارادہ کپتان چولمونڈلے سے شادی کرنے کا ہے؟ وہ ذرا تامل کے بعد بولی۔ اُس نے اس بات کا وعدہ کر رکھا ہے۔ کہ جب میں تعلیم پاکر نکلوں۔ تو وہ میرے والدین سے شادی کی درخواست کریگا۔ اگر تم بھی ہوشیاری سے کام لو تو لیڈی ڈنسٹیبل بن سکتی ہو۔ اس فقرہ کو سنکر میرے بدن میں ایک قسم کی برقی لہر پیدا ہو گئی۔ نئی نئی امیدیں نئی نئی خواہشیں پیدا ہونے لگیں۔ اور چند منٹ کے عرصہ میں میں نے عالم خیال میں اپنے آپ کو ایک لارڈ کی بیوی دیکھا۔ مجھے نظر آیا۔ کہ میرے

شوہر کے اثر سے میرے والد لاٹ پادری بن گئے ہیں۔ اور بھائی مالدار ہو گیا ہے۔ اور بڑے گھرانوں کی لڑکیاں اُس سے شادی کی خواہشمند ہیں۔

رات بھر مجھے بے چینی کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ سوچتی تھی۔ کیا میری قسمت عنقریب پلٹا کھانیوالی ہے۔ میں سچ کہتی ہوں۔ اپنے شاندار مستقبل کے متعلق مجھے سب سے زیادہ خوشی محض اپنی خاطر نہیں بلکہ والد اور بھائی کی وجہ سے تھی۔ اسیطرح ایک ہفتہ گذر گیا۔ اور آخر جب مس انفیلڈ نے مجھ سے آکر کہا۔ کہ کل ہمیں اُن دونوں سے ملنے جانا ہے۔ تو میں نے کسی قسم کا اعتراض نہ کیا۔ چنانچہ ہم ضروری اجازت حاصل کر کے روانہ ہوئیں۔ اور تھوڑی دیر میں ہی ہائڈ پارک میں پہنچ گئیں۔ جہاں ہمارے عشاق نے ہاکل منتظر نہ رکھا۔ کیونکہ وہ پہلے سے ہی وہاں موجود تھے۔ وہ ہمیں دیکھکر بظاہر بہت خوش ہوئے۔ اور جسوقت لارڈ ڈنسٹیبل نے پیار سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ہم دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ تو مجھے محسوس ہونے لگا۔ کہ مجھے اس شخص سے حقیقی محبت ہے۔

ایڈلین کپتان کے ساتھ گفتگو کرتی ایکطرف کو چلی گئی۔ اور میں لارڈ ڈنسٹیبل کے پاس رہی۔ وہ سابق کیطرح موّدبانہ طریق پر لیکن بڑی آزادی کیساتھ گفتگو کرتا رہا۔ اور اسنے مجھے یقین دلادیا۔ کہ گذشتہ ملاقات کے بعد مجھے ہر دم تمہارا خیال لگا رہا ہے۔ اسی قسم کا اقرار اس نے مجھسے بھی کرایا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں واقعہ میں ہفتہ بھر اسکی ملاقات کے لئے بے چین رہی تھی۔ اسی طرح نصف گھنٹہ ہو گیا۔ اور اتنے میں بارش اتر آئی۔ آنریبل کپتان چولمونڈلے اور ایڈلین دونوں ہمارے قریب آئے۔ اور کہنے لگا۔ یہ بارش کمبخت بہت تکلیف دہ چیز ہے۔ نہ تو ان لیڈیوں کو بارش میں رکھا جا سکتا ہے۔ اور نہ اسقدر جلد جدا ہونا ہی ممکن ہے۔ لارڈ ڈنسٹیبل نے پوچھا پھر اب کیا کیا جائے؟ کپتان نے کہا۔ میرا مکان پاس ہی ہے اور اگر یہ دونوں وہاں اسوقت تک ٹھیرنا پسند کریں۔ جبتک کہ بارش ختم جائے۔ تو یقیناً ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائیگا۔ گویا وہ اپنے گھر پر ہوں۔ مس انفیلڈ کہنے لگی۔ اس شرط پر ہمیں ساتھ چلنے میں انکار نہیں۔ میں کچھ انکار کرنے کو تھی۔ کہ لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھ سے پیار کی باتیں شروع کر دیں۔ اور انکار نوک زبان پر ہی رہا۔

آنریبل کپتان چولمونڈلے کا مکان سلون سٹریٹ میں واقع تھا۔ ایک وردی پوش نوکر نے دروازہ کھولا۔ اور ہمیں ایک نہایت شاندار کمرہ میں پہنچایا گیا۔ جہاں تھوڑی دیر

میں سامان خوراک مہیا کیا گیا۔ شاہپین کی بوتلیں لائی گئیں۔ اور میں اس سے بے خبر کہ شراب کتنی تیز ہے۔ اُس کے دو گلاس پی گئی۔ کپتان نے ذکر سے کہا۔ تم دوسرے کمرہ میں چلے جاؤ۔ اسکے بعد مجھے فقط اتنا یاد ہے۔ کہ ہم اس انداز سے ہنستی گفتگو کرتی اور کھاتی پیتی رہیں گویا میرے اور ایڈلین کے لئے وقت کی کوئی پابندی نہ تھی۔ رفتہ رفتہ میرے حواس مختل ہونے لگے۔ سر میں چکر آیا۔ اور مجھے یاد ہے۔ کہ میں اپنی جگہ سے گرنے کو تھی۔ اُسوقت میں نے خواب کی سی حالت میں ایڈلین کو کپتان کی گود میں بیٹھے دیکھا۔ اسکے بعد اُس وقت تک کہ صبح کو میری آنکھ کھلی۔ میرا ذہن معطل رہا۔

لیکن الٰہی وہ کیا حالت تھی۔ جو میں نے بیدار ہو کر دیکھی! اب بھی اُسوقت کی یاد آتی ہے۔ تو بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا دیکھتی ہوں۔ کہ اپنی کوٹھری کی بجائے کسی اور ہی بستر پر لیٹی ہوئی ہوں۔ اور لارڈ ڈنسٹیبل میرے پاس موجود ہے۔ اُسوقت میں نے سمجھا۔ کہ میرا ناموس جاتا رہا۔ اور میرے منہ سے بے اختیار ایک نہایت خوفناک اور وحشیانہ چیخ نکلی۔ لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھے اپنی چھاتی سے لگا کر بہت کچھ تشفی آمیز کلمات کہے وہ کہنے لگا۔ مجھے تم سے ناقابل بیان محبت ہے۔ خدا گواہ ہے۔ کہ میں اب بھی تمہیں اپنی جائز بیوی سمجھتا ہوں۔ اور چند دن میں انتظام ہو جانے پر باقاعدہ شادی کر لوں گا۔ وہ اسی قسم کی باتیں ظاہری صداقت کے لہجہ میں کہتا رہا۔ اور اُس نے اپنی محبت کی بے شمار دلیلیں پیش کیں۔ اور شادی کے بعد ایسے خوشگوار نظاروں کی تفصیل بیان کی۔ کہ میرا غم غیر معمولی خوشی میں مبدل ہو گیا۔

لیکن اس کے بعد خیال آیا۔ کہ شادی کے وقت تک میرا کیا ہوگا؟ لارڈ ڈنسٹیبل کہنے لگا۔ تم واپس سکول کو چلی جاؤ۔ مس انغلیلڈ کوئی عذر پیش کر کے معاملہ کو ٹال دے گی۔ میں نے کہا۔ میرے لئے اب بیلوڈیر ہوس میں جانا غیر ممکن ہے۔ لیکن وہ کہنے لگا نہیں نہیں یہ بالکل ممکن ہے۔ ایڈلین نے جو بڑی ہوشیار لڑکی ہے۔ کل شام ہی اس کا انتظام کر لیا تھا۔ اس نے یہ بات کہدی تھی۔ کہ میں عقبی راستہ سے سکول میں داخل ہو کے سیدھی سنز لیکن کے پاس جاؤنگی۔ اور اُن سے کہدونگی۔ لڈیا کو اس [illegible] ہو گیا تھا۔ کہ وہ سیدھی اپنے کمرہ میں جا کر پڑ رہی۔ میں نے [illegible] کل رات کے لئے تو عذر ہو گیا لیکن آج صبح کے لئے کیا ہوگا؟ میرے عاشق نے جواب دیا۔ تم

اطمینان رکھو۔ اسوقت چھ بجے ہیں۔ ۸ بجے تم سکول کے قریب پہنچ جاؤگی۔ وہاں ایڈیلیم چپ چاپ باہر نکل کر تم سے آملے گی۔ اور اسکے بعد تم دونوں سنے صدر دروازہ کیطرف چلے جانا۔ داخل ہوتے وقت کوئی پوچھے۔ تو کہدینا۔ ہم سیر کرنے گئی تھیں جس کی اجازت ایڈیلیم نے مسز ہیکن سے کل رات حاصل کرلی ہوگی۔ کیونکہ اسوقت وہ نشہ کی حالت میں ہوتی ہے ان ترکیبوں کو سنکر میرے دل میں کسیقدر اطمینان پیدا ہوگیا۔ لیکن اضطراب پھر بھی قایم رہا۔ کیونکہ بار بار فکر پیدا ہوتی تھی۔ کہ آنریبل مس الفیلڈ جیسی بظاہر بھولی لڑکی میں کسقدر چالاکی کا مادہ موجود ہے۔

میں نے پلنگ سے اٹھکر جلد جلد کپڑے پہنے۔ اور اسکے بعد لارڈ ڈونٹیبل سے رخصت ہوئی۔ چلتے وقت اُس نے اپنی صداقت۔ دائمی محبت اور باعزت ارادوں کا پھر مجھے یقین دلایا۔ اور ہم نے باہمی خط وکتابت اور آیندہ میل جول کا اقرار کرلیا۔ میں ایسے طریق پر مکان سے باہر نکلی۔ کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ اور اُس کے بعد تیزی سے قدم اٹھاتی سکول کی جانب روانہ ہوئی۔ افسوس! اُس ایک رات کے عرصہ نے میری طبیعت میں کسقدر تبدیلی پیدا کردی تھی! ایسا معلوم ہوتا تھا۔ میری روح بالکل ہی بدل گئی ہے۔ راستہ میں جو کوئی مجھے ملتا۔ اُس کے متعلق ازخود دل میں خیال پیدا ہونے لگتا۔ کہ وہ میرے چہرے سے میرے خوفناک راز کو معلوم کرسکتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی لارڈ ڈونٹیبل کے یہ وعدے میرے اطمینان کا موجب تھے۔ کہ خدا کی نظروں میں وہ مجھے اپنی بیوی تسلیم کرچکا ہے۔ اور بہت جلد جائز طریق پر شادی کرکے انسان کے روبرو بھی یہ درجہ دے سکیگا۔

سکول سے تھوڑے فاصلہ پر مجھے مس الفیلڈ ملی۔ اُسے دیکھکر میں نے شرم سے آنکھیں جھکا لیں۔ اور رخساروں پر حیا کی سرخی پھیل گئی۔ مگر اُس نے خوشی کا قہقہہ لگایا۔ میں نے اُسے دیکھکر کہا۔ آہ! ایڈیلیم تمہاری سازشوں نے مجھے کس نوبت تک پہنچادیا! وہ کہنے لگی پیاری لنڈا! اس بارہ میں ہمارے حالات مساوی ہیں۔ اور چونکہ ہمارے عاشقوں نے اس بات کا وعدہ کر رکھا ہے۔ کہ وہ عنقریب ہم سے شادی کرلیں گے۔ اس لئے جو کچھ ہوا۔ اُس میں بظاہر کوئی عیب نہیں۔ میں اُس کیطرف تعجب کی نظر سے دیکھنے لگی کیونکہ اس کے اس فقرہ سے کہ ہمارے حالات مساوی ہیں۔ مجھے غیر معمولی حیرت پیدا ہوئی تھی۔ مگر اس بارہ میں اُس نے میرے شبہات کو جلد ہی دور کردیا۔ اور کہنے لگی۔ لنڈا اگر تم

اس طرح بار بار زرد رو ہوتی رہو گی - جیسا کہ اب ہو رہی ہو - تو ہمارا راز عنقریب ہی فاش ہو جائیگا - یاد رکھو ہمیں انتہا درجہ حزم و احتیاط سے کام لینا چاہئے - کیونکہ اگر معلوم ہو گیا ہم اپنی دولت عصمت کو لٹا چکی ہیں . . . میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا - تم ہم کا لفظ کیوں استعمال کرتی ہو؟ کہنے لگی - میری انجان سہیلی کیا تمہارا یہ خیال ہے - کہ میں تم سے زیادہ پاکباز ہوں؟ یا یہ کہ لارڈ ڈنسٹیبل کی نسبت کپتان نے مجھ پر کم توجہ دی ہے؟ اسمیں شک نہیں - اگر مجھے نتائج کا علم ہوتا - تو میں یقیناً چولمونڈلے کے مکان پر نہ جاتی - لیکن اب جو کچھ ہو گیا - اس کے لئے چارہ کار نہیں - میں نے کچھ جواب نہ دیا - مگر یہ بات مجھے محسوس ہو گئی - کہ اب ہم دونوں ان کے رحم پر ہیں - جنہوں نے ہماری کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا - بہرحال میں اپنے دل میں اس بات کی دعا کرتی تھی - کہ الہی ان بارہ گھنٹوں کے واقعات ہماری آیندہ زندگی کے لئے مضر اثر پیدا کرنیوالے ثابت نہ ہوں -

آنریبل مس انفیلڈ نے ایسے انتظامات کر رکھے تھے - کہ ہم چپ چاپ مکان کے اندر داخل ہو گئیں - اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی - کہ میں رات بھر باہر رہی ہوں لیکن اس دن سے میری زندگی نے ایک بالکل نیا ورق الٹا - اب میری ساری ہستی کا دارومدار اس وعدہ پر تھا - جو لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھے اپنی جائز بیوی بنانے کے متعلق کیا تھا - ہماری آپس میں اکثر خط و کتابت ہوتی رہی - اور جب کبھی میرے نام لارڈ ڈنسٹیبل کا خط آتا - تو اس میں ہمیشہ ایک رقعہ آنریبل کپتان چولمونڈلے کیطرف سے آنریبل مس انفیلڈ کے نام ہوا کرتا تھا - اس ملاقات کے پندرہ دن بعد جو میرے ناموس کے لئے اسقدر مہلک ثابت ہوئی تھی - ایڈلین نے پھر ایک بار باہر جانے کی اجازت حاصل کی - اور ہم دونوں ہائڈ پارک کو ہولیں - جہاں ہمارے عشاق جلدی ہی ہم سے آملے - کپتان نے پھر ہم سے اپنے مکان پر چلنے کو کہا - لیکن چونکہ مطلع صاف تھا - اور ہم باغ میں آسانی کے ساتھ سیر کر سکتے تھے - اس لئے میں نے انکار کر دیا - البتہ ایڈلین اور چولمونڈلے دو گھنٹے بھر غائب رہے - ڈنسٹیبل میرے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا رہا - لیکن اثنائے گفتگو میں اس نے معاملہ شادی کا بالکل ذکر نہ کیا - اور آخر جب میں نے مناسب الفاظ میں اس کا اشارہ کیا - تو اس نے صرف اتنی بات کہہ کر معاملہ کو ٹال دیا - کہ میں اس بارہ میں ضروری انتظامات کر رہا ہوں - اتنے میں کپتان اور ایڈلین واپس آگئے

اور ہم دونوں پندرہ دن بعد دوبارہ اُسی جگہ ملنے کا وعدہ کر کے اپنے عشاق سے رخصت ہوئیں۔

اس دو ہفتہ کے عرصہ میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم پھر باغ میں ہی اُن سے ملیں۔ چولمونڈلے نے دوبارہ اپنے مکان پر چلنے کو کہا۔ اصرار کیا۔ اور آخر بحالت مجبوری میں نے بھی منظور کر لیا۔ اس دردناک داستان کے اس حصہ پر تفصیلات میں پڑنا لاحاصل ہے۔ مختصر یہ کہ اُس دن کے بعد مدتوں چولمونڈلے کا مکان ہمارے ناجائز تعلقات کا مرکز بنا رہا۔ اور ایڈلین اور اس کا عاشق ایک طرف میں اور ڈینئیل دوسری جانب اندھا دھند گناہ کے تاریک گڑھے میں اُترتے چلے گئے۔

ہائڈ پارک میں ہماری پہلی ملاقات کو سات ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس اثنا میں ڈینئیل نے کبھی اپنے طور پر شادی کا ذکر نہ چھیڑا۔ میں نے کئی بار اُس سے اس بارہ میں سوال کیا۔ مگر وہ ہر مرتبہ یہی جواب دیتا رہا۔ کہ میرے انتظامات ابھی مکمل نہیں ہوئے۔ آخر کار میری اور ایڈلین کی اُمید و راحت کا یہ دل خوش کن خواب کم و بیش نصف سال کے بعد ایک روز اس طرح دور ہو گیا۔ کہ ہمیں صبح کے وقت اپنے عشاق کی طرف سے دو جلدی میں لکھی ہوئی چٹھیاں موصول ہوئیں۔ جن میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ ہم کچھ عرصہ کی سیر و سیاحت کے لئے براعظم یورپ کو جا رہے ہیں۔ اور چند ماہ کی واپسی پر دوبارہ تم سے ملنے کا لطف حاصل کریں گے۔ افسوس ان چٹھیوں میں بھی شادی کا حوالہ تک موجود نہ تھا!

اُسی رات گیارہ بجے کے قریب ایڈلین میرے کمرہ میں آئی۔ میں بہت ملول اور مایوس تھی۔ وہ مجھے کیا تسکین دے سکتی تھی۔ حالانکہ اس تسکین کی اُس کو میری نسبت زیادہ ضرورت تھی۔ جونہی وہ کمرہ میں داخل ہوئی میں نے دیکھتے ہی بھانپ لیا کہ اس کی طرف سے غم اور ذہنی اذیت کا ایسے المناک طریق پر اظہار ہو رہا ہے کہ مجھے اس کی سلامتی کی نسبت خطرہ پیدا ہو گیا۔ میں نے اُس سے درخواست کی۔ تم اطمینان سے کام لو۔ ایسا نہ ہو کوئی ہماری گفتگو کو سن لے۔ وہ میرے بستر پر لیٹ گئی۔ اور میں نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ وہ انتہا درجہ کی جسمانی تکلیف۔ اُس ذہنی اذیت کے علاوہ برداشت کر رہی ہے۔ یکایک میرے دل میں اس معاملہ کی حقیقت کا خیال پیدا ہو گیا۔ اور میں سمجھ گئی۔

شاید اُسے [illegible] پیدا ہو گیا ہے۔
[illegible] مجھے اُسکی حقیقی حالت کے متعلق کچھ بھی شک و شبہ پیدا نہ ہوا تھا۔ لیکن اب اُسے
اس حالت میں دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گئی۔ نہیں جانتی تھی۔ کیا کروں۔ اور کیا نہ
کروں۔ آخر کار میں نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ مسز لیکن کو اس کی اطلاع
دیکر فوراً کسی ڈاکٹر کو بلوانا چاہئے۔ میں دروازہ کیطرف بڑھنے کو تھی۔ کہ ایڈیلین نے آگے
ہو کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اپنا چہرہ . . . جس پر خوفناک زردی چھائی ہوئی تھی۔ خوف
اور اذیت کے انداز سے میری طرف پھیر کر کہنے لگی۔ خدا کا واسطہ ہے۔ اس راز کو پوشیدہ
رکھو۔ مجھے تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔ اگر تمہارے سوا کسی اور کو اس واقعہ کا علم
ہو گیا۔ تو میرا خاندان بدنام ہو جائے گا۔ اور میں خود اس بے عزتی سے جانبر نہ ہو سکوں گی۔
میں نے احتیاط سے دروازہ بند کر لیا۔ اور اُس کے قریب آ بیٹھی۔ اُس جگہ اُس افسوسناک
جرم و ستم کے ضروری سامان سے عاری کمرہ میں ایک ایسی رات کو جبکہ کڑاکے کی سردی پڑ
رہی تھی۔ باہر کھڑکیوں پر کہرا جم چکا تھا۔ اور آسمان پر چمکدار چاند اپنی نورانی روشنی
پھیلا رہا تھا۔ میں نے بغیر کسی قابلہ کی امداد کے تن تنہا ایڈیلین انفیلڈ کی نگہداشت کی۔
بہت تکلیف سہنے کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا۔ مگر اُس بدنصیب کی آنکھیں اس دنیا میں ایک
لمحہ کے لئے بھی نہ کھلیں۔ کیونکہ وہ پیدائشی مردہ تھا!

اس کے گھنٹہ بھر بعد ایڈیلین گرتی پڑتی اپنے کمرہ کو واپس چلی گئی۔ جہاں وہ سویا کرتی
تھی۔ ہم دونوں کے لئے وہ رات نہایت خوفناک تھی۔ اگر میرے لئے خوفناک تھی۔ تو
اُس کے لئے جسقدر زیادہ ہو سکتی ہے۔ اُس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ رات بھر میری پلک
نہ جھپکی۔ کیونکہ یہ افسوسناک واقعہ میری روح پر ایک جرم کیطرح بوجھ ڈالے ہوئے تھا
ایسا محسوس ہوتا تھا۔ میں نے کسی بھیانک گناہ میں حصہ لیا ہے۔ آسمان پر سرد اور مسکین
چاند میری طرف گھور گھور کر ملامت کر رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ خدا اپنی اس نورانی آنکھ کے
ذریعہ سے میرے جرم کو دیکھ چکا ہے۔ چاندنی یہ ملایم دبدبہ لینے والی اور مستقل ہوشیں
نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھی میرے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ اُس کی کرنیں میرے
دماغ میں چبھی جاتی تھیں۔ اور مجھ پر دیوانگی کا سا اثر طاری ہو رہا تھا۔ آسمان پر بادل کا ایک
ٹکڑا بھی موجود نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ چاند کی نظریں آج رات کے لئے خاص طور پر

مجھ پر جمی ہوئی ہیں۔ وہ میری روح کے اندر پہنچ کر میرے خیالات کو مضطرب کر رہا تھا۔ اور اُس کی ٹھنڈی روشنی میرے سنسان کمرہ کے ہر گوشہ میں داخل ہو کر برف کی ایسی سردی پیدا کر رہی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میں سر سے پاؤں تک کانپنے لگی۔ میرے دانت بجنے لگے۔ اور اعضا میں اینٹھن پیدا ہو گئی میرے دل میں اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ خدا کی نظریں مجھ پر لگی ہوئی ہیں۔

میں نے دو زانو ہو کر دعا کرنے کی کوشش کی۔ میں نے خدا سے۔ اپنے والد او بھائی سے اپنے گناہ کی معافی مانگی۔ اور پھر ایک بار چاند کی طرف دیکھا۔ لیکن اُس کی ملامت انگیز آنکھیں بدستور سرد مہری کے ساتھ میری طرف لگی ہوئی تھیں۔ اور وہ سرد کرنیں جو دنیا میں ہر طرف نور پھیلانے کا موجب ہوتی ہیں۔ میری روح میں داخل ہو کر جنون کا اثر پیدا کر رہی تھیں۔ اُس کی پُرسکون حالت جو عوام میں موجب فرحت سمجھی جاتی ہے۔ میرے لئے انتہائی تکلیف اور اذیت کا باعث تھی۔

رفتہ رفتہ چاند ایک طرف کو ہٹ گیا۔ اب وہ مجھے اپنی کھڑکی سے نظر نہ آتا تھا۔ گو اُس کی رو پہلی کرنیں ابھی تک مکانوں اور اُن میدانوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ جن کا نظارہ کھڑکی سے دکھائی دیتا تھا۔ چاند کے نظروں سے ہٹ جانے پر مجھے قدرے سکون پیدا ہوا۔ پھر بھی میری آنکھ رات بھر نہ جھپکی۔

ساری رات خوفناک خیالات میری روح کو جو اذیت پہنچاتے تھے۔ اور میرے تخیل میں جس قسم کے خوفناک نظارے پیش کرتے رہے تھے۔ اُن کے بعد صبح کی روشنی میرے لئے پہلی مرتبہ انتہا درجہ مرغوب معلوم ہوئی۔ جہاں تک ممکن تھا۔ میں نے اطمینان کی حالت اختیار کرنے کی کوشش کی۔ مگر جب اپنی صورت آئینہ میں دیکھی۔ تو یہ معلوم کر کے حیرت زدہ ہو گئی۔ کہ اس پر خوفناک زردی چھائی ہوئی ہے۔ اور صورت ایسی نکل آئی ہے۔ جیسے کوئی برسوں کا بیمار ہو۔ میں علالت کا عذر کر کے کمرہ میں ٹھیرنا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ کیونکہ مجھے یہ معلوم کرنے کی خواہش تھی۔ کہ مس انفیلڈ اُن سوالات کا کیا جواب دے گی۔ جو اُس سے اُس کی صورت دیکھ کر پوچھے جانے یقینی تھے۔ اس کے علاوہ میرے کمرہ میں کوئی چیز موجود تھی . . . مگر سردست اُس کا ذکر قبل از وقت معلوم ہوتا ہے۔

خیر میں حالت اضطراب کو بس میں لانے کی کوشش کر کے کمرہ سے نیچے اُتری میں

نے دیکھا۔ کہ ناشتہ کے کمرہ میں ایڈلین حسب معمول اپنی جگہ بیٹھی بڑی استانی مس ٹاڈل کے ساتھ بڑی بےتکلفی سے باتیں کر رہی ہے۔ ہم نے ایک دوسرے پر پرمعنی نظر ڈالی۔ اور اس کے بعد میں چپ چاپ اپنی کرسی کیطرف چلی گئی۔ لیکن میں نے دیکھ لیا کہ ایڈلین اپنی کمزوری کو چھپانے کی کتنی کوشش کر رہی ہے۔ اور وبخ بھی اس کی انتہا درجہ زرد رنگت کو دیکھا۔ اور اس سے پوچھا۔ آج تمہارا مزاج کیسا ہے۔ لیکن اس بات کو میں ہی جانتی تھی۔ کہ وہ کتنی کمزور اور نقیہ اور کسقدر آرام کی خواہشمند ہے۔ میں خود بھی زرد رُو اور تکلیف زدہ تھی۔ لیکن کسی نے مجھ سے نہ پوچھا۔ تمہاری حالت کیسی ہے۔ یہ طریقہ بےپروائی سے میرے لئے فائدہ مند ثابت ہوئی۔ کیونکہ اگر مجھ سے سوالات پوچھے جاتے۔ تو میں مشکل اُن کا جواب دے سکتی تھی۔ ایڈلین نے بھی۔ دور اندیشی کی راہ سے مجھ سے شب گذشتہ کے واقعات کا ذکر نہ کیا۔ اور اس لئے میں بظاہر سکون کی حالت میں بیٹھی رہی۔ گو ایڈلین کی حالت کو دیکھکر میرے اندر گاہ بگاہ لرزہ پیدا ہوتا تھا۔

آخر دسترخوان بڑھایا گیا۔ اور ہم سب سکول میں اپنے اپنے کمروں کو چلی گئیں۔ رستہ میں مس انفیلڈ نے مجھے ایک طرف ہٹاکر آہستگی سے کان میں کہا۔ میری پیاری لڈیا۔ خدا کے لئے اس راز کو محفوظ رکھنا۔ ایک ذی رتبہ خاندان کی عزت کا دار و مدار تمہاری دور اندیشی پر ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ دبایا۔ جس سے مراد یہ تھی۔ کہ میں اسی طرح کرونگی۔ اس نے دوبارہ کہا۔ لڈیا میں ہمیشہ تمہاری ممنون احسان رہوں گی۔ اور اس کے بعد ہم اپنے اپنے کمروں کو ہولیں۔

سکول کا کام حسب معمول ہو رہا تھا۔ کہ یکایک جیسیکا یعنی بڑی نوکرانی کمرہ میں داخل ہوکر مسز ٹیکن سے کہنے لگی۔ میڈم چاندی کے تین چمچے گم ہیں۔ بہت دیر سے ہم نوکرانیوں میں اُن کے متعلق جھگڑا ہو رہا ہے۔ مہربانی سے آپ ہر ایک کے سامان کی تلاشی لیں۔ بیشک طالب علم لڑکیوں کی تلاشی غیر ضروری ہے۔ اور بڑی استانیوں کی بھی تلاشی نہ لینی چاہئے۔ مگر ماتحتوں کے سامان کی دیکھ بھال کرنا ضروری ہے۔ تین چاندی کے چمچے گم ہونے سے مسز ٹیکن کا غصہ بھڑک گیا تھا۔ اس نے جیسیکا کے مشورہ پر فوراً ہی عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن جب میں نے یہ سنا۔ کہ ہمارے بکسوں کی تلاشی لی جائے گی تو مجھ پہ بجلی سی گر گئی۔ کیوں؟ یہ میں آگے چل کر عرض کرتی ہوں۔

مسز ٹیکمن نے مس روڈس یس حبیب کو اور مجھے اپنے ساتھ لیا۔ اور ہمارے کمرو کو ہولی۔ یکایک ایڈیلین نے اٹھ کر کہا۔ مسز ٹیکمن میرے خیال میں ان تین نوجوان لڑکیوں کے لئے تلاشی کی بے عزتی بہت سخت سزا ہے۔ آپ کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔ لیکن مسز ٹیکمن کا غصہ اتنا تیز ہو چکا تھا۔ کہ اُس نے ایک امیر گھرانے کی لڑکی کا مشورہ بھی ناپسند کیا۔ اور کہنے لگی۔ نہیں۔ میں ضرور تلاشی لونگی۔ ایڈیلین شکستہ دل ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ لیکن جب میں مسز ٹیکمن کے ساتھ کمرہ سے باہر جانے لگی۔ تو اس نے مجھ پر اس قسم کی دردناک نظر ڈالی۔ جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

سب سے پہلے نوکرانیوں کے سامان کی تلاشی لی گئی۔ لیکن کہیں بھی کچھ نہ ملا۔ پھر مس روڈس کے بکسوں کو دیکھا گیا۔ اور جب اُس میں بھی کچھ نہ ملا۔ تو اس نے کہا میڈم میں آپ کو ایک مہینہ کا نوٹس دیتی ہوں۔ اُس کے بعد آپ میری بجائے کوئی اور انتظام کرلیں۔ مسز ٹیکمن نے کہا بہت اچھا۔ ایسا ہو جائیگا۔ پھر مس حبیب کے کمرہ کی تلاشی لی گئی۔ وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ اور اُس نے بھی مسز ٹیکمن سے کہا۔ میڈم ہمارا آپس میں جو معاہدہ ہے۔ اس کی رو سے میں آپ کو ایک ماہ کی اطلاع دیتی ہوں۔ کیونکہ میں جانتی ہوں۔ اس بے عزتی کے بعد اگر میں نوکری چھوڑ جاؤں۔ تو والدین مجھے برا بھلا نہ کہیں گے۔ مسز ٹیکمن نے کہا۔ بہت اچھا۔ مس تم بھی جاسکتی ہو۔ مگر یاد رکھنا۔ چھ مہینے میں ہی تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ تم نے کیسی اچھی جگہ چھوڑ دی۔ پھر اُس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ان دھمکیوں کے باوجود میں تمہارے بکسوں کی بھی تلاشی لونگی۔ اگر تم بھی نوٹس دے کر جانا چاہتی ہو۔ تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ میں نے کہا۔ نہیں میڈم۔ میرا تو یہ ارادہ نہیں ہے۔ مجھے امید تھی۔ وہ میری نرمی پر پسیج کر میری تلاشی نہ لے گی۔ مگر اُس پر ان لفظوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور وہ سیدھی میرے کمرہ کو ہی چولی۔

مس روڈس اور مس حبیب اب نیچے چلی گئی تھیں۔ اور جب کا مسز ٹیکمن اور میں تم [illegible] آئی ہوئی تھیں۔ ان چند منٹ کے عرصہ میں جو میرے چھوٹے بکسوں اور بڑے بکس کی تلاشی میں حائل رہا۔ میں نے اس بات کو سوچنا شروع کیا کہ جب بڑے بکس کی تلاشی لی ہوئی۔ ایک خاص راز ظاہر ہو چکا۔ تو میں اپنے اوپر تہمت لیکر مس انفلیا کو بچاؤں۔ یا اس کا راز فاش کر کے اپنی عزت کو برقرار رکھوں۔ میں نے یہ بھی سوچا کیا آخری

طریقہ اختیار کرنے سے میری عزت سلامت رہ سکے گی؟ کیونکہ گو میرے ناجائز تعلقات کا نتیجہ ویسا نہ نکلا تھا۔ جیسا ایڈلین کی حالت میں ہوا۔ مگر ساتھ ہی اندیشہ تھا۔ کہیں وہ لارڈ ڈنسٹیبل کے ساتھ میرے ناجائز تعلق کو فاش نہ کر دے۔ پھر مجھے اُس کی اُس مایوسانہ اور دردناک نظر کا خیال آیا۔ جو اُس نے مجھ پر کمرہ سے باہر نکلتے وقت ڈالی تھی۔ اور دوستی کے وعدوں کا بھی خیال آیا۔ نیز اُس امداد کا جو اُس نے مجھے مختلف موقعوں پر دی تھی۔ مجھے معلوم تھا۔ وہ ایک امیر اور ذی رتبہ گھرانے کی لڑکی ہے۔ مجھے اس کی فیاضی پر پورا بھروسا تھا۔ اور اس کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ مصیبت کے وقت وہ میرا ساتھ نہ چھوڑیگی

مردہ بچہ کی لاش اس کے ہاتھ سے فرش زمین پر گر پڑی (صفحہ ۲۶)

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اُسوقت میں سارے حالات پر اس مدلل طریق سے غور کر رہی تھی۔ جیسا اب اثنائے گفتگو میں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسوقت تو میرے دماغ میں ایک آندھی سی چل رہی تھی۔ اور سینہ میں مختلف جذبات کا پر خروش تلاطم تھا میں نے بڑی ذہنی کوشش کے ساتھ اپنے ظاہری سکون کو قایم رکھا۔ اتنے میں مسز لیکن میرے بڑے ٹرنک کے پاس پہنچ گئی تھی۔ جب اس نے ڈھکنا اٹھایا۔ تو میں سہارے کے لئے دیوار سے لگ گئی۔ اُس نے میرے کپڑوں کو اٹھا اٹھا کر فرش پر ڈالنا شروع کر دیا۔ اور اُن کے نیچے سے . . . ایک چھوٹا سا بنڈل نکلا۔ جس کے گرد کپڑا لپٹا ہوا تھا! جب مسز لیکن نے اسے باہر نکالا۔ تو ایک نہایت خوفناک چیخ میرے لبوں سے نکل گئی۔ اور ساتھ ہی مُردہ بچہ کی لاش اُس کے ہاتھ سے فرش زمین پر گر پڑی!

جیسیکا نے بھی بڑی خوفناک چیخ ماری۔ اور وہ دروازہ کیطرف جانے کو تھی۔ کہ مسز لیکن نے اُس صدمہ کے اثرات سے بحال ہو کر جو اس نظارہ کی بدولت اسے پہنچا تھا۔ اس کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور کہنے لگی۔ خدا کے لئے چپ رہو۔ میرے سکول کی عزت خطرہ میں ہے۔ پھر اُس نے میری طرف مخاطب ہو کر جبکہ اُس کا چہرہ غصہ سے سفید تھا۔ اور ہونٹ کانپ رہے تھے۔ کھوکھلی آواز میں کہا۔ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ تم آج اسقدر زرد اور علیل نظر آتی ہو۔ لیکن کیا میں یہ خیال کروں۔ کہ اس کی قاتل بھی تم ہو . . . ! نہیں میڈم نہیں۔ میں نے دو زانو ہو کر اور دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ یہ بچہ اسیطرح مُردہ پیدا ہوا تھا۔ خدا کے لئے ساری کیفیت سنو۔ میں تمام واقعات آپ کے روبرو بیان کئے دیتی ہوں۔ لیکن مسز لیکن نے کہا۔ اب کیا بیان کرنا باقی رہ گیا ہے؟ فضول گفتگو کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔ میرے سکول کی شہرت خطرہ میں پڑ چکی ہے۔ تم جا ہو۔ تو میں تمہاری واجب الادا رقم دیئے دیتی ہوں۔ اور تم ابھی میری ملازمت ترک کر کے جا سکتی ہو۔ اگر تمہاری علیحدگی کی وجہ ظاہر ہو۔ تو اسے میرا قصور نہ سمجھنا چاہئے۔ میں نے چلا کر کہا۔ میڈم مجھے چچوں کا چور تو نہ سمجھا جائے گا؟ وہ کہنے لگی۔ میں سارے سکول کے روبرو کہدونگی۔ میری تلاشی بے سود ثابت ہوئی۔ سکول کی شہرت پر حرف نہ آنے کے خیال سے میں یہ بھی مشہور کر دونگی۔ کہ تم اُسی وجہ سے علیحدہ ہوئی ہو۔ جس کی بنا پر مس رو ڈس اور مس جیسیکا نے علیحدگی کے نوٹس دیئے

تھے۔ اس کے بعد اُس نے جیسیکا سے مخاطب ہو کر اس بات کی تاکید کی۔ کہ اس معاملہ کا ذکر باہر نہ نکلنے پائے۔

جب میں مسز لیکن کے روبرو دوزانو بیٹھی تھی تو ایک بار جی میں آئی۔ کہ سارے حالات سچ سچ بیان کر دوں۔ لیکن یہ سوچکر کہ معاملات نے دفعتہً ایسی صورت اختیار کر لی ہے جس میں کسی تفصیل کی حاجت نہیں رہی۔ نیز اس خیال سے کہ مسز لیکن خود اس معاملہ کو رفع دفع کرنے کی خواہشمند ہے۔ میں نے فیصلہ کیا۔ کہ میری بدنامی کا چونکہ کوئی احتمال نہیں اس لئے ایڈلین کو بدنام اور برباد کرنا بے سود ہے۔ چنانچہ میں نے اس شرط پر وہاں سے فوراً ہی چلے جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ کہ میری علیحدگی کا حقیقی موجب ظاہر نہ ہو۔ میں نے اپنا سامان ٹرنک میں ڈالنا شروع کیا۔ مگر کپڑے میں لپٹی ہوئی بچہ کی لاش وہیں فرش پر رہنے دی۔ اسے دیکھ کر مسز لیکن نے کہا۔ ہر ایک چیز ٹرنک میں ڈال لو۔ اسے باہر کیا رکھ لیا ہے؟ میں نے چلا کر کہا۔ میڈم چاہے کچھ ہو جائے۔ میں اپنے سامان میں اسے رکھ کر کہیں نہ جاؤنگی۔ وہ جھلا کر کہنے لگی۔ بدبخت کیا میں تیرے اس حرامی چھوکرے کو خود ٹھکانے لگاتی پھروں؟ اس گستاخانہ فقرہ سے میرے رخساروں پر سرخی چھا گئی۔ ایک ایسے فعل کے لئے جس کا حقیقت میں مجھ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ یوں ملامت پانا ناقابلِ برداشت تھا۔ مسز لیکن نے میرے اضطراب کو دیکھا۔ اور اُس کے بعد اس خیال سے مبادا پھر کرار تک نوبت آئے۔ کہنے لگی مس ہچنسن تم کل تک یہاں ٹھیر جاؤ۔ میں اجازت دیتی ہوں کہ رات کو جب تاریکی ہو۔ باہر چلی جانا۔ لیکن اُسوقت تک اپنے صندوق کو خوب اچھی طرح سے مقفل رکھنا۔ میں نے اُس کا اشارہ سمجھ لیا۔ اور کہا بہت اچھا۔

اس کے بعد ہم پھر سکول کے کمرہ کیطرف آگئیں۔ سب سے پہلے میں نے ایڈلین کیطرف ایسی نظر ڈالی۔ جس سے اُس کا اطمینان ہو گیا۔ کہ میرا راز محفوظ ہے۔ اس کے بدلہ میں اُس نے میری طرف انتہائی شکر گذاری کی نظر سے دیکھا۔ اوہ! میں نے اُس کے لئے کتنے بڑے ایثار سے کام لیا تھا۔ اور اُسکی خاطر کسقدر ذلت گوارا کی تھی!

رفتہ رفتہ دن ڈھلتا گیا۔ اور شام کے قریب گم شدہ چمچے بھی مل گئے۔ جو شاید باورچن یا دوسری خادمہ کی غلطی سے کسی مقام پر رکھے گئے تھے۔ میں معمول سے پہلے اپنے کمرہ کو چلی گئی۔ کیونکہ مسز لیکن کے سامنے رہنا میرے لئے تکلیف دہ ثابت ہو رہا تھا۔ ذرا

دیر میں ایڈلین بھی آ گئی۔ وہ مجھ سے دن کے واقعات کی نسبت گفتگو کرنے آئی تھی۔ میں نے سارے واقعات بیان کئے۔ جنہیں سنکر وہ میرے گلے لگ گرا ور آنکھوں میں آنسو بھرکر تہ دل سے شکرگذار ہوئی۔ کہ میں نے اُسے ایک بہت بڑی بدنامی سے بچایا تھا۔ وہ کہنے لگی۔ تم میری بہن ہو۔ تم میری جان سے عزیز سہیلی ہو۔ اُس نے اس بات کا اقرار کیا۔ کہ اس خدمت کا عوض میں ضرور تمہیں دونگی۔ مجھے یہ سوچکر کہ میری بدولت اُسے کچھ فائدہ پہنچا ہے۔ دل میں خوشی ہوئی۔ اُس نے یہاں تک کہا۔ کہ جب لوگ سو جائیں گے۔ تو میں خود اس بچہ کی لاش اٹھاکر باہر ڈال آؤنگی لیکن میں سمجھتی تھی۔ اُس کی صحت اس درجہ کمزور ہے کہ اگر وہ رات کے وقت باہر نکلی۔ اور اُسے سرد ہوا لگ گئی۔ تو جان کے لالے پڑ جائیں گے اس لئے اس ناگوار فرض کو بھی میں نے اپنے اوپر ہی لیا۔ بعد ازاں ہم اس بارہ میں گفتگو کرتی رہیں۔ کہ میرا مستقبل کیا ہو۔ میں گھر واپس جانا نہ چاہتی تھی۔ کیونکہ خوف تھا۔ والد اور بھائی میرے متعلق بہت سے سوالات پوچھیں گے۔ جن کا جواب دینے سے میں ہچکچاتی تھی۔ ایڈلین باوجود کم عمر ہونے کے دنیاوی معاملات میں بڑی ذی فہم لڑکی تھی۔ کہنے لگی۔ میں تمہیں لندن کے کسی معزز گھرانے میں رکھوا دونگی۔ اور کوشش کرکے تمہیں استانی کی آسامی لے دونگی۔ بڑے دنوں کی چھٹیاں ہونیوالی تھیں۔ اور کم و بیش دس دن کے عرصہ میں اُس کا اپنے والدین کے مکان واقعہ بگریو سکوئر میں واپس آنا یقینی تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ اس موقعہ پر جہانتک مجھ سے ہو سکے گا۔ تمہاری مدد کرونگی۔ میں نے اسکی تجویز پسند کی۔ اور وہ اپنے کمرہ کو چلی گئی۔

جب ہر طرف سناٹا ہو گیا۔ تو میں نے ٹوپی اور لبادہ پہنا۔ اور مس الفیلڈ کے بچہ کی لاش چھپائے باہر نکلی۔ عقبی دروازہ سے نکل کر میں یک ڈنڈیوں کے راستہ چلتی ہر امپٹن کی جانب ہولی۔ حتٰی کہ آخرکار ایک جوہڑ کے قریب پہنچی جس میں ایک گدلی ندی کا پانی گرتا تھا۔ آسمان پر چاند بڑی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اُس کی روشنی میں میں نے ایک ایسا مقام جو میرے مطلب کے لئے موزوں تھا۔ آسانی سے تلاش کر لیا۔ اور بدنصیب بچے کے بنڈل میں دو تین بھاری پتھر رکھ کر اُسے جوہڑ میں پھینک دیا۔ تاریک پانی میں کچھ سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ مگر چند منٹ بعد لہریں گناہ کے اس پلندہ کو اپنی تہ میں لے کر پھر ساکن ہو گئیں۔ اب مجھے گونہ اطمینان ہوا۔ لیکن واپس آتے وقت راستہ بھول گئی۔ اور آخر

بڑی مشکل سے سکول کی عمارت تک پہنچی - اس سے دوسرے دن میں نے ساکنین سکول سے رخصت لی - مسز لیکن نے میری تنخواہ چکا دی - اور اس بات کی بھی اجازت دی - کہ شام تک میرے بکس وہیں رہیں - شام کو یا اگلے دن جب میں چاہوں انہیں منگوا لوں میں کرایہ کی گاڑی پر لندن پہنچی - مس انفیلڈ نے پہلے سے مجھے ضروری ہدایات دے دی تھیں - میں نے بری سٹریٹ واقعہ سینٹ جیمز کے ایک مکان کا جہاں ایک معزز بیوہ رہتی تھی - کچھ حصہ کرایہ پر لے لیا - اس عورت کا شوہر مس انفیلڈ کے والدین لارڈ اور لیڈی راس ولی کے ہاں اونچے درجہ کا ملازم تھا - جب میں نے اُس کے سامنے ایڈلین کا نام لیا - تو وہ میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئی -

میں نے ایک پورٹر کو بھیج کر اسباب بھی منگا لیا - اور اُس کے بعد والد کو چٹھی لکھنی شروع کی - آہ اگر یہ کام میرے لئے سہل نہ تھا - کیونکہ میں نہ چاہتی تھی - اپنے عزیز اور پُراعتماد والد کے روبرو جھوٹ کا طومار پیش کروں - اور فرض بھی ہر حال میں مقدم تھا - آخر میں نے اس چٹھی میں لکھ دیا - کہ مسز لیکن نے چونکہ مجھ سے بدسلوکی کی تھی - اس لئے میں اُس کی ملازمت چھوڑ آئی ہوں - لیکن اُس کے سکول کی ایک طالب علم لڑکی آنریبل مس ایڈلین میری گہری سہیلی ہے - اور میرے معاملات میں پوری دلچسپی لے رہی ہے - اُس نے نہ صرف مجھے ایک مالدار گھرانہ میں ملازمت دلانے کا وعدہ کیا ہے - بلکہ مجھے ایک معزز بیوہ کا پتہ بھی دیا ہے - جس کے ہاں میں آجکل ٹھیری ہوئی ہوں - اس چٹھی کا جواب واپسی ڈاک سے آگیا ہے - جس میں والد نے میری جلد بازی پر اظہار افسوس کیا - اور لکھا تھا - کہ تمہیں پہلے مجھ سے مشورہ لے لینا چاہیے تھا - اس کے ساتھ ہی لکھا تھا - کہ تمہارے سکول کی تلاشی لینے میں استانی جی نے بڑی نامناسب حرکت کی - بہرحال تم سمجھدار ہو - خوشی کی بات ہے - مس انفیلڈ سے تمہاری دوستی ہوگئی ہے - لیکن اگر تمہیں کسی قسم کی دقت نئی ملازمت حاصل کرنے میں پیش آئے - تو سیدھے گھر کو چلے آنا - میں خود یا ایڈگر لندن میں تم سے ملنے آتے - مگر خرچ کی کمی سے ارادہ ملتوی کرنا پڑا -

اسی طرح دس دن گذر گئے - اور میں نے سمجھا - مس انفیلڈ بڑے دن کی چھٹیوں پر گھر آگئی ہوگی - مجھے امید تھی وہ عنقریب مجھ سے ملنے آئے گی - اور میرا یہ خیال غلط

بھی ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ ایک روز سہ پہر کے وقت ایک بڑی شاندار گاڑی مکان کے سامنے ٹھیری۔ اور ایڈلین اُتر کر میرے کمرہ کیطرف آئی۔ جب ہم دونوں اکٹھی ایک جگہ بیٹھ گئیں تو وہ کہنے لگی۔ پیاری لڈیا۔ دیکھو میں نے تمہیں فراموش نہیں کیا۔ میں نے تمہارے متعلق اپنی ماں لیڈی راس ولی کے روبرو ایک بہت عمدہ قصہ گھڑکر پیش کیا تھا۔ میں نے اُس سے کہا۔ تم میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتی رہی ہو۔ اور مسز بیکین نے بلاوجہ تمہیں تکلیف دے کر اپنے سکول سے نکال دیا۔ ان حالات میں والدہ نے مجھے شوق سے تم سے ملنے کی اجازت دے دی۔ راس نے یہ بھی کہا۔ کہ میں نے اپنی سہیلی لیڈی پن فیدر کے روبرو تمہاری سفارش کردی ہے۔ جسے ایک استانی کی ضرورت ہے۔ اب میں تمہیں لیڈی پن فیدر کا پتہ دیتی ہوں۔ کل سہ پہر تم نے اُس سے ملنا۔ میں اُن سے تمہارے متعلق پہلے ہی اسقدر کہہ سن چکی ہوں۔ اور تمہارے خاندان کی عزت داری کا اس درجہ یقین دلا چکی ہوں۔ کہ وہ تمہیں ملازم رکھنے میں ہرگز انکار نہ کریں گی۔ میں نے ایڈلین کا اس عنایت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور وہ زبردستی مجھے کچھ روپیہ دیکر کہنے لگی۔ اس سے تم اپنے لئے اچھی سی پوشاک بنوالینا۔ پھر وہ مجھ سے بغلگیر ہوکر رخصت ہوئی۔

اپنی داستان کے اس حصہ پر میں غیر ضروری تفصیلات میں پڑنا نہیں چاہتی مختصر یہ کہ دوسرے روز میں لیڈی پن فیدر سے ملنے گئی۔ اور اُس نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ کسیقدر گفتگو کے بعد اُس نے مجھے بیس پونڈ سالانہ پر نوکر رکھ لیا۔ اور کہا۔ تم آج ہی سے یہاں چلی آؤ۔ وہ بڑی نیک نہاد اور ملنسار عورت تھی۔ عمر اُس کی چھتیس سال کے قریب ہوگی۔ گرچنداں خوبصورت نہ تھی۔ اُس کا شوہر سر ونٹ ورتھ پن فیدر اُس سے عمر میں تین چار سال بڑا تھا۔ مگر نہایت خوشکیل اور طویل القامت اُن کے تین بچے تھے۔ جن کی عمر چھ اور دس سال کے درمیان تھی۔ بڑی دو لڑکیاں تھیں۔ چھوٹا لڑکا تھا۔ انہیں میرے زیر تعلیم رکھا گیا۔ میں نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے والد کو بذریعہ خط دی۔ اور اُس کے بعد اپنے سابق مکان کا کرایہ ادا کرکے اپنا سامان لے سرونٹ ورتھ پن فیدر کے مکان واقع کیونڈش سکوئر میں چلی گئی۔

اس جگہ میرے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک ہوتا تھا۔ نوکر بڑی توجہ سے پیش

آتے۔ اور بچے بھی نہایت مطیع اور فرمانبردار ثابت ہوئے۔ سر ونٹ ورتھ اکثر اوقات اُس کمرہ میں جہاں میں بچوں کو تعلیم دیتی تھی۔ آیا کرتے۔ اور میرے ساتھ مہربانی سے پیش آتے۔ وہ مجھ سے دوستانہ گفتگو کرکے ہنستے اور مذاق کیا کرتے۔ البتہ اپنی بیوی کی موجودگی میں چپ رہتے۔ اور مجھ سے ایک لفظ بھی نہ کہتے تھے۔ آخر رفتہ رفتہ اُن کی یہ نظرِ عنایت غیر معمولی بڑھ گئی۔ اور وہ میرے حسن کی تعریف کرنے لگے۔ میں نے جہانتک ممکن تھا۔ اُن کی اس بڑھتی ہوئی توجہ کو روکنا چاہا۔ لیکن اُنہوں نے یہانتک جرأت کی۔ کہ ایک دن صاف لفظوں میں مجھ سے کہدیا۔ میں تمہارا پرستار حسن ہوں اس پر میں چپ چاپ اُٹھ کر دوسرے کمرہ کو چلی گئی۔

تین ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اور ایڈلین سے پہلی ملاقات کے بعد دوبارہ ملنے کا کوئی موقعہ پیش نہ آیا تھا۔ یہ بات مجھے معلوم تھی۔ کہ مسز ہکین کے سکول میں اُسکی تعلیم مکمل ہو چکی ہے (بہت اچھی طرح!) ان حالات میں مجھے یہ محسوس کرکے رنج ہوا۔ کہ اُس نے کبھی کوئی خط لکھنے یا ملاقات کرنے کی فرصت نہیں نکالی۔ ناچار میں نے ہی اُسے ایک خط لکھا کہ تمہیں ملنے کو جی چاہتا ہے۔ میرا مقصد یہ تھا۔ کہ اُسکی وساطت سے کوئی اور جگہ حاصل کرلوں۔ اور اس طریق پر سر ونٹ ورتھ ین فیدر کی توجہ سے بچی رہوں دوسرے دن ایڈلین آئی۔ اور اُس نے تنہائی میں مجھ سے ملاقات کی۔

مگر اس موقعہ پر اُس نے میرے ساتھ سرد مہری کا جو سلوک کیا۔ وہ حیرت خیز تھا کہنے لگی۔ مس ہچنسن تمہیں اس بات پر متعجب نہ ہونا چاہیئے۔ کہ میں تم سے ملنے نہیں آئی اس میں شک نہیں تم نے میری بہت بڑی خدمت کی تھی۔ مگر اس کا میں نے تمہیں مناسب عوض دے دیا۔ یعنی تمہیں ایک اچھی آسامی دلوادی۔ ہمارا حساب برابر ہو گیا۔ آیندہ کے لئے دنیا میں ہماری راہ مختلف ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ گہری آشنائی رکھتی ہوں۔ تو میرے طبقہ کے لوگ تکلیف دہ نکتہ چینی کریں گے۔ ایک دوسرے کے راز محفوظ رکھنے میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ کیونکہ اگر تم کسی وقت غصہ کی حالت میں یہ کہدو۔ وہ بچہ جس کی لاش تمہارے ٹرنک میں پائی گئی۔ تمہارا نہیں بلکہ میرا تھا۔ تو کوئی اس بات پر یقین نہ کرے گا۔ اور اگر کپتان چولمونڈلے کے ساتھ تم میرے تعلقات کا اعلان کرو۔ تو لارڈ ڈنسٹیبل سے متعلق۔ تمہاری پوزیشن بھی ظاہر ہوئے

بغیر نہ رہے گی۔ معاف کرنا کہ میں اس صاف بیانی سے کام لے رہی ہوں۔ لیکن تمہیں خود سمجھنا چاہئے تھا۔ کہ ہمارے درمیان کتنا فاصلہ حائل ہے۔ آیندہ کے لئے ہم تم محض ایک دوسرے کی شناسا ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

اتنی بات کہہ کر آنریبل ایڈیتھ انفیلڈ کمرہ سے باہر چلی گئی۔ اور میں اُس کے عجیب و غریب طرز عمل پر متعجب اور متحیر رہ گئی۔ اُس وقت اول مرتبہ مجھے خیال آیا۔ کہ دنیا میں کس درجہ ناسپاسی موجود ہے۔ اور یہ سوچکر رونے لگی۔ بہت دیر تک آنسو بہانے سے میرا سر بے اختیار اُس میز پر جھک گیا۔ جس کے قریب میں بیٹھی تھی۔ یکایک مجھے کمرہ سے باہر لیڈی پن فیدر کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔ "مائی لارڈ اس طرف سے تشریف لائیے۔ آپ یقیناً بچوں کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔ وہ آپ سے ملنے کے بہت شایق رہتے ہیں۔ اب تو آپ کو دیکھے مدت ہو گئی۔" اس کے جواب میں کسی نے کہا۔ "ہاں۔ میں اپنے دوست چولمونڈلے کے ساتھ یورپ گیا ہوا تھا۔" یہ آواز میرے لئے نئی نہ تھی اور اس کا میرے قلب پر گہرا اثر ہوا۔ ذرا دیر میں دروازہ کھلا۔ اور لیڈی پن فیدر آگے آگے اور لارڈ ڈنسٹیبل پیچھے پیچھے کمرہ میں داخل ہوئے۔ لیڈی پن فیدر نے کہا۔ "مائی لارڈ یہ میرے بچوں کے مطالعہ کا کمرہ ہے۔ اور یہ اُن کی استانی مس ہمنسن ہے۔ لیکن بچے کہاں ہیں؟" "مس ہمنسن!" لارڈ ڈنسٹیبل نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ "اوہ ہم تو ایک دوسرے کے پرانے واقف ہیں۔ میں اس سے پہلے مس ہمنسن سے شرف ملاقات حاصل کر چکا ہوں۔ میں آپ کے والد کے مکان واقع . . . " اور وہ کچھ کہتا کہتا رک گیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کا اثر اپنے ہاتھ پر محسوس کر کے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا۔ "مائی لارڈ آپ بھول گئے۔ آپ میرے والد سے پارسینج واقع گلڈ فورڈ میں ملنے آتے تھے۔" "ہاں ہاں۔" اُس نے کہا۔ "مگر یہ تو کہو۔ آپ کے والد کا جو میرے معزز دوست ہیں۔ کیا حال ہے؟" یہ کہتے ہوئے اُس نے مجھ پر ایک پرمعنی نظر ڈالی میں نے اس سوال کا جواب دے دیا۔ اور لیڈی پن فیدر کا ہماری آپس کی واقفیت کے متعلق اطمینان ہو گیا۔ لارڈ ڈنسٹیبل مجھ سے گلڈ فورڈ کے متعلق بہت سی باتیں کرتا رہا۔ حالانکہ حقیقت میں اُس نے اس مقام کو اپنی عمر میں ایک مرتبہ بھی نہ دیکھا تھا۔ اتنے میں لیڈی پن فیدر بچوں کو لانے دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔

اُس کے چلے جانے پر لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھ سے مخاطب ہو کر جلدی ہی میں کہا ۔ پیاری لڈیا ۔ تم پہلے سے بھی زیادہ حسین نظر آتی ہو ۔ آخری ملاقات کے بعد مجھے ہر وقت تمہارا خیال لگا رہا ہے ۔ میں نے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں ۔ بتاؤ کل سہ پہر کو کہاں ملوگی ؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا ۔ کہ مجھ سے ہنٹیین میں جو یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر ہے ۔ ٹھیک تین بجے ملو ۔ میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا ۔ عین اسوقت لیڈی پن فیدر بچوں کو ساتھ لئے کمرہ میں داخل ہوئی ۔ لارڈ ڈنسٹیبل بظاہر اُن بچوں کی بڑی تعریف کرتا رہا ۔ اور ہاں اُس کی ملنساری سے بہت خوش ہوئی ۔ میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہی ۔ کہ یورپ کی سیاحت کا میرے عاشق پر بہت اچھا اثر ہوا ہے ۔ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ خوشکیل نظر آتا تھا ۔ میرا دل اُسے دیکھ کر بڑی بڑی امیدوں سے بھر گیا ۔ کیونکہ حقیقت میں مجھے اُس شخص سے دلی محبت تھی ۔

جس وقت لارڈ ڈنسٹیبل جانے لگا ۔ تو اُس نے پھر مجھ سے ہاتھ ملایا ۔ اور ہم نے ایک دوسرے پر پرمعنی نظر ڈالی ۔ اس غیر متوقع ملاقات سے مجھے اپنے دل میں جو راحت محسوس ہوئی ۔ نیز اُس نے میرے متعلق جس دلچسپی کا اظہار کیا ۔ اُس کی بدولت وہ ناگوار اثر جو ایڈلین کے نامناسب طرز عمل سے میرے دل میں پیدا ہوا تھا ۔ بڑی حد تک دور ہو گیا ۔ ملاقات کے لئے جو وقت مقرر ہوا تھا ۔ اُس کا درمیانی عرصہ بڑی آہستگی کے ساتھ گذرا ۔ حتےٰ کہ آخرکار ملاقات کی گھڑی قریب آ پہنچی ۔ لیڈی پن فیدر کے مکان میں مجھے پوری خودمختاری حاصل تھی ۔ اور میں جب چاہتی ۔ باہر جا سکتی تھی ۔ یہی وجہ تھی کہ مجھے مقام مقررہ پر جانے میں کوئی دقت پیش نہ آئی ۔ وہاں پہنچی تو لارڈ ڈنسٹیبل پہلے سے موجود تھا ۔ جب وہ مجھ سے ملنے کے لئے آگے بڑھا ۔ تو اُس کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار تھے میں نے اُسے بازو سے پکڑ لیا ۔ اور اس طرح ایک دوسرے کے بازو میں بازو ڈالے ۔ ہم نگارخانہ کی طرف چلے گئے ۔ جہاں اُسوقت بہت کم آدمی موجود تھے ۔

اُس نے کہا ۔ مجھے معلوم نہیں ۔ میرے یکایک انگلستان سے چلے جانے پر تم نے کیا خیال کیا ہوگا ۔ میں نے جواب دیا ۔ اس میں شک نہیں ۔ مجھے اس واقعہ سے بہت ہی رنج پہنچا تھا ۔ اور تم نے چونکہ مجھ سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے ۔ اس لئے

میرے واسطے اس واقعہ سے ناخوش اور ناراض ہونا قدرتی تھا۔ وہ کہنے لگا۔ میں تم سے اس معاملہ کی نسبت صاف صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ موجودہ حالات میں میرا گذارہ چونکہ والد کی دی ہوئی امداد پر چلتا ہے۔ اس لئے سردست شادی کرنا غیر ممکن ہے۔ لیکن باوجود اس کے مجھے تم سے صادق محبت ہے۔ اور تمہاری عدم موجودگی میں میری محبت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ بتاؤ تم اپنے موجودہ حالات میں خوش ہو؟ اس پر میں نے سرونٹ ورتھ ہین فیدرگی بدسلوکی کا ذکر کیا۔ اور کہا۔ جسوقت مجھے کوئی اور جگہ ملی۔ میں اس نوکری کو ضرور چھوڑ دونگی۔ لارڈ ڈنسٹیبل کہنے لگا۔ سرونٹ ورتھ بڑا پاجی آدمی ہے۔ اور سارے لنڈن میں شریف عورتوں سے ساتھ اپنی بدسلوکی کے متعلق بدنام ہے۔ اگر تم اُس کی مرضی پر نہ چلو گی۔ تو وہ درپردہ اپنی بیوی سے تمہاری بدگوئی کرنے لگیگا۔ اور کسی روز تمہیں بغیر کسی سند کے بلاوجہ نکال دیا جائے گا۔ میں نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا۔ کیا وہ ایسا ہی کمینہ ہے۔ لارڈ ڈنسٹیبل نے کہا۔ ہاں۔ یہ تو ایک مانی ہوئی بات ہے۔

اس کے بعد اُس نے نرم گفتگو کرتے ہوئے ایسے دلفریب انداز سے جس کی کیفیت میں آپ کے روبرو بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ تجویز پیش کی۔ کہ تم فوراً ہی میرے زیر حفاظت چلی آؤ۔ پہلے تو میں نے اُس کی درخواست کو حقارت کے ساتھ نامنظور کر دیا۔ اُس نے التجا کی۔ کہ تم میری بات سے اسقدر لاپروائی ظاہر نہ کرو۔ پھر کہنے لگا۔ میں تمہارے عشق میں ناقابلِ بیان طریق پر مبتلا ہوں۔ یاد رکھو۔ جب میرے والد کا انتقال ہوا۔ میں فوراً تم سے شادی کر لوں گا۔ میں نے اس پر بھی تامل ظاہر کیا۔ اُس نے دوبارہ التجا کی۔ اور آخرکار مجھ سے اس بات کا وعدہ لے لیا۔ کہ میں اُسکی تجویز پر عمل کروں۔ چنانچہ فیصلہ اس پر ہوا۔ کہ میں ہفتہ رواں میں کوئی عذر پیش کر کے لیڈی ہین فیدرگی ملازمت سے علیحدہ ہو جاؤں۔ اور ڈنسٹیبل نے مجھ سے وعدہ کیا۔ کہ میں اس اثنا میں تمہارے لئے کوئی اچھا سا مکان حاصل کر سکوں گا۔ اس اقرار کے بعد ہم جدا ہوئے۔

لیکن یہ خیال کرنا چاہئے۔ کہ وعدہ کرتے وقت مجھے اپنے غریب باپ اور بھائی کا خیال آیا۔ تو میرے دل میں رنج پیدا نہ ہوا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ میں جسوقت اپنے

عاشق سے جدا ہوئی۔ تو بے اختیار آنکھوں سے گرم اور تلخ آنسو بہنے لگے۔ اور میں نے اپنے دل میں اس بات کا ارادہ کر لیا۔ کہ ہرگز اُس کے زیر حفاظت نہ رہونگی۔ چنانچہ اسی قسم کے خیالات کی الجھن میں میں واپس کیونڈش سکوئر میں لیڈی پن فیدر کے مکان پر پہنچی۔ جب کمرہ میں داخل ہوئی۔ تو خادمہ نے مجھ سے کہا۔ لیڈی پن فیدر آپ سے گفتگو کیا چاہتی ہیں۔ میں سیدھی نشستگاہ کیطرف گئی۔ جہاں اسوقت سر ونٹ ورتھ اور اُس کی لیڈی دونوں موجود تھے۔ اُن کے انداز سے میں نے سمجھ لیا۔ کہ ضرور کوئی ناگوار معاملہ پیش آنیوالا ہے۔ لیڈی پن فیدر نے مجھ سے مخاطب ہو کر بڑی سرد مہری سے کہا۔ مس ہچنسن آیندہ مجھے تمہاری خدمات مطلوب نہیں۔ یہ تو تمہاری واجب الادا تنخواہ ہے۔ اسکے علاوہ ایک ہفتہ کی زاید تنخواہ اسلئے دیتی ہوں۔ کہ میں نے تمہیں علیحدگی کا نوٹس نہیں دیا۔ میں اس گفتگو سے بہت متعجب ہوئی۔ اور سنبھل کر کہنے لگی۔ میڈم آخر کیا معاملہ ہے۔ کہ آپ فوراً ہی مجھے الگ کرنا چاہتی ہیں؟ وہ کہنے لگی۔ مس ہچنسن میں اگر تمہیں ایک ہفتہ کی زاید تنخواہ دیئے بغیر موقوف کر دیتی۔ تو بھی غیر واجب نہ تھا۔ لیکن میں تم سے سختی کا برتاؤ کرنا نہیں چاہتی۔ تاہم احتیاطاً کہے دیتی ہوں۔ کہ مجھ سے نیک چلنی کی سند طلب نہ کرنا۔ میں اس کے دینے سے انکار کر دونگی۔ میں نے پوچھا۔ آخر معلوم تو ہو مجھ سے کونسا قصور سرزد ہوا ہے۔ لیڈی پن فیدر بولی۔ سر ونٹ ورتھ نے دیکھ لیا ہے تمہاری اخلاقی حالت نہایت کمزور ہے۔ میں حیران تھی۔ یہ کیا کہہ رہی ہیں میں نے متعجب ہو کر کہا۔ سر ونٹ ورتھ نے!! اور اس کے ساتھ ہی لارڈ ڈنسٹیبل کے الفاظ میرے ذہن میں تازہ ہو گئے۔ لیڈی پن فیدر کہنے لگی۔ ہاں مس ہچنسن۔ اور جب مجھے اس بات کا خیال آیا۔ کہ کل تم نے لارڈ ڈنسٹیبل پر پُر معنی نظر ڈالی تھی تو میں نے اسے اپنا فرض سمجھا۔ کہ آج سہ پہر کو تمہاری نگرانی کراؤں۔ بتاؤ تم اس سے زیادہ کچھ اور جاننا چاہتی ہو؟ میرا خون مارے غصہ کے اُبلنے لگا۔ اور میں نے کہا یہ بالکل سچ ہے۔ کہ تھوڑی دیر گذری میں لارڈ ڈنسٹیبل سے ملی تھی۔ لیکن میڈم میرے متعلق آپکے روبرو جو کچھ بدگوئی کی گئی ہے۔ اُس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ میں نے آپکے شوہر کی بعض نامناسب تجاویز منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر سر ونٹ ورتھ غصہ سے سرخ و سفید ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور اُس کے ساتھ

ہی لیڈی پن فیدر صاحبہ نے حکم دیا۔ تم کمرہ سے باہر چلی جاؤ۔ اب میں نے معلوم کر لیا کہ اُس کے شوہر کے طرزِ عمل کے متعلق کچھ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ ناچار میں اُس حکم کی تعمیل میں کمرہ سے باہر چلی آئی۔

اب میرے دل میں ارادہ ہوا۔ کہ سیدھی والد کے پاس چلی جاؤں۔ چنانچہ اسی نیت سے میں اپنا اسباب اٹھوا کر وائٹ ہارس سیلر نامی سرائے کی طرف روانہ ہوئی۔ تاکہ کرایہ کی گاڑی پر سوار ہو کر گلعوسٹر کی طرف روانہ ہو جاؤں۔ لیکن افسوس میری بدنصیبی پھر اس انتظام میں دخل انداز ہوئی۔ کیونکہ جس وقت میں بازار پکیڈلی میں اُس مقام پر اتری۔ جہاں گاڑی کی نشست کا کرایہ ادا کرنا تھا۔ تو میں نے دیکھا۔ لارڈ ڈنسٹیبل کہیں جا رہا ہے۔ میں عمداً اس کی نظر سے بچنے کے لئے ایک طرف کو چھپ گئی۔ لیکن اُس نے مجھے پہچان لیا۔ اور میرے قریب آگیا۔ اُس وقت میں نے وہ سارے واقعات اُس کے روبرو بیان کئے۔ جو لیڈی پن فیدر کے مکان میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اور کہا۔ اب میرا مصمم ارادہ والد کے پاس چلے جانے کا ہے۔ کیا یہ بتلانا ضروری ہے کہ اُس نے مجھ سے اس ارادہ کو ترک کرانے کی کتنی کوشش کی؟ اور یہ کہہ کر کہ تمہارا یکایک مجھے چھوڑ کر چلا جانا میری زندگی تلخ کرنے کا موجب ہوگا۔ میری کتنی منت سماجت کی؟ اُس کی زبان میں طاقت تھی۔ آدمی شکیل تھا۔ مجھے اُس سے محبت تھی۔ اور میں فطرتاً کمزور طبیعت کی عورت تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میں نے والد کے پاس جانے سے پہلے چند دن اُس کے ہاں بسر کرنے منظور کر لئے۔

افسوس! صد افسوس! کہ وہ دن رفتہ رفتہ ہفتوں میں بدل گئے۔ گھر خط لکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور میں اس امید میں تھی۔ کہ والد کا خیال ہوگا۔ میں ابھی تک لیڈی پن فیدر کے ہاں ملازم ہوں۔ چونکہ اس بارہ میں اُسے کوئی نئی کیفیت معلوم نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ میری تلاش میں لندن نہ آئیں گے۔ لارڈ ڈنسٹیبل میرے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا رہا۔ جرمن سٹریٹ میں اُس نے میرے لئے ایک نہایت شاندار مکان کرایہ پر لے دیا تھا۔ اور نہ صرف مجھے ہفتہ وار معقول رقم دیتا تھا۔ بلکہ اُس نے میری سیر و تفریح کے لئے ایک گاڑی بھی مہیا کر رکھی تھی۔ فوجی کام سے جتنا وقت بچتا۔ وہ میرے پاس ہی بسر کرتا تھا۔ لیکن میرے ہمراہ کبھی باہر نہ جاتا۔ سوائے

اس کے کہ دو تین بار ہم اکٹھے ناٹک دیکھنے گئے۔ اُن موقعوں پر بھی اُسے ہر وقت یہہ خیال لگا رہتا تھا کہ کہیں رشتہ دار ہمیں اکٹھا نہ دیکھ لیں۔

کئی بار میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کیا۔ کہ اُسے چھوڑ کر گھر چلی جاؤں۔ کیونکہ جس وقت بھائی اور والد کی یاد آتی۔ تو طبیعت سخت بے چین ہو جاتی تھی۔ کہ میں جو نہ صرف اپنے عاشق کی غداری بلکہ اپنی کمزوری سے ناپاک ہو چکی ہوں۔ اُنکے روبرو جانیکی کس طرح جرأت کر سکوں گی؟ اسی طرح زمانہ گذرتا چلا گیا۔ اور میں ہر روز اس بات کا ارادہ کرتی رہی۔ کہ اپنی موجودہ طرز زندگی کو خیر باد کہکر دوبارہ اپنے مکان پر جہاں میرے بچپن کا زمانہ گذرا تھا۔ جاؤں۔ اور اپنے والد کے قدموں میں گر کر ان کے سامنے ساری غلطیوں کا اعتراف کروں۔ اُن سے معافی مانگوں۔ اور اپنی باقی زندگی توبہ اور نیکی کی کوشش میں بسر کروں۔ لیکن ادھر میں اس بارہ میں پختہ ارادہ کرتی۔ اُدھر میرے عاشق کے سامنے آتے ہی سارے منصوبے زائل ہو جاتے۔

آخر ایک روز صبح کو ایک الم ناک واقعہ نے مجھے اس کمزوری، گناہ اور ناعاقبت اندیشی کے خواب سے بیدار کر دیا۔ میں تنہا بیٹھی دسترخوان کی میز پر اخبار پڑھ رہی تھی کہ پہلے صفحہ دوسرے کالم کے زیریں حصہ میں ایک اشتہار نظر آیا۔ آہ! اُن لفظوں کو پڑھکر میرے جذبات کو کسقدر صدمہ پہنچا۔ اور میری روح کے اندر کیسی تلخی پیدا ہوئی۔ الفاظ اس کے بیان سے قاصر ہیں۔ لکھا تھا۔

ایل۔ ایچ تمہارا والد بر لب گور ہے۔ اور تمہارا مصیبت زدہ بھائی تم سے التجا کرتا ہے کہ اگر اتفاق سے یہ سطور تمہاری نظر سے گذریں۔ تو واپس گھر پہنچنے میں تاخیر نہ کرنا۔ خدا کے لئے فوراً ہی واپس چلی آؤ۔ مبادا تم بعد از وقت پہنچو۔ یاد رکھو۔ کہ جو کچھ ہو چکا۔ اُسے معاف اور فراموش کر دیا جائیگا۔

اس کے نیچے ایک کونہ میں میرے وطن کے قصبہ کا نام درج تھا۔

ایک لمحہ کے لئے ایسا معلوم ہوا۔ کہ میں دیوانی ہو چلی ہوں۔ دماغ میں ایک عظیم تلاطم پیدا ہو گیا۔ اور میں اپنے آپ کو ایک نہایت بدنصیب اور بدبخت عورت سمجھنے لگی ایک منٹ تک میں اس ذہنی کشمکش میں رہی۔ اُس کے بعد اٹھ کر دفعتاً روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ اشتہار کے یہ الفاظ کہ "تاخیر نہ کرنا مبادا تم بعد از وقت پہنچو" میرے اندر بجلی کی ایسی لہر پیدا کرنیکو کافی تھے۔ فوراً ہی ایک چار اسپہ گاڑی منگوائی۔ اور میں

اپنی ضروریات زندگی کو ایک چھوٹے سے پلندہ میں باندھ کر گاڑی پر سوار ہوگئی جسقدر زیورات یا اور قیمتی سامان لارڈ وٹنسٹیبل نے مجھے دیا تھا۔ اسے میں وہیں چھوڑ گئی۔ اور گھبراہٹ کی حالت میں ایک الوداعی رقعہ بھی لکھ کر رکھ گئی۔

گاڑی چلانیوالے سے بہت سے انعامات کا وعدہ کرکے اسسے گھوڑوں کو پوری تیزی رفتار کے ساتھ چلانے پر آمادہ کیا۔ چاروں گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے جارہے تھے۔ گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہورہا تھا۔ لیکن میرے لئے وہ منٹ بھی ہفتوں سے بڑھ کر طویل ہوگئے۔ میں اُن تلخ وہ جذبات کو بیان نہیں کرسکتی۔ جو اثنائے سفر میں میرے دل میں پیدا ہورہے تھے۔ آہ! اگرنا عاقبت اندیشی اور گناہ کی زندگی میں کچھ لذت ہے تو اُس کا انجام بھی کسقدر تلخ ہوتا ہے! اس تلخی سے میں اب بہرہ ور ہونے لگی تھی! زیادہ مدت نہ گذری تھی۔ کہ میرا عزیز باپ مجھے گاڑی میں سوار کراکے اسی راستہ لندن لے گیا تھا۔ اسوقت ہم نے ایک معمولی کرایہ کی گاڑی میں سفر کیا تھا۔ جو اسقدر تیز نہ چلتی تھی۔ جیسا کہ میری چواسپہ گاڑی چل رہی تھی۔ اُسوقت والد نے راستہ کے مختلف نظارے دکھاتے ہوئے میرے روبرو مختلف مقامات کی کیفیت بیان کی تھی۔ کہتے جارہے تھے۔ دیکھو یہ گرجا ہے۔ وہ ایک بڑا خوشنما کھیت ہے۔ وہاں ایک جھونپڑی ہے۔ یہ ہوا سے چلنے والی چکی ہے۔ اور وہ گاؤں بہت خوشنما ہے۔ اب کہ میں اس صبا رفتار گاڑی میں سفر کررہی تھی۔ تو جب میری نظریں کھڑکی سے باہر ان چیزوں پر پڑیں۔ جنہیں میں اس وقت دیکھ چکی تھی۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ وہ سب بدستور اپنی اصلی حالت میں ہیں۔ اُن کے اندر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ لیکن افسوس خود میرے اندر کتنی بڑی واقع ہوچکی ہے!

جب گاڑی ہمارے قصبہ کے قریب پہنچی تو ہزاروں ایسی چیزیں دکھائی دینے لگیں۔ جو میرے اندر تلخی کا احساس اور بھی زیادہ بڑھا رہی تھیں۔ مجھے اُس خوشنما پہاڑی کی چوٹی نظر آئی۔ جہاں میں بھائی کیساتھ اکثر جاتی تھی۔ ایک جگہ وہ ندی دکھائی دی۔ جس کے اندر ایک آبی چکی کا پہیہ اب بھی اسی طرح چل رہا تھا۔ جیسے میں پہلے دیکھا کرتی تھی۔ اسکے کنارے مجھے وہ پگڈنڈی بھی نظر آئی۔ جہاں میں والد کیساتھ سیر کرنے کیلئے جایا کرتی تھی۔ وہ پہیہ اب بھی گھوم رہا تھا۔ ندی کے کنارے پر پگڈنڈی اب بھی موجود

تھی۔ لیکن افسوس بے گناہی اور معصومیت کا وہ زمانہ کہاں تھا۔ جب میں ایک محبت کرنے والی اور پُراعتماد لڑکی کی حیثیت میں والد کا بازو پکڑے سیر کرتی یا کھیتوں میں خودرو پھولوں کو چنتی تھی۔ صد حیف کہ وہ زمانہ اب میرے لئے ایک خواب ہوگیا! گاڑی اسی طرح تیزی کے ساتھ چلتی گئی۔ اور تھوڑی دیر میں گاؤں کے گرجا کی چوٹی بڑے بڑے تناور درختوں کے پیچھے نظر آئی۔ لیکن اُف! یہ آواز کیا تھی؟ گرجا کا گھنٹہ غیر معمولی طور پر بج رہا تھا۔ اور اُس کی آواز پہاڑی اور وادی کے اندر گونج رہی تھی۔ اے آسمان کیا یہ کسی کے مرنے کی تقریب پر بج رہا ہے! ایسا تو نہیں ہوسکتا! یہ کہتے ہوئے میں نے ذہنی اذیت کے عالم میں دونوں ہاتھ جوڑ لئے۔ اور پھر کہا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔

گاڑی اب گاؤں کے اندر سے گذر رہی تھی۔ اور غریب طبقہ کے لوگ دروازوں اور کھڑکیوں میں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے گاڑی کی کھڑکی میں سے اُن میں سے بہتوں کو پہچانا۔ اور اُسوقت میرا جو حال ہوا۔ وہ شاید اُس شخص کا ہوتا ہوگا۔ جسے سزائے موت کا حکم دیا جاچکا ہو۔ اور سزا کو عمل میں لانے کے لئے اُسے پھانسی کے قریب لیجا رہے ہوں۔ اُسوقت وہ کسی نامعلوم طاقت کے زیر اثر اس بھیانک حقیقت کو نظرانداز کرنے کی کوشش کرتا ہوا دونوں آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ اسی طرح جب گاڑی شاہراہ کو چھوڑ کر گاؤں کے اندر سے گذرنے لگی۔ تو میں نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا میں آنکھیں کھول کر ان نظاروں کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکتی تھی۔

اس کے تھوڑی دیر بعد گاڑی رک گئی۔ گرجا کے گھنٹہ کی آواز ابھی تک کانوں میں آرہی تھی۔ میں نے فوق الفطرت کوشش سے کام لے کر دونوں ہاتھ چہرہ سے ہٹائے اور لرزہ براندام ہوکر مکان کی طرف نظر ڈالی۔ اس کے ساتھ ہی میرے تمام خوفناک اندیشوں کی تصدیق ہوگئی۔ کیونکہ میں نے دیکھا۔ مکان کی سب کھڑکیاں بند تھیں جن کا مطلب یہ تھا کہ مکان میں کسی کی موت واقع ہوچکی ہے۔

اس نظارہ کو دیکھتے ہی میں بیہوش ہوکر گر پڑی۔ اُس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اُسکا مجھے علم نہیں۔ دوسرے روز صبح کے وقت میری آنکھ اس طرح کھلی۔ گویا کوئی کسی خوفناک خواب سے بیدار ہو۔ اور بیداری کی حالت میں بھی ایک خوفناک حقیقت کو سامنے دیکھے۔ میں بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میرا غریب بھائی زرد رو اور فکرمند میرے اوپر جھکا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر

میں اُس نے مجھے سارے حالات سے واقف کردیا۔ اور اُس کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ والد کا حقیقت میں انتقال ہوگیا ہے۔ میں ابھی راستہ میں ہی تھی۔ کہ اُنہوں نے جان دے دی۔ افسوس کہ میں زندگی میں اُن کی دعائے خیر حاصل نہ کرسکی۔ گو انہوں نے میری عدم موجودگی میں میرے لئے دعا کی تھی۔ وہ مجھ سے ناراض نہ مرے۔ حالانکہ میں ہی اُن کے قبل از وقت انتقال کا موجب ثابت ہوئی تھی۔ بھائی نے بھی مجھے کسی قسم کی لامت نہ کی۔ بخلاف اس کے مجھے امید افزا اور تسلی دہ الفاظ کہے۔ آہ میرا غریب باپ! . . . میرا غریب بھائی! میں اُن کے احسان سے کس طرح سبکدوش ہوسکتی ہوں!

لیکن میرے لئے داستان کے اس حصہ پر زیادہ بحث کرنا لاحاصل ہے۔ ہرچند کہ میں ایک گنہگار بدبخت اور خطاوار عورت ہوں۔ پھر بھی ان واقعات کی یاد میرے دل کو پاش پاش کئے دیتی ہے۔ میرے خیال میں صرف اتنا بیان کرنا کافی ہوگا۔ کہ لیڈی پن فیدر نے والد کو اطلاع دے دی تھی۔ کہ میں نے جینس کی بداخلاقی کی وجہ سے اُسے موقوف کردیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی لکھا تھا۔ کہ گو میں نے اور سرونٹ ورتھ نے اُسے سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ بُری صحبت میں پڑگئی ہے۔ والد کو مجھ سے جسقدر محبت تھی۔ اُس کا ذکر میں پہلے کرچکی ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُن کے دل کو اس خط سے سخت صدمہ پہنچا۔ اور وہ باوجود اپنی کم مائگی کے جس طرح بن پڑا۔ لندن کو میری تلاش میں روانہ ہوئے۔ انہوں نے وائٹ ہارس سیار کی سرائے تک میرا کھوج نکالا۔ اور وہاں انہیں یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ میں ایک شخص کے ساتھ کسی طرف کو چلی گئی تھی۔ وہ خستہ دل ہوکر مسز لیکن کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس امید میں کہ شاید وہیں سے کچھ پتہ چل جائے۔ لیکن اس خاتون نے میرے کبس میں مُردہ بچہ کے دستیاب ہونے کا واقعہ چھپاتے ہوئے بھی میرے متعلق جو حالات بیان کئے۔ وہ ایسے تھے۔ کہ اُن کی بدولت والد کے بدترین شبہات مضبوط ہوگئے۔ اور انہوں نے سمجھ لیا۔ میں واقعہ میں گنہگار ہوچکی ہوں۔ اُنہوں نے کئی ہفتوں تک لندن میں میری بے سود تلاش جاری رکھی۔ اور اُس کے بعد دل خستہ ہوکر وطن کو واپس آگئے۔ اور وہیں جان دی۔

جب میں نے اُن کی سرد لاش دیکھی۔ اور اُس کے بعد جب میں اُن کے جنازے کے پیچھے پیچھے اُس قبرستان تک گئی جس کے گرجا میں بیس سال تک وہ نیکی کی تلقین کرتے رہے تھے۔ تو مجھے اپنی حالت پر بے حد ندامت ہوئی۔ میں دیکھتی تھی۔ کہ ایک نیک باپ کی لڑکی کا کیسا بُرا انجام ہوا۔ آخر جب پادری نے جنازہ کی دعا پڑھتے ہوئے یہ الفاظ کہے "مٹی کو پھر مٹی کے سپرد کیا جاتا ہے"۔ اور اس کے بعد جب تابوت کو سرد اور تاریک قبر میں اتار دیا گیا۔ تو میرے دل میں جس قسم کے خیالات پیدا ہوئے۔ اُنہیں بیان کرنا لاحاصل ہے۔ آپ خود اُس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں۔ کہ اُس کیفیت کو بیان کر سکوں۔

والد کی تجہیز و تکفین ختم ہوئی۔ تو بھائی نے مجھ سے واقعات گذشتہ کی کیفیت طلب کی۔ اُسے اس بات کا یقین نہ آ سکتا تھا۔ کہ جس کی تربیت بچپن سے اسقدر احتیاط کے ساتھ کی گئی ہو۔ اور جسے ایسے اچھے اخلاقی سبق دیئے گئے ہوں۔ وہ از خود گناہ کی زندگی پر مائل ہو سکتی ہے۔ اُسے یقین تھا۔ کہ ضرور کسی نے مجھے ورغلایا ہے۔ میں نے اُسکے گلے مل کر زار زار روتے ہوئے سارے حالات بیان کئے۔ اسی طرح جیسے اب آپ کے روبرو بیان کر رہی ہوں۔ اس سے دوسری صبح کو وہ ناگہاں کسی طرف کو چلا گیا۔ اور اُس کی عدم موجودگی سے میرے دل میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہونے لگے۔ جن کی افسوس کہ جلدی ہی تصدیق ہو گئی۔ کیونکہ اس کے چار دن بعد لندن کے ایک ڈاکٹر نے مجھے اطلاع دی۔ کہ تمہارا بھائی ایک شخص لارڈ ڈنسٹیبل کے ساتھ ڈویل لڑا تھا اُس میں ایک مہلک زخم لگنے سے مر گیا۔ کون! وہی لارڈ ڈنسٹیبل جس سے میں اچھی طرح واقف تھی۔

دل نے کہا۔ کم بخت تو ہی اپنے غریب باپ اور نیک نہاد بھائی کی قاتل ثابت ہوئی ہے۔ ہر چند کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اُن کے دلوں پر خنجر کا وار نہ کیا تھا۔ تاہم میرے ہی طرز عمل نے اُنہیں قبر تک پہنچایا۔ میں اپنے آپ سے نفرت کرنے لگی۔ اور اپنی ذات کو بیحد ملامت کرتی رہی۔ لیکن میرے خیالات کی یہ تلخی کسی حد تک اُن فوری تیاریوں کے ذریعہ رفع ہو گئی۔ جو مجھے لندن کی طرف واپس جانے کے لئے کرنی پڑیں۔ میرے پاس اسقدر روپیہ نہ تھا۔ کہ خاص کرایہ کی گاڑی حاصل کرتی۔ اس لئے میں اُس گاڑی کی منتظر

رہی - جو پورٹسمتھ سے چل کر ہمارے گاؤں سے ہوتی ہوئی لندن جاتی تھی - میں نے یہ سوچ لیا کہ آئندہ میرا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے - بھائی اور والد دونوں فوت ہو گئے - اور میں اُس جگہ رہنا گوارا نہ کر سکتی تھی - جہاں کسی زمانہ میں ہم مل جل کر راحت کی زندگی بسر کیا کرتے تھے - اسکے علاوہ میں سمجھتی تھی - کہ یہ مکان اُس نئے پادری کے لئے درکار ہوگا - جسے والد مرحوم کی بجائے مقرر کیا گیا تھا - آخر میں نے گاؤں کے ایک وکیل کو بلوا کر اُس سے درخواست کی کہ جو تھوڑی بہت جائداد مجھے ورثہ میں ملی ہے - اسے فروخت کر کے مجھے اسکی نقدی حاصل کر دیجئے - میں نے یہ بھی کہا - کہ چند دن میں آپکو اطلاع دونگی - لندن میں میرا پتہ کیا ہے - اُسوقت آپ نے وہ نقدی وہاں بھیج دینا - کچھ چیزیں اپنے رشتہ داروں کی اپنے پاس یادگار کے طور پر رکھ لیں - اور جب کہ میں اُنہیں دیکھ دیکھ کر زار و قطار روتی تھی - میں نے اس بات کا مصمم عہد کر لیا - کہ آئندہ نیکی کی زندگی بسر کرونگی - اور اپنے پچھلے گناہوں کو توبہ اور استغفار کے آنسوؤں سے دھونے کی کوشش کرتی رہونگی -

کرایہ کی گاڑی جو پورٹسمتھ سے چلا کرتی تھی - دوپہر کے بعد گاؤں میں آئی - اور میں نے دیکھا - اُس میں ایک ہی شخص سوار نہ تھا - اس طریق پر میں اس میں بیٹھ کر کھلے طور سے اپنے اُس غم کا اظہار کر سکی - جو اپنی گذشتہ زندگی کی بداعمالیوں پر محسوس ہوتا تھا - خصوصاً اسوقت جبکہ میں اپنے مقام ولادت کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے کو تھی - یہ امر مجھے بیحد تلخ معلوم ہوا - کہ اب اس دنیا میں میرا کوئی گھر نہیں رہا - طبیعت انتہا درجہ افسردہ تھی - کیونکہ دونوں قریبی رشتہ داروں کی وفات کے بعد اپنے وطن کو خیرباد کہنے کا رنج اور بھی زیادہ تلخی پیدا کر رہا تھا - دل میں یہ سوچکر اپنے آپ کو بیحد ملامت کر رہی تھی - کہ افسوس والد کی موت کے وقت اُسکے قریب نہ ہوئی - بھائی کے مارے جانے کے وقت جس نے اپنی بدنصیب بہن کی بے عزتی کا بدلہ لیتے ہوئے جان دی تھی اُسے الوداع نہ کہہ سکی - آہ! میں کتنی بدنصیب ہوں! اب دنیا میں نہ میرا کوئی دوست اور نہ کوئی گھر تھا -

گاڑی لندن پہنچکر اسی وایٹ ہارس سیلر کی سرائے میں ٹھیری - میں نے ایک اور کرایہ کی گاڑی حاصل کی - اور سیدھی اُس ڈاکٹر کے مکان پر پہنچی - جس نے مجھے بھائی کے

انتقال کی خبر دی تھی - اسی مکان پر اُس بدنصیب نے دم واپسیں لیا تھا - مجھے معلوم ہوا کہ ڈویل ہیزواٹر کے قریب ہوا تھا - دشمن کی گولی بھائی کے سینہ میں لگی - اور گو وہ اُس کے چند گھنٹہ بعد زندہ رہا - مگر زبان سے کوئی لفظ ادا نہ کر سکا - لارڈ ڈنسٹیبل نے ڈاکٹر سے درخواست کی تھی - کہ اس بدنصیب کی پورے طور سے نگہداشت اور علاج کیا جائے اور اسکے بعد فوراً ہی خود یورپ کو روانہ ہو گیا تھا - لیکن دونوں یعنی لارڈ ڈنسٹیبل اور سغریب ایڈگر نے ڈاکٹر کو اس ڈویل کے اسباب سے واقف کرنا مناسب نہ سمجھا تھا - ڈاکٹر کو صرف اُن کاغذات کی بدولت جو میرے بھائی کی جیبوں میں پائے گئے - معلوم ہو سکا - کہ میں اُس کی بہن ہوں - اور گلفورڈ میں رہتی ہوں - اُسی گھبراہٹ اور اضطراب کی حالت میں جو ڈویل کے بعد پیش آیا - ڈاکٹر کو یہ پوچھنا اور لارڈ ڈنسٹیبل کو یہ بتانا یاد نہ رہا - کہ زخمی نوجوان کے رشتہ دار کہاں رہتے ہیں - اسلئے اگر بھائی کی جیبوں میں کاغذات نہ ملتے - تو ڈاکٹر کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ کسے اُس کی موت کی اطلاع دی جائے - اور اس طریق پر میں شاید مہینوں شاید برسوں بھائی کی قبل از وقت موت سے بے خبر رہتی - میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس نے اس سارے معاملہ کو پوشیدہ رکھنے میں کسقدر دوراندیشی سے کام لیا ہے کوئی نشان اس قسم کا باقی نہ رکھا تھا - جس سے معلوم ہو - کہ یہ ڈویل میری وجہ سے لڑا گیا

حسب معمول لاش پر کارونر کی تحقیقات ہوئی - لیکن چونکہ بیان کیا گیا - کہ میں اس ڈویل کے وقت لندن میں موجود نہ تھی - اس لئے میرا بیان نہ ہوا - اور اس طرح میں ایک دردناک امتحان سے بچ رہی - آخر اُس کی لاش کو دفن کیا گیا - اور میں نے اپنے ہاتھ سے اُس پھول کو جو میری بداعمالیوں کیوجہ سے عین عالم شباب میں مرجھا گیا تھا - تہ خاک دفن کیا - ڈاکٹر کے کنبہ کے لوگ میرے ساتھ بڑی مہربانی کا سلوک کرتے رہے - اور ابتک میں انہی کے ہاں مہمان تھی - لیکن جب دفن کفن کے مراسم ہو چکے - تو میں نے ضروری سمجھا - کہ کوئی فیصلہ کن طریق عمل اختیار کیا جائے - تاکہ میرا وجود ڈاکٹر پر بار ثابت نہ ہو - ڈاکٹر نہایت شریف آدمی تھا - اُس نے مجھ سے بہت سے سوالات پوچھے - اور جب اُسے معلوم ہوا - کہ میں یتیم اور بے یار و مددگار ہوں - تو اُس نے اصرار کیا - کہ تم چند ہفتے اور اسی مکان میں ٹھیرو - میں اتنے میں تمہارے لئے کہیں استانی کی جگہ تلاش کر دوں گا - میں نے اپنے

گاؤں سے وکیل کو اپنا پتہ لکھ دیا۔ اور اُس نے بواپسی ڈاک، ۳۰ پونڈ کی رقم جو والد کے جمع کردہ سامان فرنیچر کی فروخت سے حاصل ہوئی تھی۔ بھیجدی۔

اس کے بعد چھ ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس اثنا میں ڈاکٹر اور اُس کے کنبہ کے لوگ میرے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک کرتے رہے۔ لیکن یکایک وہ غریب بعض مصیبتوں میں مبتلا ہوگیا۔ اور ایک دغاباز دوست کی چالبازی نے اُسے امارت کے درجہ سے افلاس کی حد کو پہنچا دیا۔ اس افسوسناک انقلاب کا اُسکے دل پر ایسا اثر ہوا۔ کہ اُس نے خودکشی کر لی۔ اُس کا بھائی چڑچڑے مزاج کا خود غرض آدمی تھا۔ اُس نے اب اس کی بیوہ اور بچوں کا انتظام اپنے ہاتھ لیا۔ اور میرے لئے سوائے اُس کے چارہ نہ تھا کہ اُس مکان کو بھی خیرباد کہوں۔ ناچار میں نے اُنکو جو میرے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک کرتے رہے تھے۔ بادل ناخواستہ الوداع کہی۔ اور ایک چھوٹے سے کرایہ کے مکان میں چلی گئی۔ جہاں اول مرتبہ مجھے اپنی تنہائی اور محتاجی کا تلخ احساس شروع ہوا۔ میں نے اخبارات میں اس مطلب کا اشتہار درج کرا دیا۔ کہ اگر کسی سکول یا معزز گھرانہ میں استانی کی ضرورت ہو۔ تو اُس کے لئے میں اپنی خدمات پیش کرتی ہوں۔ اس اشتہار کی بدولت میرے پاس بہت سی چٹھیاں آئیں۔ لیکن میں اپنے سابق زمانہ تعلیم کی کوئی سند پیش نہ کر سکی۔ مسٹر ہلبین اور لیڈی پن فیلڈ کا حوالہ دینا خارج از بحث تھا اور میری یتیمی کیوجہ سے کسی کو رحم آتا ہی نہ تھا۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گذر گیا۔ اور اُسوقت میں نے دیکھا۔ کہ اب میں ہر طرح سے مایوس اور بے سروسامان ہو چکی ہوں حیران تھی کہ اب کیا ہوگا۔ آخر کچھ سوچکر پاس دلی ہوس کو ہولی۔ اور وہاں مس ایڈلین الفنفیلڈ کا نام پوچھا۔ خادمہ نے کہا۔ تم کون ہو؟ میں نے نام بتایا۔ اور دس منٹ تک ہال میں اُس کی واپسی کی منتظر رہی۔ اس کے بعد مجھے ایک چھوٹے لیکن نہایت شاندار کمرہ میں پہنچا دیا گیا۔ اور اُسکے ذرا دیر بعد ایڈلین اندر داخل ہوئی۔ وہ بڑی نفرت اور نخوت کے انداز سے میری طرف آئی۔ اور کہنے لگی۔ تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ میں نے کہا مس ایڈلین کیا میں تمہاری دوستی پر کوئی دعوے نہیں رکھتی؟ کہنے لگی۔ تمہیں اُس گفتگو کو یاد کرنا چاہیئے جو گذشتہ ملاقات کے موقعہ پر ہوئی تھی۔ روپیہ کی ضرورت ہو۔ تو میں آخری مرتبہ پھر تمہیں کچھ مدد دے سکتی ہوں۔ مگر حالات کا تقاضا یہ ہے کہ آئندہ میں نہ کبھی تم سے ملونگی

نہ تمہیں پہچانونگی۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور میں نے پوچھا۔ تمہاری خاطر سے میں نے جو تکلیفیں برداشت کیں۔ کیا اُن کا یہی صلہ ہے؟ تمہیں وہ بات یاد نہیں۔ کہ تمہاری نیکنامی پر حرف لانا میرے بس میں ہے؟ اُس نے جھلاّ کر کہا۔ مس ہچنین تم مجھے اس طرح دھمکاؤگی۔ تو یاد رکھو۔ میں تم سے ویسا سلوک کرونگی۔ جو ان حالات میں مناسب سمجھا جا سکتا ہے۔ اول تو تم اُس واقعہ کو ظاہر کرنے کی جرأت کرو۔ تو کوئی تمہاری بات پر یقین نہ کریگا۔ پھر اپنی بدنامی کا داغ مجھ پر منتقل کرنے کی کوشش سے تم بجائے کوئی فائدہ حاصل کرنے کے اُلٹا میرے خاندان کو اپنا دشمن بنالوگی۔ اور دنیا تمہیں ایک مکّار اور چالباز عورت سمجھنے لگے گی۔ میں نے معاملہ پر غور کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ بات سچی ہے۔ لیکن اس گفتگو سے میرے جذبات اور احساسات کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔ اور میں ایڈلین کی انتہائی ناسپاسی کو دیکھ کر سخت رنجیدہ ہو رہی تھی۔ اُس نے روپیوں کا بھرا ہوا ایک بٹوا مجھے دینا چاہا۔ لیکن مَیں نے حقارت سے پرے ہٹا کر کہا۔ مس انفیلڈ اس وقت سے میں تمہارے راز کو پوشیدہ رکھنا اپنا فرض نہیں سمجھتی۔ اور قبل اس کے کہ وہ ایک لفظ بھی زبان سے نکالے۔ میں جلدی سے کمرہ سے باہر چلی گئی۔

جب میں واپس اس مکان پر آئی۔ جہاں کرایہ پر رہتی تھی۔ تو دروازہ پر مالکہ مکان ملی۔ کہنے لگی۔ بتاؤ تم پندرہ دن کا کرایہ جو واجب الادا ہے۔ دے سکتی ہو۔ انہیں میں نے کہا۔ مجھے اُس جگہ سے جہاں گئی تھی۔ بہت مایوسی ہوئی ہے۔ لیکن چند دن کے عرصہ میں ... وہ کہنے لگی۔ جن لوگوں نے روپیہ ادا کرنا ہو۔ وہ ہمیشہ مایوس ہوکر آیا کرتے ہیں۔ میں تمہارا سامان اُسوقت تک یہاں رکھوں گی۔ کہ تم کرایہ ادا کرسکو۔ اور مکان آج ہی سے کسی اَور شخص کو جو کرایہ ادا کرے دیدونگی۔ بس اب جاؤ۔ تمہارے لئے اس مکان میں جگہ نہیں ہے۔ اتنا کہکر اُس نے دروازہ زور سے بند کر دیا۔ اس تازہ مصیبت نے مجھے اور بھی زیادہ مایوس کیا۔ میں افسردگی کی حالت میں مکان سے ایک طرف کو ہٹ گئی۔ اُس وقت میری آنکھوں میں آنسو نہ تھے۔ کیونکہ غم کی ایک انتہائی حالت ایسی بھی ہوتی ہے۔ آنسو جس کے اظہار سے قاصر رہتے ہیں۔ میری مایوسی اب حدِ انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

میں نے صبح سے کھایا کچھ نہ تھا۔ بھوک سے جان پر بنی ہوئی تھی۔ لیکن جیب میں

ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ اوپر سے سردی کا موسم۔ میں حیران تھی۔ رات کو کہاں سوؤں گی۔
اسوقت مجھے اپنی اُس نخوت پر افسوس پیدا ہوا۔ جس کی بدولت میں نے ایڈلین کا پیش
کردہ روپیہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب اُسکے ساتھ مصالحت کی بھی کوئی امید باقی نہ
رہی تھی۔ میں نے اُسے دھمکیاں دی تھیں۔ اور میں اچھی طرح سمجھتی تھی۔ کہ ایڈلین جیسی
مغرور لڑکی اس واقعہ کے بعد دوبارہ صلح پر آمادہ نہ ہو سکے گی۔ مایوسی کی ایسی حالت
میں جو ہر لمحہ خودکشی کی خواہش پیدا کرتی تھی۔ میں بہت دیر تک بازاروں میں پھرتی رہی۔
اسوقت اپنے گھر کی راحتیں اور بچپن کے زمانہ معصومیت کی یاد ایسے طریق پر دل میں
پیدا ہوئی کہ میں اُس کے بوجھ کے نیچے کچلی جا رہی تھی۔ مجھے اپنے مرحوم باپ اور نیک
نہاد بھائی کا خیال آیا۔ اُن دونوں کا جو میری بدچلنی کیوجہ سے موت کا شکار ہو چکے تھے
یہاں تک کہ شام ہونے کو آئی۔ اور میں بدستور مایوس اور بے سر و سامان بازاروں
میں پھر رہی تھی۔ رات بسر کرنے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا۔ اسیطرح وقت گذرتا گیا۔
گرجا کے گھڑیال نے آدھی رات کا گجر بجایا۔ اور اسوقت میں جیرارڈ سٹریٹ سوہو کے
ایک مکان کے دروازہ پر تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی بیہوشی نے میری ساری تکلیفوں
کا خاتمہ کر دیا۔

جب ہوش میں آئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں۔ کہ میں ایک آرام دہ بستر پر پڑی ہوں۔ اور
دن کی روشنی ایک خوشنما کمرہ کی کھڑکیوں سے اندر داخل ہو رہی ہے۔ میں حالت اضطرار
میں اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور کمرہ میں ادھر اُدھر نظر ڈالی۔ بستر کے قریب ایک چھوٹی سی میز
پر گلاس میں تھوڑی پورٹ شراب اور ایک برتن میں شوربہ پڑا تھا۔ میں نے ان
حالات نیز اپنے احساسات کو پیش نظر رکھ کر معلوم کیا۔ کہ کسی شخص نے از راہ فیاضی
مجھے بازار سے اُٹھا کر اس مکان میں پہنچا دیا ہے۔ اور اُسی نے میری نگہداشت کی
ہے۔ لیکن جب میز سے ہٹ کر میری نظر کمرہ کی دیواروں پر پڑی۔ تو مجھے یہ دیکھ کر کسیقدر
صدمہ بھی ہوا۔ کہ وہاں بہت سی نامناسب اور کسی حد تک فحش تصویریں لٹکی ہوئی ہیں۔
میں انہی ناگوار خیالات کی الجھن میں تھی۔ کہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت جو بڑی ہٹی
تازی تھی۔ جس کی آنکھیں بھورے رنگ کی چھوٹی۔ اور ناک سرخ تھی۔ کمرہ میں داخل
ہوئی۔ اُس نے ایک شوخ گون پہنی ہوئی تھی۔ اور سر پر ایک میلی سی رات کے پہننے

کی ٹوپی تھی۔ وہ بڑے اخلاق کے ساتھ مسکراتی ہوئی میری طرف آئی۔ اور بنظر اطمینان کی نظر سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگی۔ کیوں بیٹی اب کیا حال ہے؟ شکر ہے کہ اب تم پہلے سے اچھی ہو۔ توبہ! جس وقت میں نے آدھی رات کو تمہیں دروازہ پر پڑا دیکھا تو حالت ناقابل بیان تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ اُس کی طرف پھیلاتے ہوئے کہا۔ میڈیم میں آپ کی نیکیوں کا صلہ کیونکر ادا کر سکتی ہوں۔ اُس نے میرا ہاتھ گرمجوشی کے ساتھ دبایا۔ اور کہنے لگی۔ میں تمہارے جیسی شیریں مزاج جوان لڑکی کی خدمت کر کے بہت خوش ہوئی ہوں۔ پھر اُس نے مجھ سے بہت سے سوالات پوچھے۔ اور میں نے اُسے بتایا۔ کہ میں ایک پادری کی یتیم لڑکی ہوں۔ مجھے کہیں استانی کی جگہ نہ مل سکی۔ اور مالکہ مکان نے میرا اسباب رکھ کر مجھے گھر سے باہر نکال دیا۔ اگر مجھے آدھی رات کے وقت بچایا نہ جاتا۔ تو میرا مر جانا یقینی تھا۔ جب میں نے اپنی زندگی کی داستان میں سے اسقدر حالات جن کا تذکرہ مناسب تھا۔ بیان کر دیئے۔ تو وہ کہنے لگی۔ تم ایک پادری کی یتیم لڑکی ہو۔ کسقدر عجیب معاملہ ہے۔ کہ غریب پادریوں کی لڑکیاں ہمیشہ تکلیف میں مبتلا ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن تم حوصلہ رکھو۔ میں ہر طرح سے تمہاری مدد کرونگی۔ پہلے تم مجھے اپنی سنگدل مالکہ مکان کا پتہ دو۔ کہ میں اُس کی واجب الادا رقم بھیجکر تمہارا سامان منگوالوں۔ میں نے اُسے اُس کا پتہ دیا۔ اور ساتھ ہی دوبارہ اُس کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا۔ اُس نے پیار سے میرے رخسار کو چھوا۔ اور یہ کہہ کر کہ میں تمہارے کھانے کو کچھ بھیجتی ہوں۔ کمرہ سے باہر چلی گئی۔ چند منٹ کے عرصہ میں ایک خوبصورت صاف ستھری خادمہ بہت بڑا تھال لے کر اندر داخل ہوئی جس میں قہوہ کی پیالی۔ گرم ٹوسٹ۔ انڈے اور اس قسم کا اور سامان موجود تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا۔ اس مکان کی نیک نہاد مالکہ کا نام کیا ہے؟ اُس نے ایسے انداز سے مسکرا کر جو مجھے بہت عجیب معلوم ہوا۔ کہا۔ مسز ہاربی۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا کام کرتی ہیں؟ اُس نے کہا۔ انہوں نے ایک اعلےٰ درجہ کا بورڈنگ ہوس قایم کر رکھا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور خادمہ سامانِ خوراک رکھ کر باہر چلی گئی۔

میں نے جی کھول کر کھانا کھایا۔ اور اُسکے بعد پھر لیٹ گئی۔ کیونکہ کل کی تکان

ابھی پورے طور سے نہ اُتری تھی۔ اسی حالت میں مجھے اونگھ آگئی۔ اور جب میں بیدار ہوئی۔ تو دیکھا مسز ہارپی میرے قریب کھڑی ہے۔ کہنے لگی۔ میں نے تمہارا سامان منگوا لیا ہے۔ اور کرایہ کے پندرہ شلنگ ادا کر دیئے ہیں۔ اُس نے دو ہفتہ کا واجب الادا کرایہ اور ایک ہفتہ کا اس لئے کہ تم بغیر نوٹس کے چلی آئی ہو۔ وصول کیا ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ تم بہت نیک چلن لڑکی ہو۔ اور تمہارے بیان کی پورے طور پر تصدیق کی ہے۔ میں تمہیں اپنی بیٹی کی طرح عزیز جانتی ہوں۔ آج تمہاری حالت بہتر ہے۔ تھوڑی دیر میں بھنا ہوا مرغ اور پورٹ شراب کا ایک گلاس بھیجتی ہوں۔ اس سے تمہاری طبیعت اور سنبھل جائے گی۔ بتاؤ تم کیا کھانا پسند کرتی ہو؟ میں نے کہا۔ میری نیک نہاد محسنہ آپ مجھ پر احسانات کا اسقدر بار ڈال رہی ہیں۔ کہ میں ان میں سے ایک کو بھی ادا نہیں کر سکتی۔ مسز ہارپی نے کہا۔ عزیز لڑکی۔ تم اس ذکر کو جانے دو۔ میں تمہاری خدمت کر کے بہت خوش ہوتی ہوں۔ لیکن تم ایک یادداشت اس بات کی رکھتی جاؤ۔ کہ میں تمہیں کیا دے رہی ہوں۔ کچھ عرصہ میں میں تمہیں ایک جگہ دلوا دونگی۔ اور اسوقت یہ روپیہ تم واپس کر سکو گی۔ میں یہ سنکر بہت خوش ہوئی اور میں نے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر جو مسز ہارپی نے اپنی جیب سے نکالا۔ دستخط کر دیئے۔ اُس نے بڑی محبت سے میرا بوسہ لیا۔ اور کہنے لگی۔ میں اور لڑکیوں کو تمہارے پاس بھیجتی ہوں۔ تم کھانا کھالو۔ تو وہ گھنٹہ دو گھنٹہ تمہارے پاس بیٹھکر جی بہلائیں گی۔

چار بجے کے قریب وہی قبول صورت خادمہ بھنا ہوا مرغ اور شراب کا ایک گلاس لے کر دوبارہ آئی۔ اور جب دسترخوان بڑھا دیا گیا۔ تو پانچ خوبصورت جوان لڑکیاں کمرہ میں داخل ہوئیں۔ ان کی عمر ۱۸ سے ۲۳ سال تک مختلف تھی۔ بڑی ملنسار لڑکیاں تھیں۔ لیکن ان کی صورت دیکھکر ایک بات جو مجھے کھٹکی۔ وہ یہ تھی۔ کہ انھوں نے اس قسم کے گون پہنے ہوئے تھے۔ جن میں ان کی خوشنما ورچھاتیوں کا بڑا حصہ نمایاں طور پر دکھائی دیتا تھا۔ اور اس بات کو میں اصول اخلاق سے بعید سمجھتی تھی۔ بہرحال ان کے طرزِ عمل میں دوستی کی حقیقی جھلک موجود تھی۔ اور ان کی صحبت میں بہت جلد مجھے ان کے لباس کی یہ خصوصیت فراموش ہوگئی۔ تھوڑی دیر میں مسز ہارپی

نے ایک بوتل شراب اور کچھ پھل بھیجے۔ اور لڑکیاں انہیں بڑی خوشی سے کھاتی پیتی اور قہقہہ لگاتی رہیں۔ جب شراب کا دور سرگرمی سے چلنے لگا۔ تو ان کی زبان میں نسبتاً آزادی پیدا ہوگئی۔ اور رفتہ رفتہ گفتگو عشق کے معاملات پر شروع ہوئی۔ لیکن بظاہر وہ اس مضمون میں ماہر تھیں۔ کیونکہ جسقدر زیادہ شراب وہ پیتی جارہی تھیں۔ اسی قدر ان کی زبان زیادہ آزاد ہوتی جاتی تھی۔ انھوں نے مسز ہارلی کی عنایتوں کا اور اس دل خوش کن زندگی کا ذکر کیا۔ جو وہ اس کے مکان میں بسر کرتی تھیں۔ اور اسلئے لوگوں سے اپنی واقفیت پر بھی فخر کا اظہار کرنے لگیں۔ وہ شہر کے کم و بیش ہر ایک نوجوان لارڈ یا مالدار شخص سے واقف معلوم ہوتی تھیں۔ اور رہ رہ کر ان کی خصوصیتوں پر بحث کرنے لگتی تھیں جوں جوں شراب کے جام پینے سے ان کے خون میں حدت پیدا ہوتی گئی۔ اسیقدر ان کی گفتگو میں آزادی کی جھلک بڑھتی گئی۔ اور آخرکار ان کی زبان سے بعض کلمات ایسے بھی نکلنے لگے جنہیں سنکر میرے رخساروں پر حیا کی سرخی پیدا ہوتی تھی۔ میں ان کی اس حد سے بڑھی ہوئی آزادی سے متعجب ہوئی۔ مگر زبان پر کوئی بات لانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ ان کی پاکیزگی کے متعلق بھی میرے دل میں شبہات پیدا ہونے لگے تھے کہ یکایک زینہ کے قریب گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ جسے سنکر وہ سب اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور تیزی سے کمرہ سے باہر چلی گئیں۔ میں ان کے عجیب خصائل کو دیکھ کر بہت دیر تک بحر تحیر میں غوطے کھاتی رہی۔

خیر وہ دن میں نے مسز ہارلی کے کہنے سے بستر ہی میں بسر کیا۔ مگر شام کو ان لڑکیوں کے چلے جانے پر مجھے نیند کی حاجت نہ رہی۔ اور نیند کی رغبت پیدا بھی کس طرح ہوتی۔ کیونکہ رات کے ۱۱ بجے کے قریب مکان میں غیر معمولی چہل پہل اور ہاؤ ہو پیدا ہو گئی۔ کوئی اوپر جاتا اور کوئی نیچے آتا تھا۔ کسی طرف دروازوں کے بند ہونے اور کھلنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ہنسی۔ قہقہہ کی صدائیں ہر در و دیوار سے گونج رہی تھیں۔ قابوں پر رکھے ہوئے شیشے کے چمکدار گلاس مے ارغوانی سے لبریز مختلف کمروں میں پہنچائے جاتے تھے۔ اور اس تمام شور و غل پر مردوں کے پرجوش قہقہہ کی آوازیں غالب سنائی دیتی تھیں۔ یہ حالت کم و بیش رات کے ۲ بجے تک قائم رہی

اس کے بعد امن وامان قایم ہوگیا۔ مگر ان حالات کو دیکھ کر میرے دل میں مسز ہارپی کے مکان کی نسبت طرح طرح کے شبہات پیدا ہونے لگے۔ گو میں نے انہیں مختلف دلیلوں سے دور کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ مسز ہارپی نہ صرف بظاہر ایک نیک نہاد عورت تھی۔ بلکہ اس نے مجھ سے غیر معمولی طور پر نیکی کا سلوک کیا تھا۔ آخر اسی ادھیڑ بن کی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔

جب دن نکلا۔ اور وہی خادمہ میرے لئے صبح کا ناشتہ لیکر آئی۔ تو میں نے پوچھا رات یہ شور و غل کیسا تھا۔ وہ لاپروائی سے کہنے لگی۔ اوہ! مسز ہارپی بہت خوش مزاج عورت ہیں۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ میں نے بستر پر ہی ناشتہ کیا۔ اور اس کے بعد اٹھکر کپڑے پہنے ہی تھے کہ کمرہ کے ایک طرف کا دروازہ بڑی تیزی کے ساتھ کھلا۔ اور مجھے کسی مرد کی آواز یہ کہتے سنائی دی۔ کہ اگر اتنی بڑی رقمیں اس گھر میں لٹانے کے بعد وہ بڑھیا مجھے ایک بوتل شراب کی ادھار نہیں دے سکتی۔ تو میرے یہاں آنے پر پھٹکار ہے۔ لہٰذا خدا حافظ میں چلتا ہوں۔ یہ لو ایک اشرفی تمہارا انعام ہے۔ آج کے بعد قسم ہے۔ جو میں اس گھر میں آؤں۔ اتنا کہکر شخص مذکور زور زور سے سیڑھیوں سے اترنے لگا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس بدسلوکی سے سخت ناراض ہے۔ اور مس سٹیلڈا جو ان لڑکیوں میں سے ایک تھی۔ جو پہلی شام کو میرے پاس بیٹھی رہی تھیں۔ دروازہ زور سے بند کرکے اپنے کمرہ کو چلی گئی۔ اس واقعہ نے میری آنکھیں کھولدیں۔ اور میں نے جان لیا۔ کہ قسمت نے مجھے ایک کوٹھی خانہ میں لا ڈالا ہے!

اس خیال کے آتے ہی میں بے سدھ ہوکر ایک کرسی پر گر پڑی۔ اور زار زار رونے لگی۔ اے آسمان۔ میرے مقدر میں ابھی کیا کیا انقلابات لکھے ہیں! کیا میں گناہ کے گڑھے میں یہانتک گر چکی ہوں۔ کہ میرے لئے کوٹھی خانہ کے سوا رہنے کی کوئی جگہ نہیں! اس واقعہ کے بعد تھوڑی دیر تک میری یہ حالت رہی گویا ہوش و حواس جواب دے چلے ہیں۔ یکایک دروازہ کھلا۔ اور مسز ہارپی خود کمرہ میں داخل ہوئی۔ مجھے اس حالت میں دیکھکر وہ بہت متعجب ہوئی۔ اور کچھ کہنے کو تھی۔ کہ میں نے اسکے قدموں میں گر کر کہا۔ سیڈم خدا کے لئے ایک بیکس یتیم لڑکی کی حالت زار پر رحم کرو۔ اور مجھے اسیوقت

یہاں سے جانے کی اجازت دیدو۔ وہ حیرت زدہ ہو کر بولی۔ بیٹی تم کہاں جانا چاہتی ہو؟
میں نے کہا۔ مجھے ورک ہوس میں جانا منظور ہے۔ اگر ضرورت پیش آئے۔ تو مرجانا بھی
قبول ہے۔ لیکن یہاں رہنا منظور نہیں۔ وہ کہنے لگی۔ بہت خوب یہ میری نیکیوں کا
نہایت معقول معاوضہ ہے۔ اگر میں اس وقت تمہاری مدد نہ کرتی۔ تو تم یقیناً بازار
میں پڑی جان دے دیتیں۔ میں نے کہا۔ وہ اس سے بہتر تھا۔ کہ اب میں قحبہ خانہ میں
زندہ رہوں۔ اس پر مسز ہارپی کسیفدر غصہ میں بھر کر بولی۔ مس آخر ان لغو باتوں سے
تمہارا مطلب کیا ہے؟ میں نے چلاکر پوچھا یہ سوال اور مجھ سے؟ افسوس کہ جسے
میں ایک بے غرضانہ خدمت سمجھتی تھی۔ اس کی تہ میں ایسے گندہ مقاصد پوشیدہ
ہیں۔ وہ اظہار تضحیک کے انداز سے کہنے لگی۔ شکر ہے تم اب سمجھ گئی ہو کہ میرا مقصد
کیا تھا۔ میرا خیال تھا۔ تم ایک دو دن کے عرصہ میں معاملات کے ہر پہلو سے خود ہی
واقف ہو جاؤ گی۔ شکر ہے تم چند گھنٹوں میں ہی خبردار ہو گئی ہو۔ بہر حال اب تم اس
مکان میں موجود رہو۔ اور یہیں تمہیں رہنا پڑے گا۔ جیسا سلوک تمہاری طرف سے ہوگا۔
اس کے مساوی تم سے کیا جائے گا۔ آج شام کو میرا ارادہ کسی شریف آدمی یا نوجوان
امیرزادے کو تمہارے پاس بھیجنے کا ہے۔ میں نے دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا
ہرگز نہیں۔ میں اس مکان میں ایک منٹ کے لئے ٹھیرنا پسند نہیں کرتی۔ اور نہ تمہیں مجھے
روکنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس پر مسز ہارپی بڑی سرد مہری سے کہنے لگی۔ چھی!
چھی! ایسی دھمکیوں کا مجھ پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ میرے پاس ۲۰ پونڈ کی رقم کا تمہارا دستخطی
رقعہ موجود ہے۔ اگر تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی۔ تو یاد رکھو میں چند منٹوں
میں تمہیں جیل خانہ میں ڈلوا دونگی۔ تمہاری طرف سے عدالت میں [illegible] ہو۔ کہ کا
کوئی عذر نہیں سنا جائیگا۔ کیونکہ تم نے مجھ سے یہ رقم ضروریات زندگی کے لئے حاصل
کی ہے۔ اب مجھے اس رقعہ کا خیال آیا۔ جس پر مسز ہارپی نے میرے دستخط لئے تھے
اور یہ سوچکر میرا دل سینہ کے اندر دھک دھک کرنے لگا۔ کہ میں اس زن قحبہ کے اختیار
میں بے بس ہوں۔ مجھے اپنی گفتگو سے متاثر دیکھ کر وہ کسی قدر نرم ہو گئی۔ اور کہنے
لگی۔ اب تم صورت حالات کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہو۔ تمہارے جیسی جوان لڑکیوں کا
جلد یا بدیر اس منزل میں آنا یقینی ہے۔ اور میں تمہیں اطمینان دلاتی ہوں۔ کہ کسی

اور تکیہ کی نسبت یہاں تم خوش رہو گی۔ آج رات کو ایک امیرزادہ جو شکیل اور مالدار ہے اور اکثر اس گھر میں آتا رہتا ہے تمہارے پاس آئیگا۔ اگر تم نے اس سے کچھ حیل و حجت کی۔ تو یاد رکھو میں کل صبح عدم ادائی قرضہ کے لئے حوالات میں بھجوا دوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ کمرہ کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔

دن بھر میرے دل میں جس قسم کے خیالات اٹھتے رہے۔ ان کی کیفیت بیان کرنا لاحاصل ہے۔ میرے لئے بہت عمدہ کھانا تیار کیا گیا۔ لیکن میں اس میں سے دو چار نوالے بھی نہ لے سکی۔ خادمہ نے پوچھا۔ میں تمہارے پاس تمہاری کل والی سہیلیوں سے کسی کو بھیجوں؟ اس کا جواب میں نے اسے اس انداز سے دیا کہ اسے یقین ہو گیا۔ میں اس تجویز کو کسقدر ناپسند کرتی ہوں۔ وہ میری طرف دیکھ کر پرمعنی انداز سے مسکرائی۔ گویا یہ کہنا چاہتی تھی۔ کہ تمہارے خیالات میں بہت جلد تبدیلی پیدا ہو جائیگی۔ اور اس کے بعد کمرہ سے چلی گئی۔ رات کے ۹ بجے مسز ارلی نے کہلا بھیجا۔ کہ تم بہترین پوشاک پہن لو میں نے اس کی تعمیل سے بڑے اصرار کے ساتھ انکار کیا۔ کیونکہ میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ میں اس ناپاک زندگی پر از خود آمادہ نہ ہونگی۔

آخر دس بجے نوکر چند موم بتیاں اور ایک قاب میں ایک بوتل شامپین شراب چند گلاس اور کیک رکھ کر لایا۔ میں چپ چاپ مایوسانہ انداز سے ان تیاریوں کو دیکھتی رہی۔ نصف گھنٹہ اور گزر گیا۔ اور اس کے بعد کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔ اور ایک خوش پوش بانکا سجیلا جوان اندر داخل ہوا۔ میں نے اس کی طرف ایک نظر ڈالی۔ اور اس کے ساتھ ہی منہ سے بے اختیار ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ نووارد لارڈ ڈنسٹیبل کے سوا کوئی اور نہ تھا!

اس کی صورت دیکھتے ہی میں بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔ اور مجھے معلوم نہیں کب تک اس حالت میں رہی۔ آخر جب میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو معلوم ہوا کوئی میری کنپٹیوں کو دبا رہا ہے۔ یہ لارڈ ڈنسٹیبل ہی تھا۔ اس نے مجھے ایک گلاس شراب کا باصرار پلایا۔ جسکے بعد میں نے بہت جلد اپنی موجودہ حالت کی افسوسناک حقیقت کو محسوس کر لیا۔ اس نیم آغوشی کی حالت سے جس میں لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھے لے رکھا تھا۔ سیدھی کھڑی ہو کر میں نے

اسے خوف اور حیرت کے انداز سے دیکھا - وہ میری طرف نظر ڈالکر کہنے لگا - لڈیا تم اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ کیا میری صورت کچھ خوفناک ہے؟ اتنا میں بھی جانتا ہوں - کہ ہماری یہ ملاقات نہایت عجیب حالات میں ہوتی ہے - اس گھر کی مالکہ نے مجھے کہلا بھیجا تھا - کہ میں نے تمہارے لئے ایک تحفہ حاصل کیا ہے - لیکن اس کی مجھے امید نہ تھی - کہ وہ تحفہ تم ہو - میں نے انداز خشم سے کہا - مائی لارڈ اس گھر میں میری موجودگی واقعات کی اس زنجیر کی ایک کڑی ہے - جس کی ابتدا تمہاری طرف سے ہوئی تھی - میری ساری ذلتوں - بدنامیوں اور مصیبتوں کا اصلی باعث تمہیں ہو - صد حیف کہ تم نے میری ذاتی تباہی کو ناکافی سمجھ کر میرے بدنصیب بھائی کی بھی جان لی - وہ بولا - سنو لڈیا تم بعض غلط فہمیوں میں پڑی ہوئی ہو - سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی جوان عورت باغ میں یا کسی اور مقام پر جوان مرد سے اسقدر بے تکلفی سے ملے تو اسے اس ملاقات کے نتائج کے لئے تیار رہنا چاہیئے - رہا تمہارے بھائی کا معاملہ سو تم جانتی ہو - اس نے بڑی سرکشی کے ساتھ مجھ سے ڈیول لڑنے پر آمادگی ظاہر کی - اور گو میں نے اسے اپنے نائب کی معرفت کہلا بھیجا کہ اسکا میرے ہاتھوں مارا جانا یقینی ہے - مگر اس تنبیہ کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا - آخر وہی ہوا - جس کا مجھے خیال تھا - یعنی اسے میرا زخم کاری پہنچا - میں نے کہا - ہائے افسوس - تمہیں اس کا بھی خیال نہ آیا - جو رشتہ میں اسکی بہن اور تمہاری معشوقہ تھی - وہ بولا مجھے اسوقت سب سے بڑھ کر خود اپنا خیال تھا - میں جانتا تھا کہ اگر میں نے اسے پہلے وار میں ہی نہ مار دیا - تو وہ یہی فرض مجھ پر ادا کرے گا - اس لئے میں نے اسے دوسرے وار کا موقعہ ہی نہ دیا!

میں نے نفرت کے لہجہ میں کہا مائی لارڈ ہوش میں آ بیٹھئے - ایک ایسے اہم معاملہ کو یوں باتوں میں اڑانا نہایت شرمناک ہے - وہ بولا سنو لڈیا - میں اس گھر میں اخلاق کی تلقین حاصل کرنے نہیں آیا - صاف طور پر جواب دو - تم میرا یہاں رات رہنا پسند کرتی ہو یا نہیں - کیونکہ میں بہرحال تمہیں مجبور نہیں کرتا - میں نے کہا نہیں ہزار بار نہیں - مجھے تمہارا ہاتھ اپنے بدنصیب بھائی کے خون سے سرخ نظر آتا ہے - اس نے سرد مہری سے کہا - خیر لڈیا تمہاری مرضی یوں ہے - تو میں جاتا ہوں - لیکن تمہاری سابقہ واقفیت کا خیال تقاضا کرتا ہے - کہ میں اپنی طرف سے کسی سختی کا اظہار نہ

کروں ۔ اس نے یہ فقرہ جس انداز سے کہا اس سے متنفر ہو کر میں نے دوسری طرف کو منہ پھیر لیا تھا ۔ اور اس لئے مجھے معلوم نہ ہوا ۔ وہ چند منٹ کے لئے کمرہ میں رکا رہا ۔ پھر خدا حافظ للّٰہ کی کہکر وہ کمرہ سے نکل گیا ۔ اور سیڑھیوں سے اترتے وقت ناٹک کا ایک مشہور گیت سیٹی بجا کر گاتا رہا ۔

وہ بمشکل باہر کے پھاٹک تک پہنچا ہوگا ۔ کہ مسز ہارپی میرے کمرہ میں داخل ہوئی اور کہنے لگی میری عزیز بیٹی تم نے اس نوعمر امیرزادہ سے بہت اچھی طرح سلوک کیا ہے ۔ کیونکہ میں نے دیکھا وہ تم سے خوش خوش رخصت ہوا ہے ۔ بھلا وہ کیا دے گیا ہے ؟ میں نے حیرت زدہ ہو کر کہا ۔ مجھے کیا دے جاتا تھا ۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس خوفناک عورت کے چہرہ کو نفرت کی نظر سے دیکھنا شروع کیا ۔ عین اسوقت مسز ہارپی کی نظر میز پر پڑے ہوئے ایک نوٹ پر پڑ گئی ۔ اور وہ چلا کر کہنے لگی ۔ بخدا وہ صرف نام کا ہی امیر نہیں بلکہ خصلت بھی امیروں جیسی رکھتا ہے ۔ پھر اس نے اس نوٹ کو پھرتی سے اٹھاتے ہوئے کہا ۔ بہت خوب یہ تو بیس پونڈ کا نوٹ ہے ۔ میں نے اس کا ہاتھ روک لیا ۔ اور کہا میڈم ٹھیر جاؤ ۔ میں اس رقم کا ایک پیسہ بھی اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتی ۔ کیونکہ جو شخص اسے چھوڑ گیا ہے ۔ وہ حقیقت میں میرے بھائی کا قاتل ہے ۔ عمر رسیدہ عورت لاپروائی سے بولی ۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ وہ کس کا قاتل ہے ۔ اور کون اس کے ہاتھوں قتل ہوا ۔ بہر حال یہ رقم موجود ہے اور میں اسے ہرگز چھوڑنا نہیں چاہتی ۔ میں نے چلا کر کہا تم ! . . . کیا تم اس پر قبضہ کرتی ہو ؟ وہ بولی ہاں ۔ میں نہیں تو اور کون اسکا حقدار ہے ؟ کم بخت ناشکری ۔ کیا اسی لئے میں نے تجھے سڑک پر جانکنی کی حالت میں اٹھایا تھا ؟ اس کمرہ اور خوراک کی قیمت ایک پونڈ روزانہ ہے ۔ کپڑوں کا اور دھلائی وغیرہ کا خرچ اس کے علاوہ ہے ۔ میں ایک کراؤن تمہیں جیب خرچ کر دیتی ہوں ۔ باقی روپیہ تمہارے حساب میں جمع رہیگا ۔ اگر اسے بھی تم میری فیاضی نہیں سمجھتی ہو ۔ تو پھر میں نہیں جانتی اور کیسے جان سکتی ہو ۔ لیکن یہ بات میری فطرت میں داخل ہے کہ میں کسی کا حق چھیننا نہیں چاہتی ۔ اتنا کہہ کر اس نے ۵ شلنگ کا ایک سکہ میز پر پھینک دیا ۔ اور بیس پونڈ کا نوٹ اٹھا کر باہر چلی گئی ۔

لارڈ ڈنسٹبل کیساتھ میری یہ غیر متوقع ملاقات اور اس کا جو کچھ نتیجہ ہوا ۔ اس نے میری ذات پر مہر لگا دی ۔ اور اسوقت سے میں نے ہر قسم کے احساس خودداری کو فراموش کر دیا ۔ اپنے

مجھے کوٹھی خانہ میں دیکھ لیا تھا۔ اور اس خلاف امید ملاقات کے جوش میں میں نے اس کے روبرو وہ حالات بھی بیان نہ کئے تھے۔ جو میرے اس منحوس مقام تک آنیکا موجب بنے۔ اس کے علاوہ وہ چلتے وقت کچھ رقم میرے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اور چونکہ میں اسے نادہنگی کیساتھ واپس کرنیسے قاصر تھی۔ اس لئے خیال آیا۔ کہ قدرتی طور پر وہ مجھیگا میں نے اسے رکھ لیا ہے۔ ان خیالات نے میرے جذبات خودی کو سخت ضرر پہنچایا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے آیندہ اپنے احساس خودی کو برقرار رکھنے کی کوشش ہی ترک کر دی میرا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا۔ کہ قسمت کے برخلاف اب ہر قسم کی جدوجہد بیکار ہے۔ جس سے مجھے دلی محبت تھی۔ جب اسی کی نظروں میں اسقدر ذلیل ہوگئی۔ تو اب شہرت اور خودی کا پاس کس کے لئے ہو؟ چنانچہ حالات سے مجبور ہوکر میں نے اپنے آپ کو قسمت کی رو پر چھوڑ دیا۔ اور میز کے قریب بیٹھ کر ایک گلاس شامپین کا بھرا جس وقت میری نظر اس ساغر ارغوانی کیطرف لگی ہوئی تھی۔ بے اختیار میرے سینہ سے ایک سرد آہ نکلی کیونکہ مجھے یاد آیا۔ اس کمبخت شامپین نے ہی اول مرتبہ مجھے قعر ذلالت کے راستہ پر ڈالا تھا۔ لیکن فوراً ہی اس تلخ یاد کو محو کر کے میں نے بھرا ہوا گلاس پی لیا۔ اور اسکے ساتھ ہی ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ شراب کی حدت نے میری افسردگی کو دور کر دیا تھا۔ مگر اسکے ساتھ ہی مجھے آگے ذلت کی راہ میں جس پر میرے قدم اُٹھ رہے تھے۔ اور آگے کو دھکیل دیا۔ اس کے بعد جب میں نے ایک گلاس اور اس بادہ احمر کا پیا۔ تو نیکی کا رہا سہا احساس میرے سینہ میں زائل ہوگیا اتنے میں میری ہم جلیس سہیلیاں آگئیں۔ اور اس مرتبہ میں ان سے بڑے تپاک کیساتھ ملی۔ ہم سب ملکر شراب پیتی اور گفتگو کرتی رہیں۔ اور آخر کار مدہوشی کی حالت میں مجھے بستر پر لٹا دیا گیا۔ صبح کو بیدار ہوئی۔ تو میں گناہ کی اس نئی زندگی کے لئے پورے طور سے تیار ہوچکی تھی۔

معاف کرنا کہ میں نے اس قسم کے ذلت خانوں کا ذکر اسقدر تفصیل کیساتھ کیا ہے جنمیں سے ایک میں میں ٹھیری ہوئی تھی۔ مسز ہارپی اپنے پیشہ کا ایک قابل تعریف نمونہ تھی۔ جسقدر جوان عورتیں اسکے زیر حفاظت رہتی تھیں۔ ان سے ایک ایک شلنگ اور ایک ایک پنس کی وصولی میں انتہا درجہ کمینہ اور بخیل ثابت ہوتی تھی۔ لیکن نفیس سے نفیس قسم کی شراب مہیا کرنے میں وہ بڑی فراخ حوصلہ تھی۔ اگر ہم کبھی اس بات کی شکایت کرتیں کہ ہمیں روز متواتر سرد گوشت ملتا رہا ہے۔ تو وہ جوش میں آکر چلانے لگتی تھی۔ کہ تم خاصی اچھی

زندگی بسر کر رہی ہو۔ حیف ہے کہ پھر بھی تمہارا اطمینان نہیں ہوتا۔ لیکن کھانا کھا چکنے پر آٹھ دس شلنگ قیمت کی شراب کی بوتل وہ بڑی خوشی سے مہیا کر دیتی تھی۔ ہم اپنی ناپاک کمائی سے جو کچھ حاصل کرتیں۔ وہ اس میں سے کوڑی کوڑی پیسہ پیسہ لے لیا کرتی تھی۔ اور اس نے کبھی ہمیں ہمارا حساب نہیں دکھایا۔ مگر ہمیشہ ہمیں اپنا مقروض ہی ظاہر کرتی رہی۔ وہ جس طریق پر انتظام کیا کرتی تھی۔ اس کا کچھ اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکیگا۔ ایک روز سہ پہر کو مسٹیلڈا نے جس کا ذکر میں پہلے کر چکی ہوں۔ اس سے ایک پونڈ مانگا۔ اور کہنے لگی تمہیں یاد ہوگا۔ میں نے اس ہفتہ تمہیں تیرہ پونڈ کما کر دیئے ہیں۔ بوڑھی قحبہ نے چلا کر کہا۔ تیرہ! مجھے تو انجیل پاک کی قسم ہے کہ بارہ سے ایک کوڑی زیادہ نہیں لی۔ مسٹیلڈا نے کہا۔ خیر بارہ ہی سہی۔ آخر اتنی بڑی رقم سے ایک پونڈ دے دینا کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ مسز ہارپی کہنے لگی۔ بیٹی خدا خدا کر سات پونڈ تو تیرے کھانے اور رہائش کے ہیں۔ دو پونڈ دھلائی کے۔ دس ہوئے۔ ایک پونڈ چٹھیوں اور سوئی دھاگے کا بارہ ہو گئے۔ بتاؤ میرے حساب میں کچھ غلطی ہے؟ میں مدرسہ میں جمع کے سوال حل کرنے میں سب سے ہوشیار لڑکی تھی۔ مسٹیلڈا نفرت کے انداز سے کہنے لگی۔ جمع نہیں ضرب کہئے۔ ہفتہ بھر میں میں نے ایک چٹھی لکھی تھی۔ اور اس کی اجرت بھی خود دے دی تھی۔ مسز ہارپی نے کہا۔ خیر اچھا میں اسکے متعلق چٹھی رساں سے پوچھ دونگی۔ لو اب میں تمہیں ایک بوتل شامپین کی اور بھیجتی ہوں۔ اور اگر تم نے اس ہفتہ کسی اچھے گاہک کو اپنے قابو میں لے لیا۔ تو میں اگلے ہفتہ تمہیں ایک پونڈ ذاتی خرچ کے لئے بھی دونگی۔

مسز ہارپی کے ہاں ہماری زندگی کم و بیش غلامی کی حالت میں بسر ہوتی تھی۔ اس نے ہم میں سے ہر ایک سے ۲۰ پونڈ کا دستخطی رقعہ لے رکھا تھا۔ اور اگر کوئی کسی موقعہ پر اس کے مکان سے چلے جانیکا اشارہ بھی کرتی۔ تو وہ فوراً حوالہ پولیس کر دینے کی دھمکی دیتی تھی۔ وہ ہمیں سیر و تفریح کے لئے بھی مکان سے باہر نہ جانے دیتی تھی۔ کیونکہ اسے اندیشہ لگا رہتا تھا۔ کہیں ہم میں سے کوئی فرار نہ ہو جائے۔ البتہ کبھی کبھی ہم سب دخانی کشتیوں پر سوار ہو کر گریوسنڈ یا رچمنڈ کو یا گرمیوں میں کوپن ہیگن ہوس کو اور سردیوں میں کسی چھوٹے درجہ کے تھیٹر میں جایا کرتی تھیں۔ آہ! ہماری زندگی سخت مصیبت دہ تھی۔ وہ ظالم ہماری دولت ناموس کو برباد کر کے مالدار بنتی تھی۔ اور ہمارے لئے کسی خاص ضرورت کے لئے ایک پیسہ بھی اپنے پاس رکھنا حرام تھا۔ اس کے

علاوہ اس گھر میں جو جو چالبازیاں اور چالاکیاں ہوتی تھیں۔ ان کی تفصیل ناقابل بیان ہے ہمارے پاس ہی تین چار کاہل الوجود مرد رہتے تھے۔ جو بھڑکیلے کپڑے پہنتے۔ اور کھلے بندوں روپیہ صرف کرتے تھے۔ لیکن بظاہر ان کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا یہ بڑے چالباز آدمی تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا۔ کہ سرائے یا اڈہ یا تھیٹر وغیرہ میں کسی دیہاتی بھلے مانس یا بعض حالتوں میں کسی پادری سے ملاقات کرکے اسے یہ کہکر اپنے ساتھ لے آتے کہ یہاں پاس ہی ہماری پھوپھی رہتی ہے۔ جس کی لڑکیاں بہت خوبصورت ہیں۔ یہ اشارہ مسز ہارپی اور اسکی داشتہ لڑکیوں کی طرف ہوتا تھا شخص مذکور کو شراب پلائی جاتی۔ اور اگر وہ زیادہ پینے سے انکار کرے تو اسمیں کوئی تیز نشہ آور دوا ملادی جاتی۔ صبح کو جب وہ بیدار ہوتا۔ تو اپنے آپکو ان خوبصورت لڑکیوں میں سے ایک کے قریب پاتا۔ اس کے ذرا دیر بعد ان بدمعاشوں میں سے ایک کمرہ میں گھس آتا۔ اور شخص مذکور کے سامنے آنکھیں لال پیلی کرکے کہنے لگتا۔ تو نے میری بہن کے ناموس کو بٹہ لگایا ہے۔ بدبخت دیکھ تجھے ابھی حوالہ پولیس کرتا ہوں۔ وہ غریب اس فضیحت سے بچنے کے لئے کچھ نقدی ان کے حوالہ کرتا۔ اور استغفار کا کلمہ پڑھتا۔ وہاں سے رخصت ہوتا۔

بعض اوقات یہ بدمعاش ان لوگوں کو بھی اسی طرح دھمکا کر ان سے روپیہ وصول کرنے کی کوشش کرتے جو از خود اس مکان میں آئے ہوں۔ اور اگر ان میں سے کوئی ان کے غیر معمولی مطالبہ کو منظور کرنے سے انکار کرتا تو اس کی خوب ہی گت بنائی جاتی تھی۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ کوئی شخص اس مکان کی کسی ایک لڑکی پر فریفتہ ہو جاتا اور اس کی خاطر سے روز یا دوسرے تیسرے باقاعدگی سے آنے لگتا۔ ایسی حالت میں لوگ بدنامی سے بچنے کے لئے اکثر فرضی نام اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں یہ دستور تھا کہ اس لڑکی کو جس سے اس کا تعلق ہوتا۔ تاکید کی جاتی کہ وہ اس کے متعلق سارے حالات معلوم کرے۔ اور اگر وہ اس کوشش میں ناکام رہتی۔ تو پھر ان بدمعاشوں میں سے ایک اس فرض کو اپنے اوپر لیتا۔ اور جو کچھ فریب محبت کے ذریعہ معلوم نہ ہوا تھا۔ وہ جاسوسی کے ذریعہ معلوم کیا جاتا۔ اس طریق پر اسکا صحیح نام پتہ اور اس کا مقام سکونت آسانی سے معلوم کر لیا جاتا۔ اگر وہ شخص معزز طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ شادی شدہ ہو۔ یا کسی اور وجہ سے اپنے اس ناجائز عشق کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہو۔ تو پھر مسز

ہارپی کی بن آتی تھی۔ کیونکہ دوسری مرتبہ جب وہ اس مکان میں آتا۔ تو مسز ہارپی کے پٹھان اسے گھیر لیتے۔ اور اس کا راز فاش کرنے کی دھمکی دیکر اس سے کوئی معقول رقم اینٹھ لیتے۔ لیکن اس خرابی کا خاتمہ یہیں نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ شخص مذکور کو ہر دوسرے چوتھے اسی امتحان سے گذرنا پڑتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات میں پھر وہی دھمکیاں تازہ کی جاتیں۔ اور روپیہ کی زیادہ زیادہ رقمیں وصول کی جاتی تھیں۔ اس ظلم کا نتیجہ بعض شادی شدہ معزز شخصوں کی حالت میں خودکشی ثابت ہوتا تھا۔ میں نے کئی اخباروں میں بعض معزز شخصوں کی خودکشی کی کیفیت پڑھی ہے۔ جن کی مالی حالت ہرگز ایسی نہ تھی۔ کہ وہ اس کی وجہ سے اس فعل پر مجبور ہوئے ہوں۔ اور جس صورت میں ان کو کوئی مجلسی یا خانگی تکلیف بھی درپیش نہ ہو۔ تو سمجھنا پڑتا تھا۔ کہ ان کی خودکشی کا موجب ایسے ناہنجار بدمعاشوں کے ظلم کے سوا اور کچھ نہیں۔ افسوس جو شخص عزت دار اور کنبہ دار ہو کر کسی قحبہ خانہ میں قدم رکھتا ہے۔ وہ نہیں جانتا اسکے اس فعل کا انتہائی نتیجہ کیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ اس خیال میں ہو۔ کہ میرا راز ہر طرح محفوظ ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی عشق بازی کو دوستوں اور رشتہ داروں سے پوشیدہ رکھے۔ لیکن اگر وہ صاحب مال اور عزت دار ہے۔ تو اسے یاد رکھنا چاہیے۔ کہ ایسی آنکھیں جنہیں وہ نہیں دیکھتا۔ اس کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ایسی شیطانی ہستیاں اس کے پیچھے پیچھے سایہ کی طرح چل رہی ہیں جو اس کی زندگی کو تلخ کر کے اسے قبل از وقت ختم کرنے پر مجبور کر دیں گی۔ وہ ہر وقت اپنے راز کے فاش ہونے سے خائف رہیگا۔ اور اس منحوس دن کو یاد کر کے بے اختیار دست تاسف ملنے لگیگا۔ جب اس نے غلطی سے گناہ کی راہ پر پہلا قدم رکھا۔

چوری اور وہ بھی پوری دیدہ دلیری کیساتھ۔ اس قسم کے مکانوں میں ایک معمولی بات ہے۔ اگر کوئی بھلا مانس عمدہ قسم کی گھڑی اور زنجیر لگائے کسی ایسے مکان میں داخل ہو تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ یقیناً اس سے چھن جائے گی۔ اور اگر اس نے جھگڑا کیا تو ممکن ہے الٹا اس پر یہ تہمت لگائی جائے۔ کہ کل شام تم نے شامپین کی بوتل کی قیمت ادا کرتے وقت یہ کھوٹا پونڈ دیا تھا۔ ایک بار کا ذکر ہے۔ کہ ایک نوجوان شریف زادہ کو جب اس طرح لوٹا۔ اور متہم کیا گیا۔ تو اس نے اس کی رپٹ مارلبرو سٹریٹ کے تھانہ میں لکھائی۔ مسز ہارپی جب عدالت میں جواب دہی کے لئے پہنچی۔ تو اس نے اس واقعہ

سے سراسر انکار کیا۔ کہ شخص مذکور کی کوئی چیز چرائی گئی ہے۔ البتہ کھوٹے پونڈ کے متعلق بدستور اس پر الزام دیتی رہی۔ تحقیقات نے ایسا پلٹا کھایا۔ کہ شریف زادے کی جامہ تلاشی لی گئی۔ اور اس کی جیب سے ویسے ہی اَور کئی کھوٹے پونڈ نکلے۔ جیسا مسز ہارپی نے اس کے خلاف پیش کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اس کلال۔ قصاب اور نانبائی کو اپنی طرف سے شہادت دینے کو طلب کیا۔ جن سے اس کا لین دین تھا۔ اور ان سب نے کھلے لفظوں میں تسلیم کیا۔ کہ مسز ہارپی ایک معزز اور شریف عورت ہے۔ اور ہمیشہ دیانت دار ثابت ہوئی ہے۔ مجسٹریٹ نے جیرارڈ سٹریٹ میں گشت لگانیوالے کنسٹبل سے اس بارہ میں پوچھا۔ اور وہ چونکہ مسز ہارپی سے پانچ پونڈ سالانہ رشوت لیا کرتا تھا۔ اس لئے اس نے بھی مسز ہارپی کے گواہوں کے بیان کی تصدیق کی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ الٹی آنتیں اس بھلے مانس کے گلے پڑیں۔ اور اس پر کھوٹے سکے رکھنے اور چلانے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ مسز ہارپی نے جواب دہی میں جو قصہ بیان کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ شخص مذکور کل شام میرے مکان پر آکر کہنے لگا۔ میں کرایہ دار کی حیثیت میں رہنا چاہتا ہوں۔ اور یہیں کھانا کھاؤں گا۔ اس نے مجھ سے ایک کھوٹا پونڈ بھنوایا۔ اور جب اس سے کہا گیا۔ کہ یہ پونڈ اچھا نہیں ہے۔ تو اس نے الٹا گھڑی چرانے کا الزام لگا دیا۔ صاحب مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا۔ کہ مسز ہارپی ایک معزز عورت ہے۔ اور ملزم کا طرز عمل بیحد ملامت کے قابل ہے۔ کہ اس نے اپنے آپ کو ایک صریح الزام سے بری الذمہ ظاہر کرنے کے لئے اس کے خلاف ایک غلط اور بے بنیاد الزام عاید کیا۔ یہ نوجوان ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور چونکہ اس کی شادی ہوئے ابھی صرف ۲ ماہ ہوئے تھے اس لئے اس نے بدنامی سے بچنے کی غرض سے عدالت میں اپنا اصلی نام ظاہر کرنے کی بجائے ایک فرضی نام لے دیا تھا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا۔ میرے ایک کوٹھی خانہ میں جانے کا واقعہ دوستوں کی نظروں میں آئے۔ لیکن جب اسے سشن سپرد کر دیا گیا تو اسے مزید ذلت سے بچنے کے لئے انہی دوستوں کو طلب کر کے انہیں تمام حالات سے واقف کرنا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کے بیچ بچاؤ سے مسز ہارپی اور اس نوجوان میں صلح ہو گئی۔ اور راضی نامہ کرنے کی غرض سے اس نوجوان سے مسز ہارپی کو ایک سو پونڈ ہرجانہ دلایا گیا۔ میرے لئے شاید یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ نوجوان کی گھڑی حقیقت

میں چرائی گئی تھی۔ اور اس کی جیبوں میں کھوٹے سکے جان بوجھ کر ڈالے گئے تھے۔ تاکہ اس کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔ اسی لئے میں کہتی ہوں کہ جو لوگ کسی قحبہ خانہ میں جانے کی جرأت کرتے ہیں۔ وہ ان خطرات کو نہیں سمجھتے جو انہیں پیش آسکتے ہیں۔ ایک قدم غلط اٹھ جائے تو ساری زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

مسز ہارپی کے مکان میں جو جو بدمعاشیاں ہوتی تھیں۔ ان کا علم پورے طور سے مجھے کئی ہفتوں کے بعد ہوا۔ اور اسوقت میں نے آخر کار اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ مجھے اس ذلیل زندگی کو ترک کر دینا چاہئے۔ آخر کار ایک روز شام کے وقت موقعہ پا کر میں نے اپنے ضروری سامان کا پلندہ بغل میں لے کر اور چند شلنگ نقدی جیب میں رکھ کر چپ چاپ مسز ہارپی کے قحبہ خانہ کو الوداع کہا۔ معلوم نہیں اس نے میرے غائب ہونے پر کہیں رپٹ لکھائی یا نہیں۔ بہرحال میرے لئے اسی دن سے ایک انتہا درجہ انقلاب آمیز زندگی کا آغاز ہوا۔ کسی روز میں بالکل فاقہ کش رہتی تھی۔ کسی روز عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی تھی۔ کبھی انتہا درجہ محتاج اور کبھی پر آسائش طریق پر فارغ البال ہو جاتی تھی۔ کبھی ایسا ہوتا تھا۔ کہ ساری ساری رات بازار میں گھومتے گذر جاتی۔ اور کبھی کوئی اچھا اور آسایش دہ بستر مل جاتا تھا۔ افسوس وہ زندگی میرے لئے انتہا درجہ تلخ اور رنج دہ تھی

کئی بار مجھے اس زمانہ کی یاد آتی۔ جب میں معصوم اور ہر قسم کے عیبوں سے پاک تھی۔ کبھی کبھی اخباروں میں ایسے نام میری نظروں سے گذرتے جن سے میں واقف تھی۔ اور جہاں ایک طرف میں دن بدن قعر ضلالت میں گرتی جا رہی تھی وہ بام ترقی کی طرف جا رہے تھے۔ اخباروں میں لارڈ ڈسنیل اور کپتان چولمونڈلے کی ترقی کا ذکر مجھ سے ایک خاص تعلق رکھتا تھا۔ پھر جب آنریبل ایڈلین انفیلڈ کو دربار شاہی میں پیش کیا گیا۔ تو اس واقعہ کا مجھ پر کتنا اثر ہوا! کیونکہ بے اختیار میرے دل میں خیال آیا۔ کہ وہ جو دونوں گناہ کی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھ چلتی رہی تھیں آج ان میں سے ایک کس بلندی پر اور دوسری کیسی پستی میں ہے۔ ایک اور واقعہ جو اخبار میں درج ہوا۔ اور جسے پڑھ کر مجھے گونہ اطمینان حاصل ہوا۔ وہ یہ تھا۔ کہ مسز بیکمن کا دیوالہ نکل گیا۔ اور اسے اپنی جائداد دھوکے سے فروخت کرنے کے جرم میں جیل خانہ

نیو گیٹ کی حوالات میں رکھا گیا۔ بعد میں مجھے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس نے سخت تکلیف اٹھا کر جیل خانہ میں جان دی۔

لیکن میری اپنی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی۔ اے لوگو۔ تم جو کسی بدنصیب دکھیاری عورت کو دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتے ہو۔ اس کی حالت پر رحم کرو۔ وہ بدنصیب اپنی مرضی سے یوں مصیبت زدہ نہیں۔ بلکہ احتیاج نے اسے ایسا کر دیا ہے۔ سردی گرمی ہر موسم میں وہ غریب بازاروں میں آوارہ پھرنے پر مجبور ہے۔ ورنہ اس کا بھوکا مرجانا یقینی ہے۔ اس سے کیسی کیسی بدسلوکیاں کی جاتی ہیں! ہر ایک بدمست شرابی اسے چھیڑتا اور اس پر پھبتیاں اڑاتا ہے۔ ہر ایک ادنیٰ حیثیت کا شخص اسے دھکا دے کر چلتا۔ اور اس سے گستاخانہ طریق پر پیش آتا ہے۔ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اس فلک زدہ دکھیاری کے تمام احساسات زائل ہو چکے ہیں؟ سب سے زیادہ بدسلوکی ایسی مصیبت زدہ عورتوں کے ساتھ ان نوجوانوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو رات کے وقت بانکے ترچھے بن کر ہاتھ میں چھڑی اور منہ میں سگار لئے بازاروں میں پھرا کرتے ہیں۔ جن کے مزاج میں سب سے زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔ وہی زیادہ بد اخلاقی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک اور مصیبت ان بدنصیب عورتوں کے لئے یہ ہوتی ہے کہ انہیں اپنے حلقہ کے پولیسمین کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔ اگر نا قابلیت یا کسی اور وجہ سے کوئی پولیس کو اس کے حق سے محروم رکھے۔ تو اسے ایک منٹ کے لئے چین نصیب نہیں ہوتا۔ بازار میں کوئی بھلا مانس اس کی مدد پر آمادہ ہو تو حضرت جھٹ آموجود ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف سخت الفاظ سے آگے چلنے کا حکم دیتے ہیں بلکہ الفاظ کو فعل کی صورت دینے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ خفیف ترین بہانہ سے یا بعض اوقات بلاوجہ بھی اس بدنصیب کو تھانہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ الزام یہ عاید کیا جاتا ہے۔ کہ اس [illegible] نے بھرے بازار دنگا کیا۔ اور اگلے دن اسے مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کر دیا جاتا [illegible] اب وہ لاکھ سر پٹکے۔ کہ میں بے خطا ہوں۔ لاکھ کہا کرے کہ یہ الزام مجھ پر عداوت سے لگایا گیا ہے۔ ایک پولیسمین کی بات دس ہزار ایسی بدنصیب عورتوں کی التجاؤں سے برتر سمجھی جاتی ہے۔ اور اسے برائیڈویل کے جیل خانہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ اس طبقہ کی عورتوں کو پولیس کے ہاتھوں کس قدر تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

میں ان بدنصیبوں کے حالات زندگی کی ایسی ایسی تفصیلات بیان کر سکتی ہوں۔ کہ انہیں سنکر آپ کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اور آپ سمجھنے لگیں۔ کہ وہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ مظلوم ہیں۔ لیکن میری داستان کا سلسلہ پہلے ہی کافی لمبا ہو چکا ہے۔ اور مضمون ایسا ہے۔ جسے کسی پاکباز عورت کے روبرو بیان کرنا موزوں نہیں سمجھا جا سکتا بہرحال مجھ پر جو کچھ گذری۔ وہ یہ تھی۔ کہ دن بدن میں زیادہ ذلیل اور حقیر ہوتی گئی۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ سوائے بھیک مانگنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔ اس خوفناک حالت سے آپ نے مجھے بچایا ہے۔ اسے بہن اس نیکی کا اجر خدا ہی آپ کو دے گا میں آپ کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

تیسرا باب — مارکھم کا سفر

فراخ سبزہ زاروں۔ لہلہاتے ہوئے جنگلوں اور ان دلفریب وادیوں کے اندر جو کیسل ہسکالا کے دریائے نیرٹی کے جانب شمال واقع ہیں۔ دو مسافر پاپیادہ چل رہے ہیں۔

دریا کا مصفا پانی سمندر سے ہمکنار ہونے کے لئے بیتاب ہلکی ہلکی لہریں پیدا کرتا ان میدانوں سے ہوتا ہوا بہ رہا ہے۔ جہاں ہر موسم میں سبزہ و گل کی بہار رہتی ہے۔ جا بجا دہقانوں کی صاف ستھری جھونپڑیاں۔ چھوٹے چھوٹے آباد گاؤں اور وسیع باغات میں امرا کے سرلفلک دیہاتی مکانات واقع ہیں۔ ہر چند کہ نومبر کا مہینہ نصف سے زیادہ گذر چکا ہے۔ لیکن موسم ویسا ہی معتدل اور فرحت افزا ہے۔ جیسا جزائر برطانیہ میں ماہ ستمبر میں ہوا کرتا ہے۔ تاکستانوں میں ابھی تک بیلیں انگور کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہیں۔ اور لیموں کے درخت سڑک کے دونوں طرف خودرو اُگے ہوئے ہوا کے اندر ایک دلفریب مہک پھیلا رہے ہیں۔

کہیں کہیں بلوط کے عظیم الشان درختوں نے تھکے ماندے مسافروں کے لئے راحت بخش سایہ پیدا کر رکھا ہے۔ دور فاصلہ پر شہتوت کے ہرے بھرے پیڑوں کے اندر سے کسی دیہاتی گرجا کی چوٹی یا کسی دولت مند زمیندار کے مکان کی سفید دار

چھت دکھائی دیتی ہے۔ لیکن کیس سکالا کے جنگلوں میں ہر قسم کی دلفریبیاں موجود ہوتے ہوئے وہ شان ہیبت نظر نہیں آتی۔ جو انگلستان اور جرمنی کے جنگلوں سے مخصوص ہے کیونکہ یہاں درختوں کے پتے زیادہ سبز ہیں۔ اور اس کے علاوہ فرش پر اُگے ہوئے زنگار رنگ کے پھولوں کا عکس ان کے سایہ کی کثافت کو بڑی حد تک دور کر دیتا ہے

شاندار دریائے فیریٹی کے کناروں پر طرح طرح کے خوشبودار پھول اور پودے اُگے ہوئے ہیں۔ جن کی بدولت ہوا میں عطر بیز فرحت کا ایسا دلکش اثر پایا جاتا ہے جس کی نظیر بہت کم مقامات پر مل سکتی ہے
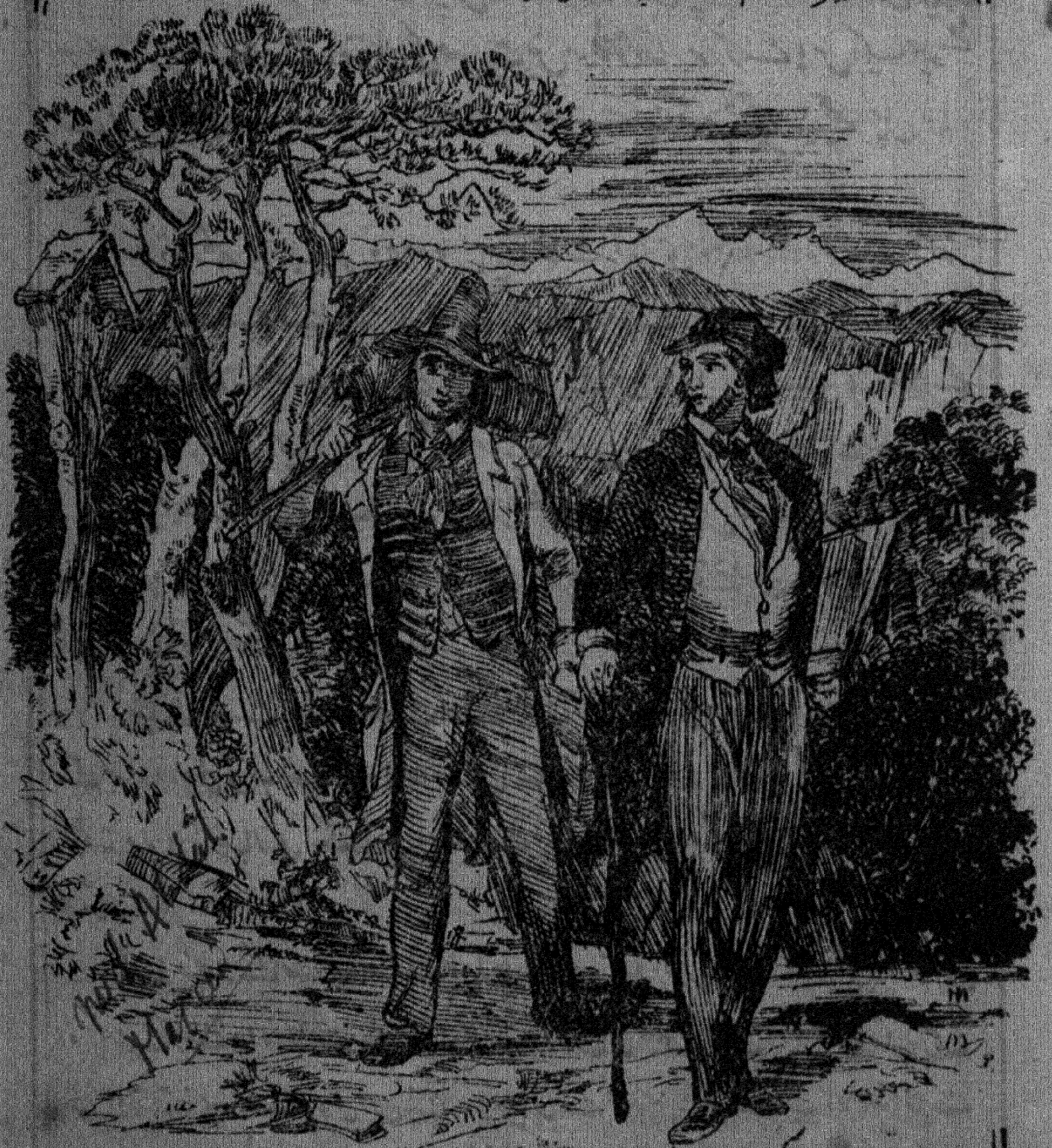
یہ مسافر رچرڈ مارکھم اور اس کا وفادار ساتھی مورگن تھے (صفحہ ۶۴)

یہ دونوں مسافر ہر چند کہ اپنے وطن انگلستان کے نظاروں کے بہت مداح رہ چکے تھے۔ لیکن کیبل سکالا کے مرغزاروں اور سرسبز میدانوں سے گذرتے ہوئے انہیں جو شاندار مناظر دکھائی دیتے تھے۔ ان کے باعث بے اختیار ان کے منہ سے حیرت و تحسین کے کلمات ادا ہو رہے تھے۔

کیا یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ مسافر رچرڈ مارکھم اور اس کا وفادار ساتھی مورکر تھے؟

ہمارے ہیرو نے صاف ستھرا لیکن سادہ قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اور اس کی بغل میں مصوری کا سامان ایک بنڈل کی صورت میں موجود تھا۔ مورکر کے پاس ایک چھوٹے سے بکس میں کچھ ضروری سامان تھا۔ اور وہ مارکھم سے چند قدم پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

رچرڈ مارکھم کی جیب میں وہ دونوں پروانجات راہداری موجود تھے۔ جو میر لو بازانو کی عنایت سے اسے اپنے رفیق مورکر کے لئے حاصل ہوئے تھے۔ اور جن پر قدرتی طور سے دونوں کے نام فرضی درج تھے۔ اس کے گلے میں کپڑوں کے نیچے ایک فیتہ کے ساتھ بندھا ہوا ایک چھوٹا سا نرم چمڑہ کا تعویذ تھا جس کے اندر وہی سربمہر لفافہ بند تھا۔ جس میں آرم سٹرانگ کی پراسرار ہدایات درج تھیں۔ گرینڈ ڈچس نے اُسے رخصت ہوتے وقت روپیہ کی جو کثیر مقدار مہیا کی تھی۔ اور ڈچی کا ایک نقشہ بس یہ سارا سامان تھا جو ان دو مسافروں کے پاس موجود تھا۔

جیسا کہ ملکہ نے اسے رخصت کرتے وقت کہا تھا۔ رچرڈ اب اپنے وفادار رفیق کے ہمراہ فریولی کی جانب چل رہا تھا۔ وہاں سے اس کا ارادہ طول بلد کی سمت میں چل کر ڈوٹالو اور لیپاری کے درمیان گذرتے ہوئے سرحد نیپز کی طرف نکل جانے کا تھا۔

کیبل سکالا کے صدر مقام سے چل کر جو تھے روز یہ دونوں مسافر کم و بیش ۳۰ میل روزانہ طے کرتے۔ اور رات کے وقت کاشتکاروں کی جھونپڑیوں اور کھلیانوں میں سوتے آخر کار قصبہ فریولی میں پہنچے۔ لیکن بجائے شہر کا رخ کرنے کے وہ مضافات کی ایک سرائے میں ٹھیر گئے۔ اور چونکہ رچرڈ اپنے لئے علیحدہ کمرہ کرایہ پر لے کر لوگوں

کے اندر مادہ استعجاب پیدا نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنا کھانا اس کھلے کمرہ میں ہی منگا لیا۔ جہاں اور مسافر بھی جمع تھے۔ یہ لوگ اسوقت ایک بہت بڑی میز کے گرد جمع اپنے اپنے مذاق کے مطابق شراب پی رہے تھے۔ اور ان کے درمیان ملک کے سیاسی حالات پر بڑی سنجیدگی کے انداز سے گفتگو ہو رہی تھی۔ ان کے لہجے مارکھم نے اندازہ کیا۔ کہ یہ لوگ مضافات فریولی کے چھوٹے درجے کے تاجر ہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ سب بظاہر ایک دوسرے سے واقف تھے۔ اور ایسے طریق پر گفتگو کر رہے تھے۔ گویا اکثر دن بھر کے کام سے فارغ ہو کر یہ لوگ شام کو یہاں پر جمع ہونے کے عادی ہیں۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مخاطب کر کے پوچھا "آپ کو یقین ہے کہ کل اعلان کر دیا جائے گا؟"

"شخص مذکور نے غیر معمولی اہمیت کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا" صاحبان میرے خیال میں آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میرا خسر فریولی کے سیر صاحب کے اہلکاروں میں شامل ہے۔ اور اسے ہر وقت افسر مذکور کی نیابت کا شرف حاصل رہتا ہے۔ گویا ایک طرح میرا خسر اس قصبہ کا نائب میئر ہے۔ ایسے حالات میں یہ غیر ممکن ہے کہ وہ میئر صاحب کی تمام پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہو۔ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میں جو اطلاع آپ کو دے رہا ہوں۔ وہ کس قدر اہم ہے۔ اطمینان رکھئے۔ سارے صوبہ مونٹی کگولی میں فوجی قانون رائج کرنے کا اعلان کل دن کے ۹ بجے قصبہ فریولی اور صوبہ مذکور کے باقی شہروں اور گاؤں میں پڑھا جائے گا۔"

"میرے خیال میں ساری ڈچی کو ہی فوجی قانون کے ماتحت لایا جائیگا۔" حاضرین میں سے ایک نے کہا۔

"بے شک ایسا ہی ہوگا۔" دوسرا کہنے لگا "سیر صاحب نے آج سہ پہر یہی خیال میرے نائب کے روبرو ظاہر کیا تھا۔"

اس پر وہ شخص جس نے پہلے یہ گفتگو شروع کی تھی بولا "صوبہ اہنشانی کی حالت کچھ عرصہ سے غیر معمولی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اور یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ اٹلی کے

شمالی صوبجات کی طرح ہم بھی آسٹریا والوں کی حکومت میں آجائیں۔ تو اس سے برا نہ ہوگا۔ سنئے میرا خیال یہ ہے" اس نے آواز و بارا اور اس فقرہ کو دہراتے ہوئے کہا۔ میرا خیال یہ ہے کہ کسیل سکالا کا ہر فرد بشر اس بے جا ظلم اور تشدد کے خلاف تلوار اٹھانے کو تیار ہے"۔

"چپ! چپ!" اس شخص نے جو اپنے آپ کو میئر صاحب کے نائب کا رشتہ دار ظاہر کرتا تھا۔ دبی زبان میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رچرڈ بارکھم اور مور کر کی طرف دیکھا "یاد رکھو سیاسی معاملات کا ذکر ہمیشہ احتیاط سے کرنا چاہئے۔ کیا نام میرا خسر کہا کرتا ہے۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں"۔

جس شخص کی آزاد کلامی سے یہ فقرہ کہنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس نے کہا "یہ شخص کوئی غیر ملکی اور بظاہر معذور معلوم ہوتا ہے۔ امید نہیں وہ ہمارے سیاسی معاملات میں دخل انداز ہو"۔

اس گفتگو کو سنکر رچرڈ کہنے لگا "صاحبان یہ سچ ہے۔ کہ میں گو آپ کی زبان اچھی طرح بول نہیں سکتا۔ گر سمجھ سکتا ہوں۔ تاہم اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ میں آپ کے فقرات سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ تو مجھے فوراً ہی یہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلے جانے میں عذر نہیں"۔

"آفرین ہے صاحب تمہاری آزاد بیانی پر صد آفرین ہے"۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا "نہیں تم ہماری خاطر سے کہیں نہ جاؤ۔ لیکن اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو تم غالباً انگریز یا فرانسیسی ہو۔ میں ان دونوں قوموں کا مداح ہوں۔ کیونکہ وہ آزادی کی قدر و قیمت کو اچھی طرح سمجھتی ہیں۔ بجائیکہ ہم بیچارے غلامی ... افسوسناک غلامی کی حالت میں پڑے ہیں"۔

سی بے تحاشا گفتگو کرنے والے نے کہا "ہاں میں خود بھی انگریزوں کا ثنا گو ہوں انہیں سے تو اس نیک دل شہزادہ کو اپنے ملک میں پناہ دی ہے۔ جسے محض اس وجہ سے جلاوطن کیا گیا۔ کہ وہ لوگوں کا سچا رفیق تھا۔ اور پارلیمنٹ میں ہمارے لئے آئینی اصلاحات عمل میں لانا چاہتا تھا۔ اس کا قصور فقط اتنا ہے کہ وہ آزادی کا حامی تھا۔ پھر دیکھو ہماری ملکہ بھی ایک انگریز خاتون ہے۔ اور اس نے اینجلو سوم کی طبیعت کی سختی کو کم کرنے

نے بہت کوشش کی ہے۔ یہ واقعات اب کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور ہاں . . . یہ بات تم سے کسی کو شاید معلوم نہ ہو۔ لیکن میں نے چند دن پہلے اوسور میں سنی تھی کہ جس وقت آئینی اپنا حملہ آور جنرل گرشیا کے مارے جانے پر بھاگنے کو تیار تھے۔ تو ایک نوجوان انگریز نے ہی جو اس سپاہ کے ہمراہ تھا۔ انہیں اکٹھا کر کے دوبارہ مقابلہ کے لئے آمادہ کیا تھا۔"

"پھر اب وہ کہاں ہے؟" حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔

"اس کی نسبت صرف اسقدر معلوم ہے کہ اسے زیر حراست لیا گیا تھا۔" دوسرے نے جواب دیا۔ "لیکن چونکہ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ عدم پتہ ہو گیا۔ اس لئے خیال یہ ہے کہ اسے ان دنوں نکتے کسے تادر . . . چیناؤلا یا اسٹیلا میں قید کر دیا گیا۔ غریب کی حالت پر مجھے ترس آتا ہے۔ کاش کہ وہ زیادہ کامیاب ثابت ہوتا۔ جیسا کہ میں ابھی کہہ رہا تھا۔ انگریز قوم ہر حال میں ہماری تعریف کی مستحق ہے . . . خدا ان لوگوں کو برکت دے۔"

"آمین" چند آدمیوں نے مل کر کہا۔

اس گفتگو کو سنکر ہمارے ہیرو کے سینہ میں جو امنگیں اٹھ رہی تھیں ان کی تفصیل تحصیل حاصل سمجھی جائے گی۔ کئی بار اس کے جی میں آئی کہ اپنی شخصیت ظاہر کر دوں لیکن دور اندیشی سے اور ملکہ کی نصیحت کو یاد کر کے وہ خاموش ہی رہا۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا مورکر بڑے اطمینان کے ساتھ اشیائے اکل و شرب میں مشغول رہا۔ کیونکہ وہ اطالوی زبان سے ناواقف ہونے کے باعث اس ساری گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکتا تھا۔

پیر صاحب جیسے نائب کا رشتہ دار شاہی فرائض کے مسئلہ پر ایک زوردار تقریر کر رہا تھا کہ سرائے کے پھاٹک پر ایک بند گاڑی بڑی تیزی سے چلتی ہوئی رکی۔ اور اس کے ذرا دیر بعد سرائے میں ایک ہنگامہ سا پیدا ہو گیا۔ کسی نے پھاٹک کے پاس کھڑے ہو کر آواز دی "گھوڑے درکار ہیں . . . چار گھوڑے . . ."

اس کے ساتھ ہی گھوڑوں پر ساز کسنے کی کھڑکھڑاہٹ۔ سائیسوں کی آوازیں۔ اور اسی قسم کا شور و غل جو ایسے موقعوں پر پیدا ہو جاتا ہے۔ سنائی دینے لگا۔ مارکیم اور جیسی کے علاوہ کمرہ میں جسقدر آدمی موجود تھے۔ وہ سب یہ دیکھنے کے لئے باہر نکلے کہ گاڑی میں کون سوار ہے۔ اس طریق پر کمرہ کو خالی ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ایک طویل القامت

شخص جس نے سفر کا ایک کھلا لبادہ پہنا ہوا تھا۔ سرائے کے مالک کو ساتھ لئے اندر
داخل ہوا۔ اور چلا کر کہنے لگا "میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ یہ ایک نوٹ دیتا ہوں اسکی
باقی قیمت جھٹ پٹ میرے حوالہ کر دو"

"لیجئے میں ابھی حاضر کرتا ہوں" مالک سرائے نے کہا اور تیزی سے قدم اٹھاتا کمرہ
سے باہر چلا گیا۔ اتنے میں اجنبی مسافر کی آواز پہچان کر ہمارا ہیرو اپنی نشست سے اٹھ
کھڑا ہوا تھا۔ وہ اسکے قریب جاکر دبی آواز میں کہنے لگا "کون اسٹینو بازانو؟"

"کیا اسٹیو مارکھم!" نوجوان انیڈیکانگ نے ہمارے ہیرو کا ہاتھ ملائمت سے اپنے
ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "غنیمت ہے کہ یوں ملاقات ہوگئی۔ میرے پاس وقت بہت کم
ہے۔ تاہم سن لیجئے کہ مونٹونی میں خوفناک واقعات ظہور میں آ چکے ہیں۔ اور آپ خود
معرض خطر میں ہیں۔ جس طرح بھی ہو سکے۔ اپنے ساتھی سے الگ ہو کر جدا جدا نیپلز کی
سرحد تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ مارکھم یہ نصیحت میں ایک دوست کی حیثیت میں
دے رہا ہوں۔ اگر جان عزیز ہے تو اس پر بلا تامل عمل کیجئے"

اتنے میں سرائے کا مالک سونے چاندی کے کچھ سکے لیکر واپس آ گیا تھا۔ بازانو نے انکو
گنے بغیر جیب میں ڈال لیا۔ اور اس کے بعد مارکھم پر ایک پر معنی نظر ڈالکر کمرہ سے باہر
نکل گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد گاڑی آگے کو روانہ ہوگئی۔

چنانچہ جب وہ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھا تو شبہ۔ وسوسہ۔ اور اضطراب سے اسکی طبیعت بہت
بے چین تھی۔ حیران تھا۔ کہ اسقدر تیز سفر کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا گاڑی میں بازانو کے
سوا کوئی اور بھی تھا؟ مونٹونی میں کس قسم کے خوفناک واقعات ظہور میں آئے ہیں؟
اور وہ کونسا خطرہ ہے جس کو دور کرنے کے لئے مجھے اپنے ساتھی سے جدا ہو جانا چاہئے۔
یہ سوالات رہ رہ کر اسکے دل میں اٹھتے تھے۔ مگر وہ انہیں حل کرنے سے قاصر
تھا۔ وہ انہیں تفکرات میں غرق تھا کہ اور لوگ جو کہ ایک گاڑی کو دیکھ کر کمرہ سے باہر نکل
گئے تھے واپس آ گئے۔ وہ اس گاڑی کے متعلق ہی گفتگو کر رہے تھے۔

ایک نے کہا "کوئی بڑا ہی پراسرار معاملہ نظر آتا ہے"

دوسرا بولا "تم نے دیکھا گاڑی کی سب کھڑکیاں بند تھیں"

تیسرے نے کہا "چار گھوڑے ... اور وہ بھی بجلی کی طرح چلنے والے۔ لمبے قد کا

اسکا آدمی جس نے لبادہ پہنا ہوا تھا۔ اور جو روانگی کے وقت گاڑی کے باہر بیٹھا... ہاں وہ اس کمرہ میں بھی تو آیا تھا" پھر یکایک مارکھم کی طرف مخاطب ہو کر اس نے پوچھا۔
"آپ تو اس کمرہ سے باہر نہیں گئے۔ بھلا وہ کیا لینے آیا تھا؟"
مارکھم نے مختصر طور پر صرف اتنا کہا "ایک نوٹ بھنوانے"
منیبس: بہرحال معاملہ نہایت عجیب اور موجودہ حالات میں اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھنے والا ہے۔ کیوں صاحب کسی نے سنا۔ کہ گھوڑے چلانیوالوں کو کس طرف چلنے کا حکم دیا گیا تھا؟"
ایک شخص نے جو اب تک اس گفتگو سے بے تعلق رہا تھا۔ کہا طویل القامت لبادہ پوش نے بلند آواز میں ڈنڈولو کی سڑک پر چلنے کا حکم دیا تھا"
رچرڈ کے لبوں پر بے معلوم سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ اور اس نے اپنے دل میں سوچا کہ بازانو نے گو بظاہر ڈنڈولو کی طرف چلنے کو کہا۔ مگر حقیقت میں گاڑی سمت مخالف میں روانہ ہوئی ہوگی۔ یہ کارروائی بازانو نے احتیاطاً کی۔ جس سے اس کی دور اندیشی کا پتہ چلتا ہے۔
اس کے بعد دیر تک حاضرین میں اس معاملہ پر بحث جاری رہی۔ لیکن رچرڈ یہ سوچکر کہ بازانو کی نصیحت سے فائدہ اٹھانے میں تاخیر نہ کرنی چاہئے۔ اٹھ کھڑا ہوا اور مورکر کو باہر چلنے کا اشارہ کر کے حاضرین کو شب بخیر کہکر باہر نکل آیا۔ اس کی درخواست پر سرائے کے مالک نے اسے ایک کمرہ میں پہنچا دیا۔ جہاں دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اور جب وہ چلا گیا۔ تو رچرڈ نے اپنے حبشی رفیق کو بازانو کے الفاظ سے موزوں طریق پر آگاہ کیا۔ اس ساری کیفیت کو سنکر مورکر کہنے لگا "اب ہمارے لئے صرف ایک ہی طریقہ باقی ہے"
"کیا؟" رچرڈ نے پوچھا۔
مورکر نے کہا "یہی کہ ہم اس کی نصیحت پر عمل کریں۔ اس نے آپ کی جان بچائی۔ اسی کی بدولت میں دوبارہ آپ سے ملا۔ یہ غیر ممکن ہے۔ کہ اس نے ہمیں دھوکا دیا ہو۔ وہ آپ کا حقیقی دوست ہے اور اس کی نصیحت پر عمل کرنا آپ کا فرض ہے"
"لیکن میرے عزیز مورکر" رچرڈ نے کہا "میں تم سے جدا نہیں ہو سکتا۔ میں نے

"۔۔۔ کہ دوسرے کو ضرور کوئی خطرہ پیش آیا ہے" موورکر نے فقرہ تمام کرتے ہوئے کہا "اگر خدانخواستہ کوئی ایسا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ تو اطمینان رکھئے۔ کہ آپ کے الفاظ پرنسس کو پہنچا دیئے جائیں گے۔ اور اگر کسی وجہ سے ۔۔۔ میں جائے مقررہ پر نہ پہنچوں اور آپ پہنچ جائیں ۔۔۔"

"بس۔ موورکر بس" ڈارکھم نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہم ایک دوسرے کا مطلب اچھی طرح سمجھتے ہیں"۔

دونوں نے اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے پونچھے۔ جس کے بعد رچرڈ نے اپنا بٹوہ نکال کر نقدی کو دو برابر کے حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ایک حصہ موورکر کو پیش کیا۔ لیکن وہ اس بات پر زور دیتا رہا۔ کہ مجھے صرف تھوڑی سی نقدی درکار ہے۔ باقی اپنے پاس ہی رکھئے۔ باوجود اس کے رچرڈ نے اصرار کے ساتھ اس وافر نقدی سے نصف حصہ موورکر کے حوالہ کر ہی دیا۔ جو الزا نے ازراہ فیاضی رچرڈ کو رخصت کرتے وقت دیدی تھی۔ اس کے بعد وہ سو گئے۔

جب دن نکلا۔ اور رچرڈ اپنی چارپائی سے اٹھا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ موورکر غائب ہے۔ پاس ہی میز پر ان اشرفیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ جو رچرڈ نے باصرار اس کے حوالہ کی تھیں۔ صرف دو اشرفیاں کم تھیں۔ اس نقدی کو اٹھاتے ہوئے ڈارکھم نے کہا "اے فیاض منش نوجوان۔ خدا کرے کوئی وقت آئے۔ کہ میں تجھے اس وفاداری اور عقیدت کا معاوضہ دے سکوں"۔

اس کے بعد ہمارے ہیرو نے جلد جلد کپڑے پہنے ضروری سامان ساتھ لیا۔ اور باقی کو بکس میں بند کر کے وہیں رہنے دیا۔ قہوہ خانہ میں آکر اس نے تھوڑا سا ناشتہ کیا اور اس کے بعد اپنا حساب چکا کر سرائے کے مالک سے کہا "میری واپسی تک میرا بکس جو کمرہ میں پڑا ہے اپنے پاس رکھنا" اور سرائے سے رخصت ہو گیا۔ لیکن آہ! اس سرائے میں اپنے وفادار رفیق سے جدا ہو کر اب وہ کس قدر افسردگی۔ مایوسی۔ اور اضطراب محسوس کر رہا تھا!

چوتھا باب تفکرات۔حلہ

سرائے سے نکل کر چرڈ مارکھم جنوب کی سمت میں کھیتوں کی طرف ہولیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے گاؤں سے بھی پرے رہتا۔ میدانوں اور سبزہ زاروں سے گذر رہا تھا۔ چونکہ وہ اس خطرہ کی صحیح نوعیت سے بے خبر تھا۔ جو اسے اپنی زندگی کے متعلق لگا ہوا تھا۔ گو اسقدر جانتا تھا۔ کہ اس کا تعلق ان خدمات سے ہے۔ جو میں نے گذشتہ مہم کے متعلق حامیان آزادی کی طرف سے انجام دی تھیں۔ اس لئے ڈرتا تھا۔ کہیں میرا حلیہ اور گرفتاری کا انعام مشتہر نہ کردیا گیا ہو۔ اسی اندیشہ سے وہ ملک کے ویران حصوں میں سے سفر کرنا بہتر سمجھتا تھا۔

آفتاب کو غروب ہوتے ہوئے بہت دیر گذر چکی تھی۔ اور ہر طرف تاریکی اپنا دور تسلط قائم کرنے لگی تھی۔ کہ وہ ایک چھوٹی سی سرائے میں ٹھیرا اور یہیں اس نے رات بسر کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اسے یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی۔ کہ اس وقت قہوہ خانہ میں کوئی مسافر موجود نہیں۔ سرائے کا مالک بھی ایک سادہ مزاج۔ دیانت دار دیہاتی وضع کا آدمی تھا۔ جو کسی دوسرے شخص کے معاملات میں دخل انداز ہونا پسند نہ کرتا تھا نفیس شراب کی بوتل اور بہت عمدہ کھانا ملنے سے ہمارے ہیرو کا حوصلہ پھر بلند ہوگیا۔ اور آخر جب وہ کھانا کھا چکا۔ تو اس نے دن بھر کے واقعات پر غور کرنا شروع کیا۔

اس بارہ میں ہزاروں قسم کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہورہے تھے۔ کہ گاڑی میں اسقدر تیزی سے سفر کرنیوالا کون تھا۔ کیونکہ بند کھڑکیوں کو دیکھ کر اس کا اسے یقین ہوچکا تھا۔ کہ کوئی گاڑی کے اندر سوار ضرور تھا۔ اس کے علاوہ نوجوان انڈیکا کا گاڑی لے بابر بیٹھنا بجائے خود اس امر کی دلیل تھا۔ کہ کوئی اس کے اندر سوار ہے۔ اور وہ محض اس لئے باہر بیٹھا ہے۔ کہ راستہ کے اخراجات خود ادا کرے۔ گاڑی بانوں کو ضروری ہدایات دیتا رہے۔ اور جو شخص گاڑی کے اندر سوار تھا۔ اسے کسی قسم کا جواب دینے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

میر یونازامو کے یہ الفاظ کہ ہوٹوٹی میں خوفناک واقعات ظہور میں آچکے ہیں۔ اسکے نزدیک پراسرار اور خطرناک اہمیت اختیار کرچکے تھے۔ حیران تھا۔ کہ ان کا مطلب

کیا ہوسکتا ہے؟ یہ واقعات کس کے لئے خوفناک ثابت ہوئے ہیں؟ نہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ ملکہ نے میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا۔ اس کا علم ہوگیا ہے؟ اگر ایسا ہوا۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہوسکتا ہے؟

وہ انہی تفکرات کی الجھن میں تھا۔ کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا سرائے کے دروازہ پر پہنچا۔ اور فوراً دیر میں قہوہ خانہ میں داخل ہوا۔ وہ ادھیڑ عمر کا پتلا دبلا شخص تھا۔ اور اس کے چہرہ پر خوش طبعی کے آثار نمودار تھے۔ اس نے فوجی سواروں جیسی وردی پہنی ہوئی تھی۔ ٹوپی کے گرد چوڑا سنہری فیتہ تھا۔ جاکٹ کو لیس لگا ہوا تھا۔ پتلون کی دونوں ٹانگوں پر ایک ایک سرخ دھاری تھی۔ اور اس نے پیٹھ پر ایک چھوٹا سا تھیلا ڈالا ہوا ہے۔

وہ مالک سرائے کو ساتھ لئے کمرہ میں داخل ہوا۔ اور اس سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔ "میرے لئے فوراً ہی تھوڑا سا کھانا لاؤ . . . دیکھو اس میں تاخیر نہ ہو . . . اور جب تک میں کھانے سے فارغ ہوں، میرے لئے ایک تازہ دم گھوڑا تیار کرادو۔ بس سر دست اسی قدر کافی ہے"۔

مالک سرائے اس سوار کے لئے گھوڑا مہیا کرنے کی فکر میں دوڑ دھوپ کرنے لگا۔ اور اس اثنا میں نووارد نے ہمارے ہیرو سے مخاطب ہوکر کہا "آج سردی کچھ زیادہ ہے"

"بیشک ہے۔ لیکن آپ جس تیزی سے سفر کر رہے ہیں۔ اس میں تو سردی کیا محسوس ہوسکتی ہے؟" رچرڈ نے مسکرا کر کہا۔

"توبہ! توبہ! یہ بھی کوئی خوشی کا سفر ہے"۔ مسافر نے جواب دیا "لیکن میرے خیال میں آپ تفریح کے طور پر ہی سفر کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کے لہجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ کیسل سکالا کے رہنے والے نہیں ہیں۔ اور آپ کے قریب تصویر کشی کا جو سامان پڑا ہے۔ اس سے میں آپ کے پیشہ کا بھی اندازہ کرسکتا ہوں"۔

رچرڈ نے کہا "آپ کا خیال درست ہے۔ لیکن یہ تو فرمائیے۔ آپ نے آج کچھ بہت زیادہ سفر کیا ہے؟"

"ہاں بہت" اجنبی نے جواب دیا "آپ میرے لباس سے معلوم کرسکتے ہیں کہ میں سرکاری قاصد ہوں۔ اور اب بعض سرکاری مراسلات منٹوئی سے مونٹی

گلوبی کے کپتان جنرل کے نام لئے جا رہا ہوں۔"

یہ جواب سنکر رچرڈ کے دل میں مزید حالات جاننے کی جو خواہش پیدا ہوئی تھی۔ وہ اسے بمشکل چھپا سکا اور کہنے لگا" فرمائیے صدر مقام کی کوئی نئی خبر؟"

قاصد نے جواب دیا" سب سے بڑی خبر تو یہ ہے کہ ملکہ فرار ہو گئی ہے۔"

"فرار ہو گئی؟" مارکھم نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں، وہ صدر مقام سے کسی طرف کو چلی گئی۔ معلوم نہیں کہاں! کوئی نہیں جانتا۔ کس لئے۔" پھر اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا" مونٹولو میں غیر معمولی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ پرسوں وہاں فوجی قانون کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اور شام کے وقت قصر شاہی کے سامنے بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا۔ فوجی جوانوں کو بلایا گیا۔ مگر انہوں نے لوگوں پر فیر کرنے سے انکار کر دیا۔ طرح طرح کی افواہیں اڑ رہی ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ گرینٹ ڈیوک نے آسٹریا کی فوج کی امداد طلب کی ہے۔ لوگوں نے وزیراعظم کے مکان پر حملہ کیا اور محض وزیر سیاست کے استقلال سے معاملہ رک گیا۔ ورنہ جانے کیا ہو جاتا۔ حقیقت یہ ہے" قاصد نے آواز دبا کر کہا" حقیقت یہ ہے۔ کہ عنقریب بعض عظیم واقعات ظہور میں آنے والے ہیں۔ اور میں . . . ہر چند کہ میں سرکاری ملازم ہوں۔ مگر . . . شاید اتنا کہنا غداری میں داخل نہ ہوگا۔ کہ میں اینجلو کی بجائے البرٹو کی خدمت کرنا زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔"

عین اسوقت سرائے کا مالک ایک قاب میں کھانا لے کر کمرہ میں داخل ہوا۔ اور گفتگو رک گئی۔ اس کے بعد بھی چونکہ قاصد چھری کانٹا چلانے میں بڑی سرگرمی سے مصروف رہا۔ اس لئے اس کا سلسلہ شروع نہ کیا جا سکا۔ آخر جب کھانا ختم ہوا۔ تو قاصد نے مارکھم کو شب بخیر کہا اور رخصت ہو گیا۔

باوجود اس کے جو تھوڑی بہت گفتگو اس بانونی قاصد کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس سے ہمارے ہیرو پر بند گاڑی کا راز ظاہر ہو گیا۔ اس نے سن لیا تھا۔ کہ ملکہ فرار ہو گئی ہے۔ اور کسی کو اس کے فرار کی وجوہ کا علم نہیں۔ پھر کیا یہ اغلب نہیں کہ ملکہ ہی اس بند گاڑی میں سوار تھی۔ جو اسقدر تیزی کے ساتھ سرائے سے رخصت ہوئی۔ اس خیال کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی تھی۔ کہ میریو بازانو اس گاڑی کے ہمراہ تھا۔

اس کے ساتھ ہی مارتھم کے دل میں سوال پیدا ہوا۔ کہ وہ کونسے اسباب تھے جو ملک کو مشکلات میں پھنسانے کا موجب ثابت ہوئے۔ کیا وہ فیاضی ہی تو اس کی تباہی کا موجب ثابت نہیں ہوئی۔ جو اس نے مجھ سے برتی تھی؟ یہ خیال بجائے خود رچرڈ مارتھم کے دل میں بے حد اضطراب پیدا کرنیوالا تھا۔

وہ ایک کوٹھڑی میں جا کر لیٹ گیا۔ مگر اس کی نیند رات بھر مضطرب رہی۔ آخر جب علی الصبح بیدار ہوا۔ تو طبیعت میں سکون یا فرحت کا کوئی اثر پیدا نہ ہوا تھا۔ لیکن بادل ناخواستہ اسے اپنا سفر شروع کرنا پڑا۔ اور وہ طرح طرح کے خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا سرائے سے باہر نکلا۔

ایک بات جو خاص طور پر اسے بے چین کر رہی تھی۔ وہ یہ تھی کہ اسے اب تک اسابیلا کو خط لکھنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ اور اس بات کو وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ اس ناکام حملہ کی خبر بہت جلد اسے مل جائے گی۔ ان حالات میں اسے میرے متعلق کیا کیا خیالات نہ پیدا ہونگے؟ وہ سمجھے گی یا تو میں اس مہم میں مارا گیا۔ یا کیسل سکالا کے کسی قلعہ میں زیر حراست ہوں اسے اس حسینہ کیساتھ جو محبت تھی اسے پیش نظر رکھتے ہوئے وہ سوچتا تھا۔ کہ میرے غیر یقینی انجام یا میری قسمت کے بدترین خاتمہ کے متعلق یہ قیاسات اس کے نازک دل پر کس قدر ناگوار اثر پیدا کریں گے۔

لیکن باوجود ان حالات کے وہ اسے خط لکھنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ خط کے بحفاظت اس تک پہنچ جانے کی بہت کم امید تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ ملک کی موجودہ حالت میں پرنس البیرٹو یا اس کے کنبہ کے کسی فرد کے نام بھیجی ہوئی چٹھی ضرور حکام کے ہاتھوں پڑ جائے گی۔ یہی وہ رکاوٹ تھی۔ جو ابتک اس حسینہ کو خط لکھنے میں حائل رہی جس کی تصویر اس کے دل پر کندہ تھی۔

جس وقت وہ تھکا ماندہ اس نہ ختم ہونیوالی منزل کو طے کر رہا تھا۔ اسے خیال آیا۔ کیوں نہ ایک خط وشنگھم کے نام لکھ کر اسی میں اسابیلا کا خط بند کر دوں؟ اس کے علاوہ وفادار خادم مسٹر منرو اور ایلن کو بھی اس کی اطلاع دینا ضروری تھا۔ کہ میں صحیح سلامت ہوں۔ اور عنقریب واپس انگلستان پہنچنے کی امید رکھتا ہوں۔ یہ تجویز اسے ہر طرح قابل عمل نظر آئی۔ اور اس نے اسے زیر عمل لانے کا مستقل ارادہ کر لیا۔

اسی غرض کے لئے اس نے وہ رات ایک ایسے قصبہ میں بسر کی۔ جہاں ڈاکیہ نہ تھا۔ اس نے اپنی چٹھیاں بڑے محتاط پیرایہ میں لکھیں۔ اور ان کے نیچے اپنے دستخط نہ کیئے۔ جب وہ انہیں ڈاک کبس میں ڈال چکا۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ گویا اس کے دل سے بہت بڑا بوجھ اُٹھ گیا ہو۔

اس قصبہ میں اسے ملک کی بے چین حالت کے متعلق اور بھی بہت سے واقعات معلوم ہوئے۔ فوجی قانون ہر ایک صوبہ میں نافذ کیا جا چکا تھا۔ اور گرینڈ ڈیوک کے مقاصد کی نسبت طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ سب لوگ یہی کہتے تھے کہ آسٹروی فوج عنقریب دخل انداز ہوگی۔ اور ہر شخص دبی زبان میں جابجا اس پالیسی کی مذمت کر رہا تھا جس کی بدولت رعایا کے پاؤں میں غلامی کی زنجیریں مضبوط کرنے کے لئے ایک غیر ملکی فوج سے امداد حاصل کرنا مطلوب تھا۔

ایک بات جو ہمارے ہیرو نے خاص طور پر نوٹ کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ گرینڈ ڈیوک کا حامی کوئی نہ تھا۔ اس کے ظلم پر ہر شخص نفرین بھیج رہا تھا کیسل سکالا میں اسوقت ضرورت ایک رہنمائی تھی ... ایک ایسے بلند حوصلہ شخص کی جو حریت کا طرفدار ہو۔ ایسا ہو جانے پر رچرڈ کو یقین تھا۔ کہ ہر شخص اس کی مخالفت میں اُٹھ کھڑا ہوگا۔ ملکہ کے مونٹوی سے فرار ہونے کا واقعہ اب ہر کس و ناکس کو معلوم تھا۔ لیکن اس کا تا حال کسی کو علم نہ تھا کہ وہ کس لئے فرار ہوئی۔

ایک اور بات جو رچرڈ کے مشاہدہ میں آئی یہ تھی۔ کہ اوسور کے قریب جو قیدی پکڑے گئے تھے۔ ان کے متعلق ہر شخص کے دل میں ہمدردی تھی۔ جس ہمت اور استقلال کے ساتھ رچرڈ نے اپنی شکستہ فوج جمع کی تھی اس کے لوگ عام طور سے مداح اور معترف تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ اپنی اس دشت نوردی کے زمانہ میں بارہا ایسا ہوا کہ چند آدمی اس کے منہ پر اسی کی تعریف بڑے زوردار لفظوں میں کرنے لگتے تھے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہی ان کا ممدوح ہے۔

لیکن رچرڈ کی اس صحرا نوردی کے مفصل حالات کا تذکرہ بے سود ہے۔ مختصر یہ کہ سفر اس کے لئے امید سے بڑھ کر تھکا نیوالا ثابت ہوا۔ اور کئی بار اسے تھک کر کبھی کرایہ کی گاڑی یا گھوڑے پر سوار ہونا پڑا۔

اسی طرح غریولی کی سرائے سے رخصت ہوئے اسے بارھواں دن تھا۔ کہ پیڈیا کے مشرق میں چار میل کے فاصلہ پر اس نے دریائے اسکلیو کو عبور کیا۔ اب وہ نیپلز کی سرحد سے صرف ۱۲ میل کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ اور اسے امید تھی۔ کہ ۲۴ گھنٹہ کے عرصہ میں میں ہر قسم کے خطرات کے دائرہ سے باہر نکل جاؤں گا۔ دن کے وقت اس نے بہت کم کھانا کھایا تھا۔ کیونکہ جسقدر وہ سرحد کے قریب ہوتا جارہا تھا۔ اسیقدر زیادہ تیز چلنے کی خواہش بڑھتی جارہی تھی۔ دریا کو عبور کرکے اس نے ملاح سے قریب ترین سرائے کا راستہ پوچھا۔ اور اس نے ایک سنسان سی کچی سڑک کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ یہیں اس پر ایک میل کے فاصلہ کے قریب چھوٹی سی

چند آدمی یکایک اس پر ٹوٹ پڑے (صفحہ ۷۹)

سرائے ملے گی۔ رچرڈ اسی طرف کو ہولیا۔ لیکن بمشکل ۲۰۰ گز چلا ہوگا۔ کہ ایک ایسے مقام پر پہنچکر جہاں دونوں طرف بلوط کے چھتنارے درخت کھڑے تھے۔ چند آدمی پیچھے سے یکایک اس پر ٹوٹ پڑے۔

اس نے بہت کچھ جدوجہد کی۔ لیکن آخر تھک کر عاجز آگیا۔ اور حملہ آور رہزنوں میں سے دو نے اس کی مشکیں کس دیں۔ باوجود اس کے وہ ان کی گرفت سے آزاد ہونے کی بڑے زور سے کوشش کرتا رہا۔ جس پر لٹیروں نے اس کے ساتھ اور بھی زیادہ سختی کا سلوک شروع کردیا۔ حتٰی کہ آخر کار ان میں سے ایک نے اپنے پستول کا سرا ہمارے ہیرو کے سر پہ زور سے دے مارا۔ جس کے اثر سے وہ لہو لہان ہوکر بیہوش زمین پر گر پڑا۔

جب اس نے آنکھیں کھولیں۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ میں ایک آسایش دہ بستر پر لیٹا ہوا ہوں۔ پلنگ کے گرد لٹکے ہوئے ریشمی پردوں کو ایک طرف ہٹاکر اس نے فکرمندی سے کمرہ میں ادھر اُدھر نظر ڈالی۔ تو معلوم ہوا کہ وہ کوئی غیر معمولی نفاست سے آراستہ مقام ہے۔

دوبارہ تکیہ کے آسرے لیٹ کر اس نے اپنے منتشر خیالات کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ اس کے سر میں شدت کا درد ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ پیشانی کو لگایا تو معلوم ہوا کہ اس پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔

پھر اسے تاریک گلی میں لٹیروں کے خوفناک حملہ کا خیال آیا۔ اور اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ چھاتی اور گلے کی طرف بڑھایا۔ مگر کیا دیکھتا ہے۔ کہ آرمسٹرانگ کی چٹھی والا تعویذ غائب ہے!

پانچواں باب — سیفرن ہل کا شراب خانہ

اب ہم اپنے ناظرین کو پھر ایک بار سیفرن ہل لندن کے شراب خانہ کی طرف لے چلتے ہیں۔

رات کے ۹ بجے تھے اور شراب خانہ کے ایک کمرہ میں مختلف قماش کے لوگ

جمع تھے۔ ورجن بہت کے قریب مرد عورتیں شراب کے مختلف قسم کے مرکبات جن کے نام شراب خانہ کے مالک نے "ریل جمیکا رم" فائن کارڈیل جن" "ٹریبل اکیس ایل" "بیسٹ کاگنک برانڈی" اور "نوٹڈ سٹوٹ" رکھے ہوئے تھے۔ پی رہے تھے۔

ایک طرف میز کے قریب بفر بیٹھا ایک مٹی کے بنے ہوئے لمبے پائپ سے کش لگاتا اور رہ رہ کر پورٹ شراب کا گلاس منہ سے لگا لیتا تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ کلاک کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ گویا کسی کے انتظار میں ہو۔ اور اس کے بعد دبی زبان سے غصہ کا اظہار کرنے لگتا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ جس کا اسے انتظار ہے وہ وقت پر نہیں آیا۔

اتنے میں ایک عمر رسیدہ زرد رو شخص نے جس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کہا "جیسا کہ میں ابھی بیان کر رہا تھا۔ اس قسم کی شراب لوگوں کے ہاتھ اسقدر مہنگی فروخت کرنا بڑی بھاری ندامت کا باعث ہے" یہ کہتے ہوئے اس نے شراب کے اس گلاس کو جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور جسے وہ نفرت کی نظر سے دیکھ رہا تھا چند مرتبہ ہوا میں کے ایک چھوٹے سے دائرہ کے اندر ہلایا۔ یہ دیکھ کر بفر تلخی کے لہجہ میں کہنے لگا "دوست سوگس پھر تم اسے پیتے کیوں ہو؟ تم خود بھی کسی زمانہ میں پسندار خوردہ فروش رہ چکے ہو۔ اور میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ جتنی آمیزش شراب میں تم کیا کرتے تھے اتنی کسی اور نے کم ہی کی ہو گی"۔

"تم ٹھیک کہتے ہو"۔ بڈھے نے کہا" بیشک میں بھی آمیزش کرتا تھا۔ کیونکہ کسی شراب فروش کا اس کے بغیر گذارہ نہیں۔ اس غریب پر ٹیکس کا بوجھ الگ ہے۔ پولیس کی ڈانٹ ڈپٹ الگ۔ پھر فروخت کے متعلق وقت کی پابندیاں ہیں۔ درحقیقت شراب فروش کے لئے آمیزش کے بغیر گذارہ چلانا مشکل ہے۔ اور خواہ وہ کتنا ہی دیانت دار ہو۔ اسے ضرور ہی ایسا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے میں ایسی لغو شراب ہرگز پینا نہیں چاہتا۔ اور اس کے علاوہ یہ بیر ایسے طریق پر تیار کی گئی ہے کہ معلوم نہیں۔ اس میں کاکولس انڈیکس کا حصہ زیادہ ہے یا تمباکو کے عرق کا"

"یہ کاکولس انڈیکس کیا بلا ہوتی ہے؟" بفر نے پوچھا

"یہ ایک قسم کا نہایت زہریلا پھل ہوتا ہے جو ہندوستان میں اگتا ہے اور

ایسا تیز کہ ہندوستانی لوگ اسے تالاب میں پھینک دیتے ہیں۔ تو مچھلیاں بیہوش ہو کر سطح پر تیر آتی ہیں۔ اور اس وقت انہیں آسانی سے پکڑا جا سکتا ہے۔ بس اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کس قدر زہریلی چیز ہے۔ ہا ہا ہا!" اور یہ کہتے ہوئے عمر رسیدہ شخص نے اپنے ان طریقوں کو یاد کر کے ناشائستہ قہقہہ لگایا۔ جو وہ اس زمانہ میں برتا کرتا تھا۔ جب کہ فضول خرچی نے اس کی تجارت کو ابھی برباد نہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "مجھے شراب کی آمیزش کے سارے طریقے زبانی یاد ہیں۔ اور اب چونکہ میرا ارادہ اس تجارت میں آنے کا نہیں ہے۔ اس لئے تمہیں بعض راز کی باتیں بتائے دیتا ہوں۔ سب سے پہلے بیئر کو لو جس میں اول تو اسے کشید کرنے والا آمیزش کرتا ہے تاکہ اس کا مصالح بچ رہے۔ پھر شراب فروش آمیزش کرتا ہے۔ کہ اس کی مقدار بڑھ جائے۔ یہ اسی کا کام ہے کہ ایک پیپے کے دو اور بعض اوقات تین بنا لے۔ ہا ہا! تم نہیں جانتے وہ کن طریقوں سے کام لیتا ہے سب سے پہلے تو اس میں خوب اچھی طرح پانی ملاتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے وہ ایسی پھیکی اور کمزور ہو جاتی ہے۔ کہ کوئی اسے پینا پسند نہیں کرتا۔ اس میں کڑواہٹ باقی نہیں رہتی۔ اور اس کے اندر الکحل ملانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پانی ملانے کے بعد اس میں تیزی کھٹکی اور جھاگ پیدا کرنے کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ اس مطلب کے لئے اس میں الکحل کی بجائے کوکولس انڈیکس لگا سکتے۔ افیون اور بوہیمین روزمری کی آمیزش کی جاتی ہے۔ یہ سب زہریلی چیزیں ہیں۔ اور بوہیمین روزمری تو ایسی تیز چیز ہے کہ اس کا ذرا سا جزو دیوانگی کا سا اثر پیدا کر دیتا ہے۔ ہا ہا! اسی طرح جھاگ میں سختی پیدا کرنے کے لئے مصبر کر لیا۔ منطین اور جنطیانا سے کام لیا جاتا ہے۔ ذائقہ کی تیزی پیدا کرنے کی خاطر اس میں ادرک۔ تیج پات اور لال مرچ ملاتے ہیں شیرہ۔ تمباکو کا رس اور جلی شکر کی آمیزش رنگت پیدا کرنے کی غرض سے کی جاتی ہے۔ اور گندہ نمک کا تیزاب نہ صرف اسے شفاف بناتا ہے۔ بلکہ اسی کی بدولت اس میں تیز کھٹکی کا ذائقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان چیزوں کے ملانے کے بعد اب بیئر میں صرف جھاگ کی کمی رہ جاتی ہے۔ جسے تم لوگ اس کی عمدگی کا نشان سمجھتے ہو۔ نئین پھٹکری۔ ہیمپ اور ٹارٹری ملنے سے یہ بھی پوری ہو جاتی ہے یہ سب چیزیں ملی ہوئی ہوں۔ تو کوئی بڑے سے بڑا ہوشیار شرابی بھی معلوم نہیں کر سکتا

نہ بیر میں کسی قسم کی آمیزش کی گئی ہے۔"

"سوگس یار جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا یہ سچ ہے؟" بغز نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "کیونکہ گو میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو شراب کے مخالف ہیں تاہم ایسی حالت میں میں ہرگز بیر پینے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔"

"صحیح؟" عمر رسیدہ شخص نے نفرت کے انداز سے کہا "یہ اسی قدر صحیح ہے۔ جیسے میں کہوں تم وہاں بیٹھے ہو لیکن انکے علاوہ دو چار اور چیزیں ہیں۔ جو اس مرکب میں شامل کی جاتی ہیں جسے ہم لوگ بیر کہتے ہیں۔ پوست کا ست کشنیز۔ فلوس ہاہی۔ لیگھارن جوس۔ تمباکو وغیرہ شاید ان میں سے بعض نام شاید تمہاری سمجھ میں نہ آئے ہوں۔ مگر شراب فروش ان سے بخوبی طور سے واقف ہوتا ہے۔ ہا! ہا! میرے دوست سچ پوچھو۔ تو آدھے غریب آدمی جو پاگل خانہ میں رہتے ہیں۔ اس زہر کی بدولت ہی دیوانے ہوتے ہیں۔ جسے ہم تم بیر کہتے ہیں۔"

اتنے میں ایک اور شخص جسے لوگ نیکر کہا کرتے تھے۔ اور جو اس وقت پانی ملی ہوئی جن شراب کا ایک گلاس پی رہا تھا بولا "اور کیوں بھئی جن کے خلاف تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"جن!" بڈھے خرانٹ نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے دہرا کر کہا "اس کے متعلق بھی میں تمہیں بہت سی بھید کی باتیں بتا سکتا ہوں۔ اس میں زیادہ تر گندھک کا تیزاب ملا پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں جن کی طرح بو اور چرپراپن پایا جاتا ہے۔ اگر تم خالص جن کی بوتل کا ڈاٹ نکالو۔ تو اس سے اس قسم کا تیز دھواں نہیں اٹھتا۔ جس سے آنکھوں سے پانی بہنے لگے۔ مگر گندھک کے تیزاب میں یہ خاصہ ہے۔ ہا! ہا! بس یہی اس کا معیار ہے۔ یقین نہ ہو تو آزما دیکھو۔

اس ملاوٹی جن میں گندھک کے تیزاب کی آمیزش چھپانے کی غرض سے تارپین کا تیل گندھک کا ایتھر اور روغن بادام ملا دیا جاتا ہے۔ سچ پوچھو تو جسے لوگ عمدہ قسم کی کارڈیل جن کہتے ہیں وہ سب سے زیادہ آمیزش دار ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ خوردہ فروشی کے لئے مخصوص ہے۔ ہا! ہا! ہا!"

بغز کہنے لگا "میرا عقیدہ ہے۔ کہ ہر قسم کی شراب میں رم بہترین ہے۔"

بڈھے نے کہا "کیوں؟ اس لئے کہ تم اسے پسند کرتے ہو؟ ہا! ہا! تم کیا جانو کہ جسے عمدہ قسم کی جمیکا رم کہا جاتا ہے۔ وہ دراصل جزیرہ لیوارڈ کی ادنیٰ ترین رم ہوتی ہے۔ جو بجائے خود نہایت مہلک اور معدہ کو جلانے والا مرکب ہے۔ اور اس میں شراب فروش چیری لارل کا پانی اور ڈیول ملا لیتے ہیں۔"

"یہ ڈیول کیا چیز ہوتی ہے؟" ینکر نے پوچھا

"جانے تمہاری بلا کیا ہوتی ہے۔ گندھک کے تیزاب میں ڈالے ہوئے کالی مرچ کے پودے۔ اور کیا؟ اور پھر جسے تم بہترین قسم کی کاگنک برانڈی کہتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ برانڈی حقیقت میں فرانس سے آتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ انگریزی شراب میں ہی الیونیا کا پانی زعفران۔ جاوتری۔ بادام کی کھلی کا ست۔ چیری لارل کا پانی۔ ڈیول۔ ایک قسم کی ہٹی اور شورہ کا تیزاب ملا کر اُس میں خوب اچھی طرح پانی کی آمیزش کر کے اس کا یہ نام رکھ دیا جاتا ہے۔ ہا! ہا!"

اس کیفیت کو سنکر حاضرین میں سے ایک نے کہا "یار سوگس تم یہ سب طریقے اگر خود بھی برتا کرتے تھے۔ تو نہ جانے اپنی عمر میں تم سے کتنے گناہ سرزد ہوئے ہونگے"

"برتنے کو میں خود بھی یہی طریقے برتا کرتا تھا" بڈھے نے بڑے سکون کے ساتھ کہا "میں یہ نہیں کہتا۔ کہ میں خصوصیت سے ایماندار تھا۔ کیونکہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ ہر ایک شراب فروش ان طریقوں پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہے۔ اور جو نہیں کرتا . . . اس کا نام بہت جلد دیوالیوں کی فہرست میں چھپ جاتا ہے۔ اور بس! ہا! ہا! لیکن اگر غریب طبقہ کے لوگوں کو اس طرح دھوکہ دیا جاتا ہے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ امیروں اور اوسط طبقہ کے لوگوں سے کچھ بہتر سلوک ہوتا ہے؟ اگر تم چاہو تو اونچے درجہ کی شراب کی بھی ساری کیفیت کھول کر رکھ دوں"

"ہاں ہاں۔ ضرور" کئی شخصوں نے مل کر کہا "امیروں سے اس بارہ میں کیا سلوک ہوتا ہے؟"

"میں تمہیں پوری کیفیت بتاتا ہوں" بڈھے نے سلسلہ کلام جاری رکھکر کہا۔ "اسوقت ایک سو کے قریب اس قسم کی گائڈ بکیں چھپی ہوئی ہیں۔ جن میں اچھے اچھے شراب فروشوں کے پتے درج ہیں۔ ان میں سے کسی دوکاندار سے ایک بوتل پورٹ وائن کی منگا دیکھو۔ اور پھر کسی لائق آدمی سے اس کے اجزائے ترکیبی معلوم کرو۔ وہ تمہیں بتا دے گا۔ کہ اس میں تین اونس شراب ۱۴ اونس سیب کا عرق۔ ڈیڑھ اونس شکر۔ دو سکروپل پھٹکری ایک سکروپل ٹارٹرک ایڈ اور ۴ اونس نینگ کی لکڑی کا جوشاندہ ملا ہوا ہے۔ اب تم حیران ہوتے ہو۔ کہ انگور کا عرق کہاں گیا؟ ہا! ہا! یارو اس میں انگور کا عرق ڈالتا ہی کون ہے؟

ایک قطرہ تک نہیں ڈالا جاتا۔ اور اسی زہر کو لوگ ساڑھے تین شلنگ بوتل کے حساب سے خرید کر انگوری شراب کے دھوکہ میں پیتے ہیں۔ جتنی آمیزش دار شرابیں ہیں۔ ان سب کی رنگت نہایت تیز ہوتی ہے۔ خصوصاً شیری کی اس قسم کی شراب کی رنگت خوب اچھی طرح زرد بنانے کے لئے ایک پیپہ شراب میں ایک کوارٹ بھیڑ کا گرم خون ملا دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اسے نتھار لیتے ہیں۔ میں خود اسی طرح کرتا رہا ہوں۔ گو ظاہر ہے کہ میں اس کا کبھی کسی سے ذکر نہ کرتا تھا۔ سستی شرابوں میں سب سے زیادہ فریب کیپ کے متعلق برتا جاتا ہے۔ جو دو شلنگ ۶ پنس فی بوتل کے حساب سے فروخت ہوتی ہے۔ مگر اس میں ہوتا کیا ہے۔ شراب کے پیپوں کا نچوڑ۔ سفید شراب جو پڑی پڑی خراب ہو گئی ہو۔ سیب کا رس۔ رم کو دا اور صاف کیا ہوا بھیڑ کا خون"

اس کیفیت کو سنکر نبکر نے کہا "غنیمت ہے یہ چالبازیاں صرف غریب لوگوں تک محدود نہیں۔ یہ بھی ایک حد تک اطمینان بخش ہے"۔

"ہاں ہاں" ایک قصاب نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"غریب امیر ان کے لئے سب یکساں ہیں"۔ سوگس نے حاضرین پر فاتحانہ انداز سے نظر ڈالتے ہوئے کہا "میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس ملک میں جسقدر پورٹ وائن پی جاتی ہے۔ اس کا دو تہائی حصہ کیونکر تیار ہوتا ہے۔ چار گیلن سیب کا رس لے کر اس میں دو کوارٹ سینے چقندر کا رس ملایا جاتا ہے۔ دو کوارٹ برانڈی۔ چار اونس تینگ کی لکڑی۔ نصف پونڈ ایک خاص قسم کی جڑ۔ اور ایک اونس پھٹکری۔ تینگ کی لکڑی اور جڑ کو پہلے دس دن تک برانڈی اور سیب کے رس میں بھگو رکھتے ہیں۔ پھر اسے نچوڑ کر باقی اجزا شامل کر لیتے ہیں۔ ایک مہینہ تک یہ مرکب پیپہ میں بند رہے تو بوتلوں میں بھرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو لو کہ انگور کا عرق ایک بوند بھی نہیں پڑا۔ ہاں ہاں اگر رنگت صاف نہ ہو۔ تو اس میں سرخ صندل کی لکڑی کے چھلکے کا جوشاندہ ملا کر سرخ ارغوانی رنگت دے لیجاتی ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے۔ کہ دیرانی کیونکر ظاہر ہو۔ اس کی ترکیب یہ ہے۔ کہ کریم آف ٹارٹار میں برازیل کی لکڑی ملا کر اس کا نتھار اس مرکب میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ اب دیکھ لو تمہیں کہنگی کی سب علامتیں موجود ہونگی۔ اور یہ دس بارہ سال کی پرانی شراب کہکر آسانی فروخت کیجا سکتی ہے علاوہ بریں کہنگی کی علامت پیدا کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ اور بوتلوں کو کسی غیر آباد حصہ میں

رکھنے سے ان پر کھڑی کا جالا آسانی سے لگ جاتا ہے۔ اب بتاؤ سوائے کسی کیمیا داں کے اور کون ہے جو معلوم کرے۔ اس بوتل میں کتنا مکر و فریب بھرا ہوا ہے؟"

"خیر آج رات میں نے شراب کے متعلق بہت سی دلچسپ واقفیت حاصل کر لی ہے۔" نیکر نے اس ساری کیفیت کو سن کر کہا۔

"بہت سی واقفیت!" عمر رسیدہ شخص نے اس کی طرف حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہا "ابھی تو تمہیں سو میں سے ایک بات بھی معلوم نہیں ہوئی۔ تمہیں معلوم نہیں۔ ان شرابوں میں خواہ وہ سستی ہوں یا مہنگی کسقدر زہریلا مادہ ملا ہوا ہوتا ہے۔ اکثر قسموں میں ایک چیز جسے سیسہ کی شکر کہتے ہیں۔ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اور ایک نادان سے نادان شخص بھی جانتا ہے کہ وہ ایک مہلک زہر ہے۔ گدلی شراب کو صاف بنانے کے لئے اور زیادہ ترش شراب کی ترشی دور کرنے کے لئے بھی بعض زہریلی چیزیں مثلاً سال امکسم۔ بجھا ہوا چونا وغیرہ استعمال ہوتا ہے۔ کڑوے باداموں کا تیل اور چیری لارل کا پانی بھی خاص خاص مطلب کے لئے شراب میں ملاتے ہیں۔ اور اس قسم کے مصنوعی طریقوں پر بعض شرابوں میں انگور کا سا ذائقہ پیدا کرتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں ان کے اندر انگور کے رس کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ لیکن میں تمہیں کافی سے زیادہ حالات بتا چکا ہوں گو ابھی اس سے بہت زیادہ اور بتا سکتا ہوں۔ مگر تم کہو گے۔ کہ عجب احمق بڈھا ہے۔ جو ان سب باتوں کو جان کر شراب پیتا ہے۔ سو بات یہ ہے۔ کہ مصیبت۔ افلاس اور بڑھاپا انسان کے لئے وبال جان ہیں۔ ان کا غم غلط کرنے کے لئے میں یہ جانتا ہوا بھی کہ یہ شراب نہیں زہر ہے۔ اسے پینے یہاں آ جاتا ہوں!"

اتنا کہہ کر سوگس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کمرہ سے باہر نکل گیا۔ اس نے جس انداز سے شراب کی مذمت کی تھی۔ اس کا حاضرین پر بہت ناگوار اثر پڑا۔ اور ان میں افسردگی طاری ہو گئی۔ بفرد رہ رہ کر بدستور گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ وقت تیزی سے گذرتا جا رہا تھا۔ مگر وہ جن کا اسے انتظار تھا۔ ابھی تک نہ آئے تھے۔ یکایک نیکر نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا "اسوقت ایک گیت ہو جائے تو خوب ہو!"

قصاب نے ایک کونے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "جو ڈیل جنٹلمن بہت اچھا گویا ہے وہ اگر کچھ سنائے تو سبحان اللہ!"

شخص مذکور نے جس کا قد ٹھگنا تھا۔ اور جس نے بہت ڈھیلے اور لمبے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہا" خیر دوستو تم اصرار کرتے ہو۔ تو مجھے انکار کا چارہ نہیں۔ مجھے ایک گیت یاد ہے لو ذرا توجہ سے سننا"!

اتنا کہکر اس نے ایک عام گیت اسقدر بلند آواز سے گانا شروع کر دیا۔ کہ اس کی بدولت شراب خانہ کے اندر گونج سی پیدا ہوگئی۔

"شاباش۔ جن شاباش" حاضرین نے گیت کے خاتمہ پر بڑے زور سے نعرہ تحسین بلند کرتے ہوئے کہا۔

نیک کہنے لگا" یار تم دوستوں کی محفل کی جان ہو۔ اور گو بڈھا سوگس شراب کی بہت کچھ مذمت کرتا رہا ہے۔ لیکن میں تمہارے لئے ایک ادھا جن کا منگاتا ہوں"

یہ کہکر اس نے شراب مذکور کی نصف بوتل طلب کی۔ اور اس کی قیمت اپنی گرہ سے ادا کر دی۔ اس پر پھر نعرہ تحسین بلند ہوا۔ اور اس کی گونج ابھی فرو نہ ہوئی تھی۔ کہ مسٹر گرین وڈ کا فرانسیسی نوکر لافلور کمرہ میں داخل ہوا۔ اس نے بھیس بدلنے کی غرض سے ایک بھاری کھردرے کپڑے کا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ اور سر پر آگے کو جھکی ہوئی ٹوپی تھی۔ لیکن بفر نے اسے اس حالت میں بھی فوراً پہچان لیا۔ اور اس کی ملاقات کو آگے بڑھا۔ پھر وہ اس سے مل کر تارشگی کہنے لگا" یار تم نے بہت دیر کر دی"۔

لافلور نے کہا" ہاں میں اس سے پہلے نہ آسکا لیکن اس کا مجھے یقین تھا۔ کہ تم میرے منتظر رہو گے۔ کیونکہ جیسا میں نے تم سے کہا تھا۔ کام غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے"

"خیر تو آؤ اب اس کی نسبت گفتگو کریں"! بفر کہنے لگا" اوپر کی منزل پر ایک علیحدہ کمرہ موجود ہے۔ چلو اس جگہ تنہائی میں گفتگو ہو سکے گی"

یہ کہکر بفر لافلور کو ساتھ لئے اوپر کی منزل کو ہولیا۔ یہاں پہنچکر اس نے ایک بوتل شراب کی طلب کی۔ اور آخر جب ہوٹل کا ملازم رخصت ہوگیا۔ تو بفر نے اس قسم کا اشارہ کیا گویا وہ اس ملاقات کی کیفیت معلوم کرنیکا خواہشمند ہے۔

لافلور نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا" تمہیں معلوم ہوگا۔ میں مسٹر گرین وڈ ممبر پارلیمنٹ کے ہاں ملازم ہوں"

بفر نے کہا" ہاں میں اس شخص کو جانتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے دو ساتھیوں

کے ہمراہ رچمنڈ کی سڑک پر اس سے ملاقات کی تھی"۔
"شاید تمہارا اشارہ اس واقعہ کیطرف ہے جس میں کونٹ الڑوبی کو لوٹا گیا تھا" لافلور نے کہا۔
"ہاں اسی کی طرف" بفر نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم اس معاملہ سے اچھی طرح واقف ہو۔ کیا تمہارا آقا تمہیں سارے بھیدوں سے واقف رکھتا ہے؟"
"نہیں یہ بات نہیں" مکار فرانسیسی ملازم نے ہنس کر کہا "لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ کی نسبت کسی شخص سے گفتگو کر رہا ہو۔ تو میرے لئے باہر کھڑے ہو کر اسکی گفتگو سننا کچھ مشکل نہیں ہو سکتا۔ میں اس کے متعلق اسقدر معاملات سے واقف ہوں۔ کہ چاہوں تو دنوں میں اسے برباد کر کے رکھ دوں"۔
"یہ اور بھی اچھا ہے۔ اپنے آقا کے معاملات سے واقف ہونا بڑی قابل قدر صفت ہے اس سے انسان اس پر قابض رہتا ہے"۔
"بہرحال اب ہمیں موجودہ معاملات کا ذکر کرنا چاہئے"۔ لافلور نے کہا "مگر پہلے یہ بتاؤ کہ جس طرح تم نے رچمنڈ کی سڑک پر وہ واردات کی تھی۔ اسی طرح ڈوور کی سڑک پر ایک اور واردات میں حصہ لے سکتے ہو؟"
بفر کہنے لگا "مجھے برابر کا حصہ ملتا رہے تو ہر قسم کے کام کے لئے تیار ہوں"۔
لافلور بولا "میں تمہیں اپنا منشا مختصر طور پر بتلا دیتا ہوں۔ کچھ تو پوشیدہ گفتگو سنکر اور کچھ اپنے آقا کے بعض کاغذات کی دیکھ بھال کے ذریعہ سے میں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ گرین وڈ کا ارادہ کل ایک چواسپہ گاڑی میں ڈوور کیطرف جانے کا ہے۔ بظاہر اس نے پیرس میں بہت کا کوئی سودا کیا ہے جس میں اسے کامیابی حاصل کرنیکی صورت یہی نظر آتی ہے کہ انگلستان اور فرانس کے نرخ تبادلہ کو چڑھانے کی کوشش کرے۔ اس مطلب کے لئے وہ اپنے ساتھ ۲۰ ہزار پونڈ کی رقم پونڈوں اور بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی صورت میں لے جائیگا"۔
"تم ان دلیلوں کو چھوڑو جن سے مجبور ہو کر وہ پیرس جاتا ہے" بفر نے گھبرا کر کہا "خدا جانے نرخ تبادلہ کیا بلا ہوتی ہے۔ بس سیدھی طرح اتنا کہدو۔ کہ اسکے پاس ۲۰ ہزار کی رقم ہوگی"۔

"ہاں ہاں" لافلور نے کہا "یہ تو میں کہہ چکا ہوں۔ کہ وہ کل شام لندن سے ۲۰ ہزار پونڈ لیکر گاڑی میں روانہ ہوگا۔ میں اور اسکا اطالوی نوکر ہم دونوں اس کے ساتھ ہونگے اور ہمارے پاس ہتھیار بھی کافی ہونگے" بفر نے پوچھا "وہ تمہارا اطالوی نوکر کیسا آدمی ہے؟"

"وہ کچھ اور طبیعت کا آدمی ہے" لافلور نے جواب دیا "ہرچند کہ اسے بھی آقا سے کچھ محبت نہیں۔ مگر وہ اپنا فرض ضرور ادا کرے گا"

"میرے خیال میں گرین وڈ تمہیں بھی پورا وفادار سمجھتا ہے؟"

"ہاں ہاں۔ اور آقا کے پستولوں کو گاڑی میں بحفاظت رکھنے کا کام میرے ہی ذمہ ہوگا۔ اطالوی اپنے پستولوں کی دیکھ بھال خود کرے گا۔ اس لئے سچ پوچھو تو بھری ہوئی جوڑی صرف ایک ہی ہوگی"

بفر کہنے لگا "میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ لیکن وہ ایک جوڑی ہی کیا کم خوفناک ہے۔ اسی سے دو شخصوں کو دوسری دنیا کا راستہ دکھایا جا سکتا ہے"

لافلور بولا "یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک انسان خطرہ میں نہ پڑے کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا خیال یہ ہے کہ میں اور فلیپو گاڑی کے باہر اکٹھے بیٹھیں گے۔ اس لئے جس وقت گھوڑوں کو روکا گیا۔ میں فوراً ہی فلیپو پر حملہ آور ہوکر اسے کوئی حرکت کرنے سے باز رکھ سکوں گا"

"یہ انتظام معقول ہے" بفر نے کہا "لیکن میرے ساتھ کم از کم تین جوان اور ہونے چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ دو گاڑی بان ہوں گے۔ اور گرین وڈ اپنے روپیہ سے جدوجہد کے بغیر جدا ہونا پسند نہ کرے گا۔ اس کے علاوہ ممکن ہے۔ وہ دوسرا آدمی جسے تم فلیپو کہتے ہو۔ غالب آجائے"

"تو کیا تم اپنے جیسے تین اور مستقل مزاج جوان ساتھ نہیں لے سکتے؟" لافلور نے پوچھا۔

بفر کہنے لگا "یوں تو کام کرنے والے آدمیوں کی کمی نہیں۔ مگر وقت بہت کم ہے۔ اور اس عرصہ میں سارا انتظام کرنا مشکل نظر آتا ہے" پھر اس نے اس انداز سے گویا اپنے دل سے گفتگو کر رہا ہے کہا "بہ حال لانگ باب اور للی پگ دو کا تو میرے ساتھ شریک ہونا یقینی ہے"

لافلور نے کہا "اس طرح تم سب ملا کر تین آدمی ہوئے۔ جنہیں کسی طرح بھی کافی نہیں سمجھا جا سکتا۔ خیال کرو رقم کتنی بڑی ہے۔ اگر ہماری ذرا سی بے احتیاطی سے موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔ تو اس کا ازالہ افسوس رہے گا"۔

"خیر تو میں کسی اور کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا" بفر کہنے لگا "یوں تو میں اپنے بہت سے ہم پیشہ جوانوں سے واقف ہوں۔ مگر اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ کوئی معتبر آدمی ہو۔ اور اس واقعہ سے پہلے یا اس کے بعد کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نہ نکلنے دے۔ نہ ہوا آج ٹونی ٹڈلکنز۔ ورنہ پھر کس بات کی فکر تھی"۔

"کون۔ مردہ فروش؟" لافلور نے پوچھا۔

"ہاں وہی" بفر نے جواب دیا "یوں تو گرین وڈ اس کا بڑا مربی ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ ضرور ہمارے اس معاملہ میں شریک ہو جاتا"۔

فرانسیسی ملازم نے کہا "مجھے یاد ہے۔ سال سوا سال گذرا۔ گرین وڈ نے میرے ہاتھ اس ٹڈلکنز کو رقعہ بھیج کر کسی کام کے لئے بلوایا تھا۔ مگر وہ آیا نہ تھا۔ گو اس کے چند دن بعد مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ رقعہ اسے ضرور مل گیا تھا"۔

بفر نے اس انداز سے گویا لافلور سے مخاطب ہونے کی بجائے اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا "ہاں انہی دنوں میں غریب ٹڈلکنز کرینگی جم کے ہاتھوں زخمی ہوا تھا۔ اور اس کے بعد بعض حالات ایسے پیش آئے۔ کہ وہ کئی دن تک باہر نہ نکلا۔ لیکن خیر اب اس پرانی بحث سے کیا حاصل ہے۔ آدمی جتنے درکار ہیں لیتا آؤں گا۔ مگر اب تم پہلے یہ بتاؤ کہ گرین وڈ کا ارادہ کس وقت سفر پر روانہ ہونے کا ہے؟"

"شام کے سات بجے۔ اس کا ارادہ ہے کہ کیلیے کے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے ڈوور میں تھوڑی سی دیر آرام کرے"۔

"اس حالت میں ہمارا کام چٹیم کے اس طرف ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت ابھی پہلی رات ہوگی۔ مجھے معلوم ہے کہ نیوکنگٹن اور سٹنگبورن کے درمیان سڑک ایک ویرانہ میں سے گذرتی ہے۔ جہاں کھریا مٹی کا ایک گڑھا بھی موجود ہے۔ اس جگہ ہم بڑی آسانی سے روپیہ بانٹ کر جدا ہو سکیں گے۔ گاڑی غالباً ۱۱ بجے اس مقام پر پہنچے گی۔ لیکن ہاں یہ تو بتاؤ روپیہ گاڑی میں کہاں رکھا ہوا ہوگا؟"

"اندرونی حصہ میں نشست کے نیچے۔ اور کہاں ؟" لافادیر نے کہا "پھر اب تمہیں ہر طرح تیار سمجھوں ؟"

"بس یوں سمجھو کہ یہ کام اب ہوکر رہیگا" بفز نے جواب دیا۔

عین اسوقت کسی نے باہر دروازہ پر دستک دی۔ تھوڑی دیر میں شراب خانہ کا ایک ملازم اندر داخل ہوا۔ اور اس نے بفز کے کان میں کچھ کہا جس سے اس کے چہرہ پر خوشی اور امید کی جھلک پیدا ہوگئی۔ اور وہ زور سے کہنے لگا "بخدا یہ بھی کیا خوش نصیبی ہے۔ لاؤ۔ تم اسے فوراً اوپر بلا لاؤ۔"

نوکر یہ حکم پاکر چلا گیا۔ اس کے جانے پر لافلور نے پوچھا "کون ہے ؟"

"وہی جس کی ہمیں اس وقت سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ وہ پھر صحیح سلامت آموجود ہوا۔ خدا جانے بلی کی طرح اس کی بھی کتنی جانیں ہیں"

"لیکن آخر وہ کون ہے"۔ لافلور نے بے صبری کے انداز سے پوچھا۔

قبل اس کے کہ بفز کچھ جواب دیتا۔ کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور مردہ فروش اندر داخل ہوا۔

چھٹا باب — مردہ فروش کی نئی سازش

انیتھنی ٹڈکنز نے اسوقت بہت ہی ادنیٰ قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اور اسکے بشرہ سے افلاس اور احتیاج کے آثار نمودار تھے۔ بدن سوکھ کر کانٹا سا ہوگیا تھا آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔ رخساروں میں گڑھے پڑ چکے تھے۔ اور چہرہ پہلے سے بھی زیادہ لاش کی طرح سپید اور بدنما نظر آتا تھا۔

بفز بڑی تیزی سے اٹھ کر اس سے ملنے آگے بڑھا اور کہنے لگا "کہو یار کیا حال ہے؟ ہمارے نزدیک تو تم اب اس جہان سے رخصت ہو چکے تھے"۔

"اور تم خوش تھے ؟" مردہ فروش نے تلخی کے لہجہ میں کہا "اپنی طرف سے تم نے میرے مارنے میں کوئی کسر نہ رکھی تھی۔ اسی لئے تو اس پلیگ زدہ جہاز میں چھوڑ کر بھاگ آئے تھے"۔

بفر خوشامد کے انداز سے کہنے لگا" ٹونی یار اس دن سے ہی میرے دل میں اس واقعہ پر بڑا پچھتاوا لگا رہا ہے۔ لیکن تم جانتے ہو ایسے موقعوں پر گھبراہٹ کی وجہ سے انسان بُرے بھلے میں بہت کم تمیز کر سکتا ہے۔ امید ہے اس واقعہ کی بدولت تم اپنے دل میں میرے متعلق کوئی رنج نہ آنے دو گے"۔

"خیر اب جو ہو گیا سو ہو گیا" مردہ فروش نے اپنے دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "کسی معاملہ کو نپٹانے کا بہتر طریقہ یہی ہے۔ کہ اس پر کم بحث کی جائے۔ لیکن ... ہیں! کون لافلور بیٹھا ہے؟ تمہارا آنا یہاں کیسے ہوا؟"

"مسٹر ٹڈگنز، میں ایک خاص کام کے لئے آیا ہوں" شخص مذکور نے جواب دیا" اور اس وقت ہمیں تمہاری ہی سب سے زیادہ ضرورت تھی"۔

"بیشک بیشک" بفر نے تصدیق کے انداز سے کہا "یہ میرے پرانے کپتان ہیں اور میں اس مہم کی کمان ان کے حوالہ کرتا ہوں"۔

مردہ فروش نے کہا" پہلے کچھ کھانا اور تھوڑی شراب تو منگاؤ۔ یہاں بھوک سے پیٹ میں چوہے قلابازیاں کھا رہے ہیں۔ اس کمبخت جہاز پر تو کھانے کو خاک نہیں ملتا تھا میں کھانا کھاتا ہوں۔ اور تم نے اس معاملہ کی کیفیت بیان کرنا۔ اگر کام قابل عمل ہوا۔ تو مجھے کب انکار ہو سکتا ہے"۔

اس پر شراب خانہ کے نوکر کو بلا کر لافلور نے حکم دیا "کہ جس قدر عمدہ کھانا تیار ہو۔ فوراً لے آؤ۔ اور ایک بوتل برانڈی کی بھی ساتھ ہی لیتے آنا"۔ جب یہ چیزیں حاضر کر دی گئیں تو مردہ فروش گرسنہ شخص کی طرح انہیں جلد جلد کھانے لگا۔ اور لافلور نے وہ ساری تجویز اس کے روبرو بیان کی۔ جو وہ اس سے پہلے بفر کو سنا چکا تھا۔

روپیہ کی بہت بڑی مقدار حاصل کرنے کی امید نے ٹڈگنز کی مردہ آنکھوں میں چمک اور لاش کی طرح سپید چہرہ پر سرخی پیدا کر دی۔ اس نے للی برگ اور لانگ باب کو اس مہم میں شریک کرنے کی تجویز کو پسند کیا۔ کیونکہ باوجود ان واقعات کے جو پلیگ زدہ جہاز میں پیش آ چکے تھے۔ وہ ان کی ہمت کا معترف تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ جہاز سے ان کا یوں بھاگ آنا کسی فطری بزدلی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ محض ایک عارضی اضطراب کے باعث تھا۔ اور چونکہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اس موقعہ پر ان سے قابل قدر خدمات حاصل ہو سکیں گی۔

اس لئے وہ زمانہ ماضی کو فراموش کرنے پر آمادہ تھا۔

تھوڑی دیر کی گفتگو سے مردہ فروش اور لافلور میں سمجھوتہ ہوگیا۔ لافلور نے بفزاور مردہ فروش کو دس پونڈ کا ایک ایک نوٹ بطور بیعانہ پیش کیا۔ اور اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوگیا۔

اس کے چلے جانے پر بفزاور مردہ فروش نے اپنے گلاس برانڈی اور شراب سے بھر لئے۔ پائپ جلائے۔ اور قدرتی طور پر ان میں ان واقعات کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ جو آپس میں علیحدہ ہونیکے بعد دونوں کو پیش آچکے تھے۔ پہلے بفز نے وہ واقعات دُہرائے جو اسے موسپ گھاٹ کیطرف واپس آنے پر پیش آئے تھے۔ چنانچہ اس نے جہاز بلاسم کے تین آدمیوں کے تعاقب کرنے اور انکے بعد ازاں رچرڈ مارکھم۔ پولیسین اور مور کر ثابت ہونیکا ذکر کیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے اس بے سود تلاش کی کیفیت بھی بیان کی جو ان تینوں نے مردہ فروش کی خاطر جہاز فیری میں کی تھی۔ اور جہاز کو فروخت کر دینے کا واقعہ بیان کرنیکے بعد کہنے لگا "اسوقت سے لیکر میں کم وبیش بیکار ہی پھرتا رہا ہوں۔ کل شام گرین ووڈ کا بھی نوکر مجھ سے ملا تھا۔ اور اس نے مجھے تاکید کی تھی۔ کہ آج اس جگہ اس سے ملوں۔ کہتا تھا۔ مجھے ایک نہایت ضروری معاملہ پر گفتگو کرنی ہے۔ اس معاملہ سے اب تم بھی اچھی طرح واقف ہو۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ اس میں ہمیں خاصی کامیابی حاصل ہوگی۔"

"تو کیا جہاز بلاسم کا سارا معاملہ ایک گہری سازش پر مبنی تھا۔" مُردہ فروش نے غصہ سے دانت کٹکٹاتے ہوئے کہا "اور کیا اس کی تہ میں اسی بدبخت مارکھم کا ہاتھ تھا؟ اے آسمان! میں اب اس سے ایسا بھیانک انتقام لونگا۔ کہ دنیا دیکھے گی۔ لیکن یہ تو کہو تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ مور کر بھی ان میں شریک تھا؟"

"اس طرح پر کہ جب یہ لوگ جہاز فیری پر چڑھ آئے۔ تو مارکھم نے اسے بھی نام لے کر مخاطب کیا تھا۔ میں اسوقت سمجھ گیا کہ یہ وہی جیسی ہے جس کا تم ذکر کیا کرتے ہو۔ لیکن ان [illegible] تو میں نے تمہیں بتائی ہی نہیں۔ وہ ایکبار جہاز بلاسم پر ایک گوشے اور تھوڑی [illegible] تھا۔ جہاز کا کپتان وہی پولیسین تھا۔ اور جب تک وہ موسپ [illegible] میں لنگر انداز رہا۔ مارکھم اسی میں نیچے چھپا رہا۔ انہوں نے چال تو خوب چلی تھی۔ اور

تم اس روز اتفاق سے پلیگ زدہ جہاز میں نہ رہ جاتے۔ تو تمہارا ان کے ہاتھ آجانا یقینی تھا۔"

"ٹھیک تم سچ کہتے ہو" مردہ فروش نے کہا "اسی لئے لوگ کہا کرتے ہیں کہ برائی سے بھی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کیا ہوا۔ میں اس مارکھم کی اب بھی گت بنا چھوڑونگا۔"

"پھر تمہیں اٹلی جانا پڑے گا" بفر نے مختصر طور پر کہا۔

"کیوں؟ کس لئے؟"

"میں نے کل نچلے کمرہ میں ایک اخبار دیکھا تھا۔ جس میں ایک معرکہ کا ذکر درج تھا۔ اس ملک کا کچھ بھلا سا نام ہے... مجھے اس وقت یاد نہیں۔ مگر وہ اٹلی کی طرف واقع ہے لڑائی کوئی تین ہفتے گذرے ہوئی تھی۔ اور اس کے متعلق جو حالات درج تھے۔ ان میں لکھا تھا۔ ہمارے بہادر ہموطن رچرڈ مارکھم نے اس میں بڑی داد شجاعت دی۔ اس کے دوست یہ سنکر خوش ہونگے کہ وہ قیدیوں میں شریک نہ تھا۔"

"شاید وہ نابکار اس لڑائی میں مارا ہی گیا ہو" مردہ فروش نے کہا۔

بفر کہنے لگا "نہیں وہ مارا نہیں گیا۔ کیونکہ جس وقت مجھے معلوم ہوا کہ مضمون اسکے متعلق ہے۔ تو میں نے اسے اول سے آخر تک پڑھا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ گو اسے زیر حراست کر لیا گیا تھا۔ مگر بعد ازاں یا تو اسے رہا کر دیا گیا۔ یا وہ فرار ہو گیا۔ بہرحال کسی کو اس کے موجودہ حالات کا علم نہیں... ممکن ہے وہ واپس آرہا ہو۔"

مردہ فروش بولا "میرے نزدیک بہتر ہوتا۔ کہ وہ اٹلی میں ہی گولی سے مارا جاتا یا پھانسی پاتا۔ لیکن اب اگر وہ یہاں زندہ واپس آ ہی گیا۔ تو میں خود اس سے اچھی طرح نپٹ لونگا"

بفر کہنے لگا "خیر اب تم ان سارے واقعات سے باخبر ہو چکے ہو۔ جو مجھے تم سے جدا ہونے کے بعد پیش آئے۔ اب تم مہربانی سے یہ بتاؤ کہ تم اس ملعون جہاز لیڈی این سے کیونکر بچکر نکلے۔"

مردہ فروش نے اپنا گلاس از سر نو پُر کرتے ہوئے کہا "میں تمہیں سارے حالات واقف کئے دیتا ہوں۔ جب تم اس طرح بزدلی سے مجھے تنہا چھوڑ کر وہاں سے بھاگ نکلے۔ تو میں نے بھی رسہ کی مدد سے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں بے بس ہو کر گر پڑا۔ اور بیہوش ہو گیا۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی

تھی۔ اور صحن جہاز سے ایک لڑکا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں بمشکل اپنی جگہ سے اُٹھا۔ مگر اتنی بات ضرور ہوئی۔ کہ اس طویل بیہوشی سے میرے بدن میں تقویت آچکی تھی۔ لڑکا مجھے حرکت کرتے دیکھ کر کسی طرف کو چلا گیا۔ اور اس کے ذرا دیر بعد ڈاکٹر کو ساتھ لے آیا۔ اس نے بھی مجھ سے وہی سوال کیا۔ میں نے کہا۔ خدارا مجھے اس منحوس جگہ سے باہر نکال لو۔ پھر میں تمہیں سارے حالات سے باخبر کر دوں گا اس نے کہا۔ تم اپنے پستول اور چھرے کو ایک طرف ڈال دو۔ پھر میں تمہیں باہر نکال لوں گا چنانچہ میں نے اسی طرح کیا۔ اور اس نے لڑکے کے ساتھ مل کر ایک رسہ جس کے نچلے حصہ میں پھندا بنا ہوا تھا۔ نیچے لٹکایا۔ میں نے اس پھندے میں اپنا پاؤں ڈال دیا۔ اور رسہ کو زور سے پکڑ لیا جس کے بعد انہوں نے مجھے کھینچ کر باہر نکال لیا۔ مجھے باہر نکال کر ڈاکٹر نے میری طرف ایک پستول کا نشانہ کیا۔ اور کہنے لگا۔ اگر تم نے کوئی بے جا حرکت کی۔ تو میں تمہارے سر کو نشانہ بناؤں گا۔ میں نے کہا آپ اطمینان رکھئے۔ میرے دل میں آپ کو کسی طرح کی تکلیف دینے کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن خدا کے لئے مجھے کچھ کھانے کو دیجئے۔ کیونکہ مارے بھوک کے میری جان پر بن رہی ہے۔ میری یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ اور کھا پی کر میری حالت اسقدر روبہ اصلاح ہوئی۔ کہ میں اب اچھی طرح چل پھر سکتا تھا۔ لیکن کمزوری اسقدر تھی اور سر میں چکریوں آرہے تھے۔ گویا میں کسی طویل بیماری کے بعد ابھی صحت یاب ہوا ہوں۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا۔ کہ میں ایک دیانت دار محنتی شخص ہوں۔ گریوسنڈ میں ایک دوست سے ملنے آیا تھا۔ کہ وہاں مجھے چند آدمی مل گئے۔ اور کہنے لگے۔ اگر تم ہمارے ساتھ مل کر کام کرو تو ہم معقول معاوضہ دیں گے۔ میں نے لاعلمی میں ان کا کہنا مان لیا۔ اور ان کی کشتی پر سوار ہو گیا۔ لیکن جب مجھے کام کی نوعیت معلوم ہوئی۔ تو میں نے کہا میں زنہار کسی ایسے ناپاک کام میں حصہ نہ لوں گا۔ انہوں نے کہا۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہو۔ ورنہ گولی مار کر دماغ اُڑا دیا جائیگا۔ ناچار مجھے بھی انکے ساتھ اس جہاز پر آنا پڑا۔ پھر جب وہ اپنے کام میں مصروف تھے۔ انہیں کوئی غیرمعمولی آہٹ سنائی دی۔ جس سے گھبرا کر انہوں نے بھاگنے کی ٹھانی۔ مگر چلتے وقت پستول کا سرا میرے سر پر مار کر مجھے بیہوش کر گئے۔ اس کے بعد میں اسوقت تک بیہوش رہا۔ جبتک کہ اس لڑکے نے آکر مجھے آوازیں دیں۔ ڈاکٹر نے میری بیان کردہ کیفیت

کو صحیح سمجھ لیا۔ مگر وہ کہنے لگا۔ تم لوگوں سے ایک شدید جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب اس بارہ میں تمہیں جو حالات معلوم ہیں۔ وہ صاحب مجسٹریٹ کے روبرو بیان کرنے ہونگے میں نے ایسا کرنے سے انکار مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ میرے لئے رہائی حاصل کرنے کا سوائے اس کے اور ذریعہ نہ تھا۔ کہ ڈاکٹر کو اپنے طرز عمل سے خوش کروں۔ اس کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھا۔ پولیس والوں کی کشتی بھی پاس ہی تھی۔ ان حالات میں میرے لئے سوائے اس کی ہر بات ماننے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ ذرا دیر کے بعد ڈاکٹر نے کہا۔ لیکن قسطنطینہ کے قانون کے مطابق تمہیں سردست اس جہاز سے کہیں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اور جب تک تم جہاز پر رہو۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ تم کوئی بے جا حرکت نہ کروگے؟"

"یہ ایک مشکل سوال تھا" بفر نے کہا۔

"بالکل نہیں" مردہ فروش کہنے لگا" میں نے ظاہرداری کے لئے ایسا انکسار اختیار کیا۔ اور اس طریق سے گفتگو کی کہ ڈاکٹر کو میری باتوں پر یقین ہوگیا۔ میں نے اس سے کہا آپ مجھے دن بھر اپنی کوٹھڑی میں مشکیں کس کر بند رکھ سکتے ہیں۔ اور رات کو بھی میں جہاں آپ چاہیں سو سکتا ہوں۔ ڈاکٹر بولا تم یقیناً کوئی دیانت دار آدمی ہو۔ لیکن میرے لئے احتیاط بہرحال شرط ہے۔ دن کے وقت تمہیں آزادی حاصل رہے گی۔ گو میں احتیاطاً کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ میرے پاس ہر وقت بھرے ہوئے پستول موجود رہیں گے۔ اور رات کو تم نے گودام میں سویا کرنا۔ جس کا دروازہ بند کردیا جایا کرے گا۔ میں نے ظاہرداری کے طور پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد وہ مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے جہاز کے دوسرے حصہ میں چلا گیا۔

"تو کیا ڈاکٹر کو پلیگ نہ تھی؟" بفر نے پوچھا

"نہیں۔ البتہ مریضوں کے قریب رہنے اور خراب کرہ ہوائی کی وجہ سے وہ اس طرح زرد رو اور دبلا پتلا نظر آتا تھا۔ گویا خود اس مرض میں مبتلا ہو۔ مجھے لڑکے کی زبانی معلوم ہوا کہ جب تم لوگ بھاگ نکلے۔ تو اس کے ذرا دیر بعد اس نے اپنی مشکیں کھول لی تھیں۔ اور اس کے بعد اس نے سب سے پہلے ڈاکٹر کو آزاد کیا۔ لیکن جب تک صبح کو اس لڑکے نے مجھے گودام میں پڑا نہ دیکھا۔ اس وقت تک ان کا خیال یہ تھا۔ کہ ہم بھی ڈاکو فرار ہوگئے ہیں"

"پھر آخر تم وہاں سے بچکر کس طرح نکلے؟"

"میں نے بہت سی تجویزیں سوچیں۔ لیکن تین چار دن تک کسی پر عمل نہ ہوسکا۔ رات کے وقت میں چونکہ گودام میں قید ہوتا تھا۔ اس لئے کچھ نہ کرسکتا تھا۔ اور دن کے وقت خشکی پر پہرہ دار اور دریا میں پولیس والوں کی کشتی محافظ ہوتی تھی۔ ڈاکٹر کچھ دن رہے مجھے گودام میں اتار دیتا تھا۔ اور جب تک خاصہ دن نہ نکل آئے۔ مجھے وہاں سے باہر نہ نکالتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو وقت میرے فرار کے لئے موزوں تھا۔ وہ اس منحوس گودام میں گذرتا تھا۔ پھر ڈاکٹر تاریکی میں مجھ سے ڈرتا تھا۔ وہ چند دن میں نے بڑی مصیبت میں بسر کئے۔ پلیگ کی ہلکی سی چھوت نے۔ جس کی بدولت تم لوگ مجھے چھوڑ کر بھاگ آئے تھے۔ میرے دل میں اس بات کا اندیشہ پیدا کردیا تھا۔ کہیں مرض زیادہ زور سے نمودار نہ ہوجائے۔ جب تمہاری بدسلوکی کا خیال آتا۔ تو میں تم سب کو جی بھر کر گالیاں دیتا تھا۔ مگر اب یہ سنکر کہ تم نے میرے خلاف ایک گہری سازش کر رکھی تھی۔ میں خوش ہوں کہ اس روز پلیگ زدہ جہاز پر رہ گیا۔ ورنہ اس بدبخت کے ہاتھ آنے میں کوئی کسر نہ رہ گئی تھی۔ خیر اس جہاز میں رہتے مجھے پانچواں دن تھا۔ کہ میں نے دیکھا رات کی تاریکی زیادہ زیادہ پھیلتی جارہی ہے۔ مگر ڈاکٹر ابھی تک مجھے گودام میں داخل کرنے نہیں آیا۔ لڑکا میری طرف مشتبہ نظروں سے دیکھتا۔ ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ اور آخر کار وہ ایک کوٹھڑی میں داخل ہوگیا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ ڈاکٹر غالباً سو رہا ہے۔ اور یہ لڑکا اسے بیدار کرنے گیا ہے ابھی پورے طور سے اندھیرا نہ ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی اسقدر تاریکی پھیل چکی تھی۔ کہ اگر میں جہاز کے اس حصہ سے جو خشکی کے قریب تر تھا۔ کود پڑوں۔ تو پہرہ داروں کو اس کی خبر نہ ہوسکیگی بہرحال قسمت آزمائی شرط تھی۔ یہ سوچکر میں نے احتیاطاً ایک کدال ہاتھ میں لے لی۔ اور جہاز سے کود پڑا۔ اس کے بعد میں بے تحاشا گریوسنڈ کی طرف دوڑنے لگا۔ کچھ دور جاکر میں نے کدال کو دریا میں پھینک دیا۔ اور ایک چھوٹی سی سرائے میں جسے لابسٹر ہٹورن کہتے ہیں پہنچا۔ میرے پاس روپیہ کافی تھا۔ چنانچہ سرائے میں میں نے ایک آسائش دہ بستر حاصل کیا۔ گو اس بات کا مجھے افسوس ہی رہا۔ کہ میں سونے کا چورہ ہمراہ نہ لاسکا"

پھر کہنے لگا "اتنے دن انتظار کرنے کی بجائے کسی روز موقعہ پاکر ڈاکٹر اور لڑکے

کو زخمی کر دیتے تو کیا اچھا تھا۔"

مردہ فروش بولا "اگر ذرا بھی موقعہ ملتا۔ تو میں یقیناً ایسا کرنے سے باز نہ رہتا۔ لیکن ایک تو میں اسقدر کمزور تھا۔ کہ لڑکے کا بھی اچھی طرح مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ دوسرے جب وقت ڈاکٹر مجھے شام کو گودام میں اتارنے لگتا۔ یا صبح کو وہاں سے نکالتا۔ تو بھرے ہوئے پستولوں کی جوڑی ہاتھ میں لئے فاصلہ پر کھڑا رہتا تھا۔ اس طرح مجھے ان پر وار کرنے کا کبھی موقعہ ہی نہ ملا۔ خیر رات میں نے سرائے میں بسر کی۔ اور صبح کو گجردم وہاں سے چل دیا۔ میں نے سوچا لندن میں آجکل کئی شخصوں کو میری تلاش ہے۔ اس لئے چلو کچھ دن اپنے وطن والمر میں بسر کر آئیں۔ کمزوری کا اثر ابھی تک باقی تھا۔ اس لئے میں بمشکل چار دن کے عرصہ میں والمر پہنچا۔ راستہ بھر میں شاہراہ سے ہٹ کر کھیتوں اور پگڈنڈیوں کی راہ پر چلتا رہا۔ والمر پہاڑی کی چوٹی پر ایک سرائے میں میں نے سکونت اختیار کی۔ اور وہاں سے ان لوگوں کی نسبت بعض سوالات پوچھنے شروع کئے۔ جن سے میں کبھی واقف ہوا کرتا تھا۔ میں اپنی زندگی کے واقعات اس سے پہلے بارہا تمہیں سنا چکا ہوں۔ تمہیں اس بیرونٹ کا واقعہ یاد ہوگا۔ جس پر بلا محصول سامان لانے کا الزام لگایا گیا تھا۔ مگر جس وقت اس نے جرمانہ ادا کر دیا۔ تو دوستوں نے خوشی سے اپنے دائرہ میں لے لیا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان جو واقعات پیش آئے۔ ان سے بھی تم ناواقف نہیں ہوسکتے۔ اب مجھے معلوم ہوا۔ کہ اس نے اپنی باورچن سے شادی کرلی ہے۔ جو اس پر بڑی سختی سے حکومت کرتی ہے۔ اور ڈیل اور والمر کے اونچے طبقہ کے لوگوں کے نزدیک چونکہ یہ خطا بلا محصول چیزیں لانے کے جرم سے بھی زیادہ بری تھی اس لئے انہوں نے اس سے اپنے تعلقات منقطع کرلئے تھے۔ جس وقت اس پر بلا محصول لانے کا الزام لگایا گیا۔ تو اسے ایک بہادر سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب کوئی شریف آدمی اس سے تعلق رکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ کیونکہ اس نے ایک ادنیٰ طبقہ کی لڑکی سے شادی کر کے اپنے آپ کو ذلیل کرلیا تھا۔ مختصر یہ کہ اس کی حالت ویسی ہی ناگفتہ بہ تھی۔ جیسی میرے نزدیک ہونی چاہئے تھی۔"

بفر نے پوچھا "تمہارے دوست باورچی کا کیا حال تھا؟"

مردہ فروش کہنے لگا "اس کی نسبت بھی میں نے پوچھا تھا۔ اس نے ایک نوجوان

عورت کی شادی کی رسم ادا کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا تھا۔ کہ اس کا عاشق اسے عصمت سے گرا چکا تھا۔ اور اس کے بطن سے ایک ناجائز بچہ تھا۔ پادری صاحب کے اس طرز عمل پر والمر کے شریف آدمیوں نے بہت واہ واہ کی۔ لیکن اس کے سال بھر بعد ایک دن ایک کسان نے انہیں اپنی بیوی کے ساتھ غیر معمولی قسم کی گفتگو کرتے دیکھ لیا۔ اس روز سے پادری صاحب ایسے گم ہوئے۔ کہ کسی کو ان کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ان کی بیوی اور بچے پبلک کی خیرات کے محتاج رہ گئے۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ انہیں اسی ورک ہوس میں داخل ہونا پڑا۔ جس پر کبھی پادری صاحب کی حکومت تھی۔ میں ایک ہفتہ کے قریب والمر میں ٹھیرا۔ اور اس کے بعد ایک روز موقعہ پاکر مالک سرائے کی ساری نقدی اڑا چکنے سے رامز گیٹ کو ہولیا۔ وہاں میں ایک چھوٹے سے شراب خانہ میں ٹھیرا۔ اور چار ماہ تک اسقدر بیمار رہا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ لیکن شراب خانہ کا مالک اور اس کی بیوی میرے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک کرتے رہے۔ آخر جب ذرا صحت یاب ہوا۔ تو میں نے سیر کے لئے سمندر کے کنارہ جانا شروع کر دیا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ اور بہت لوگ غسل لینے سمندر کے کنارہ پر جمع رہتے تھے۔ یہاں جو نظارہ میں نے دیکھا۔ وہ نہایت عجیب تھا جوان لڑکیاں اور بوڑھی عورتیں بظاہر ناولوں کے مطالعہ میں مصروف اس مقام سے صرف ۵ گز کے فاصلہ پر بیٹھی رہا کرتی تھیں۔ جہاں مرد نہاتے تھے۔ اور اس کے متعلق انہیں ذرا بھی شرم محسوس نہ ہوتی تھی"۔

بفر نے حیرت زدہ ہو کر کہا "سچ کہتے ہو؟"

"ہاں ہاں" ٹمڈلکنز نے کہا "میں نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا ہے۔ کہ بوڑھی عورتیں اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اکثر اسی مقام کے گرد پھرا کرتی یا بیٹھی رہتی تھیں جہاں مرد نہاتے تھے۔ حالانکہ انہیں سیر کرنے کو اور مقامات بھی میسر آسکتے ہیں۔ خیر میں دو ماہ اور رامز گیٹ میں ٹھیرا۔ اور چونکہ شراب خانہ کے مالک اور مالکہ کا سلوک میرے ساتھ بہت اچھا رہا تھا۔ اسلئے میں نے ان کی کسی چیز پر ہاتھ نہ ڈالا۔ صرف اتنا کیا کہ چلتے وقت اپنا حساب نہ چکایا۔ اور لندن کے پل کی طرف جانے کی نیت سے جہاز پر سوار ہونے کے لئے مارگیٹ کو ہولیا۔ لیکن میں نے گھاٹ پر قدم رکھا ہی تھا۔ کہ کسی نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ مڑکر دیکھا تو والمر کی سرائے کا مالک تھا۔ میں نے

بہت عذر معذرت کی۔ بہانوں اور التجاؤں سے کام لیا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس نے مجھے وہیں پکڑ لیا۔ اور بہت لوگ جمع ہوگئے۔ آخر ایک پولیسمین کو بلوایا گیا۔ اور مجھے صاحب مجسٹریٹ کے روبرو پیش کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں سیشن سپرد ہوا۔ اور ایک گاڑی پر سوار کرا کے کنٹر بری پہنچا دیا گیا۔ لیکن پرسوں جب عدالت میں میری پیشی ہوئی۔ تو کوئی استغاثہ کی طرف سے پیروی کرنے والا نہ نکلا۔ اور مجھے رہا کر دیا گیا۔ اس پر میں نے واپس لندن آنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ ہمارے لئے بہترین کاروباری مقام لندن ہی ہے۔ باوجودیکہ یہاں پولیس کا اتنا انتظام ہے۔ تاہم کام کا میدان تنگ نہیں۔ اس خیال سے میں یہاں پہنچا۔ اور اس شراب خانہ میں داخل ہوا ہی تھا کہ آگے کام تیار ملا۔"

بفر کہنے لگا" خیر اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم قانون کی گرفت سے بال بال بچے ہو۔ شکر ہے کہ استغاثہ کی طرف سے کسی نے پیروی نہ کی ورنہ کوئی نئی آفت پیدا ہوتی۔ بہر حال جو کچھ ہوا۔ اب اس پر بحث کرنا لاحاصل ہے۔ میں خوش ہوں۔ کہ تم دوبارہ ہم سے آملے ورنہ آج کی ضرورت میں مجھے تمہاری یاد رہ رہ کر آتی تھی۔ کام جو اس فرانسیسی نے بتایا ہے بڑا معقول ہے۔ اور اب ہمیں ٹلی پرگ اور لانگ باب کی تلاش شروع کرنی چاہئے۔ مجھے معلوم ہے۔ وہ دونوں موسپ گھاٹ کے سامنے متصل کے قریب رہتے ہیں۔"

"لیکن تم آجکل کہاں رہتے ہو؟" مردہ فروش نے پوچھا۔

"میں اور مول دونوں گرین ہل میں سینٹ جانز سٹریٹ کے قریب رہتے ہیں۔"

مردہ فروش نے کہا" خیر آج رات میں یہیں سوتا ہوں۔ اور کل صبح ۶ بجے تمہارا منتظر رہوں گا۔"

ساتواں باب مسٹر گرین وڈ کا سفر

پچھلے باب میں جو واقعات بیان کئے جا چکے ہیں۔ ان کے دوسرے دن شام کے ۶ بجے کا وقت تھا۔

مسٹر گرین وڈ نے دن کا بڑا حصہ شہر کے کاروبار میں اور تھوڑا حصہ اپنی گرجستانی حسینہ کی صحبت میں گذارنے کے بعد جس کے رہنے کو اس نے سفک سٹریٹ پال مال میں ایک نہایت شاندار مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ آج غیر معمولی طور پر سویرے کھانا کھا لیا تھا۔ شامپین کا آخری گلاس چڑھانے کے بعد حلقہ راٹن برو کے آنریبل ممبر نے گھنٹی بجائی جس کی آواز سنکر فوراً لافلور حاضر ہوا۔

مسٹر گرین وڈ نے پوچھا "گاڑی ٹھیک ۷ بجے یہاں آجائے گی؟"

"جی حضور ٹھیک ۷ بجے" خادم نے جواب دیا۔

"تم نے ایک چٹھی بھی راٹن برو میں میرے ایجنٹ کے نام لکھدی تھی۔ کہ میں ساڑھے آٹھ بجے اس قصبہ میں سے گذروں گا۔ اور ہر چند کہ میں نے اپنی شخصیت پوشیدہ رکھنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ تاہم اگر اس وقت جب کہ سرائے میں گھوڑے بدلے جائیں گے۔ کوئی مجھے پہچان لے تو اس میں میرے نزدیک اعتراض نہ ہوگا"

"میں نے یہ سب باتیں تفصیل کے ساتھ آپ کے ایجنٹ کو لکھدی تھیں" لافلور نے عرض کیا" اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی مشورہ دیا تھا۔ کہ تم نے شراب خانہ میں سوسوا سو آدمی تیار رکھنا۔ کہ جب حضور اس طرف سے گذریں۔ تو وہ تیزی سے باہر نکل کر چیرز دینے لگیں"

"شاباش لافلور شاباش۔ تم بڑے ہی سمجھدار نوکر ہو۔ میں نے اس اخبار کے نام جس کا میں حصہ دار ہوں۔ ایک مضمون بھی اس مطلب کا بھیجدیا ہے۔ کہ جب مسٹر گرین وڈ راٹن برو کے راستہ گذرے۔ تو لوگوں نے انہیں بڑے جوش سے چیرز دیئے۔ یہ مضمون کل صبح کے اخبار میں چھپ جائیگا۔ ہاں مگر تم نے اس حلقہ کے پولیسمین سے یہ بھی تاکید کردی ہے کہ جسقدر گداگر میرے دروازہ کے قریب پھرتے نظر آئیں۔ وہ ان سب کو زیر حراست لے لے؟"

"جی میں نے اسے تاکیداً یہ سب باتیں کہدی تھیں۔ چنانچہ ابھی کوئی نصف گھنٹہ گذرا کہ ایک عورت کو تین نیم گرسنہ بچوں سمیت تھانہ میں پہنچا دیا گیا ہے کیونکہ وہ کھڑکیوں کی راہ سے اندر کیطرف دیکھ رہے تھے۔ اسکے بعد اسکا شوہر یہ کہنے آیا تھا کہ پولیس کو اس بارہ میں کچھ غلطی لگی ہے۔ کیونکہ میں ایک محنتی مزدور

ہوں۔ اور میری بیوی گداگر نہیں ہے "۔

"پھر تم نے کیا کہا؟" مسٹر گرین وڈ نے سختی کے لہجہ میں پوچھا۔

"جی میں نے کچھ نہیں کہا البتہ دروازہ بڑے زور سے بند کر دیا تھا"۔

"بس یہی مناسب تھا" گرین وڈ نے اطمینان کے لہجہ میں کہا "میں اس آوارہ گردی کا خاتمہ کرنیکا مصمم ارادہ کر چکا ہوں کیسی فضول بات ہے کہ یہ بدبخت نیم برہنہ نیم گرسنہ لوگ ہر وقت آکر اپنے افلاس اور ناداری کی داستان لے بیٹھتے ہیں۔ اور بلاوجہ کسی بھلے مانس کا عیش منغص کرتے ہیں"۔

"جی ہاں یہ بالکل فضول طریقہ ہے" لافلور نے تائیدی انداز سے کہا۔

گرین وڈ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "آخر اٹن برو کے انتخاب کنندوں نے مجھے بلاوجہ تو پارلیمنٹ میں نہیں بھیجا"۔

"ہاں حضور"

"اور میں پارلیمنٹ میں کھڑا ہو کر گداگری کی بڑے زور سے مخالفت کرتا رہونگا"۔

"بے شک حضور"۔

"لیکن ہاں وہ خط جو میں نے تمہیں دیا تھا اسے تم نے ڈاک میں ڈال دیا؟"

"جی ہاں" خادم نے جواب دیا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ یہ چٹھی پادری بیگانف کے نام تھی۔ جو کسی جگہ۔۔۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں کس جگہ۔۔۔ رہتا ہے۔ اس نے لکھا تھا۔ میں گرجا کو بڑا۔۔۔ یا شاید چھوٹا۔ مجھے یاد نہیں رہا۔ اس نے کیا لکھا تھا۔۔۔ کرانا چاہتا ہوں۔ بہر حال اس کا منشا گرجا میں کچھ تبدیلی کرنے کا ہے۔ اور اس مطلب کے لئے اس نے ایک گشتی چٹھی ان لوگوں کے نام بھیجی ہے۔ جن کے پتے سرکاری گائڈ میں درج ہیں۔ اس چٹھی میں اس نے چندہ کی درخواست کی ہے۔ اور تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ ایسی درخواست کے متعلق میں انکار نہیں کر سکتا۔ خصوصاً اس لئے کہ معطیوں کی فہرست لندن اور مفصلات کے اکثر اخباروں میں چھپ جائے گی۔ چنانچہ میں نے اسے پانچ پونڈ کی رقم بھیجی ہے۔ لافلور ہمیں کلیسا کی امکان بھر امداد کرنی چاہئے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"جی ہاں حضور۔۔۔ بے شک حضور" خادم نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے کہ اگر کلیسا نہ ہو۔ تو دنیا ایک دن میں تباہ و برباد ہو جائے" گرین وڈ نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "یہی وہ ذریعہ ہے۔ جس سے عیسائیت کی محبت۔ امید فیاضی اور خیرات کی برکات دوسروں تک پہنچتی ہیں . . . لیکن سننا۔ لافلور کوئی عورت گلی میں گاتی ہوئی گذر رہی ہے۔ لپک کے جاؤ۔ اور اس کمبخت کو پولیسمین کے حوالہ کردو کہ یوں تخریب اخلاق کر رہی ہے۔"

"لیکن حضور یہ تو ڈبل روٹی والے کا لونڈا ہے" لافلور نے عرض کیا۔

"خیر تو پھر کچھ مضایقہ نہیں" گرین وڈ نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا "تم نے کہا تھا کہ گاڑی ٹھیک سات بجے آ جائے گی؟"

"جی ہاں ٹھیک سات بجے۔"

"تم نے اور فلپو نے میرے ساتھ چلنا ہے۔ اس سے کہد و ہتھیاروں کی دیکھ بھال کر رکھے۔ اور میرے اور اپنے پستولوں کو خود تم نے احتیاط سے دیکھ لینا۔ اس سڑک پر کسی قسم کا خطرہ تو نہیں ہے۔ پھر بھی احتیاط بہر حال ضروری ہے۔"

"بیشک حضور" لافلور نے کہا۔ لیکن اس انداز سے کہ کیا مجال اس کے چہرہ کا ایک عضلہ بھی ایسی حرکت کرے جس سے اس کا دلی عندیہ ظاہر ہو سکے۔

گرین وڈ نے کہا "تم ایک لمپ میرے مطالعہ کے کمرہ میں رکھ آؤ۔ اور اس کے بعد ہتھیاروں کی دیکھ بھال کرنا۔ میرے پستولوں کی جوڑی گاڑی کے اندر رکھوا دینا۔"

"بہت اچھا حضور"۔ اتنا کہکر لافلور باہر جانے کو تھا۔ کہ یکایک کچھ سوچکر رہ گیا اور کہنے لگا "میں حضور سے یہ کہنا بھول گیا۔ کہ آج صبح بوٹ والے نے سلیپروں کی جو نئی جوڑی بھیجی ہے۔ وہ اخبار ویکلی ڈیسپیچ کے ایک ٹکڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے حضور کو اس کی اطلاع دے دینا ضروری سمجھا ہے۔"

"بخدا! اور تم نے بہت اچھا کیا ہے" گرین وڈ نے غیر معمولی جوش کی حالت میں کہا "وہ پاجی ڈیسپیچ پڑھتا ہے! وہ اخبار جس کا اثر پادریوں۔ گورنمنٹوں اور مذہبی فرقوں سے بھی زبردست ہے! بدمعاش! پاجی! میں پہلے ہی جانتا تھا۔ یہ شخص دل سے جمہوری خیالات رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک روز جب میں نے اس سے کہا۔ کہ اگر تم ٹوری فریق

کے حق میں رائے نہ دو گے۔ تو تمہارے گاہک تم سے قطع تعلق کر لیں گے۔ تو وہ مسکرانے لگا! آج معلوم ہوا۔ وہ ناہنجار اس اخبار کو پڑھتا ہے۔ جو ہمارے قایم کردہ آئین کا پکا مخالف ہے۔ اور جس کی پناہ حاصل کرنے کے لئے وہ سب لوگ جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں۔ اسی طرح دوڑتے ہیں۔ جیسے شہد کی مکھیاں پھولوں کی طرف۔ لافلور" گرین وڈ نے سنجیدگی کا انداز اختیار کر کے کہا" تم آج ہی اس بوٹ والے کو ایک رقعہ اس مطلب کا لکھ دو کہ آیندہ وہ اپنا منحوس چہرہ راٹن برو کے ممبر پارلیمنٹ کے روبرو دکھانے کی جرأت نہ کرے"!

"بہت اچھا حضور" اتنا کہکر لافلور چلا گیا۔ اور اس کے چند منٹ بعد گرین وڈ اپنے مطالعہ کے کمرہ میں داخل ہوا۔ جہاں میز پر ایک لمپ رکھا ہوا تھا۔

اس نے اپنی آہنی ہٹی کا دروازہ کھولا۔ اور مہروں سے بھرا ہوا ایک تھیلا نکالا۔ اسے اس نے ٹین کے ایک ایسے بکس میں ڈال لیا۔ جس میں اکثر وکلاء اپنے موکلوں کی دستاویزات رکھا کرتے ہیں۔ اسی قسم کی تین اور تھیلیاں اس نے ہٹی سے نکال کر اس سیاہ صندوقچی میں رکھ لیں۔ اور اس کے بعد خود سے کہنے لگا" چار ہزار پونڈ! اس کا سواں حصہ پاکر بھی کتنے خاندان راحت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن نہیں روپیہ محنت کے بغیر میسر نہیں آتا۔ جو اسے حاصل کرنا چاہیں۔ انہیں میری طرح جدوجہد کرنی چاہئے"!

اتنا کہکر اس نے بدستور مسکراتے ہوئے آہنی ہٹی کے اندر سے ایک بڑا سا دستی بیگ نکالا۔ اور اس کے مختلف خانوں کو کھولتے۔ اور اس کے اندر رکھی ہوئی چیزوں کو شوق کی نظر سے دیکھتے ہوئے اس نے کہا" سولہ ہزار پونڈ بنک انگلستان کے نوٹوں کی صورت میں!" پھر جب اس نے اس بیگ کو بھی ٹین کے بکس میں رکھ لیا تو کہنے لگا "۲۰ ہزار پونڈ کی اس رقم کو پیرس میں اگر احتیاط کے ساتھ کاروبار میں لگایا جا سکا۔ تو کم از کم ۲۵ ہزار حاصل ہو جانا بعید از قیاس نہیں"!

جس وقت اس نے بکس کو مقفل کیا۔ تو اس کے خوبصورت چہرہ پر کامیابی کی جھلک موجود تھی۔ بکس بند کر کے اس نے کنجی احتیاط کے ساتھ اپنی جیب میں ڈال لی۔ اور اس کے بعد کہنے لگا" اس سے پہلے ۳۰ ہزار پونڈ کی رقم سے جو میں نے پیرس میں لگائی

تبھی عظیم منافع حاصل ہو چکا ہے۔ اور اب یہ رقم" اس نے بکس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ مالی معاملات کا ماہر بھی ایک فوق الفطرت ہستی رکھتا ہے اور ایسے کاموں میں مجھ سے چالاک اور کون ہوگا؟ اس میں شک نہیں۔ پچھلے ہفتہ مجھے چند ہزار کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ لیکن اس نقصان کی اس عظیم نفع کے مقابلہ میں کیا ہستی ہے۔ انگلستان میں روپیہ لگانا ہی سرے سے غلط تھا۔ کیونکہ دولت فرانس کی سرزمین میں ہی اُگتی ہے۔ لوگ مالی خطرات کا ذکر کرتے ہیں۔ اوہ! وہ بزدل کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جب تک انسان خطرہ میں نہ پڑے۔ کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا"۔

وہ اتنا کہہ کر رک گیا۔ اور انگیٹھی پر رکھے ہوئے آئینہ میں اپنی صورت اطمینان کے انداز سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گھنٹی بجائی۔ فوراً لافلور حاضر ہوا۔ لیکن اس کے چہرہ کے سکون کو دیکھ کر ہرگز کسی کو اس بات کا خیال نہ پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ وہ دروازہ کے ساتھ کان لگائے ان تمام کلمات کو جو گرین وڈ کی زبان سے نکلے سنتا رہا ہے۔

مسٹر گرین وڈ نے اپنی نگاہ ٹین کے بکس پر ہی جمائے رکھی اور کہا" لافلور میرا بھاری کوٹ اور سفری ٹوپی لے آؤ"۔

لافلور حکم پا کر چلا گیا۔ اور ذرا دیر بعد یہ چیزیں لے کر آیا۔ تو اس نے ساتھ ہی اطلاع دی کہ گاڑی دروازہ پر منتظر ہے۔

چند منٹ کے عرصہ میں مسٹر گرین وڈ بکس سمیت جو ان کی نشست کے نیچے رکھدیا گیا تھا۔ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ان کے پستولوں کی جوڑی احتیاطاً ان کے قریب رکھدی گئی تھی۔

فلپو اور لافلور باہر والی نشست پر بیٹھ گئے۔ گھوڑ چڑھے گاڑیبانوں نے چابک ہلایا۔ اور گاڑی سپرنگ گارڈنز سے تیزی کے ساتھ چلنے لگی۔

ٹھیک ساڑھے ۸ بجے وہ قصبہ راٹن برو کی بہترین سرائے کے دروازہ پر رکی۔ سرائے کے ملازم غیر معمولی تیزی سے ادھر اُدھر دوڑنے لگے۔ لیکن پھر بھی انہیں گھوڑے کھولنے میں پانچ منٹ کا عرصہ لگ گیا۔ کیونکہ گرین وڈ کے ایجنٹ نے انہیں پہلے سے اس بارہ میں ہدایات دے رکھی تھیں۔ اتنے میں یکایک شراب خانہ کا دروازہ کھلا

اور ۸۰ ایسے بد وضع اور شکستہ صورت کے آدمی باہر نکلے۔ کہ ان میں سے ایک بھی اندھیری رات میں کسی گلی کے اندر چھپا ہوا ہو۔ تو کسی بھلے مانس کو اس طرف سے گذرنے کی جرات نہ ہو سکے۔ یہ لوگ قابل تعریف اضطراب کی حالت میں دوڑتے بھاگتے گاڑی کیطرف آئے۔ اور بلند آواز سے جس میں شراب کے اثر نے کیقدر لکنت پیدا کر دی تھی۔ چلا کر کہنے لگے "ہورے! گرین وڈ۔ زندہ باش گرین وڈ! ٹوری فریق پر شیطان کی لعنت نازل ہو!"

"نہیں نہیں" ایک پستہ قامت سیاہ پوش نے آگے ہو کر کہا "ٹوری فریق پر نہیں لبرل پر کہو"!

"اوہ! آہ!" ہجوم نے چلا کر کہا "ہورے گرین وڈ۔ لبرلوں پر لعنت نازل ہو! ٹوری فریق زندہ باش!"

اس کے بعد وہی پستہ قامت سیاہ پوش آدمی جو حقیقت میں مسٹر گرین وڈ کا ایجنٹ تھا۔ دوڑتا ہوا گاڑی کی کھڑکی کے قریب پہنچا۔ اور چلا کر کہنے لگا "مسٹر گرین وڈ آخر ہم لوگوں نے آپ کو پہچان ہی لیا۔ یہ بھی خوب ہے کہ آپ یوں چھپ کر اپنے حلقہ سے گذرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس علاقہ کے سب لوگوں کی امیدیں آپ ہی کی ذات سے وابستہ ہیں۔" پھر اس نے بد وضع شرابیوں کے ہجوم کیطرف نظر اٹھا کر کہا "حسن اتفاق سے اس علاقہ کے تمام آزاد انتخاب کنندگان سرائے میں بیٹھے کچھ کھا پی رہے تھے۔ اس طرح انہیں اپنے قابل فخر نمایندہ پارلیمنٹ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کرنے کا موقعہ مل گیا"!

جب یہ تقریر ختم ہوئی۔ تو ان "آزاد انتخاب کنندوں" نے زور سے چلا کر پھر کہا "گرین وڈ زندہ باش!"

مسٹر گرین وڈ نے گاڑی کی کھڑکی سے سر نکال کر کہا "صاحبان اس غیر متوقع ملاقات اور بعید از قیاس اظہار عقیدت کے لئے میں تہ دل سے آپ کا شکر گذار ہوں۔ اور اسے آپ جیسے روشن ضمیر۔ عزت دار اور بلند خیال اصحاب کی طرف سے اپنے عہد پارلیمنٹ کے متعلق اپنی ساری خدمات کا ایک معقول معاوضہ سمجھتا ہوں۔ صاحبان اسوقت دنیا کی آنکھیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں . . . "

"تو کیا دنیا اندھیرے میں بھی بغیر عینک کے دیکھ سکتی ہے؟" ہجوم میں سے ایک بدوضع شرابی نے مذاقیہ طور پر کہا۔ اس پر حاضرین ہی! ہی! کر کے ہنسنے لگے۔ مگر گرین وڈ پوری ڈھٹائی سے تقریر کرتا رہا" ہاں صاحبان اسوقت دنیا کی آنکھیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ آپ کی طرف سے اپنے نمایندہ کے متعلق اس قسم کا اظہار عقیدت ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ کنسرویٹو پارٹی کے بہترین اصولوں کے پابند ہیں۔ یہ امر بجائے خود ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور جب تک اس فریق کو آپ جیسے روشن خیال اراکین کی امداد حاصل ہے۔ جمہور پسند جو حقیقت میں امن عامہ میں خلل ڈالنے والے ہیں۔ سوائے چپ چاپ دیکھتے رہنے اور کانپنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے"

اتنا کہکر ممبر صاحب پارلیمنٹ اپنی نشست پر گاڑی کے اندر بیٹھ گئے۔ اور پھر جب گاڑی دوبارہ تیزی سے چلنے لگی۔ تو ان بدنما شرابیوں نے جنہیں لافلور کی ہدایات کے بموجب سیاہ پوش قانون داں نے عمداً اس موقعہ کے لئے جمع کیا تھا۔ زور کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔ گو خدا جانتا ہے۔ وہ نشہ میں بدمست ان نعروں کے مطلب یا اہمیت کو بالکل نہ سمجھتے تھے۔ بہرحال انہیں ان کی تکلیف کا کافی معاوضہ شراب اور تمباکو کی صورت میں مل چکا تھا۔ اور اب مسٹر گرین وڈ کے رخصت ہونے پر ان کی ابلے ہوئے شلغم بھنے ہوئے پیاز اور اسی قسم کی اور چیزوں سے تواضع کی گئی۔ گویہ امر افسوسناک رہا کہ دعوت کے خاتمہ پر کسی وجہ سے شرابیوں میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جب وہ گھروں کو واپس گئے۔ تو بہتوں کے سر زخمی ہو چکے تھے۔ اور کئی ایسے تھے۔ جن کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

ادھر مسٹر گرین وڈ کی گاڑی سڑک پر بڑی تیزی سے چلتی گئی۔ رات نکھری ہوئی تھی۔ اور چاندنی کی روشنی میں دونوں طرف کا منظر نہایت دلفریب نظر آتا تھا۔

گاڑی ننگٹن کے پاس سے گذر چکی تھی۔ اور مسٹر گرین وڈ گاڑی کے اندر سونے کا ارادہ کرنے لگے تھے۔ کہ یکایک چار نقاب پوش جنھوں نے موٹے اور بھاری کوٹ پہنے ہوئے تھے ایک جھاڑی سے نکلے۔ انھوں نے فوراً ہی گھوڑوں کو روک لیا۔ اور پستول نکال کر کوچبان کو دکھاتے ہوئے کہا اگر مزاحمت ہوئی تو تمہاری خیر نہ ہوگی"

گرین وڈ نے گھبرا کر گاڑی کا شیشہ اتارا اور ایک ہاتھ میں پستول لیکر کہنے لگا "جو شخص

میری طرف آنے کی جرأت کریگا - میں اسے گولی مارکر مار دوں گا "

سب سے پہلے فلپو اپنی نشست سے کودا - اور اس کے پیچھے ہی لا فلور بھی اسی انداز سے اتر اکہ فلپو پر آگرا - اس سے اطالوی نوکر (فلپو) کے دونوں پستول چل گئے - مگر ان سے کسی کو نقصان نہ پہنچا قبل اس کے کہ وہ اُٹھنے کی کوشش کرتا - لا فلور نے اپنے پستول کا سرا اس کے سر پر مارکر اسے بیہوش کر دیا -

لل برگ اور لانگ باب گاڑیبانوں کی نگرانی کے لئے کھڑے رہے - اور بفر اور مردہ فروش گاڑی کی کھڑکی کیطرف آئے - گرین وڈ نے فوراً مردہ فروش کے سر کیطرف نشانہ باندھ کر پستول چلا دیا - مگر گولی پاس سے ہو کر نکل گئی - اس پر دونوں رہزنوں نے

چارلس بدمعاش اور باکنوان لا فلور زینہ کے رستہ ایک مکان کی طرف بڑھ رہے ہیں (صفحہ ۲۰۸)
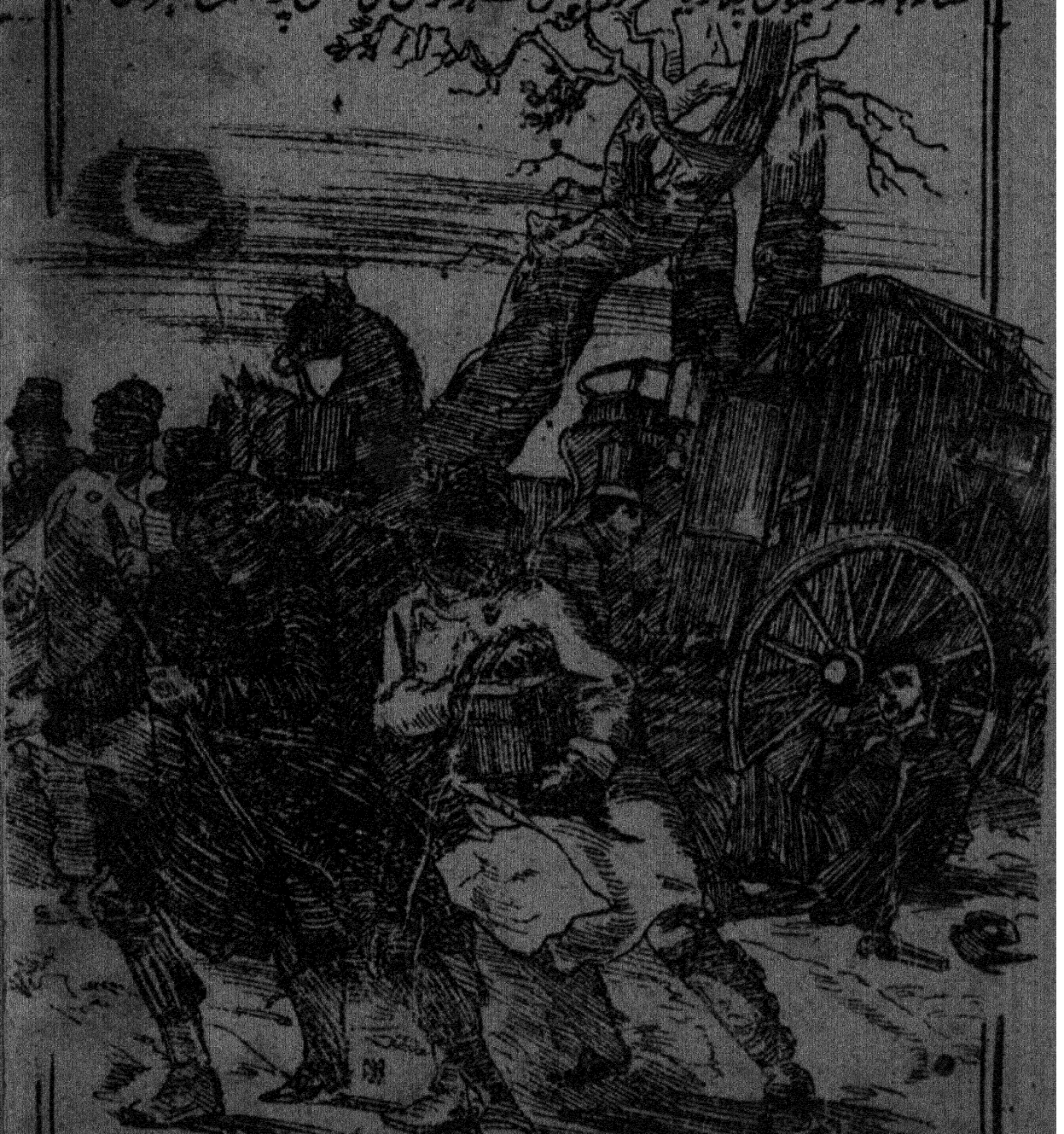
دروازہ کھول لیا۔ اور مردہ فروش اندر گھس گیا۔ گرین وڈ نے مسٹر الیستول بھی چلایا۔ لیکن اس کی گولی بھی اس کے حملہ آور کے بالوں کو چھو کر نکل گئی۔ اس کے بعد دونوں نے مل کر آنریبل ممبر پارلیمنٹ کو گھسیٹ کر سڑک پر گرا لیا۔ اور آن واحد میں اس کی مشکیں کس دی گئیں۔ پھر مردہ فروش نے گاڑی کی تلاش شروع کی۔ اور بہت جلد ٹین کے بکس پر قبضہ کر لیا

اس سے فارغ ہو کر اس نے زور کی سیٹی دی۔ جو اس بات کی علامت تھی۔ کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ڈاکوؤں میں اس بات کا پہلے سے سمجھوتا ہو چکا تھا۔ کہ سوائے اشد ضرورت کے کوئی ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالے۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ انہیں پہچانا جا سکے۔ گرین وڈ مردہ فروش کی آواز کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اور اس لحاظ سے یہ احتیاط نہایت ضروری تھی۔

کامیابی حاصل کر کے چاروں بدمعاش اور پانچواں لافلو تیزی سے کھریلی سٹی کے ایک گڑھے کی طرف ہوئے جو پاس ہی واقع تھا۔ ان میں بلفسٹ آگے تھا۔ اور اس کے پیچھے پیچھے مردہ فروش نے بکس اٹھایا ہوا تھا۔

آٹھواں باب — رچرڈ مارکھم کے نئے دوست

ہم نے رچرڈ مارکھم کو اس حالت میں چھوڑا تھا۔ کہ زخمی ہونے کے بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں۔ تو اپنے آپ کو ایک عجیب بستر پر موجود پایا۔ اور دیکھا۔ کہ وہ تعویذ جس میں طامس آرمسٹرانگ کی چٹھی بند تھی غائب ہے۔

اس قیمتی دستاویز کو موجود نہ پا کر اسے جو رنج والم ہوا۔ اس کی کیفیت بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ وہ اس پراسرار خط کو جس کے متعلق اسے مخصوص ہدایات دی گئی تھیں۔ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اور اس بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ اس کا میری آئندہ بہتری سے گہرا تعلق ہے۔ لیکن اب یہ معلوم کر کے کہ وہ قیمتی چیز نامعلوم طریق پر چھین گئی ہے۔ اس کی طبیعت میں انتہائی افسردگی کا احساس پیدا ہوا۔ اور بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے

لیکن وہ بہت دیر تک اس ناخوشگوار حالت میں نہ رہنے پایا تھا۔ کہ کمرہ کا دروازہ

آہستگی سے کھلا۔ اور کوئی شخص دبے پاؤں اس کی چارپائی کی طرف بڑھا۔ مارکھم نے اس پردہ کو جو چارپائی کے گرد تنا ہوا تھا۔ ایک طرف ہٹا کر نظر ڈالی۔ تو معلوم ہوا کہ نووارد ایک ادھیڑ عمر کی عورت ہے جس نے قیمتی لباس پہنا ہوا ہے۔ اور اس کی طبعی فیاضی اس کے خوبصورت چہرہ سے صاف طور پر واضح ہو رہی ہے۔ بستر کے قریب آکر اس خاتون نے اطالوی زبان میں بڑی نرمی سے کہا "سینیر مارکھم خوف کو دل سے دور کر دیجئے۔ آپ ایسے دوستوں کے پاس ہیں۔ جو آپ سے ویسا سلوک کرینگے جس کے اپنی بے خوف شجاعت اور طبعی شرافت کی وجہ سے آپ پورے طور سے حقدار ہیں"

ان لفظوں سے ہمارے ہیرو کا بڑی حد تک اطمینان ہو گیا۔ لیکن اس نے پوچھا۔ "اے نیک نہاد خاتون۔ آخر اسوقت میں کہاں ہوں؟"

عورت نے کہا "میرے بھائی سینیر ودیانی کے مکان میں جو بینالا کا سب سے مشہور ساہوکار ہے"

"لیکن آپکو میرے نام کا کیونکر علم ہوا؟"

سینیورا ودیانی نے کہا "اس خط کے ذریعہ سے جو چمڑہ کے تعویذ میں بند آپ کے گلے میں بندھا ہوا تھا۔ اور جو اب میرے بھائی کے پاس محفوظ ہے"

یہ الفاظ سنکر مارکھم کے مردہ بدن میں ازسرنو جان پڑ گئی۔ اور وہ حقیقی شکرگذاری کے انداز سے کہنے لگا "اے معزز خاتون اس اطمینان کے لئے میں آپ کا بدل ممنون ہوں۔ اس احسان کا بار۔۔۔"

ساہوکار کی بہن نے اپنے لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "خاموش۔ آپ بہت سخت بیمار رہے ہیں۔ اسلئے آپ کو کسی غیر معمولی جوش کا اظہار نہ کرنا چاہئے"

"سینیورا ودیانی مجھے اسقدر بتا دیا جائے کہ میں کتنا عرصہ بیمار رہا ہوں"

وہ کہنے لگی "دس دن۔ اس اثنا میں آپ کو بارہا ہذیان ہوتا رہا ہے"

"دس دن! افسوس غریب مور کراب کیا خیال کرے گا؟ نہ جانے وہ اب کہاں ہے؟" رچرڈ مارکھم نے کہا۔

اطالوی خاتون کہنے لگی "مور کر ہر طرح محفوظ ہے۔ اور اسے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ آپ یہاں ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں۔ آپ بلاوجہ مضطرب نہ ہوں۔ خدا کی مرضی

یہی ہی۔ کہ آپ بہت سی آزمائشوں سے گذریں۔ لیکن بہرحال وہ قادر مطلق نیک اور اعلے ہستیوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا"

مارکھم نے عورت کا ہاتھ شکریہ کے انداز سے اپنے ہاتھ میں لے کر منہ سے لگایا۔ اور کہنے لگا "اے معزز خاتون۔ میرے بدن کا ہر ایک بال بھی زبان ہو جائے۔ تو میں آپ کا اور آپ کے فیاض منش بھائی کا جس سے میں بالکل ناواقف ہوں۔ شکریہ ادا نہیں کر سکتا"

"لیکن ہمارے لئے آپ اسقدر اجنبی نہیں ہیں۔ جیسا کہ بظاہر آپکو خیال ہے" عورت نے بڑا اسرار لیکن نیک دلی کی مسکراہٹ سے کہا "لیکن میں آپ کو اس بارہ میں زیادہ عرصہ تک تاریکی میں رکھ کر دق کرنا یا جوش دلانا نہیں چاہتی۔ بات یہ ہے کہ آپ کا مرحوم ہمدرد مسٹر ٹامس آرمسٹرانگ میرے بھائی کا گہرا دوست تھا"

مارکھم کو یہ خوشخبری سنکر بہت خوشی ہوئی۔ اور وہ کہنے لگا "کیا یہ ممکن ہے! اس حالت میں تو یہ امر یقینی ہے کہ قادر مطلق نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا"

عورت نے کہا "میں اب اپنے بھائی کو آپ کے پاس لاتی ہوں۔ وہ آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کو بہت بے چین ہیں"

سینورا دیانی یہ کہکر کمرہ سے باہر نکل گئی۔ اور تھوڑی دیر میں ایک مرد کو ساتھ لیکر واپس آئی جس کی عمر ۶۰ سال کے قریب تھی۔ اور جس کی صفات حسنہ چہرہ سے نمایاں تھیں۔ مارکھم کیطرف اشارہ کرکے وہ اپنے بھائی سے کہنے لگی "آج ہمارے مریض کی حالت اچھی اصلاح ہے۔ مگر وہ کئی سوالات بڑی بے چینی سے پوچھتا رہا ہے۔ اور اب آپ کو لازم ہے کہ مختلف معاملات کے متعلق اس کا اطمینان رفع کریں"

انٹونیو ساہوکار نے مارکھم کا ہاتھ اپنے [illegible] لیکر دبایا۔ اور کہنے لگا "میرے عزیز دوست۔ شکر ہے کہ آج آپ اتنے دنوں [illegible] بعد ہوش میں آئے اور سوالات پوچھنے کے قابل ہوئے ہیں"

رچرڈ اپنے نئے محسن کی عنایات کے بارے [illegible] جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا "از راہ کرم مجھے یہ تو بتائیے۔ کہ مجھ ناچیز کو کس بنا پر اسقدر [illegible] ات کا مستحق سمجھا گیا؟"

سینیر ودیانی نے کہا " آپ کا مرحوم دوست طامس آرمسٹرانگ مجھ سے برادرانہ تعلقات رکھتا تھا۔ جب کبھی اسے کیسل سکالا میں آنے اور رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہ ہمیشہ مجھ سے ملا کرتا تھا۔ اور جب انگلستان میں ہوتو ہمارے درمیان مستقل طور پر خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اپنی زندگی کے آخری عرصہ دو سال میں اس نے میرے نام جو خطوط لکھے ان میں اس نے آپ کا ذکر ایسے پیرایہ میں کیا تھا۔ کہ اگر میں آپ کے باقی حالات سے ناواقف بھی ہوتا۔ تو آپ کی نسبت میرے دل میں بہت اچھے خیالات پیدا ہونے لازم تھے۔ لیکن پچھلے دنوں آپ نے کیسل سکالا کے معاملات کے متعلق کوششوں میں جو نمایاں حصہ لیا ہے۔ اس سے میری رائے آپ کی نسبت اور بھی اچھی ہو چکی ہے آرمسٹرانگ کی تحریروں سے مجھے معلوم ہوا تھا۔ کہ آپ فیاض منش۔ نیک نہاد اور دور اندیش ہیں۔ تازہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ آپ بہادر اور شجاع بھی ہیں "

رچرڈ نے کہا " میں آپ کا بدل ممنون ہوں۔ کہ اس معاملہ میں میری ناچیز خدمات آپ کے دل میں میری نسبت ایسے اچھے خیالات پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی ہیں۔ بار ہا یہ اندیشہ میرے دل میں بے چینی پیدا کرتا رہا ہے۔ کہ کیسل سکالا کے سمجھدار لوگ ان کو جنہوں نے اس مہم میں نمایاں حصہ لیا۔ کسی خود غرضی میں مبتلا نہ سمجھیں "

" خود غرضی " او دیانی نے کہا " یہ آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا گریشیا یا مورو سینو خود غرض تھے؟ ہرگز نہیں۔ سارا کیسل سکالا آج ان شہید جنگ محبان وطن کی یاد پر آنسو بہاتا ہے اور ہزاروں زبانیں رچرڈ مارکھم کے کارناموں کی تعریف میں مصروف ہیں "

ان لفظوں کو سنکر ہمارے ہیرو کے چہرہ پر حقیقی جوش اور مسرت قلبی کی چمک پیدا ہو گئی۔ یہ حالت دیکھکر سینورا ودیانی اپنے بھائی سے مخاطب ہوکر کہنے لگی " دیکھنا کیسا شکیل جوان ہے! یقیناً مجھ ایسی عمر رسیدہ عورت کے لئے ایسے الفاظ کہنا غیر موزوں نہ ہوگا " اور اس کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کہا " اگر شہزادی اسابیلا بھی میری زبانی یہ الفاظ سن لے۔ تو یقیناً رنجیدہ نہ ہوگی "

" شہزادی!! " رچرڈ نے اپنی حسین معشوقہ کا ذکر سنکر انداز حیرت سے کہا۔

سینورا نے مسکرا کر کہا " آپ کا راز میرے بھائی نے ہم پر ظاہر کر دیا تھا۔ لیکن آپ اس سے ناراض نہ ہوں۔ کیونکہ اس نے ایک نیک مقصد کے لئے ایسا کیا تھا۔ جب اسے معلوم

ہوا کہ آپ دوستوں کی حفاظت میں چلے گئے تو اس نے شہزادی کے متعلق آپ کا راز ہم پر اس لئے ظاہر کر دیا۔ کہ ہم اسے ایک خط لکھ کر آپ کے متعلق ہر قسم کے شبہات دور کر سکیں۔ اور یہ لکھ دیں کہ آپ صحیح سلامت اور محفوظ ہیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس مطلب کی ایک چٹھی پرنسس اسابیلا کے نام لکھی تھی۔ گو اس میں تھوڑی سی قابل معافی غلط بیانی سے کام لینا پڑا جو یہ ہے۔ کہ آپ کی طرف سے چٹھی لکھتے ہوئے میں نے اس میں لکھ دیا ہے۔ کہ میں ہر طرح سلامت اور محفوظ ہوں۔ البتہ میرے دائیں ہاتھ میں کچھ چوٹ آئی ہے جس کی وجہ سے میں نے ایک سکرٹری کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اور یہ خط اسی سے لکھا کر بھیجا جاتا ہے۔ یہ خط میرے بھائی نے ایک لفافہ میں بند کر کے ایک اور خط کے ساتھ لندن میں اپنے ایک ایجنٹ کے نام بھیج دیا۔ اور لکھا کہ اسے بحفاظت اور بہت جلد پتہ مندرجہ پر پہنچا دیا جائے۔ موور کرنے بھی ایک چٹھی اپنے والدین کے نام سینٹ گاڈرڈ میں کسی کی معرفت روانہ کر دی ہے۔ بہرحال اب لندن میں آپ کے متعلقین کو آپ کی نسبت کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن سنیور ڈو فاؤنٹی" رچرڈ مارکھم نے کہا "آپ مجھ سے پے در پے اس قدر نیکیاں کر رہی ہیں۔ کہ میں نہیں سمجھ سکتا۔ ان سب کا معاوضہ کیونکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر موور کرنے بھی کیسا اچھا سلوک کیا ہے۔ بیشک خدا نے مجھے بہت ہی اچھے دوست دئیے ہیں۔"

سینیور ویانی نے کہا "اب یقیناً آپ کو یہ معلوم کرنے کی خواہش ہوگی۔ کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے ہیں۔ اس کا ذکر میں آپ سے ابھی کر دیتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ آپ جب تک سارے حالات سے واقف نہ ہو جائیں۔ آپ کا اضطراب رفع نہ ہوگا۔ یوم مذکور میں ایک دوست کے ہاں گیا ہوا تھا۔ جو میلان سے چند میل کے فاصلہ پر دیہات میں رہتا ہے۔ واپسی کے وقت میں اپنے سائیس سمیت کھلی گاڑی میں تیزی کی خاطر ایک کچی سڑک کے رستہ آ رہا تھا۔ کہ اس کے وسط میں ایک شخص سے ملا۔ جو غم اور رنج سے نیم پاگل سا ہو رہا تھا۔ اس نے انگریزی زبان میں مجھ سے درخواست کی۔ کہ برائے خدا میرے آقا کی مدد کیجئے۔ حسن اتفاق سے میں انگریزی زبان اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ میں نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ وہ آپ کا رفیق موور کر ہی تھا۔ بعد ازاں

اس کی زبانی مجھے ان حالات کا علم ہوا جن میں آپ دونوں فریولی کے قریب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے تاکہ جدا جدا راستوں سے نیپلز کی سرحد تک پہنچ جائیں۔ اس کے بیان کردہ حالات سے معلوم ہوا۔ کہ وہ رات کے وقت اسی سڑک پر سے گذر رہا تھا۔ کہ راستہ میں اسے کسی چیز سے ٹھوکر لگی۔ چاند کی روشنی میں اس نے پہچان لیا۔ کہ یہ آپ ہی ہیں۔ میں اس وقت آپ کو پہچانتا تو نہ تھا۔ لیکن اس انسانی ہمدردی سے متاثر ہو کر جو ایسے حالات میں ہر ایک ضرورت مند کی امداد پر آمادہ کر دیتی ہے۔ میں نے ارادہ ظاہر کیا۔ کہ آپ کو اپنے مکان پر لے چلوں۔ آپ کا رفیق اس تجویز پر بہت خوش ہوا۔ اور میں نے اس سے کہا۔ تم بھی ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ وہ مجھے آپ کا نام بتانے سے ہچکچاتا تھا۔ اور آخر جب میں نے اس سے باصرار پوچھا۔ تو اس نے ایک فرضی نام بتایا۔ کیونکہ وہ غریب نہیں جانتا تھا۔ کہ میں حقیقت میں ان آئین پسندوں کا حامی ہوں۔ جو اوسور کے معرکہ سے بچ رہے تھے۔ آخر جب میں آپ کو ساتھ لے کر مکان پر پہنچا۔ اور یہاں آ کر آپ کے کپڑے اتارنے شروع کئے۔ تو معلوم ہوا۔ ایک تعویذ آپ کے گلے میں بندھا ہوا ہے۔ اسے میں نے کھولا۔ تو ایک چٹھی برآمد ہوئی جس کے سرنامہ پر لکھا تھا" میرے عزیز دوست رچرڈ مارکھم کے نام" چونکہ میں اس دستخط کو پہچانتا تھا۔ اس لئے فوراً ہی میرے دل میں کچھ شبہ پیدا ہوا۔ اسکے بعد جب میرے ڈاکٹر نے آپ کا زخم دیکھ کر بیان کیا کہ گھاؤ خطرناک ضرور ہے۔ مگر صحت یابی کی امید باقی ہے۔ تو میں نے مور کرے اور بھی زیادہ اصرار کے ساتھ آپ کی شخصیت کے متعلق سوالات کئے۔ مگر وہ بالکل اس بات کو تسلیم نہ کرتا تھا۔ کہ آپ رچرڈ مارکھم ہیں۔ آخر میں نے اسے وہ چٹھی دکھائی۔ جو آپ کے تعویذ سے برآمد ہوئی تھی۔ لیکن اس اصرار میں پھر بھی فرق نہ آیا۔ ناچار اسے اس بات کا یقین دلانے کے لئے کہ میرا ارادہ نیک ہے۔ اور میں یہ سوالات کسی بری نیت سے نہیں پوچھتا۔ میں نے اسے مسٹر آبیشر ائٹم آنجہانی کی طرف سے موصول شدہ بہت سے خطوط دکھائے۔ جن میں آپ کا ذکر موزوں الفاظ میں درج تھا۔ اس پر اسے کچھ اعتبار آیا۔ بہرحال میں آپکو یقین دلا سکتا ہوں۔ کہ وہ آپ کا نہایت وفادار اور عقیدتمند رفیق ثابت ہوا ہے"

یہ الفاظ کہتے ہوئے اطالوی ساہوکار نے اپنی جیب سے وہی چرمی تعویذ نکالا۔ جس میں

آرمسٹرانگ کی چٹھی بند تھی۔ اور اسے مارکھم کے بستر پر رکھدیا۔ رچرڈ نے اپنے محسن کا ہاتھ بڑی گرمجوشی سے دبایا۔ اور تاریک گلی میں چوروں کے حملہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا "غنیمت ہے کہ انہوں نے میرے کپڑوں کی تلاشی لیتے وقت اس تعویذ کا خیال نہیں کیا۔ میں اپنے متوفی دوست کی اس یادگار کو چونکہ جان سے بھی عزیز رکھتا ہوں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ان کے ہاتھوں محفوظ رہنا خدا کی خاص عنایت ہے"

"لیکن کیا آپ ابھی تک اس خط کے مضمون سے ناواقف ہیں؟" ساہوکار نے پوچھا۔

رچرڈ ان پراسرار ہدایات کی تشریح کرنا چاہتا تھا۔ جو اس خط کے متعلق آرمسٹرانگ نے لفافہ پر لکھی تھیں۔ کہ سینیر ودیانی نے یہ کہکر اسے روک دیا "میں اس بارہ میں سارے حالات سے واقف ہوں۔ آرمسٹرانگ نے اپنے انتقال سے چند روز پہلے مجھے آپ کے متعلق اپنے ارادہ سے مطلع کردیا تھا۔ وہ ہدایات جو اس نے آپ کے نام چھوڑی تھیں غالباً یہ ہیں۔ کہ جب تم ہر قسم کے وسائل سے محروم ہو جاؤ جب مصیبت یا غیر معمولی فیاضی کے باعث تمہارے لئے گذارہ کی کوئی صورت نہ رہے۔ اور جب تمہاری اپنی کوششیں سامان معیشت مہیا کرنے میں ناکام رہیں۔ تو اس وقت تم نے اس خط کو کھولنا۔ لیکن اگر اس قسم کے حالات پیش نہ آئیں۔ اور تمہاری مختصر سی جائداد محفوظ رہے۔ اور تمہاری حاجت ایسی ہو کہ تم اپنی محنت اور قابلیت سے اسے رفع کرسکو تو اس صورت میں تم نے اس خط کو ۱۰ جولائی ۱۸۴۴ء یعنی اس روز سے پیشتر نہ کھولنا۔ جب کہ تم نے اپنے بھائی سے ملنا ہے"

مارکھم ان لفظوں کو جو آرمسٹرانگ نے اپنے لفافہ پر لکھے تھے۔ اطالوی ساہوکار کی زبانی حرف بحرف صحیح سنکر اسقدر متعجب ہوا کہ کچھ دیر تک سکتہ کی سی حالت میں خاموش بیٹھا رہا۔ اور اس کے بعد انتہائی استعجاب کے لہجہ میں کہنے لگا "میرے عزیز محسن کیا آپ سارے حالات سے واقف ہیں؟"

مارکھم کو اس طرح متعجب دیکھکر سینیور ودیانی اسقدر ہنسی کہ اس کا چہرہ جس پر ملائمت کے آثار نمودار تھے سرخ ہوگیا۔ خود ساہوکار نے ہنستے ہوئے کہا "اب تک میں سارے حالات

سے واقف ہوں۔ اور یہ امر اس لحاظ سے کچھ بھی تعجب خیز نہیں کہ آرمسٹرانگ جو کچھ آپ کے نام چھوڑ گیا ہے۔ وہ سب میرے پاس جمع ہے۔ لیکن میں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا بلکہ میرے خیال میں جو کچھ میں کہہ چکا ہوں وہ بھی ان ہدایات کے منافی سمجھا جا سکتا ہے جو میرے متوفی دوست نے میرے نام چھوڑی تھیں۔ بہرحال میرے عزیز رچرڈ... کیونکہ آیندہ میں آپ کو ایسا ہی کہکر مخاطب کیا کروں گا۔ اب میں آپ کا ٹرسٹی یا محافظ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو وہ خط ۱۸۴۳ء جولائی ۱۸۴۳ء سے پہلے کھولنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اگر کوئی ضرورت پیش آئے۔ تو آپ میرے نام دس پندرہ ہزار پونڈ تک کا چیک بھیج سکتے ہیں۔ میں اس کی رقم ادا کر دوں گا۔"

رچرڈ کہنے لگا "خداوندا کیا میں جاگتا ہوں یا خواب دیکھ رہا ہوں۔ یہ پرستان ہے یا کیسل سکالا کی سرزمین! خوشی کی غیر معمولی خبروں اور آپ کی عنایتوں نے مجھے مغلوب کر دیا ہے۔"

اس پر نیکدل ساہوکار اور اس کی بہن نے جو اپنے بھائی کیطرح ابھی تک کنواری تھی لیکن رچرڈ کے متعلق اپنے اندر مادرانہ محبت رکھتی تھی۔ پھر زور کا قہقہہ لگایا۔ وہ دیر تک ہنستے رہے۔ حتیٰ کہ آخر کار سینیورا ودیائی کو خیال آیا کہ مریض کو جوش کی حالت میں لانا کس قدر خطرناک سمجھا جا سکتا ہے۔

ذرا توقف کے بعد ساہوکار نے کہا "اب غالباً آپ کو اپنے وفادار موریکر کی فکر ہوگی میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کا مزاج بڑا ہی پراسرار ہے۔ لیکن بہرحال اسے آپ کے ساتھ گہری محبت ہے۔ وہ گذشتہ دنوں میں ہر روز شام کو آکر دو دو تین تین گھنٹے آپ کے سرہانے بیٹھا رہتا تھا۔ اور اس کے بعد چلا جاتا تھا۔ میں نے بارہا اصرار کیا۔ کہ تم یہیں ٹھیرو۔ لیکن وہ مصروفیت کا بہانہ کر کے چلا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر نہیں کرتا۔ کہ وہ مصروف کیا ہے۔ ان دو تین گھنٹوں کے سوا جو وہ آپ کے قریب بسر کرتا ہے۔ وہ دن بھر کہیں غائب رہتا ہے۔"

"اور جس وقت وہ یہاں ہوتا" ساہوکار کی بہن نے ہنستے ہوئے کہا "کیا مجال کسی اور کو آپ کی خدمت میں ذرا سا حصہ بھی لینے دے۔ خود ہی آپ کا بستر ٹھیک کرتا ہے۔ خود ہی آپ کو اٹھا کر پانی پلاتا ہے۔ اور خود ہی ہذیان کی حالت میں آپ کے ہاتھ

پھڑے رکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کے عقیدت مندوں میں وہ کوئی عجیب ہی شخص ہے۔"

ہاکم کی سیاہ آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے بھر آئے۔ اور وہ کہنے لگا "اوہ! وہ بڑا ہی وفادار رفیق ہے۔ خدا کرے۔ وہ اپنے لئے کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی کر رہا ہو۔"

ساہوکار نے کہا "آدمی سمجھدار اور مستقل مزاج ہے۔ اور یہ دو صفات بجائے خود بہت قابل قدر ہیں۔ اس کے علاوہ یہ مصری نسل کے لوگ کچھ عجیب خیالات کے مالک ہوتے ہیں۔ بہر حال مجھے یقین ہے کہ ہماری نسبت آپ کو وہ اپنے راز سے واقف کرنے پر زیادہ آمادہ ہوگا۔"

رچرڈ نے کہا "آپ نے میرے بہت سے سوالوں کا جواب دیا۔ جس کے لئے میں آپ کا شکر گذار ہوں۔ مگر ایک بات ابھی اور ہے . . ."

سیورا دویانی ہنس کر کہنے لگی "آپ کے سوالات کا سلسلہ ناختم ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اب آپ اصرار کرتے ہیں تو یہ ایک سوال اور پوچھ لیجئے لیکن دیکھئے یہ سلسلہ اب آگے بڑھنے نہ پائے۔ ورنہ اندیشہ ہے آپ بالکل تھک جائیں گے۔"

ہمارے ہیرو نے کہا "آپ اس بارہ میں فکر نہ کیجئے۔ طبیعت میں سکون ہو تو ہمارے قوے بہت جلد اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔"

"خیر تو آپ اب وہ سوال پوچھئے" ساہوکار نے کہا۔

مارکھم نے کہا "وہ صرف اسقدر ہے۔ کیا موجودہ حالات میں کیسل سکالا کی حالت پہلے کی نسبت بہتر ہے یا ابتر ہو چکی ہے؟"

ساہوکار کے چہرہ پر افسردگی کی علامات ظاہر ہو گئیں۔ اور وہ کہنے لگا "میرے پیارے رچرڈ گذشتہ چند دن کے عرصہ میں بعض عجیب وغریب واقعات ظہور میں آچکے ہیں۔ ایسے واقعات جن کا ذکر کرتے ہوئے میرا جی دکھتا ہے۔ ملکہ صدر مقام سے کسی طرف کو فرار ہو گئی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہاں۔ بہر حال اسقدر یقین ہے۔ کہ وہ سوہنی کلولی میں بحفاظت پہنچ گئی ہے۔ لیکن اس سے آگے اس کا سراغ نہیں چلتا۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ ایملو ثالث نے ۳۰ ہزار آسٹری جوانوں کی فوج اپنی مدد کے لئے بلالی ہے۔ دس دن گذرے یہ فوج رومی سرحد سے گذری۔ اور اب مونٹولی کی فصیل کے نیچے خیمہ زن ہے۔"

"خداوندا۔ تیری پناہ!" رچرڈ نے گھبرا کر کہا "گویا آسٹروی فوج اس ملک پر قابض ہے!"
"افسوس کہ یہی امر واقعہ ہے" ساہوکار نے افسردگی کے لہجہ میں کہا "گرینڈ ڈیوک اپنی
جمہور شدہ کی [illegible] میں غیر ملکی فوج کی سنگینوں سے مدد لینا چاہتا ہے۔ چار ہزار آسٹروی
ابرشائی چلے گئے ہیں۔ جہاں وہ کپتان جنرل کونٹ سیناکروس کے زیر کمان ہیں۔ کیونکہ
وہ صوبہ سب سے زیادہ بدامنی کی حالت میں ہے۔ لیکن مونٹولی میں یہ واقعات ظہور میں
آئے ہیں کہ جس روز آسٹروی نمودار ہوئے۔ خلقت گرینڈ ڈیوک اور اس کے وزیروں
کے خلاف کھڑی ہوگئی۔ اور میونسپل کونسل نے جس کے صدر میئر صاحب ہیں۔ اپنے آپ
کو حکومتی کمیٹی قرار دے دیا۔ دس ہزار جوانوں کی قلعہ بند فوج بھی اس کمیٹی کی مددگار ہو
گئی۔ گرینڈ ڈیوک اور اس کے وزیر آسٹروی کمپ کیطرف بھاگ گئے۔ اور انہوں نے
آسٹروی فوج کے کمان افسر مارشل ہربرٹ سٹین کے پاس پناہ لی۔ اب گرینڈ ڈیوک اپنے
غیر ملکی اتحادیوں کے ساتھ مل کر کیسل سکالا کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔"

رچرڈ ان المناک خبروں کو سنکر بہت افسردہ ہوا۔ اور اس کے منہ سے صرف
اتنا نکلا "افسوس!"

ساہوکار نے کہا "اس میں شک نہیں۔ آپ جیسی طبیعت کے ان خبروں سے افسردگی
پیدا ہونا قدرتی ہے۔ لیکن میں نے ابھی آپ کو سارے حالات سے آگاہ نہیں کیا۔ کیسل سکالا
کے امیر البحر نے بھی گرینڈ ڈیوک کا ساتھ دیا ہے۔ اور اس نے دریائے فیریلی کے دہانہ کی
ناکہ بندی کر دی ہے۔ تاکہ اس طرف سے محصور صدر مقام میں کوئی خوراک داخل نہ ہو سکے۔
باوجود اسکے مونٹولی کی سپاہ خوب داد شجاعت دے رہی ہے۔ اور آسٹروی ابھی تک کوئی کامیابی
حاصل نہیں کر سکے لیکن افسوس مونٹولی میں قحط نمودار ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور اسوقت شہریوں
کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔"

"لیکن کیا بات ہے کہ کیسل سکالا کے باقی بڑے بڑے شہروں نے اس موقعہ پر اس بے جا
کارروائی کے خلاف خاموشی اختیار کر رکھی ہے؟" رچرڈ نے پوچھا۔

ساہوکار کہنے لگا "میرے دوست ہر صوبہ میں فوجی قانون نافذ ہے۔ اور کسی کو
دم مارنے کی قدرت نہیں۔ ہمارے صوبہ پیڈیا لا پر بھی اگر ایک رحمدل کپتان جنرل کی
حکومت نہ ہوتی تو ہماری حالت نازک ہونا یقینی تھا۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ جن

آئین پسندوں کو معرکہ اوسود میں قید کیا گیا تھا۔ وہ اب اسٹیلا میں زیر حراست ہیں . . . "

فقرہ ناتمام ہی تھا۔ کہ ایک نوکر نے اندر آکر کہا "موورکر اس کمرہ میں آنے کی اجازت چاہتا ہے"

اس پر نیکڈل بھائی بہن دونوں اس کمرہ سے باہر چلے گئے۔ تاکہ حبشی اور رچرڈ مارکھم کے درمیان کھلے طور پر سے گفتگو ہوسکے۔

نواں باب
نئی مہم

رچرڈ مارکھم کو ہوش وحواس میں اور نسبتاً صحت ور دیکھکر وفادار موورکر کو جو خوشی ہوئی اس کا ذکر کرنا غیرضروری ہے۔ اور ناظرین اس بات کا بھی آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ اس نے سینیر ددیالی اور اس کی بہن کی عنایات کا ذکر کس قدر گرمجوشی سے کیا آخر جب وہ ان کی صفات حسنہ کی تعریف حد انتہا تک کر چکا۔ تو مارکھم سے مخاطب ہوکر اس نے کہا "اب آپ ان واقعات کی تفصیل بیان کیجئے۔ جو وزدلی میں مجھ سے جدا ہوکر آپ کو پیش آئے"

اس کے جواب میں رچرڈ نے وہ واقعات اس کے روبرو بیان کئے۔ جن سے ہمارے ناظرین پوری طرح واقف ہیں۔ اور اس نے موورکر سے اس پر اظہار ناراضگی بھی کیا کہ سرائے سے چلتے وقت وہ روپیہ کا حصہ وہیں چھوڑ گیا تھا۔

موورکر نے کہا "اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ میرے لئے روپیہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ہماری نسل کے لوگ دنیا کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ وزدلی سے تھوڑے فاصلہ پر ہی مجھے شگانیوں کا جو حبشیوں کا الماتوی نام ہے ایک ڈیرہ نظر آیا۔ اور وہاں میرے ساتھ ویسا ہی اچھا سلوک کیا گیا۔ جس کا ایک شاہ زنگباری کا ولیعہد مستحق ہو سکتا ہے"

رچرڈ اس فقرہ کا آخری حصہ سنکر مسکرایا اور کہنے لگا "آخر تم نے اپنے الماتوی دوستوں سے گفتگو کیونکر کی؟ تم تو ان سے زبان سے بالکل ناواقف ہو"

موورکر بولا "ہماری اپنی ایک خاص زبان ہے۔ اور گو اس کے الفاظ کی تعداد زیادہ نہیں۔ تاہم اسقدر ضرور ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے سے آسانی سے بات چیت کر سکتے ہیں"

میں ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اور پنیا لا کے قریب پہنچکر اس خیال سے ان سے جدا ہو گیا کہ سرحد کو عبور کر کے نیپلز میں داخل ہو جاؤں۔ اتفاق سے میرا قدم بھی اسی طرف کو اٹھا۔ جدھر سے آپ گذرے تھے۔ اور میرا اندازہ یہ ہے کہ جس وقت چوروں نے آپ پر حملہ کیا۔ تو میں آپ سے شاید صرف چند گز پیچھے تھا جس وقت میں نے آپ کو اس تاریک سڑک پر بے حس و حرکت پڑے دیکھا۔ تو میرے قلب پر جو صدمہ ہوا۔ اس کا اندازہ کرنا آپ کے لئے مشکل نہیں ہو سکتا۔ اسوقت اگر حسن اتفاق سے سینیر وویانی ہماری مدد کو نہ پہنچ جاتے۔ تو خدا جانے ہمارا کیا حال ہوتا۔ اس کے بعد کے حالات سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔"

"نہیں۔ میرے عزیز مورکر میں پورے طور سے واقف نہیں ہوں۔" رچرڈ نے کہا۔ "ہر چند کہ میں تمہاری رازداریوں میں مخل ہونا نہیں چاہتا۔ تاہم میں یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ تم نے سینیر وویانی کے ہاں ٹھیرنے سے کیوں انکار کر دیا ہے"

جپسی نوجوان نے کہا "جس وقت مجھے معلوم ہوا کہ آپ دوستوں کے پاس ہیں۔ اور اب میرے لئے نیپلز کیطرف جانے کی ضرورت نہیں۔ تو میں اپنے سنگانی بھائیوں کے پاس چلا گیا۔ اور اسوقت سے انہیں کے پاس رہتا ہوں۔ گو میں وقتاً فوقتاً آپ کے حالات دریافت کرنے آتا رہا ہوں۔"

رچرڈ نے جپسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا "میرے وفادار دوست تم اپنی خوبیوں کو اس طرح کم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے تم کس طرح روزمرہ میری خبر گیری کو آتے رہے ہو۔ خدا کرے میں تمہارے اس حسن سلوک کا بہت جلد اجر دے سکوں۔"

مورکر نے کہا "آپ سردست اس معاملہ کو طول نہ دیجئے۔ میرے خیال میں اگر آپ چند دن سکون کے ساتھ گذار دیں۔ تو بہتر ہوگا۔ اس کے بعد۔۔۔"

"ہاں۔ اور اس کے بعد؟۔۔۔" رچرڈ نے یہ دیکھکر کہ جپسی کچھ کہتا کہتا رک گیا ہے پوچھا۔

"اس کے بعد ہم اس معاملہ پر غور کرینگے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے"۔

ہمارے ہیرو نے مورکر کے طرز عمل سے معلوم کر لیا۔ کہ اس نے کوئی تجویز

سوچ رکھی ہے۔ لیکن سردست اس معاملہ پر زیادہ زور دینا پسند نہ کیا۔

سینیورودیانی کے مکان پر آ گئے۔ اب رچرڈ مارکھم کو پندرہ دن کا عرصہ گذر چکا تھا اور اس عرصہ میں اس کی طبیعت بہت کچھ روبہ اصلاح ہو گئی تھی۔ کچھ تو اپنی فطری طاقت اور کچھ باقاعدہ علاج کی مدد سے وہ بہت جلد اس نقاہت پر غالب آ گیا۔ جو زخم لگنے سے پیدا ہوئی تھی۔ اب اس کے بدن میں جزوی کمزوری باقی تھی۔ اور رخساروں پر کسی قدر زردی کے آثار نظر آتے تھے۔ لیکن اپنے دوست ودیانی کے باغ میں صبح شام چہل قدمی کرنے سے رفتہ رفتہ پھر اس کے چہرہ پر شباب کی سرخی جھلکنے لگ گئی تھی

۲۶ دسمبر ۱۸۴۸ء کو مورکر رچرڈ مارکھم اور سینیور ودیانی میں بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ یہ گفتگو ایک خاص تجویز کے متعلق تھی۔ جس کے مبادیات کو مورکر رچرڈ کے زمانہ علالت میں طے کر چکا تھا۔ اور جسے عمل میں لانے کا ہمارے ہیرو کو بہت شوق تھا۔ سینیور ودیانی نے اس بارہ میں کچھ اعتراض کیا۔ لیکن وہ بھی ایسا تھا۔ کہ اس کی بدولت یہ تجویز ترک نہیں بلکہ صرف ملتوی ہو سکتی تھی۔ اعتراض کا تعلق رچرڈ مارکھم کی نقاہت کے متعلق تھا۔ اور ساہوکار کو اندیشہ تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو اس کام کو ایسی شدید بیماری کے بعد اس قدر جلد اختیار کرنے سے اس کی صحت پھر خراب ہو جائے۔ لیکن اس اعتراض کو اس کے نوجوان دوست مارکھم نے بہت جلد رفع کر دیا۔ کیونکہ اس کے دل میں اس تجویز کو عمل میں لانے کا بے حد اشتیاق تھا۔ جو اس کے لئے بمنزلہ روح رواں تھی۔

پورے چار گھنٹہ تک ان تینوں میں مشورہ ہوتا رہا۔ اور آخر غروب آفتاب کے قریب یہ کونسل برخاست ہوئی۔ رچرڈ نے بعض خطوط لکھ کر ان پر مہر لگا دی۔ اور انہیں یہ کہکر سینیور ودیانی کے حوالہ کر دیا۔ کہ "اگر میں نے اس کام میں جان دیدی۔ تو انہیں اس پتہ پر جو درج ہے روانہ کر دیجئے گا۔"

ساہوکار نے ہمارے ہیرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور کہنے لگا "میرے فیاض نفس نیکدل دوست کوئی غیبی آواز میرے کان میں کہہ رہی ہے۔ کہ مجھے ان خطوط کو انگلستان روانہ کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوگی۔ کیونکہ تم یقیناً اس کام میں فتح حاصل کرو گے۔"

عین اسوقت سینورا ودیانی کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور اس نے فکر کے لہجہ میں

پوچھا کہ "اس باہمی مشورہ کا نتیجہ کیا نکلا ہے۔" جس پر ساہوکار نے کہا یہی کہ مہم اخفیا کی جائے گی۔"

خاتون نے کہا "سینیر ارکھم آپ نے سارے پہلوؤں کو اچھی طرح سوچ سمجھ لیا ہے؟ میں آپ کو ایک ایسے کام سے جس میں آپ محض از راہ فیاضی حصہ لے رہے ہیں۔ باز رکھنا نہیں چاہتی ۔۔۔ تاہم ۔۔۔"

رچرڈ نے مسکرا کر کہا "میڈم میں آپ کا ممنون احسان ہوں کہ آپ میری سلامتی کے متعلق اس قدر فکر ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن بہرحال مجھے ان بدنصیبوں کے متعلق جو اس مہم میں شریک ہوئے۔ جس کے سرکردہ شخصوں میں سے ایک میں بھی تھا۔ ایک عام فرض سرانجام دینا ہے۔"

ساہوکار کی بہن نے کہا "میں آپ کے ایثار کی قدر کرتی ہوں۔ اور چونکہ آپ نے اس کام میں حصہ لینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اس لئے اس بارہ میں کوئی رکاوٹ پیدا کرنا نہیں چاہتی خدا آپ کو کامیاب کرے۔" یہ کہتے ہوئے خاتون نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔

اب تاریکی پھیلنے لگی تھی۔ ہمارے ہیرو نے روانگی کی خواہش ظاہر کی۔ اور چلتے وقت اس آرمسٹرانگ کی چٹھی والا تعویذ ساہوکار رنزکوور کے حوالہ کرتے ہوئے ان عنایات کا شکریہ ادا کیا جو بہن بھائی نے اس کے ساتھ کی تھیں۔

مرد نے کہا "اے صاحب۔ آپ یہ کیا باتیں کہہ رہے ہیں۔ ہم نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا۔ وہ اس سے بہت ہی کم ہے جس کے آپ مستحق ہیں۔ خدا کرے آپ بہت جلد پھر ہمیں آ کر ملیں یہ لیجئے۔ ایک پاکٹ بک ہے جس میں کچھ مقدار بنک نوٹوں کی رکھی ہوئی ہے۔ لیکن اگر آپ کو زیادہ نقدی کی ضرورت محسوس ہو تو آپ بلا تامل مجھ سے دوبارہ منگا سکتے ہیں۔ الوداع۔ نیکی کے فرشتے آپ کی حفاظت کریں۔"

سینورا دریانی بھی رچرڈ سے اس طرح دلی رنج کے ساتھ جدا ہوئی۔ گویا وہ کسی قریبی رشتہ دار سے جدا ہو رہی ہو۔ کیونکہ چند دن کی صحبت میں ہی وہ رچرڈ کی صفات حسنہ کی تہ دل سے قدر کرنے لگ گئی تھی۔ آخر جب رچرڈ ارکھم اپنے رفیق مورکر کو ساتھ لے کر ان بہن بھائی سے رخصت ہوا تو وہ دونوں اسے دروازہ تک چھوڑنے آئے۔

آگے آگے مورکر اور پیچھے ارکھم دونوں نیپلا کے بازاروں سے چلتے گئے۔ اور آخر شہر کے شمال مشرقی دروازہ سے باہر نکل کر ڈھائی میل تک دریائے اسگلیو کے ساتھ ساتھ چلتے رہے

رات نکھری ہوئی تھی۔ اور آسمان پر شفاف چاند اپنا نور پھیلا رہا تھا۔ ہوا جنگل کے خود رو پھولوں کی مہک سے عطر بیز اور فرح بخش تھی۔

چلتے چلتے یہ دونوں ایک جنگل کے کنارہ پہنچے۔ اور آخر دونوں اسی طرح آگے پیچھے اس کے اندر داخل ہوئے۔ جنگل کے اندر درختوں کے پتے ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے تھے کہ بیحد تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن اس تاریکی میں بھی دور فاصلہ پر روشنی کی جھلک نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر میں یہ دونوں ایک کھلے مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں جپسیوں کا ڈیرہ نظر آتا تھا۔

مارکھم نے اپنے ساتھی کا بازو پکڑ لیا۔ اور چند منٹ تک اسے تھامے ہوئے اس عجیب اور پرشوکت نظارہ کو دیکھتا رہا۔

کم و بیش ایک ایکڑ زمین کو جنگل کی روئیدگی سے ایسے طریق پر صاف کیا گیا تھا کہ اس کے گرداگرد اونچے اونچے درخت ایک قدرتی فصیل کی طرح کھڑے تھے۔ اور اس میدان میں ایک سو کے قریب جپسی وضع کے خیمے نصب تھے۔ جابجا خوشگوار آگ جل رہی تھی۔ جس پر بھاری بھاری برتنوں میں کھانے کی چیزیں پک رہی تھیں۔ اور سانولے رنگ کے مرد اور کالی آنکھوں والی حسین عورتیں جابجا جمع نظر آتی تھیں۔ مردوں کے لانبے قد اور عورتوں کی توبہ شکن ادائیں اس جنگل میں ایک عجیب شان دلفریبی پیدا کر رہی تھیں۔ اور ہجوم کی گفتگو کی بھنبھناہٹ مبہم طریق پر سنائی دیتی تھی۔

مور کر نے اپنا بازو جپسیوں کی طرف پھیلا کر کہا "چار سو سورما جوان آپ کو اپنا رہبر بنانے کے لئے تیار ہیں۔"

ان لفظوں کو سنکر مارکھم کے قلب میں ناقابل بیان مسرت کی جھلک پیدا ہوگئی۔ لیکن اس نے اپنے ولولوں کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا "میرے عزیز دوست آخر وہ کونسا سحر تھا۔ جس کی مدد سے تم نے اتنی بڑی تعداد کو اس مختصر عرصہ میں جمع کر لیا؟"

مور کر بولا "میں شاہ زنگاری کا بیٹا ہوں۔ اور میرا اثر ایسا غالب ہے کہ انکی طرف سے انکار کی کوئی صورت نہ ہوسکتی تھی۔ میں بیان کرچکا ہوں کہ وہ کافی طور سے مسلح ہیں کیونکہ ان کے پاس جو سرمایہ جمع تھا۔ اس کی مدد سے انھوں نے ضروری ہتھیار اور بارود خرید لیا ہے۔"

رچرڈ کہنے لگا "میں ان چیزوں کی قیمت انہیں بہت جلد ادا کر دوں گا۔ لیکن تم نے کہا تھا۔ کہ یہ چار سو سورما آپ کو اپنا رہبر بنانے کے لئے تیار ہیں۔ مور کر ایسا نہ ہوگا۔ اس عزت کے حقدار تمہیں ہو کیونکہ تمہاری کوشش اور تحریک سے یہ شاندار جماعت تیار ہوئی ہے"

"نہیں جناب نہیں" مور کر نے کہا "یہ لوگ اسی امید پر جمع ہوئے ہیں کہ آپ ان کے رہنما بنیں گے کیمپ سکالا میں آپ ہی کا نام ہر جگہ عزت سے لیا جاتا ہے۔ اور آپ ہی کی موجودگی ان حبشیوں میں جرأت اور شجاعت پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوگی۔ آئیے میں آپ کا ان کے سرگروہ سے معانقہ کراؤں"

"تو کیا ان کا بادشاہ یہیں موجود ہے؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"نہیں جناب سنگانیوں یا اطالوی حبشیوں کا بادشاہ ان دنوں ٹسکلی گیا ہوا ہے۔ لیکن جس سرگروہ کے پاس میں آپ کو لے چلتا ہوں۔ وہ اس کا رشتہ دار ہی ہے"

مور کر ہمارے ہیرو کو ساتھ لے کر مختلف خیموں کی قطاروں سے گذرتا ہوا ایک ایسے مقام پر پہنچا۔ جہاں ایک زیادہ فراخ خیمہ نصب تھا۔ سنگانی لوگ رچرڈ کو حیرت اور ادب کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ بظاہر انہوں نے اس کی شخصیت پہچان لی تھی۔

خیمہ کے اندر تین بزرگ صورت حبشی قالین پر بیٹھے یا ٹیپ بیٹھے اور بعض سیاسی مباحث میں حصہ لے رہے تھے۔ انہوں نے بڑی گرمجوشی سے رچرڈ کا خیر مقدم کیا اور اسے عزت کی جگہ دی۔ اس کے بعد ایک کونسل منعقد ہوئی۔ لیکن چونکہ ان معاملات کا ذکر جو اسوقت طے ہوئے تفصیل کے ساتھ آگے چل کر آئیگا۔ اسلئے سر دست اس بارہ میں کسی قسم کی رائے زنی بے سود ہوگی۔

مختصر یہ کہ رچرڈ نے اس فوج کی کمان کا مشکل اور ذمہ داری کا عہدہ منظور کر لیا۔ اور فوراً ہی ایک ہزار کے نوٹ حبشیوں کے روبرو یہ کہکر رکھدیئے کہ اس سے ہتھیاروں کی کی قیمت اور حبشی جوانوں کی پیشگی تنخواہ ادا کی جائے۔

رات کے ۱۱ بجے تو ڈیرہ میں سب جگہ آگ بجھا دی گئی۔ اور جابجا پہرہ دار کھڑے ہو گئے۔ جن کے سپرد نگرانی کا کام نہ تھا وہ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔

جب دن نکلا۔ تو پھر وہی چہل پہل نظر آنے لگی۔ صبح کا کھانا جلدی ہی ختم کیا گیا۔ اور اس کے بعد رچرڈ نے کوچ کا فرمان صادر کیا۔

فیصلہ اس پر ہوا کہ اسلحہ بند مرد کوچ در کوچ کرتے تیزی سے اسٹیلا کیطرف روانہ ہوں اور عورتیں رفتہ رفتہ پیچھے چلی آئیں۔

زن و مرد۔ بھائی۔ باپ۔ بیٹے اور ماں بچے میں رخصت کی رسم بڑی خاموشی کے ساتھ لیکن موثر طریق پر ادا ہوئی۔ اور اس کے بعد کچھ کم چار سو جانباز جیسی جوان بندوقوں تیغوں اور بعض حالتوں میں کلہاڑوں سے مسلح جنگل کیطرف ہو لئے۔

ان کے آگے آگے رچرڈ تلوار لگائے پستولوں کی جوڑی جیب میں ڈالے اور مورگرا اور تینوں جیسی سرداروں کو ساتھ لئے چل رہا تھا۔

۲۹ ردسمبر کی صبح کو طلوع آفتاب کے وقت قلعہ اسٹیلا کی جنوبی فصیل کے پہرہ داروں نے ایک مختصر لیکن مضبوط جماعت کو اس جنگل کے اندر سے نکلتے دیکھا۔ جو نواحات پنیالا سے اسٹیلا کی دیواروں تک دریائے اسکلیو کے کنارہ کنارہ واقع ہے۔

افق مشرق سے نکلتے ہوئے سورج کی کرنیں ان جوانوں کے مجلا ہتھیاروں پر پڑیں تو پہرہ داروں کے کان کھڑے ہو گئے۔ ہر چند کہ اس فوج کے جوانوں نے کسی قسم کی وردی پہنی ہوئی نہ تھی۔ تاہم یہ معلوم کرنا سہل تھا کہ ان کا ارادہ دوستانہ نہیں ہے لیکن قبل اس کے کہ قلعہ نشین فوج ہتھیار بند ہو سکتی۔ رچرڈ کے جوانوں نے حفاظتی مقامات سے گذر کر فصیل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ آگے آگے رچرڈ مارکھم اور اس کے پیچھے جیسی جوانوں کی فوج۔ ہر شخص بے خوف ہو کر قلعہ کی طرف قدم اٹھاتا رہا۔ آخر کار جب یہ لوگ فصیل کے عین قریب پہنچ گئے۔ تو پہرہ داروں نے محاصرین پر بندوقوں سے فیر کیا۔ جس سے دو سنگانی جوان مر کر گر پڑے۔ اور ایک کو خفیف زخم آیا۔

رچرڈ مارکھم نے چلا کر کہا "تم بے خوف ہو کر میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ" اور وہ خود بڑی دلیری سے قدم اٹھاتا اس چوبی پل کے قریب پہنچ گیا۔ جس سے گذر کر قلعہ میں داخل ہونیکا راستہ تھا۔

اب وہ خوفناک مقابلہ شروع ہوا جس کی اہمیت کا ناظرین آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور جس کے لئے مارکھم ناتیار نہ تھا۔

قلعہ نشین فوج کے سپاہی فصیل پر جمع ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے محاصرین پر

بڑی بے رحمی سے فیر کرنے شروع کر دیئے تھے۔ لیکن حبشی جوانوں نے بھی پوری دلیری سے جواب دیا۔ اور جب کہ اکثر جوان قلعہ نشینوں پر جوابی فیر کر رہے تھے۔ چند آدمیوں نے اپنے بھاری کلہاڑوں سے پُل کا ایک مضبوط چوبی ٹکڑا کاٹ لیا۔ اور مارکھم کے زیر نگرانی اس سے قلعہ کے پھاٹک کو ضربیں پہنچانے لگے۔

جب کہ یہ ہو رہا تھا۔ سنگابیوں کے آٹھ نو آدمی قلعہ نشین فوج کے فیروں سے کام آئے اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اگر پھاٹک کچھ دیر اور نہ ٹوٹتا۔ تو محصورین کے مقابلہ میں ان کا زیادہ دیر ٹھہرنا غیر ممکن ہو جاتا۔

پھاٹک کھلنے کے ساتھ ہی مارکھم تلوار ہاتھ میں لیئے اپنے سنگابی جوانوں کی معیت میں اندر گھس گیا۔ دروازہ پر کچھ دیر مزاحمت ہوئی۔ لکے وکے جوان کام بھی آئے۔ لیکن ہمارے ہیرو نے مورکرا اور تینوں سنگابی سرداروں کے ساتھ مل کر ایسی داد شجاعت دی۔ کہ قلعہ نشین سپاہیوں کو پسپا ہوتے ہی بن پڑی۔

قلعہ کے اندر داخل ہوتے ہوئے رچرڈ نے زور کا نعرہ لگایا "آئینی آزادی کی جے ہو۔ پرنس البرٹ زندہ باش!" اس نعرہ میں سنگابی جوان بھی شریک ہو گئے۔ اور گو قلعے کے صحن میں نصف گھنٹہ بعد تک گھمسان کا معرکہ ہوتا رہا۔ تاہم کیبل سکالا کے سپاہیوں کے دلوں پر آزادی کے نعرہ سے ایسا اثر ہو چکا تھا۔ کہ انھوں نے بہت ہی خفیف مزاحمت کی اور گو وہ تعداد میں محاصرین سے بہت زیادہ تھے۔ تاہم جلدی ہی ہار گئے۔

صحن کے ایک جانب ایک فراخ لیکن نیچی چھت کا مکان نظر آتا تھا۔ جس کی کھڑکیاں آہنی سلاخوں سے محفوظ تھیں۔ اس کی طرف خون آلودہ تلوار سے اشارہ کر کے مارکھم نے کہا "دوستو۔ یہی محبان وطن کا قید خانہ ہے"۔

ان لفظوں کا ہمارے ہیرو کے ساتھیوں پر برقی اثر ہوا۔ اور وہ سپاہیوں کو آندھی کی طرح آگے اڑاتے بڑھتے چلے گئے۔ اس قید خانہ کا دروازہ فوراً ہی توڑ دیا گیا رچرڈ سب سے پہلے خود اس کے اندر داخل ہوا۔ اور اس نے قیدیوں کو رہائی دینی شروع کی۔ نصف گھنٹہ کے عرصہ میں کیبل سکالا کے ۵۰۰ محبان وطن کو رہا کر دیا گیا۔ اور انھوں نے بہت جلد پہچان لیا۔ کہ ہمیں رہائی دلانے والا وہی بہادر انگریز ہے۔ جس نے معرکۂ اوسور میں اسقدر داد شجاعت دی تھی۔

صدہا زبانوں نے "مارکھم" کا نعرہ لگا کر آسمان تک گونج پیدا کردی۔ ہر شخص اظہار شکر گذاری کے لئے اس کے قریب آنے لگا۔ کوئی اسے اپنا افسر اور کوئی نجات دہندہ کہتا تھا۔

لیکن اب مبارکباد یا تشریحات کے لئے وقت نہ تھا۔ کیونکہ قلعہ کی فوج ہر چند کمزور تھی۔ مگر شہر کی کافی مضبوط تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ کپتان جنرل نے باشندگان اسٹیلا کو مرعوب کرنے کے لئے فوج کا بڑا حصہ شہر میں رکھا ہوا تھا۔ یہ بات مورکر نے جاسوسوں کے ذریعہ سے اسوقت ہی معلوم کر لی تھی۔ جب کہ مارکھم صاحب فراش تھا۔ اور اسی لئے پہلے شہر پر حملہ آور ہونے کی بجائے قلعہ پر حملہ کیا گیا۔

اب رچرڈ قلعہ کا مالک تھا۔ قلعہ نشین فوج کا کچھ حصہ اسٹیلا کو بھاگ گیا۔ لیکن ۳۰۰ کے قریب جوان حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہونے پر آمادہ ہوگئے۔ اسکے بعد اسلحہ خانہ کو کھولا گیا۔ اور جن محبان وطن کو قید خانہ سے نکالا گیا تھا۔ ان میں ہتھیار تقسیم کئے گئے۔ اس طرح پر بہت جلد کم و بیش ۲۱سو جوان رچرڈ کے ساتھ ہو لئے۔ اور صرف ۲۰ سنگالیوں کے کام آنے سے ہی اس نے فاتحانہ پوزیشن حاصل کر لی۔

اب دوپہر کا وقت ہو گیا تھا۔ اسکی سپاہ کے کچھ آدمی کھانا کھا رہے تھے۔ اور کچھ اس قسم کے حفاظتی انتظامات کر رہے تھے۔ کہ اگر کپتان جنرل اسٹیلا کی طرف سے قلعہ پر حملہ آور ہو تو اس کی مدافعت کی جاسکے۔ قلعہ کے ایک حصہ میں رچرڈ۔ تینوں سنگالی سرداروں۔ مورکر اور رہا شدہ قیدیوں میں سے بعض سرکردہ شخصوں کو ساتھ لیکر کچھ مشورہ کر رہا تھا۔

اس کونسل میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ رچرڈ اسٹیلا کے باشندوں کے نام ایک اعلان اس مطلب کا شائع کردے کہ ہم ملکی آزادی کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ اور ہمارا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ زیر حراست محبان وطن کو رہا کیا جائے۔ آسٹریدی حملہ آوروں کو ملک سے خارج کیا جائے اور پرنس البرٹو کو تخت کیسل سکالا پر بٹھایا جائے۔

چنانچہ اس تجویز کو زیر عمل لایا گیا۔ اور اس قسم کی ایک دستاویز اسٹیلا کے میئر کے نام روانہ کی گئی۔ اسیوقت کارپوریشن کا اجلاس منعقد ہوا۔ اور جب کہ کپتان جنرل قلعہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ میونسپل باڈی کے شرکا مشورت کر رہے تھے۔

اسی طرح تین گھنٹے گذر گئے۔ اور اس وقت افواہ اڑی کہ سپاہ نے کپتان جنرل کے حکم پر بارکوں سے نکلنے سے انکار کر دیا ہے۔ کامیاب حامیان آئین کے ساتھ خلقت کی ہمدردی کے اس تازہ ثبوت سے ارا کین کارپوریشن کو بہت جلد ایک خاص فیصلہ پر پہنچنے کا موقعہ مل گیا۔ اور سینیر ارا کین میونسپلٹی میں سے بعض سرگروہ شخصوں کو ساتھ لے کر رچرڈ مارکھم کی خدمت میں حاضر ہوا جہاں اس نے شہر کی کنجیاں اسکے حوالہ کر دیں۔

یہ خبر مشہور ہوتے ہی کپتان جنرل۔ پولیٹیکل پریفکٹ اور ایک رجمنٹ جو اب تک گرینڈ ڈیوک کی وفادار رہی تھی۔ شہر سے غیر معمولی تیزی کے ساتھ فرار ہو گئی۔ اور باقیماندہ فوج نے رچرڈ مارکھم کو اس مطلب کی اطلاع بھیجی۔ کہ ہم آپ کے ساتھ شریک ہونے کو آمادہ ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس قابل یادگار دن کو شام کے ۶ بجے توپوں کی گھنگرج آواز کے ساتھ ٹون ال پر آزادی کا تین رنگ کا پھریرا لہرانے لگا۔

رچرڈ کے لئے یہ کامیابی امید سے بڑھ کر تھی۔ اب وہ نہ صرف کیسل سکالا کے ایک خاص شہر پر قابض ہو گیا تھا۔ بلکہ اس کے جوانوں کی تعداد بھی کم و بیش تین ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ شہر میں امن و سکون قایم کرنے کے بعد پہلا کام جو رچرڈ مارکھم نے کیا یہ تھا۔ کہ نیپلز میں سینیر وولانی کے نام ایک خط اپنے ہرکارہ کے ہاتھ روانہ کیا جس میں نہ صرف اس دن کی فتوحات کی تفصیل درج تھی۔ بلکہ یہ درخواست بھی موجود تھی۔ کہ آپ ان واقعات کی اطلاع انگلستان میں پرنس البرٹو کو بلا توقف دیدیں۔ مگر خط پر ان کا نام کونٹ البرٹو ولی لکھیں

شہر پر آزادی کا پھریرا نصب ہونے کے بعد میونسپل کونسل کا اجلاس پھر شروع ہوا۔ اور کم و بیش رات کے دس بجے تک ہوتا رہا۔ اس کے بعد میئر نے ایک اعلان شائع کیا۔ جس کے تین امور خاص حسب ذیل تھے۔ ایک تو یہ کہ اس شہر کی کونسل کا نام آج سے صوبہ اسٹیلا کی انتظامی کمیٹی رکھا جاتا ہے۔ اور اس کا اجلاس مستقل سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ رچرڈ مارکھم کو صوبہ کی فوج کا جنرل انچیف مقرر کیا جاتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ کیسل سکالا کے تمام محبان وطن کا فرض ہے۔ وہ آئینی آزادی کی خاطر اسلحہ بند ہو کر آسٹروی فوج کو ملک سے باہر نکالیں۔ اور پرنس البرٹو کی حمایت کریں۔ اس اعلان کی نقل رچرڈ مارکھم کو بھیجدی گئی۔ جس نے پہلے اور تیسرے اعلان کو بہت پسند کیا۔ اور دوسرے کو بھی منظور کر لیا۔

دوسرے دن قلعہ کے گودام سے بند وقیں وغیرہ نکالکر سنگا لی جوانوں اور قلعہ کے رہا شدہ محبان وطن میں تقسیم کی گئیں - اور اسوقت کارپوریشن کی درخواست پر رچرڈ نے شہر میں داخلہ کی رسم ادا کی - وہ نظارہ کبھی بھول سکتا ہے - جب ہمارا ہیرو ایک جنرل افسر کی وردی پہنے شاندار گھوڑے پر سوار بڑے تزک و احتشام کے ساتھ شہر میں داخل ہوا - بازاروں میں دو رویہ قلعہ نشین فوج کے جوان کھڑے تھے - اور اپنے نوجوان کمانڈر کو جس کی شجاعت کو اس غیر معمولی کامیابی میں بہت کچھ دخل تھا - اور جسے لوگ عام طور سے کیپس سکالا کا نجات دہندہ کہہ رہے تھے - فوجی سلام کر رہے تھے -

رچرڈ ڈمارکھم ایک جنرل افسر کی وردی پہنے تزک و احتشام کے ساتھ شہر میں داخل ہوا

چیڈ کے ساتھ ساتھ دو افسر تھے جنہیں اس نے اپنا ابڈی کانگ مقرر کیا تھا اور پیچھے پیچھے وفادار سود کر تھا جسے لاکھ کہا گیا۔ مگر اس نے کوئی عہدہ لینا منظور نہ کیا۔ اور ایک سپاہی کی وردی پہنے اپنے آقا کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔

کھڑکیوں میں بیشمار حسین عورتیں ہمارے جوان ہیرو کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے قرار تھیں۔ اور جب کہ خوشنما آنکھوں میں اس کی صورت دیکھ کر خوشی کی چمک پیدا ہوتی تھی۔ نازک اور سفید ہاتھ پھولوں کے گلدستے اور مصنوعی پھول اس پر برسا رہے تھے۔

جابجا گھنٹے بج رہے تھے۔ اور توپیں سلامی اتار رہی تھیں۔ بازاروں میں ہجوم پرجوش نعرے بلند کر رہا تھا۔ اور محکمہ سول کے افسر سرکاری وردی پہنے ٹون ہال میں اس کے استقبال کو موجود تھے۔

جس وقت یہ جلوس ٹون ہال میں پہنچا۔ تو رچرڈ کو اس کے شجاعانہ کارناموں پر مبارکباد دی گئی۔ اور اسے ایک پرتکلف دعوت میں مدعو کیا گیا۔ مگر اس نے ملائمت اور استقلال کے لہجہ میں کہا "صاحبان میں اپنے انکار کے لئے آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن ابھی کیسل سکالا میں راحت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور اگر میں اپنا قیمتی وقت اس جلسہ طرب میں بسر کرنے لگوں۔ تو یہ میری سخت نالائقی ہوگی آسٹروی فوج کا ایک حصہ صوبہ ابزنانی پر قابض ہے۔ اور اسے خوف زدہ کر رہا ہے میرا ارادہ ہے کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں۔ تو دو گھنٹے کے عرصہ میں اسقدر فوج ساتھ لے کر جو آپ مجھے دے سکیں۔ اس طرف روانہ ہو جاؤں۔ اگر خدا نے مجھے کامیابی بخشی۔ تو میں سیدھا مونٹوبی کیطرف نکل جاؤں گا۔ اور یا تو اسے محاصرین سے نجات دلاؤں گا۔ ورنہ اس کی فصیل کے نیچے جان دیدوں گا۔"

اس مختصر لیکن موثر تقریر کا حضار پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور ہر شخص نے زور سے چیرز دیئے۔ آخر جب پھر ایک بار خاموشی ہوئی۔ تو میئر نے کہا "اے صاحب آپ جائیے۔ اور اپنے مقصد کو پورا کیجئے۔ خدا آپ کا مددگار ہوگا۔ فوج کی جس قدر آپ کو ضرورت ہو لے جائیے اور روپیہ کا انتظام ہم پر چھوڑ دیجئے۔ جائیے۔ خدا نے آپکو ہماری نجات کے لیے بھیجا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ کیسل سکالا کو ظلم سے بچانے آئے ہیں۔"

مارکھم نے جھک کر سلام کیا اور واپس چلا گیا۔ راستہ میں پھر اس کا ویسا ہی پرجوش

استقبال ہوتا رہا۔ مگر اس نیک بندے کے دل میں ان سارے واقعات نے ذرا غرور پیدا نہیں کیا۔ غرور یا نخوت کے لئے اس کے دل میں جگہ ہی نہ تھی۔ ہاں صرف ایک جذبہ اسے آگے آگے بڑھنے پر اکسا رہا تھا۔ اور وہ ایک جذبہ امید کا تھا۔ خوشگوار۔ راحت بخش جان آفریں امید کا جو اس کے کان میں کہہ رہی تھی۔ کہ اگر تو نے اپنے آپ کو اسابیلا کے لائق ثابت کیا۔ تو وہ یقیناً تیری ہے!

قلعہ میں پہنچکر اس نے دوبارہ کوچ کی تیاری کا حکم صادر کیا۔ تجویز یہ تھی کہ ایک ہزار قلعہ نشین فوج اسٹیلا میں چھوڑ دی جائے۔ اور دو ہزار جوانوں کو ساتھ لیکر جس میں راستہ میں اضافہ ہونے کی امید تھی۔ ابرنٹائی کی طرف کوچ کیا جائے۔

رچرڈ مارکھم جس تیزی سے نقل و حرکت کرنا چاہتا تھا۔ اس کا نہ صرف باشندگان اسٹیلا بلکہ اس کے زیر کمان فوج پر بھی بہت اچھا اثر پڑا۔ اور گو وہ سب اسے اس رتبہ کے لائق سمجھتے تھے۔ جو اس نے اپنی ہمت بازو سے حاصل کیا تھا۔ تاہم بہت کم لوگوں کو معلوم تھا کہ وہ وقت عنقریب آنیوالا ہے۔ جب ہمارا ہیرو زیادہ مشہور ہیروؤں میں شمار ہونے لگے گا۔

سہ پہر کو دو بجے کے قریب آئین پسند فوج جس میں دو ہزار کے قریب جوان شریک تھے قلعہ کے مغربی دروازے سے گذر کر تیگوسیکا کی طرف ہولی۔ آگے آگے چار سو سوار تھے ان کے پیچھے سنگانی جوان پھر توپخانہ جس میں بارہ ضرب توپیں تھیں۔ اس کے پیچھے رضا کاران وطن دوست۔ آخر میں قلعہ نشین سپاہ کے پیادہ جوان تھے۔

دریا کو عبور کرنے کے بعد رچرڈ نے اپنی سپاہ کو تین دستوں میں مرتب کیا۔ اور اس کے بعد یہ لوگ ولا بیار کی طرف روانہ ہوئے۔ جس کے متعلق معلوم تھا کہ وہاں کے لوگ آئین پسندوں کے حامی ہیں۔

لیکن جس وقت بہادر رچرڈ مارکھم اپنے شجاع جنگجوؤں کے ساتھ کریل سکالا کے زرخیز میدانوں سے گذر رہا تھا۔ بعض نہایت دلچسپ واقعات دور دراز مقامات پر اس کے اپنے وطن میں ظہور پذیر ہو رہے تھے۔ آئیے ذرا ان کی کیفیت بھی معلوم کریں۔

جلد دہم ختم ہوئی

رینالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحات	قیمت
مسٹریز آف لنڈن	فسانہ لنڈن (۸ حصے)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۲۲۸	۵عہ/۸
سمسٹریس	سوزش عشق	پنڈت شمبر ناتھ صاحب سپرو	۵۱۹	۲عہ/۸
رائی ہوس پلاٹ	فسانہ لارنس ورتھ (۲ حصے)	منشی محمد امیر حسن صاحب	۱۲۱۰	۳ر
پوپ جان	طلسمات	منشی خلیل الرحمٰن صاحب	۲۶۸	۲عہ/۸
فاسٹ	فریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵	۶ع
مے ڈلٹن	شکستہ دل	مسٹر وی ایم کمار	۱۳۶	۱۲ر
لیلی یا سٹار آف منگریلیا	فسانہ الہ دین و لیلی	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۴	۲عہ/۸
برونز سٹیچو	لعبت فرنگ	منشی رام نرائن صاحب	۷۲۴	۲عہ
مارگرٹ	مارگرٹ	منشی گردیاسہائے صاحب بی اے	۱۴۸	۱۲ر
عمر	عمر پاشا (۲ حصے)	منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی	۵۰۳	۶ع/۸
سولجرس وائف	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر دلکشا سیدت صاحب عابد	۱۴۴	۱۲ر
روز البرٹ	روز البرٹ (۲ حصے)	منشی جے نرائن صاحب ورما اثر لکھنوی	۳۵۷	۲عہ/۸
نیکد ومیر	اسرار (۲ حصے)	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴	۱عہ/۲
واگنر دی ویر ولف	واگنر و نسیبا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۴۲۴	۶ع
اسٹرنگ نیز آف کیمس	دھوکا یا طلسمی فانوس	منشی سید احسین صاحب مرحوم	۳۶۱	۲عہ/۸
کینیتھ	پاداش عمل (۴ حصے)	مولوی صدیق صاحب	۷۴۸	صہ/
میری پرائس	سرگذشت (۳ حصے)	منشی نوازش علی صاحب	۹۲۴	۲عہ/۱۱
الفرڈ	شاد کام	منشی امجد حسین خان صاحب مرحوم	۲۱۰	عہ/
لو آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد الدین صاحب فیلی اے مرحوم	۲۱۰	۲عہ/۸
نیگ ڈچیس	شام جوانی	منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی	۱۴۴	۲عہ/۱۱
نشرمینا	نیرنگ	سید احمد شاہ صاحب لکھنوی	۵۵	۸ر

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

نہایت دلچسپ اور قابل دید نو طبع ناول

راج سنگھ۔ بابو بنکم چند چٹرجی کے اسی نام کے مشہور بنگلہ ناول کا اردو ترجمہ مہاشہ سدرشن
جن لوگوں نے اس سے پہلے اس مشہور و معروف بنگالی مصنف کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے
وہ جانتے ہیں کہ اس کی تصانیف کس پایہ کی ہیں۔ عہد اورنگ زیبی اور راجپوت بہادروں
کے کارناموں کا ذکر دلفریب پیرایہ میں کیا گیا ہے حجم ۲۱۶ صفحے قیمت عہ

موتیوں کا جزیرہ۔ الگزینڈر ڈوما اس مشہور فرانسیسی مصنف کے بہترین ناول کونٹ
آف مونٹی کرسٹو" کا اردو ترجمہ از منشی غلام قادر صاحب فصیح مرحوم۔ ایسا دلفریب قصہ ہے
کہ رینالڈس کے ناولوں کی طرح شروع کر کے ختم کئے بغیر چین نہیں آتا۔ لارڈ سالسبری وزیر
اعظم برطانیہ اس ناول کو ہمیشہ اپنے سرہانے رکھا کرتے تھے اور ان کا قول تھا کہ میں اسے بار
بار پڑھ کر بھی نہیں تھکتا۔ چار جلدوں میں ۲۰۵۰ صفحات۔ قیمت ھ۔ جدا جدا فی حصہ
ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

انقلاب یورپ:۔ فرانسیسی زبان کے بہترین مصنف ماداں بیلا تک کے عظیم النظیر
ناول ۱۳ ۸ کا ترجمہ۔ عشق۔ سیاست اور سراغرسانی ان تینوں کا مرکب یہ ناول ہے جس کے
ترجمے اس سے پیشتر یورپ کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ہو چکے ہیں قصہ کی دلچسپی کا یہ عالم ہے
کہ اگر آپ پہلا باب پڑھ لیں تو ختم کئے بغیر کھانا پینا اور سونا بھی حرام ہو جائے۔ پہلے یہ ناول
بالاقساط رسالہ ترجمان میں چھپا تھا اور اس کی دلچسپی کی یہ کیفیت تھی کہ لوگ دوسرے پرچے
پرچے کے لئے چشم براہ ہوتے تھے۔ اب ناظرین کے اصرار پر اسے کتابی صورت میں تیار
کیا گیا ہے اس کے مترجم بابو روشن لال صاحب ہیں۔ جن کی مختصر کہانیاں رسالہ العصر
لکھنؤ رسالہ ترجمان لاہور اور رسالہ پیام یار میں چھپ کر خلعت قبول حاصل کر چکی ہیں غضب
کا دلفریب قصہ۔ سکتے میں لانے والے نظارے۔ ایسا دلکش کہ برسوں یاد رہے۔ ایسا پر
اسرار کہ نیند حرام کر دے۔ ۳۰۰ بڑے صفحے قیمت ہر دو حصہ کامل عہ

سیر ظلمات سر رائڈر ہیگرڈ کے مشہور و معروف ناول "پیپل آف دی مسٹ" کا اردو ترجمہ
از مولوی ظفر علی خاں صاحب (علیگ) حیرت انگیز اور سنسنی خیز ناول ہے ۴۲۰ صفحے قیمت عہ

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

سلسلہ اول جلد یازدہم

فسانہ لندن

ترجمہ مسٹریز آف لندن

مصنفہ

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروزپوری

پبلشر

لال برادرس

۳ پارسنز روڈ نولکھا ۔ لاہور

قیمت ۱۲؍

۲۰۶۵

(۲)
دو باتیں

یاد رکھئے اور ان پر عمل کرنے سے آپ بیماری تکلیف و تشویش سے بچیں گے

اوّل: امرت دھارا تقریباً اُن کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں بوڑھوں، بچوں، جوانوں یا عورتوں کو ملکہ مال مویشی کو ہوتی ہیں عملی علاج ہے اور استعمال کرنے والوں سے

۲ہزار

کی یہ رائے ہے کہ **امرت دھارا** ہر وقت اپنے پاس رکھنی چاہیئے۔ امرت دھارا کی مشہوری دیکھکر لوگوں نے جو نقلیں شروع کی ہیں وہ سخت امراض میں دھوکا دیتی ہیں۔ ہمیشہ اصل کو خرید کر پاس رکھنا چاہیئے۔ مفصل حالات کے واسطے رسالہ امرت "**مفت**" منگوائیں۔

قیمت دو روپے آٹھ آنے دعا، نمونہ صرف آٹھ آنے (۸) ؍

دوم: امرت دھارا کے موجد کوی ونود وید بھوشن پنڈت **ٹھاکر دت** شرما وید تین طبی اخباروں کے ایڈیٹر اور تیس ویرنی کے قریب **مفید عام کتب** کے مصنف ہیں اور آپ کی زیر نگرانی شمالی ہندوستان کا سب سے بڑا اوشدھالیہ جس کی عمارت پر **۲ لاکھ روپیہ** خرچ آیا ہے چل رہا ہے۔ امرت دھارا کے علاوہ ۴ سو کے قریب دیگر ادویات تیار رہتی ہیں۔ آپ مریضوں کا نہایت غور سے علاج کرتے ہیں۔ جہاں جس دوائی کی ضرورت ہو دیکھی جاتی ہے۔ آپ خفیہ امراض مردان و زنان کے بھی خاص معالج ہیں اور ہزارہا انسان خط و کتابت کے ذریعہ سے علاج کرا کر پھر سے نئی قوت حاصل کر چکے ہیں۔ نمونہ طبی اخبارات دیش اپکارک و وید امرت فہرست طبی کتب فہرست ادویات کارخانہ و رسالہ امراض مخصوصہ مردان ایک آنہ کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک آنے پر **مفت** بھیجے جاتے ہیں۔

المشتہر منیجر کارخانہ امرت دھارا و شفا لیہ امرت دھارا

بلڈنگس امرت دھارا سڑک امرت دھارا ڈاک خانہ نمبر ۳۹ لاہور

سلسلہ اول

فسانہ لندن

جلد یازدہم

پہلا باب

مایوسوں کا سہارا امید

یکم جنوری سنہ ۱۸[illegible]ء کا دن تھا۔

سال نو کا پہلا دن اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ دن ہے جب انسان اپنی زندگی کے عہد ماضی اور زمانہ مستقبل پر ایک نظر ڈالنا ضروری سمجھتا ہے اور اگر اس کی طبیعت میں عاقبت بینی کا مادہ حاضر ہے۔ تو یقیناً اس کی گذشتہ غلطیاں آئندہ امیدوں کی رہبری میں بہت مدد دے سکتی ہیں۔

قدیم علم الاصنام میں جانس کے دو منہ دکھائے گئے ہیں۔ ایک آگے کی طرف [illegible] ایک پیچھے کی جانب۔ اسی طرح انسانی دل دو سال کے درمیانی عرصہ میں کھڑا [illegible] مستقبل دونوں طرف نظر ڈال سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو عہد گذشتہ کی [illegible] اٹھاکر زمانہ آئندہ کے لئے عبرت حاصل کر سکتا ہے۔

یہی وہ دن ہے۔ جب ان رفتگان عزیز کی یاد از خود دلوں میں [illegible] زمانہ کی خاموشی اور نظر نہ آنیوالی رو بہا لے گئی ہے اور جواب ہمارے درمیان باقی نہیں [illegible] ناظرین ان ہستیوں کا ذکر کرکے آنسو بہاتے اور ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں جنہیں حالات زمانہ سے مجبور ہوکر دور دراز ملکوں میں جانا پڑا ہے۔ جو شاید اپنے ملک کی خاطر کسی گرم

میدان میں شریک کارزار ہیں۔ یا سمندر کی ناپیداکنار سطح کو عبور کر رہے ہیں۔

یہ سب کچھ ہوتا ہے مگر کیا اس قابل یادگاروں کو ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں خدا نے رتبہ اور عظمت دی ہے۔ ان بدنصیبوں کا بھی کچھ خیال آتا ہے۔ جن کی زندگیاں رنج و مصیبت میں بسر ہوتی ہیں۔ جن کی ابتدا اور انتہا ایک دائرہ افلاس و نکبت پر ختم ہے۔ اور جن کیلئے دنیا آرام کی جگہ نہیں بلکہ محض آزمائش کا ایک مقام ہے؟

یکم جنوری ۱۸۷۱ء کا دن تھا۔ اور مسٹر گرین وڈ کی نشست گاہ میں انگیٹھی پر رکھی ہوئی گھڑی نے دو بجائے تھے۔ خود گرین وڈ کمرہ کے اندر حالت اضطراب میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا اس کے لباس میں آراستگی کی بجائے لاپروائی کا اثر غالب تھا۔ اور میز پر چٹھیوں اور حساب کی کتابوں کا انبار معمولی سلیقہ کی بجائے گھبراہٹ کے ساتھ ادھر ادھر پھینکا ہوا نظر آتا تھا۔

معلوم ہوتا تھا مسٹر گرین وڈ نے آج اپنی بدنی آراستگی پر معمول سے بہت ہی کم توجہ کی ہے۔ کمرہ کی حالت بھی ظاہر کرتی تھی۔ کہ اسے کوئی ایسی مصروفیت درپیش رہی ہے جس کے باعث وہ اس کی صفائی پر بالکل توجہ نہیں دے سکا۔ اس کی پیشانی پر افسردگی کا بادل چھایا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں اضطراب اور بے چینی کی جھلک پائی جاتی تھی۔

یکایک اس نے کسی قدر بلند آواز سے کہا ”لعنت ہو موذی لافلور تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ تجھ نابکار کی شرارت سے صرف ایک صدمہ میں مجھے کس قدر نقصان اٹھانا پڑا اس کا خیال آتا ہے۔ تو دماغ میں جنون کا اثر پیدا ہونے لگتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے یہ صدمہ مجھے دیوانہ بنا دیگا۔ معاملہ اگر صرف ان ۲۰ ہزار پونڈ کا ہوتا۔ جو اس سیاہ قلب فرانسیسی بدمعاش اور اس کے ساتھیوں نے اڑائے۔ تو میں اس کی مطلق پروا نہ کرتا۔ لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ اس رقم کے وقت پر پیرس نہ پہنچنے سے نرخ تبادلہ کے اثر نے میرے لاکھوں پر پانی پھیر دیا ہائے افسوس۔ نقصان کا یہی پہلو سب سے زیادہ رنجدہ ہے۔ کل پچاس ہزار پونڈ۔ ہاں پورے ... پچاس ہزار روپے کافور کی طرح اڑ گئے! اور ہاں نے وہ ۲۰ ہزار کی رقم پیرس میں کس خوش اسلوبی سے کاروبار میں لگائی تھی۔ اگر یہ ملعون واردات ظہور میں نہ آتی۔ تو ۵ سو ہزار کا نفع تو قطعی طور پر یقینی تھا۔ خدا اس بدنصیب لافلور کا ستیاناس کرے۔ وہ جیل خانہ میں مرے! اس کی بوٹیاں چیل کوے کھائیں!“

یہ خوفناک فقرات کہتے ہوئے گرین وڈ نے غصہ سے دانت پیسنے شروع کئے لیکن اس نے ایک لمحہ بھر کے لئے بھی معاملہ کے اس پہلو پر غور نہ کیا۔ کہ لافلو میری ملازمت میں داخل ہوا تو دیانتدار آدمی تھا۔ اس نے یہ نہ سوچا کہ خود میں اس سے کن سازشوں، چالبازیوں اور شرارتوں میں کام لیتا رہا ہوں۔ اور اس طریق پر خود ہی اسے زندگی کی اس راہ پر ڈالنے کا موجب ثابت ہوا ہوں۔ جس کا انجام وہی ہونا چاہئے تھا جو ہوا۔ یعنی آقا سے ہر قسم کی چالیں سیکھ کر نوکر نے سب سے پہلے اسی پر ان کی آزمائش کی!

بدمعاش! حرامزادہ!" گرین وڈ نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا۔ "میں اس ملعون سے کتنی نرمی کرتا رہا۔ اور اس نے اس کا کیا عوض دیا؟ میں نے بلا طلب اس کی تنخواہ میں اضافہ کیا۔ اسے انعام واکرام سے کبھی محروم نہیں رکھا۔ اور اس پر اعتماد درجہ کا اعتماد کیا۔ اس کے برخلاف فلپو جس پر میں نے سوائے عورتوں کے معاملات کے اور کسی بات میں اس سے بقصد بھی اعتماد نہیں کیا پورا وفادار ثابت ہوا ہے!"

اس نے رک کر انگیٹھی پر رکھے ہوئے ٹائم پیس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "ڈھائی بج گئے اور ٹاملنسن ابھی تک نہیں آیا۔ آخر کیا بات ہے؟ کیا کوئی خاص معاملہ پیش آ گیا ہے؟ یقیناً وہ بات بگڑ تو نہ گئی ہوگی۔ اگر ایسا ہوا ہو۔۔"

یہ خیال آتے ہی گرین وڈ کے چہرہ پر اس طرح سیاہی چھا گئی۔ جیسے برسات میں آسمان پر ابر سے پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کے ذرا دیر بعد کسی نے دروازہ پر دہری دستک دی۔ جس سے سارا مکان گونج اٹھا۔ گرین وڈ کہنے لگا۔ "شکر ہے ٹاملنسن آ گیا!" اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے جذبات پر قابو پا کر اطمینان اور سکون کا انداز اختیار کر لیا۔

جب دلال کمرہ میں داخل ہوا تو گرین وڈ نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "ٹاملنسن تم وقت مقررہ سے گھنٹہ بھر بعد آئے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" دلال نے کہا۔ "لیکن دیر آپ ہی کے معاملہ نے کر دی۔"

"پھر اب کیا خبر لائے ہو؟" گرین وڈ نے ایسے طریق پر پوچھا۔ جس میں اس کے قلب کا اضطراب ظاہر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

ٹاملنسن نے کہا۔ "خبریں کچھ اچھی نہیں ہیں۔ آپ نے ۵ ہزار کی تلاش میں ۲ ہزار پونڈ

اونچے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ ہی گم ہو گئے۔ خوش نصیبی سے آپ مالدار آدمی ہیں اور ایسے انقلابات کو اچھی طرح برداشت کر سکتے ہیں۔ ورنہ کوئی اور ہوتا تو اس بوجھ کے نیچے دبکر رہ جاتا۔ اس کے علاوہ جو شخص آپ کی طرح بڑے بڑے امور کرتا ہو اسے نفع کے ساتھ ساتھ نقصان کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔ میری رائے ہے تو اب آپ اس ہسپانوی معاملہ کو نظر انداز ہی کر دیجئے۔ خدا معلوم کیا بات ہے کہ آپ کو پے در پے ناکامیوں میں پہلے درپے گھاٹا پڑ رہا ہے پہلے آپ کے نوکر کی شرارت سے معقول نفع کی رقم ہاتھ نہیں آئی۔ اور اب اس ہسپانوی معاملہ نے کوئی نفع دینے کی بجائے الٹا نقصان کی مقدار کو بڑھا دیا۔

اس طرح اس تقریر سے ایک خاص فائدہ یہ ہوا کہ گرین وڈ اس صدمہ کے اثر سے سنبھل گیا۔ جو اس نئی ناکامی کی بدولت اسے پہنچا تھا۔ گرین وڈ کہنے لگا "میرے عزیز ٹامکنس ہسپانوی معاملہ کو بہر حال میں ادھورا نہ چھوڑوں گا۔ ہسپانوی سفیر کی نسبت مجھے ایک دوست کی زبانی جو واقفیت حاصل ہوئی۔ وہ ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ملکہ کرسٹینا اپنا پارلیمنٹ کے مشورہ سے کچھ رقم سود کے طور پر ضرور تسلیم کرے گی۔ اس بارہ میں بہت جلد اعلان ہونے والا ہے لیکن ایک مشکل یہ درپیش ہے کہ سردست میرا سارا روپیہ مختلف کاروبار میں لگا ہوا ہے۔ ٹامکنس تم سے کوئی بات کیا چھپائی جا سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلے دنوں میں ضرورت سے زیادہ روپیہ تجارتی کام میں لگا چکا ہوں۔ مگر یاد رکھو میرے پاس اب بھی کافی اثاثہ موجود ہے لیکن وہ ایسے طریق پر محفوظ ہے کہ اس سے فوراً کام نہیں لیا جا سکتا۔"

"پھر اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ایک سال کے عرصہ میں تم نے شہرت دوبارہ رسوخ حاصل کر لیا ہے۔ اور لوگوں کو شاید دیوالہ کا معاملہ اب یاد نہیں رہا۔"

"لیکن مجھے تو یاد ہے" دلال نے تلخی کے لہجہ میں کہا۔

گرین وڈ نے کہا "اوہ! اس کا مدعا الٹ نہیں ہے جو میں تم سے کہنے کو تھا۔ یہ ہے کہ مجھے تین مہینہ کے لئے پندرہ بیس ہزار پونڈ قرض لے دو۔"

"میں اس کی کوئی پکی امید نہیں دلا سکتا۔" ٹامکنس بولا۔ "کیونکہ آپکا کوئی تجارتی کارخانہ نہیں ہے۔ اور آپ سٹہ بازی میں ہی پورے طور سے مشہور ہیں۔"

"لیکن ایک سرمایہ دار کی حیثیت میں بھی تو میری شہرت کچھ کم نہیں ہے۔" گرین وڈ

نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ بڑے اطمینان کے انداز سے گھڑی کی طلائی زنجیر پر ہاتھ پھیرنے لگا
تھا۔ ہالمنٹ حسب معمول سکون کے لہجہ میں کہنے لگا۔ "بیشک کبھی آپ ایک مشہور سرمایہ دار تھے۔ لیکن بری خبریں پر لگا کر اڑتی ہیں۔ اور آپ کے نقصانات . . ."

". . . لوگوں میں کافی طور پر شہرت پا چکے ہیں یہی تمہارا مطلب ہے؟" گرین وڈ نے اضطراب کے لہجہ میں کہا۔ "ہالمنٹ اس کی مجھے بالکل پروا نہیں۔ میرے پاس ابھی کافی وسائل باقی ہیں۔ دقت صرف یہ ہے کہ میں ان سے فوری امداد نہیں لے سکتا۔"

"بیشک میں آپ کا مطلب سمجھتا ہوں۔ یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہے کہ آپ پیلس امیروں اور ایسے نوجوانوں کو جنہیں عنقریب جائداد ملنے والی ہو قرضہ دیا کرتے ہیں انکے تمسکات اور ہنڈیاں آپ کے پاس موجود ہوں گی۔ ان سب کو اگر آپ ایک مجموعی کفالت کے طور پر جمع کرادیں تو میں ان کے مساوی رقم آپ کو بارہ گھنٹہ کے اندر اندر حاصل کر کے دے سکتا ہوں۔"

"اچھا!" گرین وڈ نے خوش ہو کر کہا۔ پھر لمحہ بھر تامل کے بعد کہنے لگا "تمہاری رائے میں اس طرح تو کام میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی؟"

"بالکل نہیں" دلال نے جواب دیا۔

گرین وڈ نے ایک لمحہ بھر مزید تامل کیا۔ پھر کہنے لگا "بات دراصل یہ ہے کہ وہ سارے مالی معاملات جن کا تم نے حوالہ دیا بالکل پوشیدہ ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ . . ."

"اس صورت میں آپ دانا ہیں جو بہتر سمجھیں کریں" ہالمنٹ نے سرد مہری سے کہا "لیکن اس بات کا میں یقین دلا سکتا ہوں کہ جس شخص کا میں نے ذکر کیا۔ وہ آپ کے کاغذات اپنے پاس رکھتا ہوا بھی آپ کا راز فاش نہ کریگا۔ میری تجویز کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ہزار کے تمسکات اور ہنڈیاں کفالت کے طور پر جمع کرا کے تین ماہ کے لئے ۲۰ ہزار کی رقم حاصل کریں۔ یوم مقررہ کو رقم ادا کر کے آپ اپنے کاغذات واپس لے سکتے ہیں۔ آپ کے قرض داروں کو اس معاملہ کی کانوں کان خبر نہ ہونے پائے گی۔ یہ سودا صرف اسی صورت میں ظاہر ہوگا کہ آپ تاریخ مقررہ کو روپیہ واپس ادا نہ کریں۔ اس وقت شخص مذکور ان ہنڈیوں کو فروخت کرنے پر مجبور ہوگا . . ."

گرین وڈ کہنے لگا "میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ خیر مجھے اس انتظام پر اعتراض نہیں

بتاؤ تم کب پتہ دو گے کہ وہ تمہارا دوست ساہوکار اس شرط پر روپیہ دینے کو تیار ہے؟"
"آج سہ پہر کو" ہملٹن نے جواب دیا۔" اگر جواب آپکی منشا کے مطابق ہوا۔ جس کا مجھے یقین ہے۔ تو اسی رقعہ میں میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ کہ کل کس وقت معاملہ طے ہو سکیگا؟"
"بہت اچھا۔ آج شام کو پانچ اور چھ کے درمیان مجھے تمہاری طرف سے کوئی جواب مل جانا چاہیے۔ ہاں یا نہ؟"
"ضرور"
"شہر کی کوئی اور نئی خبر؟" گرین وڈ نے پوچھا۔
"کوئی نئی خبر نہیں"۔
گرین وڈ نے کہا" تمہارے اس بڈھے خزانچی کا کیا ہوا؟"
دلال نے جواب دیا" وہ بدستور بفضل گرین کی ایک تاریک گلی میں رہتا ہے، وہ اب کہیں باہر نہیں نکلتا۔ اور اس کی صحت دن بدن خراب ہوتی جارہی ہے؟"
گرین وڈ کہنے لگا۔" یہ بھی اچھی بات ہے گو بہتر جبھی ہوگا۔ کہ وہ اس دنیا سے بالکل رخصت ہو جائے۔ اگر میرا اس سے کوئی تعلق ہوتا۔ تو میں یقیناً اسے کبھی کا نیوزیلینڈ یا وان ڈیمن کو بھیجدیتا"۔
ہملٹن نے نفرت سے منہ پھیر لیا اور اس کے بعد رخصت ہو گیا۔ گرین وڈ تھوڑی دیر چپ چاپ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ اس کے بعد جب دلال کے جانے پر باہر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ تو اپنی کرسی سے اٹھا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ سکون جو اس نے بمشکل برقرار رکھا ہوا تھا۔ رخصت ہو گیا۔
اس نے کھڑا ہو کر غصہ سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں کس لیں۔ اور کھوکھلی سی رکی ہوئی آواز میں کہنے لگا" سولہ ہزار پونڈ اور ضائع ہو گئے! نقصان پر نقصان! کیا یہ کسی مالدار مالدار شخص کی تباہی کے لئے کافی نہیں ہے؟ میں نے سرہند کا ہملٹن سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مگر قسمت کچھ عرصہ سے مجھ پر بیحد مہربان ہو چکی ہے میرے قصر امارت کی بنیاد ہل رہی ہے۔ اسے برقرار رکھنے کے لئے کسی خاص ہی کوشش کی ضرورت ہوگی ۲۰ ہزار پونڈ کے کفالت نامے! اور یہاں تین ہزار کے بھی موجود نہیں! ہا! ہا! ہا!" اس نے

بڑے زور سے وحشیانہ قہقہہ لگایا۔ پھر کہنے لگا " بہرحال میں اتنا کسی طرح مہیا کرونگا اور وہ بھی ایسے طریق پر کہ میرا مطلب پورا ہو جائے "

وہ پھر کمرہ میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ اور ذرا دیر بعد رک کر بولا " ہاں ایک آخری کوشش ہاتھ سے نکلتی ہوئی دولت پر دوبارہ قابض ہونے کے لئے ضروری ہے۔ یقیناً میرے اوج کا ستارہ ہمیشہ کے لئے بادلوں کے نیچے نہ آگیا ہوگا نہیں یہ تلخ مصائب محض عارضی ہیں۔ نابکار! ناہنجار! فلورا! جب میں اس کے پہنچائے ہوئے نقصانات پر غور کرتا ہوں تو میری پریشانی غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔ کہاں تو یہ تجویز کہ پیرس جاکر نفع عظیم حاصل کروں۔ اور کہاں یہ حوالات کی حقیقت کہ رہا سہا روپیہ بھی اس حرامزادہ کی شرارت سے ضائع ہوگیا۔ بحالت مجبوری لندن واپس آنا پڑا۔ اور یہاں پہنچکر معلوم ہوا۔ کہ اب وہ موقع ہی ہاتھ سے جاتا رہا۔ بیشک قسمت کی دیوی نے اب کی مرتبہ مجھ پر سخت چوٹ کی ہے۔ لیکن کیا مضائقہ ہے۔ میں اب بھی اس سے بدلے چھوڑوں گا۔ ہسپانوی قرضہ کی نسبت میری واقفیت غلط نہیں ہوسکتی۔ اور اس کی بنیاد پر میں معقول روپیہ جمع کر سکتا ہوں۔ پھر مجھے ٹاملنسن کی معرفت روپیہ حاصل کرلینے میں تامل کس لئے ہو؟"

اسی طرح اپنے دل کو ان اُمیدوں سے خوش کرکے جو ایک ہارے ہوئے جواری کا سہارا ہوتی ہیں۔ گرین وڈ نے دوبارہ سکون حاصل کرلیا اور اس کے بعد میز کے کاغذات اور کتابوں کو آراستہ کرنے میں مصروف ہوا۔

اسی طرح شام کے چھ بج گئے۔ اس وقت فلپو ایک رقعہ ہاتھ میں لئے کمرہ میں داخل ہوا۔ یہ خط ٹاملنسن کیطرف سے تہا۔ اور اس کا مضمون گرین وڈ کی منشا کے مطابق تہا دلال کے دوست نے شرائط پیش کردہ کے مطابق ۲۵ ہزار روپیہ تک قرض دینے پر آمادگی ظاہر کی تہی اور اس بات کا بھی اقرار کیا تہا۔ کہ معاملہ بالکل پوشیدہ رہیگا۔

اسے پڑھکر گرین وڈ کہنے لگا " اب موقعہ حاصل ہے۔ قسمت یقیناً مجھ سے ہمیشہ کے لئے تو برگشتہ نہ ہوگئی ہوگی "

دوسرا باب ٹیوکٹ

یوم مذکور کو رات کے ۹ بجے مسٹر گرین وڈ ایک لبادہ اوڑھے واٹر لو روڈ میں نیو کٹ کی نکڑ پر کرایہ کی گاڑی سے اترا۔

وہ چوڑا بازار جو واٹر لو روڈ کو بلیک فرائرز روڈ کے ساتھ ملاتا ہے لندن بھر میں اپنی قسم کا خاص طور پر پر رونق بازار ہے اور مشرقی حصہ میں یہاں بے شمار مختلف قسم کی دوکانیں پائی جاتی ہیں اور سڑک پر جا بجا صد ہا ٹوکرے والے اور فرشی دوکانیں نظر آتی ہیں

نیو کٹ کی منڈی کا سب سے قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ یہاں چھوٹے درجہ کے بیوپاری مچھلی والوں اور قصابوں کی نکلی سڑی اور ناکارہ چیزوں کو قابل استعمال بنا کر انہیں غربا کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ باسی مچھلی کے ٹکڑوں کو اس قسم کے تیل یا مکھن میں تلا جاتا ہے جس کے ذائقہ کی تیزی باسی مچھلی کی باس اور مزہ کو غائب کر دیتی ہے اور گوشت کے جن ٹکڑوں کو قصاب بالکل ناکارہ سمجھتے ہیں ان سے یہ لوگ بہتیرا کام لیتے ہیں اور اس سے مختلف قسم کی کھانے کی چیزیں تیار کرتے ہیں۔ پھر وہ ٹکیاں جن میں مچھلی کے ٹکڑے یا گوشت کے ناکارہ حصے ملائے گئے ہوں روٹی کے ساتھ گوشت کا کام دیتی ہے۔ اور انہیں ایک خاص نام سے پکار کر فروخت کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تمام سامان ان بیکاروں کے اپنے مکانات میں جو قریب ہی واقع ہیں تیار ہوتا ہے لیکن ان چیزوں کی مہک ایسی عارضی نہیں ہوتی۔ جو انہیں ایک سے دوسرے مقام تک لے جاتے ہیں ان کا ساتھ چھوڑنا گوارا کرے۔

شہر کے اس حصہ میں غریب طبقہ کے لوگ جن طریقوں سے دیانتداری کی روزی کمانے کی کوشش کرتے ہیں وہ بجائے خود ایک عجیب چیز ہے۔ اور گو ان کے طرز عمل کو دیکھ کر لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ پیدا ہوتی ہے پھر بھی... خدا ان کی حالت پر رحم کرے۔ چوری یا گداگری سے ان کی یہ حرکات بدرجہا بہتر ہیں

ایک لڑکا ہاتھ میں پیاز کی گٹھی لئے بازار میں چلتا ہوا گذر رہا ہے "دو ہی پیسے میں لٹا دیتے ہیں پیاز" اگر کوئی صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے شریف آدمی پاس سے گذرتا ہو وہ یقیناً اس گٹھی کو اس کی ناک کے قریب لیجا کر بہ آواز بلند آواز سے چلا کر کہیگا "دو ہی پیسے میں لٹا دیتے ہیں پیاز" غریب لڑکا! وہ شاید سمجھتا ہے کہ دنیا میں ہر شخص کو پیاز ہی کی ضرورت ہے!

وکٹوریا تھیٹر کے قرب و جوار میں بہت سی جوان عورتیں ناٹک کے مفصل اشتہار بیچتی نظر آتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک سمجھتی ہے۔ کہ یہ جتنے بھلے مانس یہاں سے گذرتے ہیں۔ سب ناٹک دیکھنے ہی جا رہے ہیں۔

اتنے میں ایک لڑکی ہاتھ میں دو تین نارنگیاں لئے ایک راہرو کے قریب جاتی ہے۔ بظاہر وہ انہیں فروخت کرنا چاہتی ہے۔ مگر اس کی آنکھوں کا انداز کہے دیتا ہے کہ حقیقی پیشہ کی رو سے وہ اس قدر معصوم نہیں۔ جتنی نظر آتی ہے۔ تھوڑے فاصلہ پر ایک غریب عورت بچوں کی فوج ساتھ لئے دیا سلائیاں خرید کے لئے پیش کرتی ہے۔ مگر حقیقت[1] میں وہ خیرات کی طلبگار ہے

اس سے ذرا آگے ایک شخص کھلونوں سے بھری ہوئی دستی گاڑی لئے گزرتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ بلند آواز سے چلائے جاتا ہے "ایک ایک آنے ایک ایک لے" بظاہر ان کھلونوں کی ارزانی حیرت خیز ہے۔ مگر انہیں زیادہ تر ہالینڈ کے قیدی بناتے ہیں اور انگلستان میں ان کی بہت بڑی مقدار میں درآمد ہوتی ہے۔

سڑک کے وسط میں ایک آدمی زوردار آواز میں کہہ رہا ہے "ایک سو گیت ایک ہی آنے میں"۔ اور کبھی کبھی ان کی فہرست بھی گنوانے لگتا ہے

وکٹوریا تھیٹر کے عین مقابل میں ایک نانبائی کی بہت بڑی دوکان ہے۔ اس کے اندر گوشت اور سبزی پکنے سے جو مہک پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے غریب کھڑکیوں کے قریب کھڑے ہو کر اسی سے مشام جان کو معطر کرنا کافی سمجھتے ہیں۔

قصاب دوکان میں کھڑا برابر چلائے جاتا ہے "لے جاؤ بہت سستا مال ہے" اس کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس تیز مقابلہ کی اہمیت کو خوب سمجھتا ہے۔ جو اس پیشہ کے دوکانداروں میں جاری ہے

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نیو کٹ میں کسی نئے نانبائی کی دوکان کھلتی ہے۔ اس صورت میں کھڑکی پر اس مطلب کا اشتہار چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ کہ جو شخص ایک بڑی روٹی خریدے اسے جن شراب کا ایک گلاس مفت نذر کیا جائیگا۔ چونکہ یہ زیادہ آنا نہیں خوشخ[illegible]

---

[1] انگلستان میں بھیک مانگنا جرم ہے۔ اس لئے غریب لوگ بٹن۔ دیا سلائیوں وغیرہ کی فروخت کے بہانے خیرات کے طلبگار ہوتے ہیں ۱۲

کہ شراب کی رقم آخر روٹی کے وزن سے ہی وضع کی گئی ہوگی۔

اس حصہ شہر میں اس قسم کی دوکانیں جن میں مختلف چیزیں گرو رکھ کر قرض حاصل کیا جا سکتا ہے۔ خوب ہی کامیابی سے چلتی ہیں۔ ایسی دوکانوں کی کھڑکیوں میں پرانے کپڑے۔ کمبل۔ رومال اور چادریں بکثرت نظر آتی ہیں

شراب خانوں میں جانے اور آنیوالے لوگوں کا ہجوم بھی یہاں کچھ کم نہیں ہوتا۔ یوں اس شہر میں مفلسی کا دور دورہ اور کثافت اور نجاست کی حکومت ہے۔ مگر ہر شخص نہ جانے کہاں سے شراب کے لئے بچت نکال لیتا ہے۔ کیونکہ شاذونادر کوئی آدمی ایسا نظر آئیگا۔ جو یہاں شراب کا طلبگار نہ ہو۔

نیوکٹ کے جنوبی حصہ میں پرانے فرنیچر کی بہت سی دوکانیں ہیں۔ اور ان دوکانوں کے پچھلی طرف اس قسم کے شیڈ بنے ہوئے ہیں۔ جن میں یہ مال سجایا ہوا ہے گیس کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کسی نمائش یا میلہ کی تیاری کی گئی ہو

بازار نیوکٹ میں ہر وقت غیر معمولی طور پر زیادہ ہجوم رہتا ہے آنے جانیوالوں کا نہیں بلکہ ان مردوں اور عورتوں کا جو اس کے مختلف حصوں میں جا بجا گروہ بنائے کھڑے نظر آتی ہیں گلیوں کی نکڑ پر۔ احاطوں کے دروازوں میں شراب خانوں کے نزدیک۔ اس قسم کا مجمع خصوصیت سے نمایاں ہوتا ہے۔

پیدل چلنیوالوں کے لئے سڑک کے دو دو پہو راستے بنے ہوئے ہیں۔ ان پر صرف سامان خوراک بیچنے والے ہی نہیں بیٹھتے۔ بلکہ مختلف کھیل تماشے اور سودے والے بھی موجود نظر آتے ہیں۔ ایک طرف کوئی سیر بین والا بیٹھا ہے۔ جو ایک پیسہ لے کر تازہ ترین قتل کی واردات کے مختلف مناظر دکھاتا ہے۔ دوا فروش بیٹھے ہیں۔ جو سر آئینڈ وغیرہ کو دانتوں کے درد کی عجیب و غریب دوائی پیش کرتے ہیں۔ بعض کتب فروش نظر آتے ہیں۔ جن کا ذخیرہ چند پرانے سستے رسالے اور کتابیں ہیں۔ کہیں کہیں عمر رسیدہ عورتیں سٹول پر بیٹھی اپنے سامنے میز پر کنگھیاں۔ سوئیاں۔ ربن۔ لیس بلائی کی پھرکیاں اور اسی قسم کا سامان رکھے نظر آتی ہیں۔ مردچاقو قینچیاں سامنے رکھے بیٹھے ہیں اور بعض کے ہاتھ میں اس قسم کے کھلے چاقو ہیں۔ جن کے بیشمار پھل کسی سیہ کے کانٹوں کی طرح پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اور اسی قسم کی چیزیں اس گلی کی خاص

اشیا ہیں۔

بازار کے کسی نمایاں حصہ میں ایک چھوٹا سا خیمہ لگا ہوا ہے۔ جس کے دروازہ پر دو بہت بڑے دیو قامت بت کھڑے ہیں۔ ان کے قریب لکھا ہوا ہے "انہیں زندہ پکڑا ہوا کنٹ لے کر اندر چلے جاؤ" جس وقت آنکھ ان بتوں سے ہٹ کر خیمہ کی طرف پڑتی ہے۔ تو بے اختیار دل میں تعجب پیدا ہوتا ہے۔ کہ اتنے بڑے قد کے ایک جاندار کو بھی اس چھوٹے سے خیمہ کے اندر کیونکر داخل کیا ہوگا۔ دوکان تو ہر ذکر ادا کیا ہے

نیوگٹ سے مختلف اطراف میں بہت سی تنگ گلیاں جاتی ہیں۔ جو شہرت کے لحاظ سے ایسی نہیں کہ کوئی شریف آدمی ان میں گذرنا پسند کرے۔ ان میں کچھ قہوہ خانے شراب خانے۔ بیر کی دوکانیں۔ بحری سامان فروخت کرنے والوں کے گودام اور چھوٹے درجہ کے صرافوں اور حجاموں کی دوکانیں واقع ہیں۔

دو باتیں ایسی ہیں جو زمانہ حال کے اس بابل کی پیچ در پیچ گلیوں سے گذرنے والے کی نظر میں۔ خواہ وہ کتنی بھی سطحی نگاہ رکھنے والا کیوں نہ ہو۔ ضرور آتی ہیں۔ اور وہ یہ کہ ایک تو اس علاقہ کی ہر گلی اور بازار کی نکڑ والی دوکان ضرور کسی ایسے بیوپاری کے ہاتھ میں ہوگی جو عام سامان فروخت کرنیوالا ہو۔ اور دوسرے یہ کہ ہر ایک حجام کی دوکان پر اس مطلب کا بورڈ لگا ہوا ہوگا کہ "سب سے پرانی دوکان یہی ہے"۔ راہرو اس عبارت کو پڑھ کر اس کا مطلب سمجھنے سے بڑی حد تک قاصر رہتا ہے۔ کیونکہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ دنیا بھر میں حجامت بنانے کی سب سے پرانی دوکان ہے۔ یا اس اشتہار کا اشارہ صرف اس علاقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ فہم اس بات کو بھی سمجھنے سے قاصر رہتا ہے کہ حجامت بنانے کے فن میں قدامت کو کیا خصوصیت حاصل ہے۔ کیا یہ بات تو نہیں ہے کہ جس طرح پرانی شراب زیادہ پُر لطف ہوتی ہے۔ اسی طرح پرانے حجام سے خط بنوانے میں زیادہ حظ حاصل ہوتا ہے؟

خیر۔ یہ اس نیوگٹ اور اس کے متعلق علاقہ کی بعض خصوصیات ہیں۔ اور یہی وہ حصہ شہر ہے۔ جہاں یوم مذکور کی رات کو مسٹر گرین وڈ ایک کھلا لبادہ لپیٹے جلد جلد قدم اٹھا رہا تھا۔

اس نے اس عجیب بازار کی غیر معمولی چہل پہل یا اس کے تاجروں کے سامان پر

بالکل توجہ نہ دی۔ کیونکہ اس کے اپنے خیالات کی الجھن ہی اس قدر بڑھی ہوئی تھی۔ کہ اسے نواحی حالات پر توجہ دینے کا موقعہ حاصل نہ تہا۔ بات دراصل یہ تھی۔ کہ بعض تازہ صدمات سے اس کے مالی وسائل بالکل بگڑ چکے تھے۔ اور اب وہ اس فکر۔۔۔ اس جدوجہد میں تھا کہ کسی طرح اس بگڑے ہوئے کھیل کو پھر درست کرے۔

ناظرین۔ آپ نے یقیناً جارج مانٹیگو گرین وڈ اور رچرڈ مارکہم کے حفصائل۔ دل میں مقابلہ کیا ہوگا۔ دونوں کی زندگیاں ایک دوسرے سے کسقدر مختلف متضاد ہیں! ایک زمانہ تو وہ تہا کہ اول الذکر جلد جلد اوج اور بلندی کیطرف بڑھ رہا ہے اور آخرالذکر مصیبتوں میں گرفتار فقر افلاس میں گرتا جاتا تہا۔ اب وہ وقت ہے کہ حالت ہی دگرگوں ہو چکی ہے۔ وہ جو کامیاب تہا۔ اپنی بگڑی ہوئی قسمت کو سنبھالنے کے لئے جدوجہد کر رہا ہے اور جس کی حالت کبھی ابتر رہ چکی تھی۔ اب شہرت اور عظمت کا ہاتھ پکڑے ایک شجاع سپہ سالار کی حیثیت میں کیسل سکالا کے زرخیز میدانوں سے گذر رہا ہے!

پھر کیا ان میں سے پہلے کو بدی اور دوسرے کو نیکی کا مجسمہ نہیں سمجھا جا سکتا! دونوں نے جدا جدا راہیں اختیار کی تھیں۔ ایک کا راستہ۔ دلفریب اور ہموار تہا۔ دوسرے کا مشکل اور دشوار گذار لیکن منزل مقصود پر کون پہنچا؟ اس کا فیصلہ اس فسانہ کے خاتمہ پر ہی کیا جا سکتا ہے۔

ہاں تو گرین وڈ بدستور قدم بڑھاتا نیوکٹ کے بازار سے گذرتا رہا۔ اور آخر کار ان مکانات کے قریب پہنچا۔ جہاں یہ بازار بلیک فرایرز روڈ کیساتھ ملتا ہے۔ سڑک کے لگے ہوئے ایک لیمپ کے نیچے کھڑا ہو کر اس نے جیب سے پاکٹ بک نکال کر دیکھی۔ اور اس پتہ کے متعلق اپنے حافظہ کو تازہ کر کے جس کی یاد اسے محو ہو چلی تہی۔ اس نے ایک مکان کے دروازہ پر دستک دی۔ ایک خادمہ نے جس نے میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے ذرا سا دروازہ کہول کر گردن باہر نکالی۔ اور کہنے لگی "کون ہے؟"

گرین وڈ نے پوچہا۔ "مسٹر پینی ویف کا مکان یہی ہے؟"

"نہیں" خادمہ نے کہا۔ "اور اگر وہ یہاں رہتا بھی ہو۔ تو میں تمہیں اندر نہ جانے دوں گی۔ کیونکہ میں تمہاری حیلہ سازیوں کو اچھی طرح جانتی ہوں"

گرین وڈ نے غصہ کے لہجہ میں کہا کیا کہتی ہو؟ تم نے مجھے کیا سمجھا ہے؟"
"وہی جو کچھ تم ہو" خادمہ نے کہا۔
"آخر تمہارے نزدیک میں کون ہوں؟"
"قرقی والا۔ اور کون؟"
یہ بس اتنا کہہ کر لڑکی نے زور سے دروازہ بند کر لیا۔ اور گرین وڈ غصہ سے بھرا چہ‌عجب ہو کر اپنی جگہ کھڑا رہ گیا۔
اس مکان سے ایک طرف کو ہٹتے ہوئے ممبر پارلیمنٹ نے اپنے دل میں سوچا "معلوم ہوتا ہے۔ مکان کا نمبر نوٹ کرنے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ اور اس مکان کے گرد غالباً قرقی والے پھر رہے ہیں۔ یہ بھی کیا دق کرنیوالا معاملہ ہے!"
اس نے پاس والے مکان کے دروازہ پر دستک دی۔ ذرا دیر میں ایک عورت نے جس کی گود میں بچہ تھا۔ دروازہ کھولا۔ اور بغیر کوئی سوال پوچھے گرین وڈ سے کہنے لگی "تم اندر چلے آؤ"
مسٹر گرین وڈ ہلا تا مل اندر چلا گیا۔ اس نے دل میں سوچا۔ کہ اس عورت نے وہ باتیں جو پہلے دروازہ کے باہر میرے اور اس خادمہ کے درمیان ہوئی تھیں سن لی ہیں۔ غالباً یہی وہ مکان ہے۔ جس کی مجھے تلاش تھی
عورت اس کے آگے آگے چلتی گئی۔ اور آخر ایک ایسے کمرہ میں پہنچا۔ جہاں کسی قسم کا سامان فرنیچر موجود نہ تھا۔ ایک کونہ میں صرف ایک شمع دھندلی سی جل رہی تھی اور کمرہ تمباکو کی بدبو سے متعفن تھا۔ دھوئیں کے ایک کثیف بادل کے اندر گرین وڈ کو ایک شخص جس نے کوٹ اتارا ہوا تھا۔ ایک ٹرنک پر بیٹھا نظر آیا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوتے ہی شخص مذکور نے اپنا مٹی کا بنا ہوا پائپ ایک طرف کو رکھ دیا۔ اور مسٹر گرین وڈ کیطرف بڑھ کر وحشیانہ انداز سے کہنے لگا "تم اس وقت ٹیکس جمع کرتے پھر رہے ہو۔ میرے پاس تو اس وقت تمہیں دینے کو پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ مگر میں نے چونکہ کل یہاں سے کسی طرف کو چلے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ اس لئے آؤ میں آج تم سے دو دو ہاتھ کر لوں تاکہ آئندہ تم اوروں کو یوں دق نہ کرتے پھرا کرو"
یہ کہتا ہوا شخص مذکور مسٹر گرین وڈ کیطرف بڑھا۔ یہ حالت دیکھ کر ہمارے ممبر

پارلیمنٹ کے رہے سہے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وہ گھبرا کر کہنے لگا "معاف کرنا معلوم ہوتا ہے . . . کچھ غلطی ہوئی ہے . . . میں . . . میں تو اس سے پہلے کبھی اس مکان میں نہیں آیا"

"دیو قامت مالک مکان نے غرا کر کہا "تو پھر تم آج کیا جھک مارنے آئے ہو؟"

"اوہ . . . یہ اور معاملہ ہے . . . دراصل میں . . . میرا مقصد . . ." گرین وڈ نے لکنت آمیز لہجہ میں کہا۔ مگر فقرہ اس کی زبان پر نامکمل ہی رہا۔

شخص مذکور نے کہا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم پارٹی کا ٹیکس جمع کرنے والے نہیں ہو؟"

گرین وڈ کے سہمگین چہرہ پر اس عجیب غلط فہمی کا راز کھلنے سے بے اختیار ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ اور وہ کہنے لگا "نہیں بالکل نہیں میرا خیال تھا۔ یہاں ایک شخص مسٹر پینی وہف نامی رہتا ہے . . ."

"یہاں اس نام کا کوئی شخص نہیں رہتا" اس شخص نے جواب دیا "لیکن اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو یہ بھی تمہاری کوئی چال ہے۔ اور اگر تو میں غور سے دیکھوں۔ تم سچ مچ ٹیکس جمع کرنے والے نہیں ہو۔ خبردار اب اس میں کوئی دھوکا نہ ہو"

گرین وڈ نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ اور اس بدسلوکی سے کسی قدر غضبناک ہو کر باہر نکل گیا۔ بازار میں پہنچ کر وہ کہنے لگا "حیرت ہے کہ اس جگہ ہر شخص کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا نظر آتا ہے" باوجود اس کے وہ بددل نہ ہوا۔ کیونکہ جس شخص کی اسے تلاش تھی۔ اس سے ملاقات کرنا اشد ضروری تھا۔ چنانچہ وہاں سے ہٹ کر اس نے ایک اور دروازہ پر دستک دی۔ اس کے ساتھ ہی اندر سے کسی نے کرخت لہجہ میں کہا "میں کل روپیہ بھجوا دوں گا۔ یہ شخص ہر ایک دروازہ پر دستک دیتا پھر رہا ہے۔ اور ضرور ٹیکس وصول کرنے والا ہی ہو گا"

گرین وڈ نے اس آواز کو سنکر دروازہ کھلنے کا بھی انتظار نہ کیا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو گیا مسٹر پینی وہف اس مکان میں بھی نہیں رہتا۔ چوتھا مکان جس کے دروازہ پر اس نے دستک دی۔ صحیح نکلا۔ ایک قبول صورت خادمہ نے وہ علانیہ گرین وڈ کے سوال پر یہ کہکر کہ ہاں مسٹر پینی وہف یہیں رہتے ہیں۔ اسے پہلی منزل پر ایک آراستہ کمرہ میں لے گئی۔ جہاں ایک بہت بڑی میز کے قریب مسٹر پینی وہف کا غذات کا انبار لگا

بیٹھے تھے۔

اس شخص کی عمر کم و بیش ۵۰ سال کی ہو گی۔ پستہ قامت۔ دبلا پتلا اور کسی حد تک بدصورت تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں۔ بھورے رنگ کی اور بڑی جھنجل پیشانی پہ بے شمار بل پڑتے تھے۔ سیاہ کوٹ کے اندر سفید گلوبند شاید صورت کو کسی قدر عزت دار بنانے کے خیال سے باندھا گیا تھا۔ مگر حقیقت میں اس سے اس کی بدصورتی کا اندازہ ہوتا تھا ساری وضع قطع ایسی تھی۔ کہ اگر اسے فوجداری عدالت میں بطور ملزم پیش کیا جاتا۔ تو یقیناً جیوری کو اس کے متعلق کسی فیصلہ پر پہنچنے میں ذرا دقت پیش نہ آتی۔ کیونکہ اس کے قلب کے اثرات چہرہ پر بڑی ہی صفائی سے کے ساتھ نمودار تھے۔

مسٹر بینی دیف نے استقبال کے لئے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اوہ! مسٹر گرین وڈ یہ ایک بالکل ہی غیر متوقع عزت ہے۔ فرمائیے۔ یہاں خلوت ہے۔ اس لئے آپ کو جو کچھ کہنا ہو بے تکلف فرمائیے!"

مسٹر گرین وڈ نے ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنا لبادہ اتارتے ہوئے کہا "مجھے آپکی امداد کی ایک نہایت اہم معاملہ میں ضرورت ہے۔ کل مجھے ۲۵ ہزار پونڈ تین چار ماہ کے لئے ہنڈیوں ... مستحکم ہنڈیوں کی بنا پر بطور قرض حاصل کرنا ہیں ..."

"یہ ہنڈیاں امانت رہیں گی؟"

"جی ہاں"

"اور آپ انہیں وقت پر واپس لے لیں گے؟"

"ضرور کیونکہ ان کی بنا پر میں نے جو روپیہ حاصل کرنا ہے اسے دنوں میں ایک لاکھ کر لیا جائے گا"

مسٹر بینی دیف نے کہا۔ مسٹر گرین وڈ اس کام کے لئے میری طرف سے معقول کمیشن چارج کیا جائیگا۔ اور آپکو معلوم ہے وہ بہر حال نقد ہو گا"

"مجھے معلوم ہے اور میں اس کا انتظام کر لایا ہوں۔ بتاؤ تم کیا لینا چاہتے ہو؟"

"دو سو کی رقم آپ کو ناگوار تو نہ ہو گی؟ یاد رکھئے معاملہ نہایت نازک ہے"!

"مجھے تمہاری رضامندی مطلوب ہے۔ بلا سے دو سو ہی سہی" اور یہ کہتے ہوئے ممبر پارلیمنٹ نے اپنی پاکٹ بک میز پر رکھ دی

مسٹر پینی ویف نے کہا "آپ میں کاروبار کا سلیقہ خوب ہے" پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے ایک لوہے کی پیٹی کھولی۔ اور اس میں سے ایک چھوٹی سی یادداشت کی کتاب اور ٹین کی بنی ہوئی ایک ڈبیا نکالی۔ پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر اس نے وہ کتاب گرین وڈ کے حوالے کی۔ اور کہنے لگا "یہ ان امرا، شرفا اور مالدار تاجروں کے ناموں کی فہرست ہے۔ جن سے میں واقف ہوں۔ ان میں سے آپ اپنے مطلب کے نام پسند کر لیجیے یعنی ایسے جن سے آپ خود بھی واقف ہوں۔ اور یہ بھی ایک کاغذ پر لکھ لیجیے کہ کسی شخص کی ہنڈوی کتنی رقم کی ہونی چاہیئے۔ اگر رقمیں غیر ہموار اور غیر مساوی ہوں تو بہتر ہوگا۔"

گرین وڈ کچھ دیر تک اس کتاب کو دیکھتا رہا۔ جس میں پانسو سے زیادہ نام امرا اور مشہور اراضی داران مثلاً لندن۔ برمنگھم۔ لورپول۔ مانچسٹر۔ لیڈس شفیلڈ۔ گلاسگو پیرس۔ لائنز۔ بورڈو۔ ہیور۔ للی۔ برسلز۔ ایمسٹرڈام۔ راٹرڈم۔ ہمبرگ نیویارک۔ جزائر غرب الہند۔ مانٹریل۔ کلکتہ۔ بمبئی اور مدراس کے نامی گرامی تاجروں کے درج تھے۔ جس وقت گرین وڈ ان ناموں کو دیکھ اور ان میں سے بعض کو ایک کاغذ کے پرزہ پر نوٹ کرتا جاتا تھا مسٹر پینی ویف نے اپنی ٹین کی ڈبیا کھولی۔

اس کے اندر بہت سے ادا شدہ چک اور پرانی ہنڈیاں موجود تھیں۔ اور ان پر ان لوگوں یا فرموں کے دستخط تھے۔ جن کے نام یادداشت کی کتاب میں درج تھے

معلوم نہیں یہ ضروری کاغذات مسٹر پینی ویف کے ہاتھ میں کس طرح آئے۔ کیونکہ ادائیگی کے بعد انہیں ان لوگوں کے پاس رہنا چاہیئے تھا۔ جنہوں نے ان پر دستخط کئے۔ بہر حال یہ ایک ایسا راز تھا۔ جو مسٹر پینی ویف نے کبھی کسی پر ظاہر نہیں کیا یہی وجہ تھی کہ اس کے ساتھ لین دین کرنے والے معلوم نہ کر سکتے تھے۔ کہ ان دستاویزات کو بذریعہ حاصل کیا گیا ہے۔ یا چوری یا کسی اور عیاری کے ذریعہ انکو رفتہ رفتہ جمع کیا گیا ہے

تھوڑے وقفہ کے بعد گرین وڈ نے کہا "میں نے ان میں سے گیارہ نام چنے ہیں اور ان کے سامنے روپیہ کی مختلف رقمیں بھی درج کر دی ہیں۔ کل رقم ملا کے ۱۲۳۲۱ پونڈ ۹ شلنگ ۱ پنس ہوتی ہے"

"بہت خوب" مسٹر پینی ویف نے کہا "ایسی ہی بشران ہونی چاہیئے تھی۔ اب کیا اتنا سب بھی میں ہی مہیا کردوں؟"

کر دیجئے۔ میں ان کی قیمت بھی ادا کئے دیتا ہوں۔"

مسٹر پیپی وہیعف نے دوبارہ لوہے کی پیٹی کھولی۔ اور پھر کاغذ کا بنا ہوا ایک لمبوترا اور تنگ بکس ہاتھ میں لے کر اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔ اس کے اندر مختلف رقوم کے بہت سے اسٹامپ موجود تھے۔ ان پر مختلف مضمون کی عبارتیں چھپی ہوئی تھیں۔ اور اسی وجہ سے ان کی خانہ پری کرنا کچھ دشوار ثابت نہ ہوا۔

لیکن اس خانہ پری میں بھی مسٹر پیپی وہیف نے اپنی غیر معمولی ذہانت اور استادی کا ثبوت دیا۔ ان میں ہر ایک تمسک کو جداگانہ سیاہی اور جداگانہ قلم سے لکھا گیا اور نہ بھی ایسی ہوشیاری سے کہ فن املا کا کوئی غیر معمولی ماہر بھی یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ یہ سارے کاغذات ایک ہی شخص کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اس نے سرخ سیاہی کی مدد سے ان تمسکات پر جا بجا بعض نمبر لکھے۔ بعض جگہ مختلف قسم کے چھوٹے دستخط کئے۔ اور کسی جگہ چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں۔ جس سے معلوم ہونے لگا کہ ان تمسکات کو بڑی باقاعدگی کے ساتھ حساب کی کتابوں میں درج کیا جا چکا ہے۔

اس کے بعد کام کا سب سے نازک اور مشکل حصہ شروع ہوا۔ یعنی ان تمسکات پر دستخط کرنا۔ لیکن مسٹر پیپی وہیف نے اس کام کو بھی پورے کاروباری انداز کے ساتھ سر انجام دیا۔ اور اس نے ان دستخطوں کا اصل دیکھ کر ان کی نقل ایسی خوش اسلوبی کی کہ گرین وڈ دونوں کا مقابلہ کر کے حیرت زدہ رہ گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر مسٹر پیپی وہیف نے کہا: "یہاں تک تو کام بخوبی ہو گیا"

گرین وڈ نے کہا: "ہاں۔ مگر اس میں ایک کسر باقی ہے"

"کیا؟"

"تمسکات نئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا کاغذ بالکل ستھرا ہے۔"

مسٹر پیپی وہیف نے کہا: "مجھے معلوم ہے۔ دیکھئے اس نقص کو ابھی رفع کئے دیتا ہوں"

وہ اٹھ کر انگیٹھی کے قریب پہنچا۔ اور جلتی آگ پر کوئلوں کی کچھ مقدار ایسے طریق پر رکھی کہ شعلہ دب کر دھواں اٹھنے لگا۔ اس دھوئیں کے اندر اس نے ہر ایک تمسک کو کئی بار ہلایا۔ جس سے ان کی رنگت ہلکی سی میلی ہو گئی۔ پھر اس نے ان کو ایک کتاب کے اوراق میں جن کے اندر خوشبودار بانی کی پتی رکھ دیا۔ جس میں سے دھوئیں کی بو بھی

اندر ہوگئی۔ اور سارا عمل مکمل ہوگیا۔

مسٹر گرین وڈ نے ۲۰۰ پونڈ کمیشن اور تمسکات کی قیمت ادا کردی۔ اور اس کے عوض مسٹر پینی وہیف نے ۳۲۱۷ پونڈ ۹ شلنگ ۱/۲ ۷ پنس قیمت کے جعلی تمسکات اس کے حوالہ کردیئے

انہیں اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے مسٹر گرین وڈ نے کہا۔ "مسٹر پینی وہیف اس نواح میں عجیب ہی طرح کے لوگ بستے ہیں۔ میں نے غلطی سے تین مکانات کے دروازوں پر دستک دی۔ ہر ایک کو بچھڑا ہوا اور مشکلات میں مبتلا دیکھا۔"

"جی ہاں آپ کا خیال درست ہے" مسٹر پینی وہیف نے کہا "لندن کے اس حصہ میں چور۔ اٹھائی گیرے۔ شکستہ حال تاجر۔ دھوکہ باز دلال۔ قانون سے بچنے والے لوگ۔ کبھی تجاویز پیش کرنے والے خستہ حال بیوپاری اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے ٹھگ آباد ہیں۔ جو میرے مکان میں ایک عجیب و غریب کرایہ دار رہتا ہے۔ بظاہر اس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ دن بھر غائب رہتا ہے۔ مگر جب دیکھو بنا ٹھنا ہوا۔ گھڑی کی زنجیر بھی طلائی ہے۔ بوٹ بھی پالش شدہ ہیں۔ واسکٹ بھی ریشمی ہے۔ میرے خیال میں وہ صرف مجھی کو روپیہ دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ اس کی خوابگاہ کا کرایہ مع اسباب دو شلنگ ملتا ہے۔ اور ۲ ماہ کا کرایہ پیچھے پڑا ہوا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ مجھے اس کا نام بھی معلوم نہیں۔ نہ اس کے نام کبھی کوئی خط آتا ہے۔ نہ اس سے کوئی دوست ملنے آتا ہے۔ ۲۶۔۲۷ سال کا کوئی وضعدار آدمی ہے۔ بظاہر آئرلینڈ کا رہنے والا معلوم ہوتا ہے۔۔۔"

مسٹر گرین وڈ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "کوئی ریلوے تیار کرنے والا تباہ حال شخص ہوگا"

عین اسی وقت کسی نے سامنے دروازہ پر دستک دی۔ مسٹر پینی وہیف نے یہ آواز سنکر کہا "ضرور وہی ہے"

اس پراسرار شخص کی صورت دیکھنے کی خواہش دل میں لئے گرین وڈ نے اپنا لبادہ پہنا۔ اور مسٹر پینی وہیف کو شب بخیر کہکر رخصت ہوا۔ زینہ پر اسے وہ شخص ملا۔ جو اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا۔ ہاتھ میں ایک پیتل کا شمعدان تھا جس میں موٹے قسم کی

میلی موم بتی کا ذرا سا ٹکڑا جل رہا تھا۔

جب دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ تو فریقین کے بہوں سے حیرت کا کلمہ نکل گیا۔ مگر دوسرے شخص نے فوراً ہی اپنے لب پر انگلی رکھ کر کہا۔ چپ۔ چپ۔ کوئی سن لے گا۔ مسٹر گرین وڈ امید ہے تم اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرو گے۔

گرین وڈ نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ چاہے قسم لے لو۔

دونوں نے ہاتھ ملایا اور وہ اوپر کو چڑھنے اور گرین وڈ نیچے کی طرف اترنے لگا۔ رولینڈ ہل کے گرجا واقع بائیک فرائر روڈ کی طرف گاڑیوں کے اڈہ کی جانب چلتے ہوئے مسٹر گرین وڈ نے اپنے دل سے کہا۔ دنیا میں کیسے کیسے عجیب واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ کیسے امید ہو سکتی ہے۔ کہ آنریبل ممبران پارلیمنٹ میں سے ایک فیوک شخص اس بالاخانہ میں رہتا ہے؟

تیسرا باب — ایلن اور گرین وڈ

اس سے دوسرے دن سہ پہر کے وقت ساڑھے چار بجے کے قریب ایلن سنٹ بنک آف انگلینڈ کے قریب پھرتی دیکھی گئی۔ درحقیقت وہ تھوڑا سا روپیہ جو اس کے والد کے ایک پرانے قرضدار نے جو ہیچن لین میں رہتا تھا۔ بنک کی معرفت روانہ کیا۔ وصول کر گئی تھی۔ اور اب اسے وصول کر کے مارکیم پلیس کو واپس جا رہی تھی۔

جنوری کے مہینہ میں شام کے چار بجے ہی تاریکی پھیلنے لگتی ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس وقت بازاروں میں لیمپ جلا دئے گئے تھے۔

وہ لودبری کے راستہ گذر رہی تھی کہ گرین وڈ کا ایک پاس سے نکل گیا۔ وہ کسی خیال میں بہت بڑی تیزی سے چل رہا تھا۔ اس لئے اس نے اسے نہیں دیکھا لیکن ایلن نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا۔ اور وہ اس سے گفتگو کرنے کو مڑی۔ کیونکہ اس کے ہاتھوں اس کے والد۔ اس کے محسن رچرڈ اور خود اسے لاانتہا تکلیفیں پہنچی ہوں۔ وہ بہرحال اس کے بچے کا باپ تھا!

اس اثنا میں گرین وڈ بدستور محویت کے عالم میں تیزی کا سے قدم اٹھا رہا تھا۔

ہوئے یارڈ کیطرف چلتا رہا۔ اور یکایک اس نے اپنی جیب سے رومال نکالا۔

ایلین بھی تیزی سے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ تہوڑی دور جاکر اس کے پاؤں کی کسی چیز سے ٹھوکر لگی۔ جھک کر دیکھا تو کوئی پاکٹ بک تھی۔ اسے اُٹھاکر اس نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی خیال آیا۔ کہ یہ شاید گرین وڈ کی جیب سے گری ہے۔ کیونکہ اسی مقام پر اس نے جیب سے رومال نکالا تھا۔ اسے لیکر وہ اس سمت میں دوڑنے لگی۔ جیدھر گرین وڈ گیا تھا۔ لیکن وہ چونکہ ڈوکس موس یارڈ کی تنگ گلی میں داخل ہوچکا تہا۔ اس لئے مودبری اور تھراگ مارٹن سٹریٹ کی سمت میں وہ اسے بہت تلاش کرنے پر بھی کہیں نہ ملا۔

اپنی بے سود تلاش سے مایوس ہوکر اس نے آخرکار پاکٹ بک کی دیکھ بھال کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ تاکہ معلوم کیا جائے۔ یہ حقیقت میں اسی کی ہے یا نہیں۔ اور اگر اس کی ہو۔ تو سپرنگ گارڈنز میں جاکر اس کے حوالہ کر دی جائے

وہ مودبری میں الٹے پاؤں واپس پھری اور کیتھرین سٹریٹ کے راستہ لڈ جیوری میں داخل ہوئی۔ جہاں اس وقت کم وبیش سناٹا تہا۔ ایک لیمپ کے قریب کھڑے ہوکر اس نے پاکٹ بک کو کھول کر دیکھنا شروع کیا۔ اس میں بہت سے خطوط جی۔ ایم۔ گرین وڈ ممبر پارلیمنٹ کے نام موجود تھے۔ جس سے اس کا شبہ رفع ہوگیا۔ لیکن اس دیکھ بھال میں اتفاقیہ اس کی نظر چند ہنڈیوں پر پڑی۔ جو سب کی سب مختلف رقوم کے لئے مالدار تاجروں نامور امیروں اور مشہور اصلی دارون کے نام جاری کی ہوئی تھیں۔ ایلین نے انکی میزان کی۔ تو دس ہزار پونڈ کے لگ بھگ تہی۔ کیونکہ جعلی ہنڈیوں کے علاوہ جو گرین وڈ نے مختلف وسائل سے حاصل کی تھیں۔ چند اصلی ہنڈیاں بھی پاکٹ بک میں موجود تھیں

مس ایلن کو اس کام میں ایک منٹ سے زیادہ عرصہ نہ لگا۔ اس کے بعد اس نے پاکٹ بک بند کرکے جیب میں ڈال لی۔ اور جیپ سائڈ میں ایک کرایہ کی گاڑی پر سوار ہوکر سپرنگ گارڈنز کی طرف ہولی۔ راستہ اس واقعہ کی یاد بھی نہ تہی۔ جب گرین وڈ نے پہلی دفعہ اسکا مکان میں چھوڑنے گیا تھا۔ مگر لندن کے اس حصہ میں جہاں سپرنگ گارڈنز واقع تہا۔ اسے گرین وڈ کے ہاتھوں کسی بدسلوکی کا اندیشہ نہ تہا۔ اس نے دلیرانہ اس طرف کو ہولی۔

تھوڑی دیر میں گاڑی مسٹر گرین ڈڈ کے دروازہ پر رکی۔ ائین نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور اسے فلپو نے فوراً ہی کھول دیا۔ جب ہال میں لٹکے ہوئے تیز لمپ کی روشنی ایلین کے خوشنما چہرہ پر پڑی تو وہ کہنے لگا کون اِس منروا

ایلین نے مسکرا کر جواب دیا "ہاں میں ہوں۔ کیا مسٹر گرین وڈ گھر پر ہیں؟"

"نہیں مس وہ تو شہر کو گئے ہوئے ہیں۔ مگر زیادہ سے زیادہ ۶ بجے تک واپس آجائیں گے۔"

"تو میں ان کی واپسی کا انتظار کر لیتی ہوں۔"

اس گفتگو کے بعد فلپو اسے اپنے ساتھ زینہ کے اوپر بالاخانہ میں لے گیا۔ زینہ کی کھڑکی میں ابھی تک ڈ آنا دیوی کا خوشنما بت ہاتھ میں چراغ لئے کھڑا تھا۔ وہی بت جسے خود ایلین کی بے عیب صورت کو دیکھ کر آرٹسٹ نے نظر رکھ کر تیار کیا گیا تھا!

زینہ اور کمرہ کے درمیان چوبی پل پر اس کی نظر سنگ مرمر کے ایک بت پر پڑی۔ جس کا سینہ ایلین کے اپنے سینہ کے مطابق تیار کیا گیا تھا۔

اور جس وقت وہ نشستگاہ میں داخل ہوئی۔ تو اس کی نظر زہرہ کی بے عیب تصویر پر پڑی۔ جو سمندری پریوں سے گھری ہوئی بحر ذخار کیا تھا موجوں سے باہر نکل رہی تھی وہی زہرہ جس کی صورت ایلین کے حسن کا بہترین عکس تھی!

اپنے بے نظیر حسن کے ان مختلف نمونوں نے ایلین کے دل میں اپنی انقلاب آمیز ہستی کے بہت سے واقعات گذشتہ کی یاد تازہ کر دی۔ آخر جب فلپو اسے کمرہ میں بٹھا کر چلا گیا۔ تو وہ بے بس ہو کر صوفہ پر لیٹ گئی۔ اور تلخ اور گرم آنسو اس کی خوشنما آنکھوں سے بڑی تیزی کے ساتھ بہنے لگے

آنسوؤں کے بہ جانے سے اسے قدرے سکون حاصل ہوا۔ مگر اب اس کے دل میں سوال پیدا ہونے لگا۔ کہ میں یہاں کیوں آئی؟ کیا میں اس سے جو میرے بچہ کا باپ ہے بہانہ کر کے خوش ہوئی ہوں؟ کیا میں اس لئے یہاں آئی ہوں۔ کہ وہ خود۔۔ آئی۔۔۔ اس پاکٹ بک کی واپسی کا شکریہ ادا کرے؟ وہ ان میں سے کسی سوال کا ٹھیک طور پر جواب نہ دے سکی۔

اسی طرح آدھ گھنٹہ گذر گیا۔ اس عرصہ میں وہ طرح طرح کے خیالات پریشان کی

دو میں الجھی رہی۔ ایک خیال کا سلسلہ شروع ہوتا تو وہ پیچ در پیچ کہیں سے کہیں جا پہنچتا تھا۔ اور پھر وہ اس کی ابتدا پر آنے کی کوشش کرتی تھی۔ نصف گھنٹہ گذرنے پر مکان کے سامنے کسی گاڑی کے ٹھہرنے کی آواز سنائی دی۔

ذرا دیر میں کسی کے زینہ پر چڑھنے کی چاپ آنے لگی۔ آہٹ دروازہ تک پہنچی اور اس کے بعد گرین وڈ دروازہ کو زور سے بند کر کے کمرہ میں داخل ہوا۔

اس کی نظر یکایک ایلین پر نہیں پڑی۔ کیونکہ وہ ایک پردہ کے پیچھے کسی قدر چھپی ہوئی تھی۔ بے خودی کی سی حالت میں گرین وڈ نے چلا کر کہا۔ "خداوندا مجھ سے کونسی خطا سرزد ہوئی ہے۔ جس کی یہ سزا مل رہی ہے۔ بلے دے کے ایک بنڈلوں کا آسرا تھا۔ اور اب وہ بھی ہاتھ سے جاتی رہیں۔ پاکٹ بک... معلوم نہیں کہاں گر پڑی... کہاں کھوئی گئی... میں برباد ہو گیا۔ اور اگر وہ جعلی ہنڈیاں..."

اتنا ہی کہہ کر وہ ایک کرسی پر گر پڑا۔ اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ ہوشیار ایلین ان مبہم لفظوں کا مطلب فوراً سمجھ گئی۔ اور اس نے معلوم کر لیا کہ پاکٹ بک کی ہنڈیاں دراصل جعلی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی نئے خیالات کی ایک رو تیزی سے اس کے دماغ میں گذرنے لگی۔ اس کے دل میں ایک نئی تجویز پیدا ہوئی۔ ایک لمحہ... صرف ایک لمحہ بھر کے لئے اس نے تامل کیا۔ پھر اسے اپنے بچہ کا خیال آیا۔ اور اس نے اس تجویز پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

کامل سکون اختیار کر کے اور اپنی تجویز کے سارے پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد وہ اپنی صوفہ سے اٹھی۔ اور آہستگی کے ساتھ گرین وڈ کے قریب پہنچی۔ اس نے کمرہ میں آہٹ سنکر سر اٹھایا۔ دیکھا تو سامنے ایلین کھڑی تھی۔

"کون! تم!" گرین وڈ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"ہاں..." ایلین نے اسے کسی نام سے مخاطب کر کے جواب دیا۔ جو بہرحال جارج نہیں بلکہ کچھ اور تھا۔

"ایلین خاموش!" گرین وڈ نے چلا کر کہا۔ "مجھے اس نام سے مخاطب نہ کرو... ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ لیکن یہ تو بتاؤ۔" اس نے اس کے چہرہ پر غور سے نظر ڈال کر

رکی ہوئی آواز میں کہا "یہ تو بتاؤ تم اس وقت جب میں یہاں آیا ہوں اس کمرہ میں موجود تھیں ؟"

"ہاں تھی" ۔ ایلین نے استقلال کے ساتھ اپنی نظریں اس کے چہرہ پر گاڑ کر جواب دیا

"اور تم نے سن لیا . . ."

". . . ہر ایک لفظ جو تمہاری زبان سے نکلا تھا" ایلین نے بدستور اس کے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"گویا اب تم جانتی ہو . . ."

". . . کہ تم نے جعلسازی کی ہے" ۔ ایلین نے زوردار لہجہ میں کہا "اور تم اب تباہ ہو چکے ہو!"

"خداوندا تیری پناہ!" گرین وڈ نے چلا کر کہا "اے ایلین تم یہاں کس لئے آئی ہو؟ میری تباہ حالی پر خوش ہونے کو! زمانہ ماضی پر مجھے طعن کرنے کو؟ میری مصیبت پر قہقہہ لگانے کو؟ . . ."

"یہ ثابت ہو گیا کہ وہ ہنڈیاں جعلی ہیں۔ اور اب یہ میرے بس میں ہے" ایلین نے اپنے دل میں کہا۔ اور اس کے بعد بلند آواز سے بولی "نہیں۔ میں ان میں سے کسی ایک مطلب کے لیے بھی نہیں آئی"

"تو پھر جاؤ . . . جاؤ خدا تمہارا بھلا کرے" گرین وڈ نے وحشیانہ انداز سے کہا "جاؤ میرا مزاج اس وقت سخت برہم ہو رہا ہے۔ اور میں تمہاری کسی بات کو نہیں سن سکتا" پھر یکایک سکون حاصل کر کے اس نے کہا "ہاں۔ مگر یہ تو کہو میرے اس راز کو تم کسی پر ظاہر نہ کرو گی؟"

ایلین نے کہا "ایک شرط پر"

"ایک شرط!" گرین وڈ نے دوہرا کر کہا "بھلا وہ کیا ہے؟"

"تم مجھے اپنی بیوی بنا لو" ایلین نے استقلال کے ساتھ کہا۔

"بیوی!" گرین وڈ نے دیوانوں کی طرح قہقہہ لگا کر کہا "تم جانتی ہو میں کون ہوں؟ جعلساز! کیا تم جعلساز کی بیوی بننا منظور کرو گی؟ لیکن نہیں۔ شاید تم نے میری تضحیک کا یہ طریقہ سوچا ہے۔ ایلین میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ تم یہ جتلانا چاہتی ہو کہ جب میرا صاحب

ثروت اور مالدار تھا۔ اس وقت تو میں نے تم سے شادی نہ کی۔ اور اب کہ بالکل تباہ ہوگیا ہوں اور ہر لمحہ زیر حراست آنیکا اندیشہ لگا ہوا ہے۔ تم خود اس شادی کی تجویز کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہو۔ بیشک تم بھی ہو!... تمہارا مذاق جایز ہے تمہارا انتقام واجبی ہے۔ گو یا وجود کے میرے لئے تلخ ضرور ہے"

خدا کی قسم تم میری خصلت کا غلط پہلو پیش کر رہے ہو" ایلن نے کہا "اگر ممکن ہو تو ذرا سکون اختیار کر کے میری بات سنو"

"سکون! آہ سکون کسے نصیب ہے!" گرین وڈ گھبرا کر کہنے لگا" ایلن میں تو دیوانہ ہوا جاتا ہوں۔ آج سے چند ماہ... نہیں چند ہفتے پہلے میں خوش و خرم... مالدار... صاحب اقبال تھا۔ اور اب ایک تباہ حال... مصیبت زدہ... قابل نفرت انسان ہوں۔ ہائے میری وہ ساری عظیم الشان تجویزیں خاک میں مل گئیں!"

ایلن نے تیزی سے کہا "میں پھر کہتی ہوں۔ ابھی حالات اس قدر نہیں بگڑے۔ جتنا تم خیال کرتے ہو"

"ایلن تم کیا کہتی ہو؟ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا" گرین وڈ متحیر ہو کر بولا" کیا تم اس جعلسازی کی نوعیت سے باخبر ہو؟ کیا تم اس کے نتایج کی اہمیت کو سمجھتی ہو؟ گو یہ جعل خود میرے ہاتھ سے نہیں ہوا۔ لیکن ہنڈیاں سب میری طرف سے اور میری دستخطی ہیں اُف کس قدر خوفناک... کتنی بھیانک حالت ہے!"

ایلن نے کہا "دیکھو میں تمہیں زیادہ عرصہ تک پریشانی میں رکھنا نہیں چاہتی۔ تمہاری وہ پاکٹ بک مل گئی ہے!"

"مل گئی ہے!" گرین وڈ نے اس فقرہ کو دہرا کر چند لمحے تھوڑی دیر تک سمجھ نہ سکا کہ یہ خبر خوشی کی ہے یا الم کی۔ پھر اس نے دوبارہ کہا "تم کیا کہتی ہو مل گئی ہے؟"

"ہاں خود مجھی کو ملی ہے"

نہیں ایلن۔ نہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟

"واہ۔ اگر مجھے نہ ملتی تو میں کیونکر جانتی تمہاری پاکٹ بک کھو گئی ہے؟"

"بیشک تم سچ کہتی ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ تمہیں مل گئی۔ اب میں ہر طرح محفوظ ہوں وہ لاؤ ایلن اسے میرے حوالہ کرو"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے پاکٹ بک لینے کے لئے

ہاتھ بڑھایا۔ گرایلین نے استقلال کے لہجے میں جواب دیا۔ "نہیں۔ ابھی نہیں۔ تمہیں یاد ہے ... یہی وہ کمرہ ہے۔ جس میں دوفعہ الونہو گرینس نے تم سے التجا کی تھی کہ مجھے بدنامی اور اس بچے کو جو ابھی پیدا نہ ہوا تھا۔ ذلت سے بچا لو۔ تم نے لاپروائی سے دوسری طرف کو منہ پھیر لیا تھا۔ تم نے میری التجاؤں پر بالکل توجہ نہ دی تھی۔ وہ نظارہ مجھے ابھی تک ہولا نہیں۔ میں تم سے انصاف کی طلبگار تھی۔ اور تم نہیں مانتے تھے۔ آخر تنگ آکر میں نے کہا تھا۔ شاید کوئی وقت آئے۔ جب تمہیں اپنی اس بدسلوکی پر تاسف کرنا پڑے"۔

غصہ اور خوف کے مشترک احساس سے گرین ڈڈ کا چہرہ سپید ہو گیا۔ اور وہ چلاکر کہنے لگا
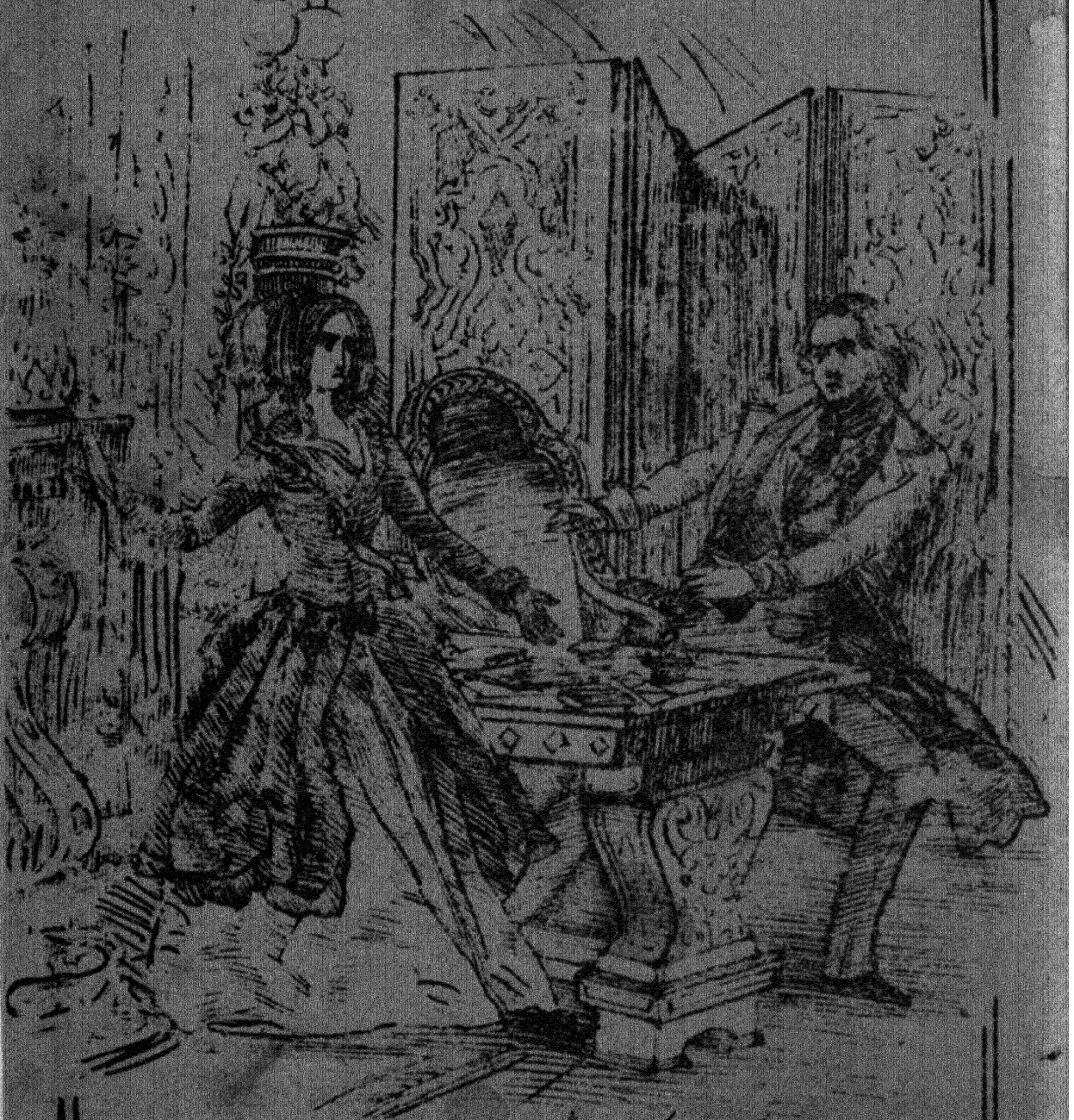
دونوں کے درمیان ایک میز حائل تھی (صفحہ ۲۶)

تو کیا اب تم ان واقعات گذشتہ کا بدلہ لینا چاہتی ہو؟ کیا تمہارا ارادہ مجھے حوالہ پولیس کرنیکا ہے؟ نہیں میں اس کا موقعہ نہ آنے دوں گا۔ میں پاکٹ بک تم سے زبردستی چھین کر اسے آگ میں ڈال دوں گا۔ اور اس طرح پر میرے جرم اور حماقت کا ثبوت تلف ہو جائیگا۔ اور اس وقت ... لیکن یوں وقت ضائع کرنا بے سود ہے۔ مجھے عمل کرنا چاہئے ... لاؤ وہ پاکٹ بک سیدھی طرح میرے حوالہ کردو ...!"

اتنا کہہ کر وہ اس کیطرف یوں لپکا جیسے شیر اپنے شکار کیطرف دوڑتا ہے۔ مگر ایلین ہرن کی پھرتی کے ساتھ دوڑ کر ایک طرف کو ہٹ گئی۔ اور کمرہ کے ایک حصہ میں ایسے طریق پر کھڑی ہو گئی۔ کہ دونوں کے درمیان ایک میز حائل تھی۔ اور گھنٹی کی رسی ایلین کے بالکل قریب واقع تھی

اس نے چلا کر کہا "اگر تم نے مجھ سے زبردستی کرنی چاہی۔ تو یاد رکھو میں ابھی شور و غل مچا کر سب نوکروں کو اکٹھا کرونگی۔ اور اس کے بعد ان کی حاضری میں اس امر کا اعلان کر دوں گی کہ تمہارا آتا جعلساز ہے! دیکھو مجھے دق نہ کرو ... میں پہلے ہی بھیری ہوئی ہوں تمہارا مستقبل اک تارِ عنکبوت کے ساتھ لٹک رہا ہے!"

"خدایا یہ کیا تباہی ہے!" گرین وڈ نے غصہ سے دانت پیستے ہوئے کہا "ایلین تم کسی طرح رضامند بھی ہو سکتی ہو؟"

"صرف اسی شرط پر جو میں پہلے بیان کر چکی ہوں!" ایلین نے پوری درازی قامت اختیار کرکے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے شاہانہ حسن کا پورا رعب گرین وڈ پر ڈالنا چاہا۔

"خیر میں اسے منظور کئے لیتا ہوں" گرین وڈ بسر طرف سے مایوس ہو کر کہنے لگا "لاؤ اب وہ پاکٹ بک میرے حوالہ کردو۔ خدا شاہد ہے کہ میں عنقریب تم سے شادی کرونگا"

ایلین نے نفرت اور نخوت کے مشترک انداز سے اپنے بالائی لب کو بل دے کر کہا "تمہاری قسموں کا کسے اعتبار ہے جسے اپنے قول کا پاس نہ ہو اسے قسم کا کیا خیال ہو سکتا ہے"

گرین وڈ نے دق ہو کر کہا "ایلین آخر تمہارے اطمینان کی کوئی صورت بھی ہے؟ کہو تو میں لکھ کر دیدوں؟"

نوجوان حسینہ نے جواب دیا "میں اسے بھی ایک کاغذ کا پرزہ سمجھتی ہوں۔ میں تمہارے جرم کے اس ثبوت کو اس وقت واپس کرونگی۔ جب گرجا میں ہماری شادی کی رسوم ادا ہو چکیں گی۔ اس سے پہلے نہیں۔ خدا کرے کہ یہ خطرہ جو اس وقت تمہیں پیش آیا ہے۔ آئندہ کے لئے تمہیں زیادہ محتاط کرنیکا موجب ثابت ہو"۔

گرین وڈ چلاکر کہنے لگا "اے ایلین جسے نہ کسی کی بات کا اعتبار ہو۔ نہ تحریر کا۔ ایسے شخص سے شادی کرنے پر کیونکر آمادہ ہوسکتی ہے"؟

"صرف اس لئے کہ اس کا بچہ ناجائز ہونے کے داغ سے بچا رہے"۔ ایلین نے زوردار لفظوں میں جواب دیا "ہاں اس لئے کہ وہ بڑا ہوکر اپنی ماں کو نفرت کی نظر سے نہ دیکھے گا کیونکہ ہماری شادی کے بعد اس کے لئے یہ جاننا غیر ضروری ہوگا۔ کہ وہ رسم کب ادا ہوئی تھی"۔

گرین وڈ نے فہمائش کے انداز سے پھر کہا "ایلین تم ناواقف نہیں ہو۔ کہ ہمارے اس ملاپ کی راہ میں بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ بھلا تم اپنے باپ کے روبرو یہ کیونکر بیان کرسکو گی۔ کہ میں نے اس شخص سے شادی کرلی ہے جس نے تمہیں تباہ اور تمہارے محسن رچرڈ کو برباد کیا تھا۔ کیا تم اس کے روبرو یہ کہتی ہوئی نہ شرماؤ گی۔ کہ یہی شخص میرے بچہ کا باپ ہے؟ ایلین ذرا سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے۔۔"

"میرے لئے اب ہر قسم کی غور و فکر غیر ضروری ہے"۔ مس منرو نے قطع کلام کرکے کہا "میں نے اس بات کا فیصلہ کرلیا ہے۔ کہ سردست اس شادی کے معاملہ کو چھپائے رکھونگی اور اس کے بعد جب ہمارا بچہ اپنی پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ سکے گا۔ تو میں اپنے آپ کو شادی شدہ ظاہر کردوں گی"۔

"مانا کہ ایسا ہی ہوگا"۔ گرین وڈ نے مزید اصرار کے ساتھ کہا "مگر ایک بڑی بھاری رکاوٹ یہ بھی تو ہے کہ میرا نام۔۔"!

"ہم پرائیویٹ طور پر مضافات شہر کے کسی گرجا میں شادی کرلیں گے۔ جہاں تمہیں کوئی پہچانتا نہ ہو۔ وہاں تم بےخوف ہوکر اپنا اصلی نام درج رجسٹر کرسکتے ہو۔ کیونکہ وہاں کوئی یہ نہ جانتا ہوگا۔ کہ تم جارج نائیگو گرین وڈ ہو"۔

"تو یہ ہے! عورت اپنی ضد پر آجائے تو وہ ساری مشکلات پر غالب آسکتی ہے"۔ گرین وڈ

نے کسیقدر بلند آواز میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔
ایلین نے پوچھا کہ پھر تمہارا فیصلہ کیا ہے؟ یاد رکھو میرے استقلال میں فرق نہ آنے پائیگا۔ میرے لیے فقط دو ہی طریق عمل ہیں۔ یا تو یہ کہ اپنے بچہ کی پیشانی سے اس کے ناجائز ہونے کا داغ دور کر دوں۔ یا ان نقصانات کا بدلہ لوں۔ جو مجھے اور میرے والد کو پہنچائے گئے ہیں۔ اگر تم مجھے اپنی بنانا منظور کرو۔ تو اطمینان رکھو کہ تمہارے جرم کے ثبوت رسم شادی کے بعد گرجا ہی میں بجنسہٖ واپس کر دئے جائینگے۔ اگر انکار کرو۔ تو کل سے میرے انتقام کا سلسلہ شروع ہو جائیگا۔ بولو کیا ارادہ ہے؟"
سخت انکسار کے لہجہ میں گرین وڈ نے کہا "ایلین میں تمہاری تجویز منظور کئے لیتا ہوں۔ مگر ایک شرط میری طرف سے بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہماری شادی اس دن تک خفیہ رکھی جائے جب کہ . . ."
"میں تمہارا مطلب سمجھ گئی" مس سنرڈ نے معترض سخن ہو کر کہا۔ "اس بارہ میں تم میرے وعدہ کا اعتبار کر سکتے ہو۔ اس کے علاوہ تم سمجھ سکتے ہو کہ ایسی وجوہ موجود ہیں جن کے باعث خود میرے لئے اس شادی کو اس وقت تک مشہور کرنا غیر مناسب ہوگا۔ جب تک کہ تم دنیا کے روبرو اپنا اصلی نام ظاہر کرنا پسند نہ کرو۔"
"بس تو پھر دیکھا ہی ہو۔ جیسا تم چاہتی ہو۔ کل میں ایک خاص لیسنس حاصل کرونگا اور ہماری شادی کی رسم چپکے سے ہکینی میں ادا ہو جائے گی۔ تم نے بجے کے ۔ اس بجے مجھے گرجا میں ملنا۔ میں سب سامان تیار رکھوں گا۔ لیکن تمہارے ساتھ کون ہوگا؟"
"میری . . . میری وفادار رفیق جس نے تمام مشکلات میں میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔"
گرین وڈ نے کہا "میرے نزدیک بہتر تھا کہ اس ڈاکٹر کی بیوی . . . میری مراد مسز ونٹ ورتھ سے ہے . . . تمہارے ساتھ ہوتی۔ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ نوکروں کو محرم راز کیا جائے۔ اس کے علاوہ مسز ونٹ ورتھ میری صورت سے ناآشنا ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ میرا نام گرین وڈ ہے۔ اور یوں بھی ایک شریف عورت ہے۔"
"خیر تو یہی سہی۔" ایلین نے جواب دیا۔ "مسز ونٹ ورتھ میرے ساتھ ہوگی۔ وہ ہر طرح قابل اعتبار عورت ہے۔"
اس کے بعد اس نے گنیتی بھائی سا یلین کے اس فعل سے مضطرب ہو کر گرین وڈ

نے کہا۔ "کیوں اب اور کیا چاہتی ہو؟"

ایلین کہنے لگی۔ "تمہارے کسی نوکر کو بلاتی ہوں۔ کہ اس کی موجودگی میں پاس سے گذر جاؤں۔ تم نوکر کا شبہ رفع کرنے کو اسے اپنی طرف سے کوئی ہدایت کر دینا۔"

اتنے میں فلپو حاضر ہوا۔ اور اس کی موجودگی میں ایلین ایسے طریق پر گرینٹ ڈیٹ سے رخصت ہوئی۔ گویا کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا ہو۔ اس کے بعد جب وہ مارکہم پلیس میں پہنچی۔ تو اس کے دل میں جو ناقابل بیان خوشی اور غیر معمولی امنگیں ساجوش زن میں کون ہے جو ان کا اندازہ کر سکے۔ آج اس نے ایک عظیم کامیابی حاصل کی تھی۔ اور وہ بھی اس شخص پر جسکی انتہائی خودغرضیوں نے اسے ہر قسم کی اخلاقی مراعات سے محروم کر دیا تھا۔ اس پر قابو پاکر اپنی شرطیں منوانا ایلین کے لئے کچھ کم خوشی کا موجب ہو سکتا تھا۔

آج جس فخر اور دلی خوشی کے ساتھ اس نے بچہ کو اپنی گود میں لیا۔ اس کا احساس پہلے اسے کبھی نہ ہوا تھا۔ حقیقی خوشی نے اس کے حسن کو اور بھی دوبالا کر دیا تھا۔ اور آج وہ غیر معمولی طور پر خوبصورت نظر آتی تھی۔ لبوں پر خود بخود مسکراہٹ پیدا ہو رہی تھی آنکھیں امید۔ کامیابی اور مادرانہ شفقت کے جوش سے چمک رہی تھیں۔ ایک ناقابل بیان مسرت کا اثر اس کے چہرہ پر نمایاں تھا۔ اور اس کی چھاتی پرشوق جذبات کی بدولت متلاطم تھی۔

گھر پہنچکر جب وہ چائے پینے کی میز پر بیٹھی۔ تو مسٹر منرو نے اس سے پوچھا "میری عزیز بیٹی کیا معاملہ ہے کہ آج تمہیں اس قدر دیر لگی۔ مجھے تو فکر پیدا ہو چلی تھی۔"

ایلین نے بات ٹالنے کی غرض سے کہا۔ "آبا جان اس دوپہر کے لنچ ڈنر میں ہی بہت وقت صرف ہو گیا۔ کل صبح مجھے مسز ونٹ ورتھ نے اپنے ہاں دعوت پر بلا لیا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر میں حاضری کے وقت گھر پر نہ ہوئی۔ تو آپ اسے غیر معمولی واقعہ نہ سمجھئے گا۔"

مسٹر منرو نے کہا۔ "ایلین جس میں تمہاری خوشی ہو۔ اس میں میری بھی خوشی ہے بہت اچھی بات ہے کہ تم مسز ونٹ ورتھ ایسی شریف خاتون سے تعلقات پیدا کر رہی ہو۔" پھر اس نے گفتگو کا پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "کل کی ڈاک میں مجھے رچرڈ کے خطوں کا انتظار لگا ہوا ہے۔ کیونکہ پہلی مراسلت جو اس کی طرف سے موصول ہوئی۔ چنداں اطمینان بخش نہ تھی۔ خدا کرے وہ یہاں کو واپس آرہا ہو یا نیپلز میں محفوظ ہو۔"

ایلین کے خوشنما چہرہ پر الم کا بادل چھا گیا۔ اور وہ کہنے لگی "افسوس کہ یہ مہم اس کے لئے نامبارک ہی ثابت ہوئی ہے۔ اگر میں اس کا مزاج سمجھنے میں غلطی نہیں کرتی۔ تو یقیناً اسے اوسور کی شکست کا سخت افسوس لگا ہوا ہے۔"

اس جگہ پر ناظرین کو شاید یہ جتلانا غیر ضروری نہ ہوگا کہ اسپیلا میں ہمارے ہیرو نے جو فتوحات حاصل کی تھیں۔ ان کی خبر ابھی انگلستان نہ پہنچی تھی۔ ذرا وقفہ کے بعد مسٹر مسرو نے کہا "وہ دن بڑا ہی مبارک ہوگا۔ جب وہ سعادت مند لڑکا گھر واپس آئیگا کیونکہ مجھے اس کے ساتھ اپنے بیٹے کی طرح محبت ہے۔"

"اور میں بھی اس کے ساتھ بھائی کی ایسی محبت رکھتی ہوں" ایلین نے کہا۔ "ہاں وہ میرا بھائی ہی ہے" اس نے دوبارہ بھائی کے لفظ پر زور دیکر کہا۔

اس سے اگلے روز ۸ بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔ کہ ایک بند گاڑی ہیکلی کے گرجا کے سامنے ٹھیری۔ اور اس میں سے مسٹر گرین وڈ اترا۔

اس کی رنگت زرد تھی۔ اور اس کے لب کا حرکت کرنا ظاہر کرتا تھا۔ کہ طبیعت میں انتہا درجہ اضطراب ہے۔ اس کے ذرا دیر بعد جب گرجا کا گھڑیال دس بجا رہا تھا۔ ایک اور گاڑی وہیں آکر رکی۔ گرین وڈ نے قریب جا کر دروازہ کھولا۔ اور مسز ونٹ ورتھ اور ایلین مسرو کو سہارا دیکر اتارا۔ جس وقت وہ آخر الذکر کو گرجا کے دروازہ تک لیجا رہا تھا اس نے دبی زبان سے پوچھا "تم وہ پاکٹ بک بھی ساتھ لیتی آئی ہو؟"

ایلین نے مختصر طور پر کہا "ہاں"

اس کے بعد یہ تینوں گرجا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور گاڑیاں اسی جگہ انکی واپسی کی منتظر رہیں۔ تاکہ جہاں تک ممکن ہو معاملہ گاڑی والوں کی نظر سے پوشیدہ رہے گرجا کا پادری اور کلارک پہلے سے ان کے منتظر تھے۔ ان کے آنے پر شادی کی رسم شروع ہوئی۔ اور تھوڑے عرصہ بعد ختم ہوگئی۔ اب ایلین کو قانون اور اخلاق کی رو سے بیوی کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔

اس کے شوہر نے اس کی سفید پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور عین اس وقت ایلین نے پاکٹ بک اس کے حوالہ کردی۔ چند منٹ بعد اسے شادی کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔ اپنے شوہر کو ایک طرف لے جا کر اس نے کہا "میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ اگر میری

خاطر سے نہیں۔ تو اپنے بچہ کی۔ اور خود اپنی خاطر آئندہ کوئی فعل ایسا نہ کرنا۔۔"
گرین وڈ نے قطع کلام کر کے کہا۔ "ایلین تم اس بارہ میں بےفکر رہو کل شام میرے دوست مارکوئیس آف ہالسعورڈ نے مجھے دس ہزار پونڈ قرض دیدیے ہیں۔ اور اس رقم سے میں اپنی بگڑی ہوئی مالی حالت کو سنبھال سکوں گا۔ ایلین اطمینان رکھو کہ تم ایک عزت دار شخص کی بیوی ہی کہلاؤ گی۔ اور جس نام میں آج تم شریک ہوئی ہو۔ مدت مدید تک یادگار رہیگا۔ لیکن یہ بتاؤ تمہارے والد کو رچرڈ کے متعلق کوئی خبر موصول ہوئی ہے"۔
"اس پہلے خط کے بعد جس کی اطلاع میں نے تمہیں دی تھی۔ اور کوئی چٹھی وصول نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں وہ حفاظت میں ہے بھی یا نہیں"۔
"خیر جس وقت تمہیں اس کیطرف سے کوئی خط آئے۔ مجھے اطلاع دینا"
"اطمینان رکھو میں ضرور اس کی اطلاع بھیجدونگی"۔
"ایلین آج کا دن ہم اکٹھے بسر کریں گے۔ ہمارا ۲۴ گھنٹہ کا زمانہ سنی مون رخصتی میں بسر ہوگا۔ سرونٹ وار تھ سے کہدو۔ وہ اب واپس چلی جائے۔ اور تمہارے والد کو کہلا بھیجے کہ ایلین آج دن بھر میرے ہاں ٹھیرے گی"۔
ایلین بولی۔ "تمہارے حکم کی اطاعت میرے لئے بہر حال فرض ہے"۔
گرین وڈ کہنے لگا۔ "بیشک یہی میری خواہش ہے۔ ایلین اب تم میری ہو۔ جن حالات نے ہم دونوں کو ملایا۔ میں انہیں فراموش کر دوں گا۔ اور آج سے میں تمہیں اپنی پیاری بیوی ہی سمجھوں گا"۔
ایلین نے دلی شوق سے اس کا ہاتھ دبا کر اور محبت کی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کاش یہ سچ ہو"۔ ایلین کو اپنے شوہر سے دلی محبت تھی۔ کیونکہ آخر وہ اس کے بچہ کا باپ تھا۔
گرین وڈ نے کہا۔ "یہ بالکل سچ ہے"۔ لیکن جب کہ وہ ان لفظوں کو ادا کر رہا تھا اس کی نئی بیاہی دلہن نے بالکل محسوس نہیں کیا۔ کہ اس فقرہ کا اس کے شہوانی جذبات سے بھی تعلق ہے۔ فقرہ پورا کرتے ہوئے گرین وڈ نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ تم پورے طور پر وفادار رہی ہو۔ اور یہ امید کہ میں کسی دن گرین وڈ کی منکوحہ بیوی بن سکونگی ہمیشہ تمہارے طرز عمل پر غالب رہی ہے۔ اس کے میرے پاس کافی ثبوت موجود ہیں"۔

"ثبوت؟" ایلین نے خوشی اور تعجب کے مشترکہ انداز سے کہا۔

"ہاں ثبوت۔ تمہیں وہ دن یاد ہے۔ جب نقابی رقص کے اس جلسے میں تم نے اس مکار پادری رچیڈیا ابد الیسی کو نہایت مناسب طور پر زور لفظوں میں جھاڑ بتائی تھی۔ اس وقت تم دونوں کے قریب ایک یونانی راہزن بھی کھڑا تھا۔"

"مجھے یاد آگیا۔ تو کیا وہ یونانی راہزن ..."

"وہ میں ہی تھا۔" گرین وڈ نے کہا۔

"تم؟" ایلین نے اطمینان کے ساتھ مسکرا کر پوچھا

"ہاں خود میں ہی تھا۔ اور میں نے تمہاری زبان سے نکلا ہوا ہر ایک لفظ پورے طور پر سن لیا تھا۔ لیکن اب تمہارا یہاں ٹھہرنا بیکار ہے۔ تم مسز ونٹ ورتھ سے کہہ دو کہ وہ تمہارے والد کو کوئی معقول عذر بھیج دیں اور ہم تم یہاں سے رخصت ہو جائیں۔"

ایلین نے اس نشست گاہ میں جا کر جہاں ڈواگر بڑی خوشگوار آتش کے قریب بیٹھی تھی۔ گرین وڈ کا عندیہ اس کے روبرو ظاہر کر دیا۔ اور درخواست کی کہ ایک دن کے لئے میرے متعلق والد کو کوئی مناسب عذر بھجوا دیجئے۔

اس کے بعد دونوں وہاں سے رخصت ہوئے مسز ونٹ ورتھ نے اس راز کو پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کر کے نوشادی شدہ جوڑے کو الوداع کہی۔ اور فوراً ہی خود ایک گاڑی پر سوار ہو کر اپنے مکان کی طرف چلدی۔ گرین وڈ اور ایلین اپنا مختصر زمانہ ہنی مون بسر کرنے کو رچمنڈ کیطرف ہوئے۔

چوتھا باب — مزید کامیابیاں

اب ہم پھر ایک بار سرزمین کیسل سکالا کا رخ کرتے ہیں۔

نہایت قلیل عرصہ میں اپنے شہر کو فتح و تاراج کرتا ہوا جن کی بدولت فوجوں کی قوت برداشت کا بخوبی طور سے امتحان ہو گیا۔ مایوس یا غیر مطمئن نہیں بلکہ جوش اور امنگوں سے بھری ہوئی فوج کو ساتھ لئے رچرڈ ولا بیلا کی فصیل کے قریب پہنچ گیا ہے۔ راستہ میں کم و بیش . . ہم وطن سپاہی ان اس کی فوج میں اور شامل ہو چکے ہیں۔ اور یہ لوگ چونکہ ملیشیا کے

تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے پہلے سے سلح بند اور قواعد داں تھے۔ در حقیقت رچرڈ نے اسٹیلا میں جو عظیم فتح حاصل کی۔ اس کی بدولت چاروں طرف لوگوں کے اندر اس کے حق میں غیر معمولی جوش پیدا ہوگیا ہے۔ اور اس واقعہ کو وہ خود اور اس کے پیرو کار آئندہ کی آخری کامیابی کا ایک مبارک فال سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک گاؤں۔ ہر ایک دیہ میں جہاں سے فتحمند فوج گذرتی۔ لوگ طرح طرح کی خوشیاں مناتے۔ اور اس کا بڑے جوش سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ آخر یکم جنوری کی صبح کو جب اس فوج کا ہراول اس جنگل سے باہر نکلا۔ جو دلا بیلا کا طواف کئے ہوئے ہے۔ تو شہر کی فصیلوں سے توپخانہ کی گھن گرج آوازوں نے سلامی اتاری۔ اور اس کے ساتھ ہی اس عظیم تجارتی شہر کے ہر ایک برج اور چوٹی پر آشتی کا تین رنگوں کا جھنڈا لہرانے لگا۔

رچرڈ نے یہ حالت دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "یہاں پر سب ہمارے دوست ہی نظر آتے ہیں۔ خدا کرے اور مقامات میں بھی ہمیں خون بہانے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔"

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد فوج دلا بیلا کے باہر خیمہ زن ہوگئی۔ کیونکہ رچرڈ اس وقت شہر میں داخل ہونا غیر مناسب سمجھتا تھا۔ جب تک کہ کارپوریشن اسے باضابطہ طور پر اس کی دعوت نہ دے۔ تاہم اس نے فوراً ہی ایک قاصد کو اس قسم کی بعض دستاویزات دے کر جو اسٹیلا کی انتظامی کمیٹی کی طرف سے اسے حاصل ہوئی تھیں میئر کے پاس بھیجا اور اس کے گھنٹہ بھر بعد دلا بیلا کے میونسپل حکام ایک جلوس کی صورت میں فاتح فوج کے خیر مقدم کے لئے شہر سے باہر آئے۔

شہر کا میئر ۸۰ سال کا ایک عمر رسیدہ آدمی تھا۔ لیکن اس کے قوا بدستور قائم تھے اور ذہنی قوت مضبوط اور تیز تھی۔ اسے آگے آتا دیکھ کر رچرڈ اپنے گھوڑے سے اتر کر اس سے ملنے گیا۔ لیکن میئر نے کہا۔ "اے بہادر اور شریف النسب جوان! آؤ میں تم سے بغلگیر ہولوں۔ تمہاری شہرت تمہاری ذات سے پہلے یہاں پہنچ چکی ہے۔ اور اس فصیل کے اندر" اس نے دلا بیلا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں۔ جو اس کارِ ثواب کا مخالف ہو جس کی حمایت میں تم نے تلوار اٹھائی ہے۔"

اس کے بعد سارے اراکین کارپوریشن کی حاضری میں میئر پر ولنٹ قسمت کیا تھا

رچرڈ سے بغلگیر ہوا۔ اور فوج کے جوانوں نے زور کے نعرہ ہائے مسرت بلند کئے
پھر رچرڈ کو باضابطہ طور پر شہر میں داخل ہونے کی دعوت دی گئی۔ اور جب مارکہم اس بارہ میں ضروری احکام جاری کر چکا۔ تو ایک جلوس تیار کیا گیا۔ جس میں سب سے آگے کارپوریشن کے اراکین تھے۔ ان کے بعد جرنیل مارکہم اور اس کا سٹاف اور ان کے بعد فوج کے سپاہی اور ان کے ہتھیار جو طلوع ہوتے ہوئے آفتاب کی کرنوں سے چمک رہے تھے
جب ہمارا ہیرو پل پر سے گذر کر شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ تو فصیلوں پر توپ خانہ کی باڑھ پھر ایک بار چلی اور گرجوں میں گھنٹے بجنے شروع ہوئے۔
اسٹیلا کی طرح یہاں بھی ہر طرف کھڑکیوں میں آرزومند آنکھیں شوق سے کسی کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں۔ بازاروں میں ایک جم غفیر رچرڈ کو دیکھنے کے لئے بیتاب تھا۔ اور ہر کس و ناکس کے سینہ میں حب وطنی اور آئینی آزادی کا شوق موجزن نظر آتا تھا۔
یکایک لاکھوں آوازوں نے مل کر کہا "البرٹو زندہ باش! جنرل مارکہم زندہ باش! ظالم کو خدا غارت کرے! آسٹریوں کو موت کے گھاٹ اتار دو!"
جس وقت یہ جلوس ٹون ہال میں پہنچا تو فوجیں وہاں سے ہٹ کر بارکوں کی طرف چلی گئیں اور اس جگہ قلعہ نشین فوج کے ایک ہزار کے قریب جوانوں نے ان کا شوق سے خیر مقدم کیا۔ ویا بیانا کے سارے فوجی افسر بھی باستثنائے کرنل کمانڈنٹ آئین پسندوں کے حق میں تھے۔ آخر الذکر نے بھی کسی علانیہ مخالفت کا اظہار نہ کیا۔ صرف اتنا کہا۔ کہ گو آئندہ میں کبھی گرینڈ ڈیوک کی خاطر تلوار نہ اٹھاؤں گا۔ تاہم اس کا نمک کھانے کی شرم میں اس کے خلاف بھی نہیں لڑ سکتا۔
ٹون ہال میں کچھ عرصہ تک ضابطہ کی کارروائی ہوتی رہی میونسپلٹی نے ایک اعلان جاری کیا۔ جس کی رو سے اسٹیلا کی انتظامی کمیٹی کو جائز تسلیم کیا گیا تھا۔ اور یہاں [illegible] نے بھی ایک مستقل حیثیت اختیار کر کے اس قسم کے اختیارات اپنے ذمہ لے لئے [illegible] نے اس اعلان پر تصدیق کے طور پر دستخط کئے۔ اور اس کے بعد واپس فوجی بارکوں [illegible] چل دیا۔
یہاں سے مارکہم نے چند معتمد سفیروں کو ونیا لا کے نیکدل ساہوکار ودیانی اسٹیلا کے [illegible] کی حاوستی کمیٹی کے پاس بھیجا۔ پھر فوج کو اس ہمت اور استقلال پر مبارکباد

دی۔ جس کی بدولت دلابیلا میں اس قدر آسانی کے ساتھ کامیابی حاصل ہوگئی تھی۔ اور سپاہیوں کو اس بات کی یاد دہانی کی۔ کہ ساری کامیابی کا دارومدار نقل و حرکت کی تیزی پر ہے۔ تاکہ آئینی فوج کی تعداد بڑھنے سے پہلے دشمن عظیم اجتماع فوج نہ کر سکے۔ بعد میں سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ وہ سہ پہر کو ۳ بجے کوچ کے لئے آمادہ رہیں۔

کچھ تو نئے والنٹیروں کے شمول اور کچھ دلابیلا کی قلعہ نشین فوج کی مدد سے اب رچرڈ کی سپاہ چار ہزار کی تعداد تک پہنچ چکی تھی۔ اس شاندار فوج کو ساتھ لیکر رچرڈ اب بیاسیر کی جانب روانہ ہوا۔ اس سے دوسرے دن یعنی ۷ جنوری کی شام کو اس مشہور شہر کے برج آئینی فوج کے سرداروں کو نظر آنے لگے۔

بیاسیر کی قلعہ نشین فوج کا کمان افسر ایک عمر رسیدہ اور مشہور آدمی جنرل جٹینانی تھا۔ گرینڈ ڈیوک سے غیر معمولی وفاداری کرنے والا اور ہر قسم کی آزادی اور آزاد خیالی کا پکا مخالف۔ رچرڈ اس بات سے پورے طور پر واقف تھا۔ اور اسے یقین تھا۔ کہ بیاسیر بغیر خونریزی کے قبضہ نہ ہو سکے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اسے نظر انداز نہ کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں اندیشہ تھا۔ کہ صوبجات ویرونیری اور سٹیرالو کی فوجوں کا اس جگہ سہولت سے اجتماع ہو سکے گا۔ اور دشمن آسانی سے آئینی فوج اور دلابیلا اور اسٹیلیا کے درمیان رسل و رسائل کے سلسلہ کو منقطع کر دے گا

غرض مارکسم کو پورا یقین تھا۔ کہ دشمن آئینی فوج پر ضرور حملہ کرے گا۔ اس لئے اس نے مناسب تیاریوں کا کام فوراً شروع کر دیا۔ اس نے سرداران فوج کو رک کر عقبی فوج کا انتظار کرنے کا حکم دیا۔ اور توپ خانہ ایک پہاڑی پر جما دیا۔ جہاں سے شہر تک میدانی فاصلہ پر بخوبی گولہ باری ہو سکتی تھی۔

اس کی یہ تیاریاں بے سود ثابت نہ ہوئیں۔ کیونکہ تھوڑے ہی عرصہ میں بیاسیر کی طرف سے بہت سی فوج آگے کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی کرنوں میں دشمن کے سپاہیوں کی فولادی ٹوپیاں اور سنگینیں چمکتی نظر آتی تھیں۔ اس کے پانچ گھنٹہ بعد دشمن اس قدر قریب پہنچ گیا۔ کہ رچرڈ نے توپ خانہ کو فیر کرنیکا حکم دینا ضروری خیال کیا۔ لیکن جرنیل جٹینانی جو اپنی فوج کی کمان خود ہی کر رہا تھا سپاہ کو لئے اس قدر تیزی سے بڑھتا چلا آیا۔ کہ تھوڑی دیر میں ہی گھمسان کا معرکہ شروع ہو گیا۔

جنینانی کے ساتھ کم ویش سات سے تین ہزار جوان تھے۔ لیکن گویہ سپاہ عددی طور پر آئین پسندوں سے کم تھی۔ مگر اسے بعض اور فوقیتیں حاصل تھیں کیونکہ اس کے ساتھ صرف ۲۰ میدانی توپیں تھیں۔ بلکہ بہت سی رکلیں، اور گلانداز بھی ساتھ تھے۔ اس کے علاوہ فوج ہر طرح تازہ دم تھی۔ رچرڈ کے جوان ایک طویل کوچ کے باعث تھکے ہوئے تھے۔

چند منٹ تک فریقین کی طرف سے زور دار گولہ باری ہوتی رہی۔ اس کے بعد رچرڈ نے اپنی فوجوں کو آگے بڑھا کر رسالہ کے جوانوں کو دشمن پر بلہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی سنگانی جوانوں نے اپنی رفلوں کا رخ دشمن کے گھڑ چڑھے سپاہیوں کی طرف پھیرا کچھ تو ان کی امداد سے اور کچھ رسالہ کی غیر معمولی جرأت سے دشمن کے سواروں کے دانت کچھ گھنٹے کے عرصہ میں ہی کھٹے ہو گئے۔

اپنے رسالہ کو دشمن کے سواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے چھوڑ کر رچرڈ نے آپ دائیں بازو کی طرف رخ کیا۔ جس پر گولنداز بڑے زور کے وار کر رہے تھے۔ اور جہاں کسی حد تک اضطراب پیدا ہونے لگا تھا۔ ان جوانوں کو مخاطب کر کے رچرڈ نے کہا "آئین پسندو میدان کے دوسرے حصہ میں تمہارے بھائی کامیاب ہو چکے ہیں۔ خبردار آج کمزوری کا اظہار نہ ہونے پائے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ آج ہم کامیابی یا موت ایک بات ضرور حاصل کر کے رہیں گے"۔

ان لفظوں کا اثر بجلی کی طرح ثابت ہوا۔ اور آئین پسند پیادہ فوج فوراً ہی سنبھل گئی۔ ان کے اکھڑتے ہوئے قدم دوبارہ جمے دیکھ کر دشمن نے پھر زور کا حملہ کیا۔ اور تباہ کن مقابلہ دیر تک تاریکی میں جاری رہا۔ اتنے میں رچرڈ کا مقابلہ گولندازوں کے کرنیل سے ہو گیا۔ جو ایک خوشنما گھوڑے پر سوار تھا مگر اس مقابلہ کا فیصلہ جلدی ہی ہو گیا رچرڈ کے وار سے افسر مذکور کی تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ اور اسے فوراً ہی زیر حراست لے لیا گیا فوج میں یہ خبر شعلۂ آتش کی طرح پھیل گئی۔ اور اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ دشمن کے جوان گھبرا کر تتر بتر ہونے لگے۔ فوراً ہی انہوں نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ رچرڈ نے تعاقب کیا۔ اور طرفۃ العین میں جینیانی کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔

* *

رچرڈ نے پھر بھی تعاقب نہ چھوڑا۔ بلکہ اپنی فوج کو ساتھ لئے دشمن کا پیچھا پیاسیر کی فصیل تک جاری رکھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ انہیں منہدم کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ محض اس

نیت سے کہ جس قدر زیادہ قیدی ہاتھ آئیں۔ پکڑ لیے جائیں۔ اور دشمن کو شہر میں پناہ گزین ہونے کا موقعہ نہ دیا جائے۔

رچرڈ نے جرنیل جسٹینیانی کو شہر کے دروازہ تک پہنچتے پہنچتے پکڑ کر زیر حراست لے لیا۔ اور اس کے بعد واپس آکر پھر اپنی فوجوں کو منظم کرنے کا کام شروع کیا۔

وہ رات آئین پسندوں نے پیاسیر سے ایک میل کے فاصلہ پر کھلے میدان میں بسر کی۔ اس سے اگلے دن یعنی ۱۰ جنوری کی صبح کو شب گذشتہ کے کارنامہ کا غلغلہ چاروں طرف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ دشمن کے ۸۰۰ جوان مارے گئے۔ اور ۵۰۰ گرفتار ہوئے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں آئین پسندوں کے صرف ۳۰ آدمی مارے گئے اور کم و بیش اتنے ہی زخمی ہوئے تھے۔

سورج افق مشرق سے منہ نکال کر کشت و خون کے اس خوفناک نظارہ کو دیکھنے لگا ہی تھا۔ کہ پیاسیر سے چند قاصدوں نے آکر اطلاع دی کہ کارپوریشن آئین پسندوں کے حق میں ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی میونسپل حکام کی طرف سے ارکہم کے نام بعض رقعات لائے۔ ان مراسلات سے واضح ہو گیا۔ کہ شہر کے کثیر التعداد باشندوں کو آئین پسندوں سے پوری ہمدردی ہے۔ اور انہیں اس کا دلی رنج بھی ہے کہ جرنیل جسٹینیانی کی ضد سے بلا وجہ اس قدر نقصان جان ہوا۔ یہ خبر جب فوج کے جوانوں میں مشہور ہوئی۔ تو انہوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے اور بہت دیر تک اپنی کامیابی کی خوشیاں مناتے رہے۔

ان مراسلات میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ شہر میں تین رنگ کا صلح کا جھنڈا لگا دیا گیا ہے اور مارکہم سے شہر میں داخل ہونے کی درخواست بھی کی گئی تھی۔ ان چٹھیوں کا رچرڈ نے مناسب جواب لکھ بھیجا۔ اس کے بعد وہ جرنیل جسٹینیانی سے ملا۔ اور اس سے کہنے لگا۔ کہ اگر آپ آئندہ آئین پسندوں کے خلاف ہتھیار نہ اٹھانے کا اقرار کریں تو میں ابھی آپ کو رہا کر سکتا ہوں۔ مگر اس ضدی جرنیل نے اس درخواست کو حقارت کے ساتھ نامنظور کر دیا۔ اور مارکہم نے ناچار اسے عزت سے سپاہیوں کے زیر نگرانی ولاسیلا کو بھیج دیا۔

ٹھیک ۵ بجے جب رچرڈ ارکہم شہر میں داخل ہوا۔ تو ہر طرف گھنٹے بج رہے تھے۔ توپیں سلامی اتارتی تھیں۔ اور باشندگان شہر دلی جوش کے ساتھ خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ اراکین کارپوریشن نے شہر کی کنجیاں رچرڈ کے روبرو پیش کیں۔ مگر اس نے یہ کہکر

واپس دے دیں۔ کہ میں کیپل سکالا والوں کا مخدوم نہیں بلکہ خادم ہوں گا"۔

چند منٹ کے عرصہ میں یہ فقرہ پپاسیر کے بچہ بچہ کی زبان پر چڑھ گیا۔ اور اس نے اہل شہر کے جوش کو اور بھی دوبالا کر دیا۔

رچرڈ نے اس بات کا ارادہ کر لیا۔ کہ آج کا دن شہر ہی میں بسر کیا جائے۔ فوج کو بارکوں میں بھیجکر اس نے حسب معمول کارروائی کی اطلاع اپنے خاص قاصدوں کے ہاتھ دلابیلا۔ اسٹیلا۔ پنیالا اور موموتی میں بھیجی۔ کیا اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کہ ہر ایک خط جو رچرڈ سنیئیر ودیانی کے نام لکھتا۔ اس میں وہ نہایت مختصر رقعے مسٹر منرو اور اسابیلا کے نام بھی ہوتے تھے؟

ان کاموں سے فارغ ہو کر رچرڈ ٹون ہال کیطرف گیا۔ جہاں اس نے اس حکمنامہ پر دستخط کئے۔ جس کی رو سے شہر کی میونسپل کمیٹی کو انتظامی کمیٹی بنا دیا گیا۔ اور اس مطلب کا ایک اعلان بھی شائع کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس نے انتھک کوشش سے فوج کی تعداد بڑھانے کی فکر کی۔ اب اس کا ارادہ سیدھا ارنانی کیطرف جانے کا تھا۔ جہاں اس صوبہ کے کپتان جنرل کے ماتحت ایک مضبوط اسٹرین اور کیپل سکالین فوج موجود تھی۔ رچرڈ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ ارنانی میں سب سے زیادہ زوردار جدوجہد ہوگی۔ ایسی کہ جس کے مقابلہ میں سب معرکے جواب تک ہوتے رہے ہیچ نظر آتے تھے۔

فوج کے لئے مزید جوان حاصل کرنے میں اسے اپنی کوششوں میں پوری طرح سے کامیابی حاصل ہوئی۔ بے شمار والنٹیر بارکوں میں بھرتی کے لئے جمع ہوئے۔ اور شہر کا گودام وردیوں۔ ہتھیاروں اور باقی سامان حرب سے پر ہو گیا۔

پپاسیر کے مغرب میں ایک وسیع کھلا میدان تھا۔ اس جگہ رچرڈ نے کچھ دم اپنی فوجوں کے معائنہ کا انتظام کیا۔ تجویز یہ تھی۔ کہ اس فوجی ریویو کے بعد کوچ شروع کیا جائے۔ دوسرے دن صورج نکلنے سے آدھ گھنٹہ بعد فوج شہر کے مغربی دروازے سے نکلکر میدان میں جمع ہونے لگی۔ بیشمار تماشائی اس شاندار نظارہ کو دیکھنے کے شوقین تھے۔ ہزاروں آنکھیں ہمارے ہیرو کو تعریف کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ سیکڑوں دل اس کی ناموری پر پھولے نہ سماتے تھے۔

مارکہم کے نائب کرنیل کوساریو نے فوج کا انتظام ٹھیک کیا۔ اور ۲۴ جنوری کی قابل یادگار صبح کو اس میدان میں سورج کی سنہری کرنوں کی روشنی میں ... ۵ جوانوں کا ریویو شروع ہوا۔ ہر ایک رجمنٹ کا جداگانہ بینڈ باجہ تہا۔ اور سب نے چمکدار وردیاں پہنی ہوئی تھیں۔ جوں جوں سورج نکلتا آرہا تہا۔ اس کی تیز کرنیں ان جوانوں کی سنگینوں ننگی تلواروں اور فولادی ٹوپیوں پر پڑکر آنکہوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔ ایک باڑہ پر کھڑا مارکہم اپنے سٹاف اور مورکر سمیت جس نے ۲ جنوری کے معرکہ میں خوب ہی داد شجاعت دی تہی۔ ناقابل بیان دلی مسرت کے ساتھ اس سپاہ کو دیکھ رہا تہا۔ جو اسے اپنا رہبر جانتی اور اس کے پسینہ پر خون بہانے کے تیار تہی۔

کوساریو کا حکم پاتے ہی سب فوجیں ترتیب وار توجہ کی حالت میں کھڑی ہو گئیں ہر ایک کا باجہ اس کے سامنے نظر آتا تھا۔

کرنیل نے دوسرا حکم دیا۔ "جنرل سیلیوٹ پریزنٹ آرمز" اس کے ساتہ ہی بیشمار ہاتہوں کے بندوقوں پر لگنے سے زوردار گونج پیدا ہو گئی۔ یکایک بینڈ باجے نے فرانس کی مشہور قومی گت "پیریسین" بجانی شروع کی۔ اور مارکہم نے اپنی فوج کے سلام کے جواب میں اپنے سر سے لگی ہوئی ٹوپی اتار کر خود سلام کیا۔

باجا بجنا بند ہوا۔ اس کے بعد نصف میل کے اندر پھیلی ہوئی اس فوج کو "شولڈر آرمز" کا حکم دیا گیا۔ مارکہم گھوڑے پر سوار فوج کی طرف بڑہا۔ ساتھ ساتھ اس کا سٹاف بہی تہا۔ رجمنٹوں کے پاس سے گذرتے ہوئے اس نے ان میں سے ہر ایک کا معائنہ کیا۔ اور رجمنٹوں کو مخاطب کر کے انہیں حوصلہ افزائی کے لفظ کہے۔ جب وہ دوبارہ اسی بلندی پر آکر کھڑا ہو گیا۔ تو فوجی قطار کو چہار دویژنوں کی صورت میں تیار کر لیا گیا۔ اور ساری فوج اپنے جرنیل کے سامنے سے گذرنے لگی۔ آگے آگے بینڈ باجہ ایک دلفریب گت بجا رہا تھا۔

میدان سے ہٹ کر فوجیں ابرنطانی کی سڑک کو ہو لیں۔ اور مارکہم بہی شہر کے میئر اور میونسپل حکام سے رخصت لیکر ان کے ساتھ چلنے کو تہا۔ کہ ایک سوار گرد و غبار اڑاتا سرپٹ گھوڑا دوڑاتا قریب آیا۔ معلوم ہوا کہ وہ سینیر دیانی کے خطوط لایا ہے ان کے مطالعہ سے ہمارے ہیرو کو معلوم ہوا کہ پیانا لا بہی دشمن اپسدوں کا حامی بن گیا ہے

اور اس نے بھی آزادی کی حمایت میں تین رنگ کا جھنڈا نصب کر دیا ہے۔ وہاں بھی مارکھیم کو آئینی فوج کا خاص جرنیل تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور اس کی فوج کے لئے ... جوان روانہ کئے گئے ہیں۔

رچرڈ نے یہ خوشخبری ہپاسیر کی میونسپلٹی کے اراکین کو بھی سنائی۔ اور اس کے بعد فوج سے جا ملا۔ فوج کے جوانوں نے جب یہ خبر سنی کہ پنیالا جیسا شہر ازخود ان کا حامی بن گیا ہے۔ تو ان کے ولولے اور بھی بلند ہو گئے۔

جس وقت رچرڈ گھوڑے پر سوار اپنی فوج کے ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے دل میں سوچنا شروع کیا "قسمت ہر طرح یاور ہے۔ اب اگر مجھے ابرشانی میں کامیابی حاصل ہو جائے۔ تو پھر کسی بات کا کھٹکا نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں میری فوج کا حوصلہ اتنا بلند ہو جائے گا۔ کہ وہ اس عظیم آخری معرکہ میں جو مونٹونی کے قریب ہونیوالا ہے۔ ضرور فتحمند ثابت ہو گی۔ اور اس وقت اے اسابیلا تمہارے والد بھی اس بات کو تسلیم کرینگے کہ انہیں تاج شاہی پہنا کر میں نے اپنے آپ کو تمہاری شادی کے لائق ثابت کر دکھایا ہے"

جس سڑک پر اب رچرڈ کی فوج گذر رہی تھی۔ وہ اس تیز کوچ کے لئے جس پر رچرڈ اصرار کر رہا تھا۔ ہر طرح موزوں تھی۔ کیونکہ فراخ اور ہموار ہونے کی وجہ سے اس پر توپخانہ آسانی سے گذر سکتا تھا۔

دوپہر ڈھلے کو تھی۔ کہ فتحمند فوج کا سردار دل ابرشانی کے خوشنما صوبے کے قریب پہنچا۔ اور باشندوں نے اس کا دلی جوش اور مسرت کے ساتھ استقبال کیا۔ کیونکہ یہی وہ علاقہ تھا۔ جو گرینڈ ڈیوک کے زیر حکومت کونٹ سینیا کروس کی عملداری میں سب سے زیادہ سختی محسوس کرتا رہا تھا۔

ان حالات میں یہ امر چنداں تعجب خیز نہیں سمجھا جا سکتا۔ کہ لوگوں نے آئینی فوج کی آمد پر اظہار خوشی کیا۔ اور ہر کس و ناکس نے اس فوج کے نوجوان جرنیل کو دعائیں دیں راستوں پر جا بجا عمر رسیدہ لوگ دوزانو ہو کر دست بدعا تھے۔ کہ خدا حملہ آور فوج کو فتح نصیب کرے مائیں اپنے بچوں کو کھڑکیوں میں لئے کھڑی تھیں۔ اور اشاروں سے ہمارے ہیرو کی صورت دکھا رہی تھیں۔ چمکیلی آنکھوں والی دوشیزہ لڑکیاں اس کی راہ میں پھول برسا رہی تھیں۔

ہر طرف سے والنٹیر بڑی تعداد میں فوج میں شریک ہو رہے تھے۔ جس طرح برف کا گولا لڑھکتا ہوا اپنا حجم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح جوں جوں یہ فوج آگے بڑھتی تھی۔ اس کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی تھی

غروب آفتاب کے قریب ساری فوج ایک بڑے قصبہ کے نواحات میں خیمہ زن ہوئی۔ جس کے باشندوں نے سپاہیوں کے لئے شراب اور سامان رسد بہم پہنچایا اسی اثنا میں وید و نیزی سے چند قاصدوں نے آکر خبر دی کہ وہ مقام بھی آئین پسندوں کا حامی بن چکا ہے۔ اور وہاں سے فوج کے لئے کمک روانہ کی گئی ہے۔ اب گویا کمبیل سکالا کا سارا جنوبی حصہ اس تحریک کا موید ہو گیا تھا۔ جس کا سرگروہ اور رہبر بارکیم تھا۔

فوج نے دو گھنٹے آرام کیا اور اس کے بعد نصف شب تک کوچ کرتی رہی۔ جبکہ وہ رات بسر کرنے کے لئے ایک وسیع میدان میں خیمہ زن ہوئی۔ جہاں اس کے دائیں طرف حفاظت کے لئے ایک جنگل تھا۔ اور بائیں طرف ایک پہاڑی جس پر مزید حفاظت کے لئے توپ خانہ نصب کر دیا تھا۔

رچرڈ نے دشمن کے شبخون سے بچنے کے لئے ہر ممکن تیاری کر لی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ کونٹ سنٹا کروس ایسا آدمی نہیں۔ جو اس موقعہ پر غافل رہے گو بعد ازاں معلوم ہوا۔ کہ کپتان جنرل اس لئے شہر چھوڑ کر کہیں نہ جا سکتا تھا مبادا اہل شہر آئین پسندوں کے حامی بن جائیں۔

ان حالات میں معرکہ ارنٹانی کی فصیل کے عین قریب ہوا۔ شہر کے مشرق میں ایک کسی قدر بلند چپٹا مقام تھا جہاں کونٹ سنٹا کروس اپنے ۷۰۰۰ جوانوں کو لیکر جن میں سے تین ہزار باشندگان کمبیل سکالا اور ۴۰۰۰ آسٹریا کے تھے۔ کھڑا ہو گیا۔

دوسری طرف رچرڈ کے ساتھ کم و بیش ۶۰۰۰ جوان تھے۔ کیونکہ پاسیر سے چلنے کے بعد فوج میں ایک ہزار کے قریب اور والنٹیر شریک ہو چکے تھے۔

غرض ان تیاریوں کے ساتھ فریقین کا مقابلہ شروع ہوا۔ ۵ جنوری کی شام کو پانچ بجے کے قریب آئین پسند اس مقام سے چلے جہاں انہوں نے رات بسر کی تھی۔ ارنٹانی کی طرف بڑھے۔ دن یونہی گذر گیا اور اس کے بعد رات کو فوجیں ایک بڑے گاؤں کے قریب پھر خیمہ زن ہوئیں۔ ۶ تاریخ کی صبح کو دوبارہ کوچ شروع ہوا۔ تارے چڑھنے

اب فوج کی رفتار کم کرادی تھی۔ کیونکہ اسے اس بات کا بھی پورے طور سے خیال تھا کہ کہیں فوج کوچ در کوچ کر کے تھک نہ جائے۔ آخرکار اس روز گہری شام ہو چکی تھی۔ کہ حملہ آور فوج غنیم کے قریب پہنچی۔ اور سامنے ابر شانی کے گرجا گھر کا شاندار کلس نظر آنے لگا۔

اس وقت سفر کی طرف اشارہ کر کے رچرڈ نے کہا۔ "اگر خدا ہمارا حامی کار ہے تو کل اس وقت اس گرجا کا گنبد ہماری کامیابی کا خوشی میں بجتا سنائی دیگا!"

موڈ کرنے پہلوان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ دلی جوش کے ساتھ کہا۔ "آمین"۔

جس مقام پر آئیں لیسٹ فوج نے اپنے پڑے جمائے۔ اس کے دائیں جانب ایک گاؤں اور بائیں طرف دیہاتی وضع کے مکانوں کی قطار تھی۔ رچرڈ کی فوج کا ہر ایک آدمی عبادت جوش کے ساتھ اس کام میں حصہ لے رہا تھا۔ اور اسی جوش کا اظہار ان جنگی گیتوں کی صورت میں ہو رہا تھا۔ جنہیں یہ لوگ رات کو خیمہ انداز ہوتے وقت گاتے تھے۔

وہ قابل یادگار رات رچرڈ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بسر کی۔ وہ فوجی چالوں سے نابلد تھا اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہوشیاری اور دور اندیشی سے کام لینے کی ضرورت کو اور بھی زیادہ محسوس کر رہا تھا۔ انہی باتوں سے اس نے پہلی فتح حاصل کی تھی۔ اور اب بھی اس نے فوج کی پوزیشن کے ہر ایک مقام کی بڑے غور سے دیکھ بھال کی اس نے ہر جگہ پھر کر خوب غور سے دیکھا۔ کہ فوج کا کونسا مقام مخدوش ہے اور کونسا محفوظ۔ آگے بڑھی ہوئی چوکیوں کی دیکھ بھال کی۔ اس علاقہ کے نقشہ کا خوب سے مطالعہ کیا۔ ماہر ترین افسروں سے مل کر ذرا ذرا سے معاملہ پر مشورہ کیا اور خود ہر ایک سوال پر ایسی خوش اسلوبی سے رائے دی۔ کہ اس کے ماتحت اس کی بیدار مغزی اور دور اندیشی کے قائل ہو گئے

لڑائی شروع ہونے سے پہلے رچرڈ نے دو خاص باتوں پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ ایک یہ کہ اپنی فوج کا کچھ حصہ کے ہمراہ توپ خانہ کو ایسے طریق پر بٹھائے کہ وہاں سے اس مقام پر بخوبی سے گولہ باری ہو سکے۔ جہاں تک دشمن کی اندیشہ سکا

کی فوج جمع تھی۔ دوسری یہ کہ صبح کاذب کی تاریکی میں ایک مختصر سی جمعیت کو اس جنگل پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجدیا جائے۔ جو دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ تاکہ اس جگہ سے یہ فوج مناسب وقت پر دشمن کے بائیں بازو پر حملہ آور ہو سکے۔

سب سے پہلے توپ خانہ سجلنے کا کام شروع ہوا۔ اور اس کے بعد سنگانی فوج دن نکلنے سے پہلے اس ہدایت کے ساتھ جنگل کی طرف رخصت ہوگئی۔ کہ وہ دشمن کے میدان میں اترنے سے پہلے اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

۷ تاریخ کی صبح کو طلوع آفتاب سے پہلے سنگانی فوج جنگل میں چھپ چکی تھی۔ دشمن کو اپنے سامنے آئین پسند فوج کا توپ خانہ چمکتا نظر آتا تھا۔ اور خود آئین پسند فوج معرکہ کے لئے ہر طرح تیار تھی۔

رچرڈ نے دائیں بازو کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور بائیں کا کریڈل کو ساریو کے سپرد کیا۔

ان تیاریوں کے بعد معرکہ کی ابتدا آئین پسندوں کی طرف سے ہی ہوئی جنرل پاشن کی فوج پر اس زور سے گولا باری شروع کی۔ کہ جیسا رچرڈ نے پیشتر سوچا تھا کیتا جنرل کو مجبور ہو کر میدان میں اترانا پڑا۔ اور اس خوفناک کشت و خون کو روکنے کے لئے جو حملہ آور فوج کے توپ خانہ سے ہو رہا تھا۔ اس نے آئین پسندوں کے دائیں بازو کو غیر مؤثر لینے کی کوشش کی۔

اس اثنا میں کو ساریو اپنے ڈویژن کو ساتھ لے کر ان پلٹنوں کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ جنہیں کونٹ منٹا کر دس لے مکانات کی قطار کی طرف حملہ کرنے کو بھیجا تھا۔ اور گھنٹہ بھر تک اس جگہ بڑا خوفناک مقابلہ ہوتا رہا۔ آسٹروی فوج نے کو ساریو کے جوانوں پر پے درپے یورشیں کیں۔ اور آخر کار انہیں سٹ کر ان مکانوں میں پناہ لینی پڑی۔

دائیں طرف رچرڈ بھی کچھ کم مصروف نہ تھا۔ فرنگیوں کے جوان غیر معمولی استقلال اور جرات کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ اور ظاہری حالات میں خاص نتیجہ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

مگر عین اس وقت سنگانی فوج جنگل سے نکلکر دشمن کے بائیں بازو پر حملہ آور ہوئی اور اس نے اس جوش کے ساتھ حملہ کیا۔ کہ دشمن کی فوج کا یہ بازو فوراً ہی درہم برہم

ہو گیا۔ اور آسٹروی اور کیسیل سکالن فوج کے پاؤں اکھڑ گئے یہ حالت دیکھ کر رچرڈ اپنے گھڑ چڑھے جوانوں کو ساتھ لئے دشمن کی فوج کے وسطی حصہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اس واقعہ نے ہی سارے معرکہ کا فیصلہ کر دیا۔

ادہر کوسارلیو کی فوج بھی سنبھل چکی تھی کرنیل مذکور نے اپنی منتشر فوج کو جمع کر کے غنیم پر اس زور کا حملہ کیا۔ کہ اسے پیچھے ہٹتے ہی بن پڑی۔

کپتان جنرل نے اس بلندی کی طرف جہاں اس کی فوج پہلے مقیم تھی بڑے انتظام کے ساتھ ہٹنے کی کوشش کی۔ مگر رچرڈ نے یہ دیکھ کر کہ اس کا ارادہ کیا ہے اس کے بازو پر ایسا وار کیا کہ اسے ہٹا کر خود اس بلندی پر قابض ہو گیا۔ گھنٹہ بھر تک اس مقام پر قبضہ جمانے کے لئے مراجعانہ اور مخاصمانہ حملے ہوتے رہے۔ مگر ہر چند کہ آسٹروی اور کیسیل سکالن فوج نے مایوسی اور غصہ میں بھر کر پے درپے کوششیں اس پر قبضہ پانے کے لئے کیں۔ تاہم انہیں ان کوششوں سے ذرا بھی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

کونٹ سنماکروس کی یہ کوشش بھی کہ انتظام کے ساتھ اپنی فوجوں کو ہٹائے جائے بالکل ناکام رہی۔ اس کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ اور اس کی فوج شکست کھا کر بڑے اضطراب کی حالت میں پیچھے کو دوڑی۔ فتحمند جوان بڑے زور سے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔

ابرشانی کے گرجانے سہ پہر کے تین بجائے تھے کہ رچرڈ نے اس بلندی پر بیٹھ کر جلدی میں اس فتح کی خبر کے رقعے مونٹولی۔ پاسیر۔ دلا بیلا۔ دیروینزی بیڈیالا اور اسپلا کی انتظامی کمیٹیوں کے نام لکھے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بارہ میں مختصر خط سینیور ودیانی مسٹر مسز داور پرنسس اسابیلا کے نام لکھے۔

معرکہ ابرشانی کے نتایج آئین پسند فوج کے حق میں نہایت شاندار ثابت ہوئے۔ رچرڈ کی فوج کا نقصان محض برائے نام مگر دشمن کا عظیم تہا۔ میدان جنگ میں ۲۰۰۰ زیادہ تر آسٹروی ... کھیت پڑے تھے۔ اور اتنی ہی تعداد زیر حراست آچکی تھی۔ کیسیل سکالن رجمنٹوں میں سے دو غنیم کا ساتھ چھوڑ کر کرنیل کوسارلیو کے ساتھ آملیں۔

کپتان جنرل کونٹ سنٹیا گروس نے اپنے چند ایک افسروں کے ساتھ مل کر کسی طرح جان بچائی - اور گرینڈ ڈیوک سے جا ملا - جو اب تک مونٹوڈی کا محاصرہ کئے ہوئے تہا گویا مغلوب کپتان جنرل نے ہی سب سے پہلے اس منحوس خبر کی اطلاع گرینڈ ڈیوک کے کانوں تک پہنچائی - اسی شام کو رچرڈ مارکیم شہر ابرنٹانی میں داخل ہوا - لوگوں نے دلی شوق سے اس کا استقبال کیا - اور جس طرح اور شہروں میں اس سے پہلے ہو چکا تہا ابرنٹانی میں اس کے داخلہ پر توپوں نے سلامی اُتاری - گرجوں میں گھنٹے بجائے گئے - اور خلقت نے غیر معمولی اشتیاق اور جوش کا اظہار کیا -

رچرڈ نے اس بات کا ارادہ کر لیا تہا - کہ چند دن شہر ابرنٹانی میں قیام کیا جائے بات یہ تھی - کہ مونٹوڈی کے گرد کم و بیش ۲۵ ہزار جوان محاصرہ کئے پڑے تھے - اور وہ چاہتا تہا - کہ اس عظیم فوج کا مقابلہ کرنے سے پہلے جس قدر زیادہ ممکن ہو ملک اور نئے والنٹیروں کی امداد حاصل کر لی جائے - باوجود اس کے جس قدر خطوط اس نے مونٹوڈی کی انتظامی کمیٹی کے نام روانہ کئے - ان سب میں اس بات کا اقرار کیا گیا تھا - کہ جتنا جلد ممکن ہوگا محصورین مونٹوڈی کو مدد پہنچائی جائے گی - اب بہی ابرنٹانی میں پڑا وہ لحظہ بہ لحظہ محصور صدر مقام کی خبروں کا انتظار کر رہا تہا -

۱۰ / جنوری کی صبح کو مونٹوڈی کی انتظامی کمیٹی کی طرف سے ایک قاصد چند ضروری مراسلات لے کر مارکیم کے پاس پہنچا - ان کا مضمون اس قدر اہم تہا - کہ اس جگہ اسے حرف بحرف درج کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے - ایک میں لکھا تھا -

مونٹوڈی - ۹ / جنوری ۱۸۴۲ء

آئینی فوج کے جنرل افسر کی طرف سے جو مراسلات دلابیلا - جیاسیر اور ابرنٹانی سے کیسل سکالا کی حکومتی کمیٹی کے نام روانہ ہوتے رہے ہیں - وہ سب وقتاً فوقتاً وصول ہو چکے ہیں - افسر موصوف کی فتوحات سے کمیٹی کو جس قدر مسرت حاصل ہوئی ہے - اور وہ جس دلچسپی سے اپنے حامی و رہبر کی ان کامیابیوں کی منتظر رہی ہے - اس کے متعلق اظہار شکر گذاری کسی مناسب موقعہ پر کیا جائیگا -

لیکن ایک فرض ایسا ہے جسے کمیٹی ان اختیارات کے رو سے جو باشندگان مونٹوڈی نے اسے دے رکھے ہیں - اور جنہیں تمام امن پسند باشندگان کیسل سکالا تسلیم کرتے ہیں - عمل میں لانا چاہتی ہے - اس فرض کا تعلق ان شاندار اور بے نظیر کامیابیوں سے ہے جو جنرل موصوف نے حاصل کی ہیں -

جنرل افسر مذکور کی شاندار خدمات کو پیش نظر رکھ کر حکومتی کمیٹی نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ جنرل موصوف عمدۃ الملک سنیئر رچرڈ مارکہیم کو آئندہ کے لئے مارکوئیس آف اسٹیلا کا خطاب اور لقب دیا جائے۔ چنانچہ یہ خطاب اور لقب آئندہ کے لئے ان سے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

اس حکم کی ایک ایک نقل ان تمام شہروں اور قصبوں میں بھیجدی جائے جو حامی آہین بن چکے ہیں۔

دستخط ٹرلزمی وائس پریسیڈنٹ   دستخط گمبیانو پریسیڈنٹ

دوسرے مراسلہ کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

بنام مارکوئیس آف اسٹیلا جنرل انچیف آئینی فوج کیسل سکالا۔

ہم کیسل سکالا کی حکومتی کمیٹی کے ممبر آپ کے روبرو صدر مقام کی موجودہ حالت کی نسبت چند ضروری امور بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ایک طرف یہ شہر اس غیر ملکی فوج سے محصور ہے۔ جسے غدار ایخاوے نے اس ملک میں بلا لیا ہے۔ اور دوسری طرف سمندر میں امیر البحر نے اپنے بیڑے کے ذریعہ ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ ان حالات میں مونٹونی محفظ کا سب سے خوفناک منزل پر پہنچ گیا ہے۔ محصور فوج اب تک شہر کو نامنجار اسٹرلیوں کے روزانہ حملوں سے محفوظ کئے ہوئے ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ یہ مقابلہ کسی غیر معمولی طور پر طویل عرصہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتا۔ باوجود اس کے ہم آپ کو خوشی سے طلع کرتے ہیں۔ کہ اہل شہر اس مصیبت میں کامل استقلال اور صبر کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور آپ کے زیر ہدایت آئینی افواج نے جو شاندار فتوحات حال میں حاصل کی ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم کو پورا یقین ہے۔ کہ آپ کی طرف سے بہت جلد مناسب امداد مل سکیگی۔ ہم اس قدر سختی سے محصور ہیں۔ کہ آپ کے بھیجے ہوئے ہرکاروں کو بھی محاصرین کی قطاروں سے نکل کر ہم تک پہنچنا نصیب ہوا ہے۔

ہمیں یقین ہے۔ کہ ان مختصر حالات سے ہی آپ ہماری صحیح حالت کا اندازہ کر سکیں گے اور صدر مقام کو محاصرین کے جور و تشدد سے بچانے کی تیاری بہت جلد شروع کر دیں گے

آپ کا وفادار خادم

(دستخط) گمبیانو پریسیڈنٹ
(") ٹرلیزمی وائس پریسیڈنٹ
برائے ممبران کمیٹی

از مقام مونٹونی
۹ جنوری ۱۸۴۸ء
۶ بجے صبح

ان ہر دو خطوط کو دیکھ کر ہمارے ہیرو کے دل میں قدرتی طور پر خوشی کا احساس پیدا ہوا۔ ہر چند کہ مونٹونی کی حالت قابل افسوس تھی۔ مگر یہ امر اس کے لئے کچھ کم اطمینان بخش نہ تھا۔ کہ میرے طرز عمل نے صدر مقام کے باشندوں اور گورنمنٹ پر بہت اچھا

ڈالا ہے۔

اس کے ساتھ ہی امارت کا درجہ حاصل کرکے کچھ کم خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ سمجھتا تھا۔ اس اعزاز کی بدولت وہ فاصلہ جو میرے اور اسابیلا کے درمیان حائل تھا۔ اب بہت ہی گھٹ جائیگا۔

اسی سلسلہ میں اس نے گذشتہ پندرہ روز کے واقعات پر نظر ڈالی۔ پر دفعتہً قبل وہ پابوس افسردہ خاطر اور شکستہ دل صرف موید کرکے اک انے سے اس حوصلہ شکن مہم پر مادہ ہوا تھا۔ مگر آج کیا دیکھتا ہے کہ ملک کے ہر حصہ میں میری ہی شجاعت اور مردانگی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اک زمانہ میرے کارناموں کا معترف ہے۔ اور رتبہ امارت حاصل ہو کر مارکوئیس کا تاج میری پیشانی پر رکھا جا چکا ہے۔ ان خیالات کے آتے ہی وہ اس قادر مطلق کی بعید از فہم حکمتوں کو حیرت اور تعریف کی نظر سے دیکھنے لگا جس کا سہارا اسے ہر وقت کامیابی اور ناکامی . . . امید اور یاس کی حالت میں حاصل رہا تھا۔ اور جس کی یاد اس کے دل سے ایک لمحہ بھر کے لئے بھی محو ہوئی نہ تھی۔

جوں جوں دن گذرتے گئے۔ مارکوئس آف اسٹیلا یعنی رچرڈ مارکہم کی فوج بڑھتی گئی پیشالا اور دیگر مقامات سے بھی کمک پہنچ گئی۔ اور لیپار یجا اور ادسور نے اس کے حامی بنکر مناسب امداد بھیجدی۔ اس کے بعد ساعت بساعت رچرڈ کو اس قسم کی خبریں موصول ہوتی رہیں کہ اور فوجیں آئینی سپاہ میں شامل ہو رہی ہیں۔ اس تمام فوج کے کیمپ شہر ابرنٹانی کے شمالی حصہ میں لگا دئے گئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ پاسیر اور ابرنٹانی کے معرکوں نے کیسل سکالا میں برقی لہر پیدا کر دی تھی۔ اور ملک کے اکثر بڑے بڑے شہروں پر آزادی کا تین رنگوں کا جھنڈا پھر رہا تھا۔ ہر مقام سے ہمارے ہیرو کے نام اعتماد اور مبارکباد کے ایڈرس موصول ہوئے تھے۔ اور فوجوں کے انعام اور والنٹیروں کے سامان کے خرچ کے لئے بڑی بڑی رقوم بہت سی جمع کی جا رہی تھیں۔

آخرکار ۲۰ جنوری کو مارکہم نے اپنی فوج کو حرکت دی۔ اب اس کے ساتھ ۱۶ ہزار جوان اور بہت سا توپخانہ تھا۔ ہرچند کہ عددی طور پر اس کی سپاہ دشمن سے کمزور تھی مگر اسے اپنی فوج کی بہادری پر کامل اعتماد تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ سابقہ فتوحات کا چرچا

انہیں اور بہی عظیم معرکوں کی سرانجام دہی میں مدد دیگا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بہی جانتا تہا کہ میری فوجوں کی اخلاقی حالت آسٹروی سپاہ سے بدرجہا اعلیٰ ہے۔ کیونکہ آسٹرین محض قواعدداں ہتے۔ اس کے سوا نہ انہیں اپنے افسروں سے محبت ہتی۔ اور نہ افسروں کو ان سے ان میں اور ان کے افسروں میں کسی قسم کا پیار یا یگانگت نہ تہا۔ بلکہ ایک ایسا تعلق قائم تہا۔ جس میں جبر و تشدد کا بہت کچہ دخل تہا۔

۲۲ تاریخ کی صبح کو امینی فوج ادسو پہنچی۔ اور اس شاندار جلوس اور اس کے نوجوان شجاع افسر کو دیکھنے کے لئے سارے باشندے سڑکوں پر جمع ہو گئے۔ ارکیم نے اپنی فوج سمیت اس جگہ مختصر سا قیام کیا۔ اور اس قیام کے عرصہ میں ہی مونٹوفی سے ایک ہرکارہ اس کے نام خط لیکر پہنچا۔ وہ بہت تھکا ماندہ اور سفر کی صعوبتوں سے نڈہال تہا۔

خداوندا اب توقف نہ فرمائیے۔ ۴۸ گہنٹوں کے بعد آپ کی امداد بیکار ثابت ہوگی

گیٹانو

رچرڈ نے فوراً ہی اس رقعہ کا اسی قدر مختصر جواب اپنے ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کیا۔ جسمیں مذکور تھا۔

صاحب من اندیشہ نہ کیجئے۔ کل رات سے پہلے پہلے یا تو مونٹوفی کو بچا لیا جائیگا۔ ورنہ میری سپاہ اس فرض کو انجام دیتی ہوئی شہید ہو جائے گی

اسٹیلا

اس میں کچہ شک نہیں کہ شہر کی حالت نازک ہتی باشندے خوراک کے معاملہ میں سخت تنگ تھے۔ اور آسٹروی فوج خود گرینڈ ڈیوک اور مارشل ہربرٹ سٹین کی سرکردگی میں شہر پر اور زیادہ دباؤ ڈال رہی ہے

لیکن ۲۲ جنوری کو انہیں اپنی ساری طاقت مونٹوفی کے جنوب میں جمع کرنی پڑی کیونکہ انہیں بہی امینی فوج کی آمد کا علم ہو چکا تہا۔

اسی روز سہ پہر کے وقت رچرڈ کے گھوڑ چڑہے سوار اس وسیع میدان میں داخل ہوئے۔ جس کے اندر رو پہلی دریائے فیرینٹی لہریں لیتا ہوا گذرتا ہے۔ اور جہاں سے ۲ میل کے فاصلہ پر سینٹ تھیوڈوسیا کا برج مونٹوفی کی سفید عمارات سے سربلند نظر آتا ہے

رات کے ۹ بجتے بجتے ساری آئینی سپاہ ایک محفوظ مقام پر جمع ہو گئی تھی۔ اس کا میسرہ ان بلندریت کے ٹیلوں کی بدولت محفوظ تھا۔ جو سمندر کے ساحل پر واقع تھے۔ اور میمنہ کی حفاظت کے لیے ایک گاؤں موجود تھا۔

اوہ! کس قدر عظیم الشان کام اب درجہ تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ کیسی شاندار فوج اس کار عظیم میں حصہ لینے کے لیے تیار ہے!

یکایک مونٹونی کی فصیل سے توپوں کی ایک باڑھ چلی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ شہر اپنے نجات دہندہ کا منتظر ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہر کی حکومتی کمیٹی نے حکم دیدیا۔ کہ علی الصبح ہر ایک گرجا میں گھنٹہ بجنا شروع ہو جائے۔ تاکہ لوگ آئینی فوج کی کامیابی کے لیے دعا کر سکیں۔

وہ تمام رات مارکویس آف اسپیلا نے اس معرکہ عظیم کی تیاریوں میں بسر کر دی۔ جس کی بدولت کمپیل سکالا کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ دونوں فوجیں اس قدر قریب پڑی ہوئی تھیں۔ کہ ایک طرف کی بلند آوازیں آسانی سے دوسری طرف سنی جا سکتی تھیں۔ دونوں طرف کی چوکیاں اور پہرہ دار قریب قریب تھے۔ اور دونوں فوجوں کی روشنی آمنے سامنے نظر آ رہی تھی۔ دونوں فریق بدرجہ غایت محتاط اور ہوشیار تھے۔ میدان جنگ میں اس حبس کی سی حالت تھی۔ جو پانی برسنے سے پہلے ہو جاتا ہے۔

آفتاب عالمتاب کے طلوع سے ایک گھنٹہ پہلے حفاظتی آگ کی روشنی میں رچرڈ نے پیار و محبت اور امید کا ایک خط پرنسس ازابیلا کے نام لکھ کر ایک لفافہ میں بند کیا۔ اور سرنامہ پر پیالا کے سا موکار ودیانی کا پتہ لکھ کر اس کے نام بھیج دیا۔

اس کے بعد جب کہ ستارہ صبح کی پھیکی ہوتی ہوئی روشنی آفتاب کی آمد آمد کی خبر دے رہی تھی۔ اور مونٹونی کے ہر ایک گرجا میں گھنٹے بج رہے تھے۔ ہمارا ہیرو ایک شاندار گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور اس معرکہ عظیم کا انتظار کرنے لگا۔ جو عنقریب ظہور میں آنیوالا تھا۔

پانچواں باب

معرکہ مونٹونی

۲۳ جنوری کی قابل یادگار صبح کو گھنٹوں کی آواز میں ملی ہوئی۔۔ توپوں کے چلنے

کی گرج نے اس بات کی خبر دی۔ کہ موشونی کا معرکۂ عظیم شروع ہو گیا ہے۔

سب سے پہلے آئین پسند فوج کے گلدستوں نے آسٹریوں پر تیزی کا فیر کرنے شروع کئے۔ اور ان کی ایک مضبوط پلٹن کو اس استحکام سے ہٹا دیا۔ جس پر وہ ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے قابض تھا۔ اس ابتدائی کامیابی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ رچرڈ اپنے میسرہ کو بلا روک پھیلا سکا۔ اور ابرشانی کی لڑائی میں اسے سنگائیوں سے جو قابل قدر امداد حاصل ہوئی تھی۔ اسے پیش نظر رکھتے ہوئے اس نے فوراً ہی اس وفادار فوج کو رفل برداروں کی ایک پلٹن ساتھ دے کر اس مطلب کے لئے روانہ کیا۔ کہ گاؤں کے گرد گھوم کر آسٹروی میمنہ کو پلٹانے کی کوشش کریں۔

اس کے ذرا دیر بعد آئینی فوج کے بائیں بازو کا مقابلہ دشمن کے دائیں بازو سے شروع ہو گیا۔ اور دونوں فریقوں میں ان ٹیلوں پر قبضہ پانے کے متعلق سخت جدوجہد شروع ہوئی۔ جہاں سے توپ خانہ کو غیر معمولی اثر کے ساتھ چلایا جا رہا تھا۔ اس حصہ سپاہ کی کمان کرنیل کوساریو کے ہاتھ میں تھی۔ جس نے ایک شدید معرکہ کے بعد آسٹریوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ اور چالیس توپیں ان ٹیلوں پر چڑھا دی گئیں۔ یہاں سے ان توپوں نے فوراً ہی آگ برسانی شروع کی۔ جس کا اثر دشمن کی فوج نے بہت جلد محسوس کر لیا۔ گرینڈ ڈیوک نے یہ دیکھ کر۔ کہ اگر اس مہلک گولہ باری کو روکا نہ گیا۔ تو ہمیں کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ گولہ اندازوں کی چار پلٹنوں کو اس مقام پر دھاوا بولنے کا حکم دیا۔ رچرڈ نے جو میدان کے ہر حصہ میں نمایاں حصہ لیتا پھر رہا تھا۔ یہ چال دیکھی۔ اور جھٹ سواروں کی ایک معقول تعداد ساتھ لے کر مقابلہ کو چلا۔

بس اس کے بعد ایک ایسا خوفناک معرکہ شروع ہوا۔ جس کی نظیر تاریخ عالم میں بہت کم مل سکتی ہے۔ گرینڈ ڈیوک نے آسٹروی لائف گارڈ کا ایک مضبوط دستہ گولہ اندازوں کی امداد کے لئے بھیج دیا۔ اور دونوں رسالوں میں زوردار مقابلہ شروع ہو گیا۔ اس مقابلہ میں دشمن کا پہلو زبردست ثابت ہوا۔ اور آئین پسند ان کے سامنے منتشر ہوتے جاتے تھے۔ کہ رچرڈ خود گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہاں پہنچ گیا۔ اور آن کی آن میں اس نے بیسیوں کو اپنے ہاتھ سے خاک و خون میں ملا کر آسٹروی نشان پر قبضہ کر لیا۔ وفادار مدھر کو بارسترو اس کے پہلو میں تھا۔ ایک موقعہ پر آسٹروی لائف گارڈ کے

ایک جوان کی تلوار عین ہمارے ہیرو کے سر پر بجلی کی طرح چمکی اور قریب تھا کہ اس کے سر کو تن سے جدا کر دے۔ مگر وفادار حبشی نے اس وار کو بڑی پھرتی سے روکا۔ اور ایک وار ایسا کاری دشمن پر لگایا۔ کہ اس کا تلوار والا ہاتھ الگ ہو کر جا پڑا۔ رچرڈ نے آنکھوں آنکھوں میں مور کر کا شکریہ ادا کیا۔ اور آسٹروی جھنڈے کو چھین کر نشان بردار کو فرش زمین پر گرا دیا۔

اس شاندار معرکہ نے آئینی فوج کے سواروں میں پھر روح پھونک دی۔ اور انہوں نے ذرا سی ہمت سے کام لے کر آسٹروی سواروں کو آن کی آن میں پسپا کر دیا۔

عین اس وقت سنگانی جوان بندوقیں لے کر دشمن کے میسرہ پر ٹوٹ پڑے۔ اور اسے تتر بتر کر دیا۔ دو گھنٹہ تک زور کا مقابلہ ہوتا رہا۔ اور آخر اس وقت مارکوئس آف اسٹیلا (رچرڈ مارکہم) نے اس میں حصہ لے کر اسے فیصل کر دیا۔ آسٹرویوں نے مجبوری کی حالت میں اپنے آپ کو ایک مستطیل صورت میں تیار کیا۔ لیکن آئینی فوج کے سوار ان پر اس زور سے حملے کرتے تھے۔ کہ وہ زیادہ مدت تک اپنے قدم نہ جما سکے۔ سہ پہر کے سہ بجے تک دشمن کا بایاں بازو اس درجہ کمزور ہو چکا تھا۔ کہ مارشل ہربرٹ سٹین باوجود ہر ممکن کوشش کے اپنی فوجوں کو سنبھال نہ سکا۔ اور آخر ہر طرف سے مایوس ہو کر موت کو اطاعت پر ترجیح دیتے ہوئے وہ میدان جنگ ہی میں کھیت رہا۔

ہر چند کہ آئین پسندوں نے میدان جنگ کے مختلف حصوں میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ تاہم وسطی حصہ میں ابھی تک لڑائی غیر فیصلہ کن حالت میں جاری تھی۔ خود گرینڈ ڈیوک اس معرکہ میں اپنی فوج کو سہارا دے رہا تھا۔ اور گھوڑے پر سوار انہیں طرح طرح کے انعامات اور عطیات کے وعدوں سے اکساتا تھا۔ یہ لڑائی کم و بیش چار گھنٹوں تک جاری رہی۔ اور اس وقت ہمارا ہیرو اپنے گھڑ چڑھے جوانوں سمیت جو سب کے سب نشہ کامیابی میں مخمور تھے۔ اس معرکہ میں آ شامل ہوا۔ انھی کی موجودگی اس جدو جہد کو ختم کرنے کا آسان ذریعہ ثابت ہوئی۔

مارکہم کے سوار پہاڑی ندی کی طرح تیزی کا سے چلتے۔ اور ہر قسم کی رکاوٹوں کو اپنی تیز رو میں بہاتے۔ بادل کی طرح گرجتے۔ اور بجلی کی طرح اپنی تلواریں چمکاتے دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے آگے آگے رچرڈ مارکہم ایک بادپا گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کی ٹوپی

کا پر پانچوں سے [illegible] اور اس کی تلوار ہمتوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی۔

اس بات کا اسے یقین ہو چکا تھا۔ کہ آج بھی فتح کی دیوی ہمارے ساتھ ہے آسٹروی جوان ہر طرف منتشر ہو کر بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ اور ان کے لشکر میں انتہائی کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ مارشل ہربرٹ بھی مارا جا چکا تھا۔ اس کے بعد جب فوج کے قدم اکھڑتے دیکھ کر ڈیوک نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ تو امن پسندوں کی فتح میں کچھ شک و شبہ باقی نہ رہا۔ رات کے ۸ بجے رچرڈ محصورین کو بچانے میں پورے طور سے کامیاب ہو چکا تھا۔

میدان جنگ میں اب ہر طرف تاریکی پھیل گئی تھی۔ لیکن امنی فوج کے جوان فتح کے جوش میں بدستور بھاگے ہوئے آسٹریوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ اس طرح پر دریا کے [illegible] پہنچتے پہنچتے بہت سے آسٹروی پکڑے گئے۔ کچھ تیر کر نکل جانے کی کوشش میں غرق ہوئے۔ اور باقی جو کشتیوں پر سوار ہو کر یا پل سے گزر کر پار ہو گئے وہ اپنی جان بچا کر نکل گئے۔

ادھر برونڈن کی شکست پر شہر کے اندر غیر معمولی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ اور یہ [illegible] گھنٹے بج رہے تھے۔ کیا بتانے کی ضرورت ہے۔ کہ جب یہ آوازیں [illegible] ڈیوک کے کانوں تک پہنچی تھیں۔ جو اپنی برائیوں اور بد اخلاقی کی وجہ سے ریاست سے الگ ہو کر اب چند ساتھیوں سمیت اس ملک کی حدود سے نکل جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جسے کل تک وہ اپنا سمجھتا تھا۔ تو اس کے دل کو کتنا صدمہ ہوتا تھا۔

[illegible] ظالم کو بعد از وقت پشیمانی کا احساس ہوتا ہے

دوسری طرف [illegible] قیدیوں کی حفاظت اور زخمیوں کی نگہداشت کے متعلق مناسب احکام جاری کر رہا تھا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر وہ اس گاؤں میں گیا۔ جس کو [illegible] پہلے لیا جا چکا ہے۔ اور وہیں اس نے ایک حامی [illegible] کے مکان پر عارضی سکونت اختیار کی۔

اس قابل یادگار رات کو [illegible] کی تنہائی میں جب کہ اس کے سینے میں امید اور خوشی کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ رچرڈ نے بڑی توجہ سے ایک خط اپنی جان سے

زیادہ عزیز اسابیلا کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

صدر مقام متصل مونٹوڈی

مورخہ ۲۳ جنوری بوقت ۱۱ بجے شب۔

میری سب سے پیاری اسابیلا۔ اس خط کے پہنچنے سے بہت دیر پہلے تم اس فتح کی خبر فرانس کے راستے بھیجے ہوئے تاروں سے معلوم کر چکی ہوگی۔ جس کی بدولت میں کمپیل سکالا پر قابض ہوگیا ہوں۔ اگر اس مدعائے عظیم کے حصول اور اس ابتدائی کامیابی میں تمہیں کوئی خوبی نظر آئے۔ تو اے اسابیلا اسے مجھ ناچیز سے منسوب نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارا ہی تصور تھا جس نے میرے بازو کو طاقت اور میرے ارادوں کو تقویت دے کر مجھے اس قابل بنایا کہ میں اپنا فرض کو پورا کر سکوں۔ رن کے معرکوں میں ہر قسم کے خطرات کے درمیان۔ اس وقت جبکہ گولیاں اولوں کی طرح برس رہی تھیں۔ اور خوفناک آلات حرب ہر طرف آگ برساتے تھے تمہاری آنکھیں میری رہبری کرتی۔ مجھے امید دلاتی اور ہر قسم کی مایوسیوں میں میری ڈھارس بندھاتی تھیں۔ اور اب ان مصروفیتوں میں جو مجھے تمہارے عزیز وطن کو ظلم سے نجات دلانے میں درپیش رہتی ہیں۔ پہلی فرصت نکال کر اسے تمہارے لئے ہی وقف کرتا ہوں۔

کل میں اس بارہ میں ایک مفصل خط تمہارے قابل احترام والد کو لکھوں گا۔ جن کے متعلق صبح زمانے یہ اعلان کرتا ہے کہ وہی اب البرٹو اول کے نام سے کمپیل سکالا کے گرینڈ ڈیوک ہیں۔

ہر چند کہ لوگ اب مجھے مارکوئیس آف اسٹیلا کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ مگر تمہارے لئے اب بھی میری جان سے زیادہ عزیز اسابیلا میں وہی ہوں۔ جو پہلے تھا یعنی تمہارا

رچرڈ

یہ خط ایک خاص قاصد کے ہاتھ ایک اور خط کے ساتھ نیپال میں سفیر وینیانی کے پاس بھیجا گیا۔ اس کے بعد رچرڈ نے اپنی تازہ شاندار فتح کی کیفیت کمپیل سکالا کے مختلف شہروں اور متصل کے حاکموں کو اطلاعاً لکھی۔ اور ان مراسلات کو بھی خاص قاصدوں کے ہاتھ روانہ کیا۔

اس کے بعد فوراً ہی ملک کے چپہ چپہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی۔ کہ مونٹوڈی کا محاصرہ اٹھ گیا۔ اور اسٹروسی سمندر کی لہریں جو صدر مقام کی فصیل سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس انداز سے پیچھے ہٹا دی گئیں۔ کہ اب اس لشکر کا ادھر رخ کرنا غیر ممکن ہے۔

جنگ کے کامیاب خاتمہ کے بعد جو رات آئی۔ اس کے واقعات کی تفصیل میں پڑنا یقیناً ہمارے لئے لاحاصل ہوگا کیونکہ ایسے موقعوں پر ایک مصروف کمانیر کو جس قدر کاموں پر توجہ دینی پڑتی ہے۔ اس کا اندازہ ناظرین خود ہی باسانی لگا سکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جب ایک طرف کرنیل کوساریو اسٹرڈی کمپ پر قبضہ کر رہا تھا۔ رچرڈ گاؤں کے اندر زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھا۔

اس رات کو مونٹوفی میں دیپ مالا کی گئی۔ ہر ایک گھر کے آگے اور بازاروں میں چراغ جلائے گئے۔ اور سب لوگوں نے دل کھول کر جشن منایا۔ فتح کی خوشخبری پا کر حکومتی کمیٹی کا ایک خاص اجلاس فوراً منعقد ہوا۔ اور گو اجلاس پوشیدہ تھا تاہم باشندگان شہر اس کا مطلب واضح طور سمجھ سکتے تھے۔ جو یہ تھا کہ جس آزادی کے حامی نے اتنے دلوں میں خوشی کا اثر پیدا کیا ہے۔ اس کا شکریہ قوم کی طرف سے کس طرح ادا کیا جائے

علی الصبح کمیٹی کے سارے اراکین وردیاں پہن کر قلعہ بند فوج کے بڑے بڑے افسروں کو ساتھ لے کر اس گاؤں میں آ پہنچے۔ جہاں رچرڈ کا صدر مقام تھا۔ ہمارے ہیرو نے اپنے مکان کے دروازہ پر استقبال کیا۔ اور اپنی پردار ٹوپی ہاتھ میں لیکر انہیں خوش آمدید کہا معمولی گفتگو کے بعد کمیٹی کے صدر سینیور گیلیانو نے کہا "مائی لارڈ یہ تو الٹا ہمارا فرض ہے کہ اپنے سر نگوں کر کے آپ کا شکریہ بجا لائیں۔ کیونکہ آپ ہی نے ہمیں جبر و تشدد۔ محاصرہ اور قحط سے بچایا ہے۔ خدا ہی آپ کو اس نیکی کا اجر دیگا۔ کیپل سکالا میں اس کی توفیق نہیں۔ لیکن ہمیں ابھی آپ سے بعض اور مراعات طلب کرنی ہیں۔ جب تک وہ ذی شان ہستی جو اب اس ملک کے تاج و تخت کی جائز طور سے وارث ہے یہاں نہ آئے۔ آپ ہی ہم پر حکومت کریں۔ اور ہمارے ترجمان بنے رہیں۔ کل رات انتظامی کمیٹی کے اجلاس میں یہی فیصلہ بہت کچھ غور و خوض کے بعد کیا گیا ہے۔ اور سارے اراکین کونسل کی متفقہ رائے یہی ہے۔ شاید یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ ایک شخص نے بھی اس تجویز کی مخالفت نہیں کی۔"

"نہیں نہیں۔ ایسا نہ ہوگا" رچرڈ نے کہا۔ "اگر میں ایسا کروں تو کیا دنیا یہ نہ کہے گی کہ رچرڈ ماریمر نے جو کچھ کیا۔ وہ صرف ذاتی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے تھا؟ اور اس میں شخصی اغراض کو بھی دخل تھا۔ اسلئے صاحبان! آپ کا اس عنایت کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوا یہی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے بادشاہ کی آمد تک آپ لوگ حکومت کا کام اپنے ہاتھ میں رکھیں۔"

صدر کمیٹی نے کہا "مائی لارڈ سارا کیپل سکالا آپ سے اس عنایت کا خواستگار

ہے۔ از برائے خدا اسے روانہ کیجئے۔"

مارکہیم کہنے لگا۔ "مجھ سے سوائے انکار کے کچھ بن نہیں آتا۔ لیکن اگر کیبل سکالا کا حکم یہی ہو۔ تو خیر میں اس اعزاز کو بھی منظور کئے لیتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ جس وقت ملک میں امن وامان قائم ہو جائے۔ آپ لوگ خوشی سے مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ انگلستان جا کر تاج شاہی اس کی نذر کروں۔ جو اس کا ہر طرح مستحق ہے۔ ہاں ایک بات اور بھی ہے۔ رچرڈ نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا۔" آپ کی فوجوں نے اس مختصر لیکن شاندار جنگ میں نمایاں طور سے حصہ لیا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ انہیں معقول
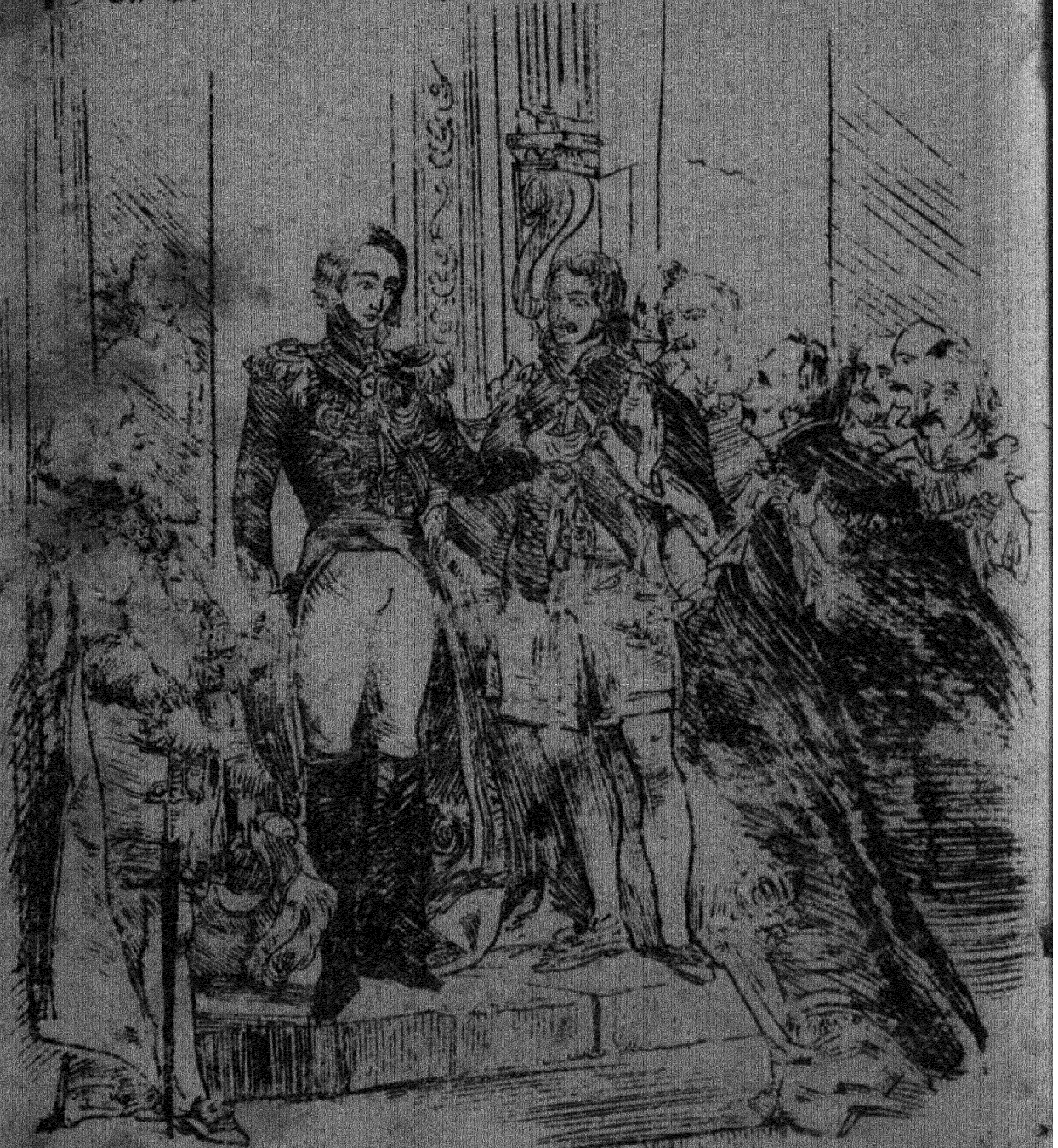
رچرڈ نے اپنے پدر فرنی بانہوں میں لے کر ان کا استقبال کیا۔" (صفحہ ۱۵

انعام دیا جائے"۔

صدر کمیٹی نے عرض کیا "خداوند! اب کیسل سکالا کے ریجنٹ آپ ہیں۔ آپ کے احکام ہمارے لئے قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ جو آپ فرمائیں گے اسیطرح کیا جائیگا"

مارکہم نے کہا "اطمینان رکھئے میں اس طاقت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤں گا جو مجھے دی جارہی ہے"۔

اس کے بعد صدر کمیٹی نے ریجنٹ کو یہ خوشگوار اطلاع دی کہ آج صبح امیر البحر نے بھی آزادی کا سہ رنگ جھنڈا نصب کر دیا ہے۔ اور ایک افسر کے ہاتھ کہلا بھیجا ہے کہ میں آئین پسندوں کے ساتھ ہوں۔ پھر سپیر گنٹیانو کے ایک سوال کے جواب میں رچرڈ نے کہا "میرا ارادہ سہ پہر کے ۳ بجے شہر میں داخل ہونے کا ہے"۔

اس کے بعد افسران کمیٹی واپس چلے گئے۔

وقت مقررہ سے بہت دیر پہلے شہر میں رچرڈ کے استقبال کے لئے دھوم دھام کی تیاریاں کی گئیں۔ جابجا خوشنما آرائشی دروازے تیار کئے گئے۔ شاہی محل کے چوک میں تلوار بند فوج کے جوان آراستہ کر دئے گئے۔ اور جنوبی دروازہ پر گارڈ آف آنر کو سلامی کے لئے حاضر کیا گیا۔ کھڑکیوں میں جابجا مسکراتے ہوئے چہرے نظر آتے تھے۔ اور مکانوں کی چھتوں پر خوش رنگ پھریرے لہرا رہے تھے۔ بندرگاہ میں جہازوں پر اور سڑکوں پر درختوں میں خوشنما جھنڈیاں نصب کی گئیں۔ شہر کے لئے ضروری سامان لانے کے واسطے ذرا ذرا وقفہ کے بعد جزائر کمسے لدی ہوئی کشتیاں بندرگاہ میں پہنچ رہی تھیں۔

اتنے میں سینٹ تھیوڈوسیا کے گرجا نے تین بجائے۔ اور اس کے ساتھ ہی مونٹونی کے توپ خانہ کی باڑھ چلی۔ جو کیسل سکالا کے نئے ریجنٹ کی سلامی تھی۔ گارڈ آف آنر نے بھی سلامی اتاری۔ اور فوجی بینڈ نے قومی گیت بجانا شروع کی۔ یہ سب اس بات کی علامتیں تھیں۔ کہ فاتح صدر مقام میں داخل ہونے لگا ہے۔ سڑکوں پر وردی پوش فوج کے سپاہی مودبانہ کھڑے خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ اور ہر جگہ غیر معمولی مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

لیکن ناظرین پوچھتے ہیں کہ خود رچرڈ کے خیالات اس وقت کیا تھے؟ آج سے

صرف دو ماہ پہلے جب وہ اسی شہر میں داخل ہوا۔ تو ایک مغلوب و مایوس ہستی۔ ایک قیدی کی حیثیت میں تھا۔ اور اسے معلوم نہ تھا۔ میرا انجام کیا ہونے والا ہے۔ لیکن حالات کس قدر بدل چکے ہیں! وہ آج ایک فاتح۔۔۔ امیر۔۔ حکمران کی صورت میں اسی شہر میں داخل ہوتا ہے۔ آج ہر ایک زبان پر اسی کا چرچا ہے۔ اور اسی کے کارناموں کا تذکرہ ہر زن و مرد کے دل میں جوش اور حب وطن کے ولولے پیدا کر رہا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اسے وہ زمانہ بھی یاد آیا۔ جب وہ باوجود بے قصور ہونے کے انگلستان کے ایک جیل خانہ میں زیر حراست تھا۔ یہ سارے خیالات اس سے بہت کم عرصہ میں جتنا ہمیں ان کی تحریر میں لگا ہے۔ اس کے دماغ کے اندر بھر گئے۔ اور خیالات کی لہر مصیبت کے زمانہ سے گذر کر اسے کمیل سکالا کی آوارہ گردیوں کی یاد دلاتی ہوئی اس منزل تک لے آئی۔ جب کہ آج وہ اس قدر دھوم دھام سے صدر مقام میں داخل ہو رہا تھا۔

اس کے دائیں جانب کرنیل کو سارڈیو اور عین پیچھے اس کے عملہ کے اور جوانوں میں ملا ہوا سوار کرتا۔۔۔ وہی باوفا حبشی نوجوان جس کی کوشش اور عقیدت نے رچرڈ کو اس منزل تک پہنچانے میں کچھ کم حصہ نہیں لیا تھا

اس طرح یہ جلوس بڑی دھوم دھام کے ساتھ شہر کے بازاروں میں ان بے شمار لوگوں کے اندر گذرتا چلا گیا۔ جو فاتح کو ایک نظر دیکھنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ آخر کار شاہی محل کے قریب پہنچکر رچرڈ اپنے گھوڑے سے اترا۔ اس جگہ اراکین میونسپلٹی اس کے استقبال کے لئے پہلے سے موجود تھے

اس وقت۔۔ جبکہ ہر طرح اسباب مسرت کا اجتماع تھا۔۔۔ جب کہ ہر ایک دل میں خوشی کی لہریں موجزن تھیں۔ اس بات کی یاد نے رچرڈ کا عیش منغص کر دیا۔ کہ آج اس نظارہ کو دیکھنے کے لئے جنرل گریشیا اور کرنیل سوردسیو موجود نہیں ہیں۔ کیونکہ جیسا ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا۔ وہ بعض اور محبان وطن کے ساتھ معرکہ اور سورین میں شہید ہو چکے تھے

اس کے ساتھ ہی اسے اس معصوم مرحومہ کی پیشگوئی یاد آئی۔ جس کی اس سے بے سود دلی محبت تھی۔ یعنی وہ الفاظ جو میری این نے بستر مرگ پر ادا اسے کہے تھے:۔

رچرڈ تمہاری قسمت عروج حاصل کرنے والی ہے۔ تمہیں بہت جلد اپنے صبر استغنا اور استقلال کا اجر ملنے والا ہے۔ اس لئے کہ میں تمام حالات سے واقف ہوں۔ اور فرشتہ خصلت اسابیلا نے مجھ سے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی۔ رچرڈ وہ ایک شہزادی ہے۔ اور اس کے ساتھ شادی کر کے تم خود بھی والیان ریاست میں شامل ہو سکو گے۔ اس کے والد ان حقوق کو جو حقیقت میں ان کے ہیں حاصل کریں گے۔ اور اس کے بعد رچرڈ تمہارے اور کیسل سکالا کے تخت کے درمیان کس قدر کم فاصلہ باقی رہ جائے گا"

چھٹا باب دو دوست

اب ہم پھر ایک بار اپنے ناظرین کو انگلستان کے عظیم الشان صدر مقام کی طرف چلنے کی تکلیف دیتے ہیں۔

۲۴ جنوری ۱۸۴۸ء کی رات کو۔۔ واضح رہے کہ باقیمات کس طرح ہم بھی سلسلہ تاریخ کا خاص طور پر لحاظ رکھتے ہیں۔۔ ایک تنومند دراز قامت شخص جس کے چہرہ سے اس کے مزدگرمہ روزگار جیشیدہ ہونے کا پتہ چلتا تھا۔ اور جس کی عمر بظاہر ۴۷ سال سے اوپر تھی ڈروری لین میں چلا جا رہا تھا۔

اس نے مزدوروں کی ایسی پوشاک پہنی ہوئی تھی گلے میں سمالک ذرا کیسا اور سر پر چھوٹے کنارہ کی تنکوں کی بنی ہوئی ٹوپی تھی جسے اس قدر آگے کی طرف جھکا لیا گیا تھا کہ اس کے نیچے اس کا چہرہ کم و بیش بالکل چھپا ہوا نظر آتا تھا۔

بیاں موونسٹریٹ سے گذر کر وہ کلیر مارکیٹ کو ہو لیا۔ اور وہاں سے کلیمنٹس لین میں مڑا۔ اور اس کے بعد ایک شراب خانہ میں جو افلاس و نحوست کے اس مرکزی مقام کے دائیں جانب واقع تھا۔ داخل ہوا۔

یہ غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص جس کے دل میں محنت کش مزدوروں کی مصیبتوں سے ذرا بھی ہمدردی ہو۔ اس کریہ المنظر گلی سے جسے کلیمنٹس لین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے گذرے۔ اور اس کے مکانات کی افسوسناک ظاہری اور باطنی حالت دیکھ کر متاثر نہ ہو۔ اس تنگ گلی میں ہر وقت نحوست ہی کا کرہ ہوائی چھایا رہتا ہے۔

اور جو راہرو اس راستہ چلنے کا عادی نہ ہو وہ ضرور اس کے گلا گھونٹنے والے اثر کو محسوس کرتا ہے۔

جس وقت یہ شخص جس کا حلیہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ شراب خانہ کے اندر داخل ہوا تو اسے فوراً ایک نوعمر لڑکے نے جو اور بہت سے آدمیوں کے قریب اسی شراب خانہ میں بیٹھا تھا۔ پہچان لیا۔

اس نوجوان کی عمر ۱۸-۱۹ سال کے قریب تھی۔ قد کا ٹھگنا مگر بدن گٹھا ہوا تھا۔ اس سے پہلے ایک جگہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس کا چہرہ زنانہ سا تھا۔ اور بلاشبہ اس کی سیاہ آنکھوں میں ذہانت کی جو چمک پائی جاتی تھی۔ اس کے مصفا ہونٹوں اور اس کی نرم خوشگوار آواز کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ وہ کوئی بدوضع لڑکا نہ تھا۔

اس نے نیلی جاکٹ اور واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ پتلون سیاہی مائل بھورے رنگ کی تھی۔ اور اس کی پوشاک اور ٹوپی کو دیکھ کر یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ ابھی نہایت کم عمر ہے۔

پورٹ شراب کا ایک گلاس اس کے آگے رکھا ہوا تھا۔ مگر اس نے ابھی اسے پیا نہ تھا۔ نو وارد شراب خانہ میں داخل ہو کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ پھر اس نے گھنٹی بجائی۔ اور نوکر کو تھوڑی شراب اور پائپ لانے کا حکم دیا۔ جس کے بعد وہ اپنے نوعمر دوست کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہو گیا۔

اس نے پوچھا۔ "کیوں ہیری تم نے اس بدذات ٹُرکنز کی کوئی نئی خبر سنی؟"

ہیری ہالفورڈ نے جواب دیا۔ "نہیں جم کل صبح سے میں نے اسے نہیں دیکھا۔ نہ معلوم وہ کدھر غائب ہو گیا ہے"۔

"لیکن اس کا تمہیں یقین ہے۔ کہ پرسوں تم نے اسی کو دیکھا تھا؟" کرنیکی جم نے پوچھا کیونکہ نو وارد در اصل وہی شخص تھا۔ جو اپنے دل میں مردہ فروش کے متعلق انتہائی کینہ رکھتا تھا۔

ہیری ہالفورڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جس قدر حالات اس کے متعلق میں تمہارے روبرو بیان کر چکا ہوں۔ کیا ان کے باوجود شک کی کوئی گنجائش باقی ہے؟ لیکن میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ پرسوں جب میری تم سے اس جگہ اتفاقیہ طور پر ملاقات

ہوئی۔ اور اثنائے گفتگو میں میں نے ٹڈ کنز کا نام لیا۔ تو میں نے دیکھا۔ تمہارے چہرہ کی رنگت ہی بدل گئی تھی۔ . . . تمہارے اندر خون جوش زن نظر آتا تھا۔ اور تمہاری ہر بات سے اضطراب ظاہر ہو رہا تھا۔ آخر کیا بات ہے۔ کہ تم اس سے اتنے کشیدہ خاطر ہو؟ اس نے تمہیں کیا ضرر پہنچایا ہے؟"

کرنیکی جم کہنے لگا "میری کہانی میں تم سے اس کا ذکر کسی اور وقت کروں گا۔ میری سرگذشت عجیب وغریب ہے۔ اور میں اسے تمہارے روبرو مفصل طور پر بیان کروں گا۔ لیکن سب سے پہلے مجھے اس بدبخت ٹڈ کنز کی جائے پناہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ تم نے کہا تھا کہ اس نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا؟"

"ہاں ہاں جیسا کسی شریف آدمی کا ہو سکتا ہے:" ہالفورڈ نے کہا "مردہ فروش اگر شاہی لباس بھی پہن لے تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ اس کے چہرہ کی لاش کی ایسی زردی اور اس کے بشرہ کے خوفناک آثار تو کبھی مٹ نہیں سکتے۔ سچ پوچھو تو میں خود اس شخص سے ڈرتا ہوں!"

کرنیکی جم نے اس آخری ریمارک پر توجہ نہ دیتے ہوئے پھر کہا۔ "ہاں تو اس نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا۔ اور وہ چارٹر ہوس وال کے اڈہ میں ایک گاڑی پر سوار ہو رہا تھا؟"

ہالفورڈ نے جواب دیا "ہاں اور اس نے گاڑی بان سے کہا تھا۔ شہر کے حصہ بلد ویں سنٹ کی طرف چلو!"

"پھر اس کے بعد تم اس گاڑی کی تلاش میں بھی گئے۔ جس پر تم نے اسے سوار ہوتے دیکھا تھا؟"

ہالفورڈ نے کہا "ہاں ہاں خود تمہیں نے جو کہا تھا۔ کہ وہ گاڑی بان مل سکے۔ تو اس سے مردہ فروش کے متعلق جس قدر حالات معلوم ہوں۔ دریافت کئے جائیں۔ مگر اس کوشش میں بھی چنداں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس گاڑی کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

"آخر تم اس گاڑی بان کو تو پہچان سکتے ہو؟" کرنیکی جم نے پوچھا۔

ہالفورڈ بولا "میں نے اپنی طرف سے جہاں تک ممکن تھا۔ کوشش کی مگر کامیاب

نہیں ہوا۔ میری رائے میں بہتر یہ ہوگا۔ کہ منشٹ میں جاکر وہاں سارے شراب خانوں کی دیکھ بھال کی جائے۔ یقیناً اس جگہ وہ کسی خاص کام میں مصروف ہے۔ کیونکہ مردہ فروش اس قسم کا آدمی نہیں۔ کہ بلا ضرورت گاڑی پر سوار مارا مارا پھرے۔"

کرنیکی جم نے کہا۔" میری بات یہ ہے۔ میں خود اس شخص کی تلاش بعض خاص وجوہ سے جاری نہیں رکھ سکتا۔ وہ جس وقت مجھے پہچان لے گا۔ جھٹ راستہ سے الگ ہوجائیگا ایک بار وہ میرے وار سے بچ گیا۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے بار بار اس قسم کے موقعے دوں۔"

ہالعوزڈ نے آواز دبا کر پوچھا۔" تمہارا یہ مطلب ہے کہ ایک بار تم نے اسے زخمی کیا۔ اور وہ پھر بھی نہ مرا؟"

" ہاں یونہی سمجھو۔ لیکن میں اس بارہ میں تمہیں ابھی سارے حالات بتاتا ہوں"۔ کرنیکی جم نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا۔" پھر غالباً تم مردہ فروش کی تلاش میں میری امداد پر آمادہ ہوجاؤ گے۔"

ہالعوزڈ کہنے لگا۔" خود مجھے اس سے بدلہ لینا ہے۔ کیونکہ جیسا میں نے تم سے بیان کیا۔ اس نے ایک مرتبہ میرے خلاف ایسی سازش کی تھی۔ جس میں میری جان کا خطرہ تھا۔ خیر آج رات تم وہ حالات بیان کرو۔ جو میں اس شخص کے متعلق تمہارے اندر اس قدر تیز کینہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد کل رات میں منشٹ میں جاکر اس کی نسبت تحقیقات کروں گا۔ پرسوں مجھے اپنا ایک خاص کام ہے۔"

بھلا، تمہارے ایسے نوجوان کو خاص کام کیا درپیش ہوسکتا ہے؟" کرنیکی جم نے مسکرا کر پوچھا۔

ہالعوزڈ نے کہا۔" میں کبھی کبھی ایک خاص مقام پر جایا کرتا ہوں۔ جہاں مجھے ایک خوبصورت عفیفہ کو چھپ کر دیکھنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ گو اسے معلوم نہیں ہوتا۔ کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔"

" تو کیا تمہیں اس حسینہ سے محبت ہے؟" کرنیکی جم نے پوچھا۔

ہنری ہالعوزڈ نے معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔" تم اس بارہ میں تفصیلی حالات جاننے کی کوشش نہ کرو۔ مختصر یہ کہ وہ ایک شادی شدہ خاتون ہے۔ اس کا رتبہ مجھ سے بہت اونچا . . . بہت ہی اونچا ہے۔ اگر محبت سے تمہاری مراد

اس قسم کے جذبۂ صادق سے ہے۔ جو کسی ادنے انتنفس کو کسی اعلٰے ہستی کا پرستار بننے پر مجبور کرتا ہے۔ تو میں اتنا ہوں بجھے اس سے محبت ہے۔ ورنہ اس کے سوا میرے دل میں اس عفت و عصمت کی دیوی کے متعلق کبھی کوئی ناپاک خیال... کوئی ادنے خواہش پیدا نہیں ہوئی۔"

کرنیکی جم نے کہا۔ "تم کوئی عجیب ہی طبیعت کے انسان ہو۔ یوں دیکھنے کو تو ایک بلی بھی کسی بادشاہ کی صورت کو دیکھ سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ وہ اپنے دل میں اسکی تعریف کرے۔ لیکن آخر یہ تو بتاؤ وہ کونسی اعلٰی ہستی ہے۔ جس کے تم پرستار ہو۔ اور کیا بات ہے کہ تم اس کا ذکر کرتے ہوئے یوں مضطرب ہوتے ہو؟"

ہالسورڈ کہنے لگا "اس کی شخصیت ایک راز ہے۔ جسے میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ رہا میرا اضطراب۔ یہ قدرتی ہے کیونکہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ میرے جذبات ایک قسم کی دیوانگی ... یا جنون پر مبنی ہیں۔"

کرنیکی جم اس کے جواب میں پھر کچھ کہنے کو تھا۔ کہ ناگہاں شراب خانہ میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے ایک بے تکا راگ شروع کر دیا۔ اور اس ہنگامہ میں کرنیکی جم نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی سنا نہ جا سکا

آخر جب گیت ختم ہوا۔ تو کرنیکی جم کہنے لگا "میرے نوجوان دوست وقت گذرتا جا رہا ہے۔ آؤ اب یہاں سے چلیں۔ میرا مکان پاس ہی ہے۔ شام کا کھانا تم نے بھی وہیں کھانا اور اسی جگہ میں تمہیں اپنی سرگذشت سناؤں گا جو نہایت دلچسپ اور حیرت خیز ہے۔"

یہ اشارہ پاکر ہالسورڈ اٹھا۔ اور کرنیکی جم کے ساتھ ساتھ شراب خانہ سے باہر نکلا۔ آخرالذکر اُسے ساتھ لئے ڈرعدی لین کے ایک احاطہ میں داخل ہوا۔ اور وہاں یہ دونو ایک چھوٹے سے عقبی کمرہ میں پہنچے۔ جو کافی صاف ستھرا اور آرام دہ تھا

کھڑکی کے قریب میز پر جہازوں کے مختلف چھوٹے چھوٹے نمونے بڑی صفائی سے بنے ہوئے۔ مختلف قسم کے اوزار۔ لکڑی کے ٹکڑے جنہیں ابھی کوئی خاص صورت نہ دی گئی تھی۔ روغن کی پیالیاں۔ برش۔ رسی۔ چھوٹی چھوٹی پیتل کی توپیں اور جہازوں کے لنگر۔ الغرض ہر قسم کا سامان جو ان چھوٹے چھوٹے جہازوں کی تیاری کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جو کھلونے بیچنے والوں کی دکانوں میں پائے جاتے ہیں۔ وہاں موجود تھا۔

جم نے ان چیزوں کی طرف اشارہ کر کے کہا "بس یہی میرا طریق معاش ہے۔ میری زندگی کا بڑا عرصہ افسردگی کی حالت میں بسر ہوا ہے۔ لیکن انسان ہر قسم کے انقلابات سے گذر کر بھی اُن کے اثر کو بھول سکتا ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی انگیٹھی میں آگ تیز کرتا ہوں" یہ کہکر جم نے آگ کو تیز کیا۔ اور اُس کے بعد کمرہ کے وسط میں ایک چھوٹی سی گول میز پر دستر خوان بچھایا۔ جس پر تھوڑا سا سرد گوشت پنیر کا ایک بڑا سا ٹکڑا۔ اور ایک ڈبل روٹی رکھدی۔ پھر اس نے الماری سے شراب کی بوتل نکالی۔ اور جب انگیٹھی میں آگ تیز ہو گئی۔ تو شراب نکالکر ایک برتن میں ڈال کر اسے آگ پر رکھ دیا۔

"جم نے ایک چھوٹی سی گول میز پر دستر خوان بچھایا" (صفحہ ۶۳)

یہ تیاریاں ہو چکیں۔ تو ہالفورڈ نے کہا "جم تمہارے ہاں آسائش کا تو کافی سامان موجود ہے"۔

اُس نے جواب دیا "ہاں میں جب چاہوں۔ اپنی روزی کا معقول سامان کر سکتا ہوں لیکن میرے وقت کا بڑا حصہ مردہ فروش کے متعلق تحقیقات کرتے اور بذریعہ انتقام سوچتے ہی گذر جاتا ہے۔ اُسی طرح جیسے تم اپنی محبت کے معاملہ میں دن رات فکر مند رہتے ہو"۔

"محبت"! ہالفورڈ نے چلا کر کہا "بخدا اگر تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو..."۔

جم نے ہنستے ہوئے کہا "خیر۔ میں دیکھتا ہوں۔ یہ سوال تمہارے لئے رنج دہ ہے اس لئے میں آئندہ اس کا ذکر نہ کروں گا۔ خیر اب تم کچھ کھا پی لو۔ اُمید ہے۔ ہماری دوستی اچھی طرح نبھ سکے گی۔ اور مجھے تمہاری معرفت اس بدمعاش مردہ فروش کی تلاش میں کافی مدد ملے گی۔ اگر ہمارے تعلقات اسی طرح قائم رہے تو میں تمہیں اس قسم کے جہاز بنانا بھی سکھا دوں گا۔ اور اس صورت میں تم چاہو۔ تو اپنی آمدنی کو چھ گنا کر سکو گے"!

ہالفورڈ نے کہا "جم اگر تم سچ مچ مجھے اس کام کی تعلیم دے سکو۔ تو میں تمہارا بیحد ممنون ہوں گا۔ میں اپنی موجودہ طرزِ زندگی سے دق آ چکا ہوں۔ اور اس لئے تم سے اس قسم کی صنعت سیکھ کر اس سے بخوبی فائدہ اُٹھا سکوں گا"۔

پھر اُس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "میں اس کے لئے تمہارے احسان کو کبھی نہ بھولوں گا۔ کل شام کو میں تمہارے ساتھ منٹ کو چلوں گا۔ اور اگر مردہ فروش کا پتہ مل گیا۔ تو میں فوراً تمہیں اس کی اطلاع دوں گا"۔

جم نے کہا "تمہارے اندر کاروباری مادہ خوب ہے۔ اگر تم میرے مددگار رہو گے تو میں تمہارے لئے ایسی ایسی باتیں کروں گا جن کا سر دست تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے"۔

اس کے بعد دونو نے مل کر کھانا کھایا۔ اور اس سے فارغ ہو کر جب مرکب شراب کے گلاس میز پر رکھے جا چکے۔ اور سارا سامان آسائش مہیا ہو گیا۔ تو کرنیکی جم نے اپنی عجیب و غریب سرگذشت ان لفظوں میں بیان کرنی شروع کی۔

ساتواں باب کرنیکی جم کی سرگذشت

میرے باپ کا نام رابرٹ کفن تھا۔ جب میرے دادا کا انتقال ہوا ہے تو لیسٹر شہر
اور چائے فروشی کا ایک کامیاب کاروبار میرے والد کو ورثہ میں ملا تھا۔ لیکن اپنی فضول
خرچیوں سے اُس کا جلدی ہی دیوالہ نکل گیا۔ دیوالہ کی سند حاصل کر کے اس نے شراب فروشی
کا کام ہاتھ میں لیا۔ مگر یہ بھی بمشکل دو ہی سال چلا۔ اور اس کے بعد پھر اس کا نام دیوالیہ
کی فہرست میں شائع ہو گیا۔ مگر اس مرتبہ اُسے دیوالہ کی سند نہ ملی۔ اُس نے تیسری
بار کوشش کر کے پتھر کے کوئلہ کا کاروبار شروع کیا۔ مگر فضول خرچی کا سلسلہ جاری رہا
اور اسی طرح اُس کی مصیبتوں کا بھی۔ اب کی مرتبہ ناکام ہونے پر اُسے جیلخانہ میں ڈال دیا گیا تھا
نے قانون دیوالہ کی رعایت حاصل کرنی چاہی۔ مگر اس کوشش میں کافی عرصہ گذر گیا اور آخر
جب وہ رہا ہوا۔ تو اس نے نمک کی فروخت شروع کر دی۔ یہ تجارت بھی کچھ عرصہ جاری رہ کر اسی
طرح ختم ہوئی۔ جیسے اس سے پہلے تجارتیں ہوئی تھیں۔ یعنی اُسے پھر ایک مرتبہ جیلخانہ کی سیر
کرنی پڑی۔ پھر عدالت دیوالہ میں پیشیاں ہوئیں۔ اور ایک عرصہ کے بعد چھٹکارا ملا۔

میرے والد کی عمر اب چالیس سال کے قریب تھی۔ مگر ان پے در پے مصیبتوں نے
اُسے بالکل شکستہ حال کر دیا۔ نہ ساکھ باقی تھی۔ نہ کوئی وسیلہ جس سے کاروبار از سر نو
شروع کیا جا سکتا۔ لیکن گھر میں بیوی اور سات بچے موجود تھے۔ انکی پرورش بھی فرض
تھی۔ میں خود ابھی پیدا نہ ہوا تھا۔ مگر سننے میں آیا ہے۔ کہ ایک روز میرا والد شام کو گشت
بہت افسردگی کی حالت میں آ کر اپنے شکستہ حال کمرہ میں بیٹھ گیا۔ اور حالات پیش آمدہ پر
غور کرنے لگا۔ ہزاروں تجاویز ذہن میں پیدا ہوئیں۔ مگر کام شروع کرنے کے لئے صرف
تجویز ہی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ساکھ اور سرمایہ بھی درکار ہوتا ہے۔ اور اس کے پاس
دونوں میں سے ایک چیز بھی نہ تھی۔ کچھ دیر اسی فکر کی حالت میں رہنے کے بعد اس نے اپنا
ہاتھ زور سے میز پر مارا۔ اور چلا کر کہنے لگا۔ بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اب کیا کرنا چاہئے
میری ماں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا ...

اس بات کا پتہ

میری

اس کے

پھر اس

کو گھڑی دو گھڑی کے لئے کسی ہمسائی کے سپرد کر دو۔ شام کو میں چند دوستوں کو ساتھ لے کر آؤں گا۔ یہ کہکر وہ چلا گیا۔ اور میری ماں نے اُس کے کہنے کے مطابق کیا۔ شام کے وقت جب میرا باپ واپس آیا۔ تو ایک بہت بڑی انجیل اس کی ایک بغل میں تھی۔ اور ایک دعا کی کتاب دوسری میں۔ اور اس کے ساتھ چھ سات سنجیدہ وضع کی عورتیں اور مرد تھے۔ جو ہر وقت اپنی آنکھیں اوپر کی طرف۔ یا جیسا میرا والد کہا کرتا تھا۔ آسمان کی طرف اٹھائے رکھتے تھے۔

خیر یہ لوگ کمرے میں بیٹھ گئے۔ اور میرے والد نے جس کے چہرہ پر غیر معمولی سنجیدگی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ ایک دعائیہ گیت سے اس جلسہ کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد اُس نے اُن دونوں مقدس کتابوں میں سے جنہیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ کچھ مضمون پڑھا اور جلسہ کے خاتمہ پر ایک ایسا موثر وعظ کیا۔ کہ حاضرین کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔

یہ دعائیہ جلسہ ختم ہوا۔ تو ایک عمر رسیدہ عورت میرے والد کی فصاحت سے اس درجہ متاثر ہوئی۔ کہ ایک شریف مرد کو جو جلسہ میں شامل تھا۔ اُسے بحال کرنے کیلئے ایک بوتل جن شراب کی منگانی پڑی۔

مختصر یہ کہ والد نے اس بہروپ کو خوب ہی پورا کیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں ہی اُس کے معتقدوں کا حلقہ وسیع ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب اُس نے کونٹیز پلیڈ میں ایک گرجا کرایہ پر لے لیا۔ تو اس کی ہر دلعزیزی اور شہرت اور بھی بڑھ گئی۔ یہ تجارت خوب ہی چمکی۔ لوگ نہ صرف اُس کے معتقد بلکہ پرستار ہو گئے۔ اور اُن کی فیاضی کا ہی یہ نتیجہ ہوا۔ کہ گرجا کے قریب ایک سامان آرائش سے لیس مکان اُسے مل گیا۔ اس مکان کے پاس ایک غریب بیوہ رہا کرتی تھی۔ جس کا نام الیش ونڈ [illegible]

[illegible] رکھتی تھی۔ سال بھی میرے والد کے انتہائی

[illegible] بہترین نمونہ تھا۔

اور اس کے لئے

[illegible] گئی۔ کہ

[illegible] کیا۔ اُس

[illegible] مکان میں

جگہ دی۔ اور اُس روز سے وہ اُسی مکان میں رہنے لگی۔

اب اس کہانی کا سب سے عجیب و غریب حصہ شروع ہوتا ہے۔ والد کو آسمان کی طرف سے انجیل کی اشاعت کا جو پیغام پہنچا۔ وہ بجائے خود کچھ کم عجیب نہ تھا۔ مگر اس کے کچھ عرصہ بعد اسے ایک رات جو خواب نظر آیا۔ وہ یقیناً عجیب تر تھا۔ خواب کا خلاصہ مطلب وو کٹر دن مس ایلش فوراً کے کانوں تک پہنچا دیا گیا۔ اور وہ بیچاری اس وجہ سے میرے والد کے مشورہ پر عمل کرنے کو تیار ہو گئی۔ کہ اس نے اُسے عاقبت کی بہتری کا یقین دلا دیا تھا۔ چند ماہ کے عرصہ میں ہی اس روحانی خواب کے نتائج عملی طور پر ظاہر ہونے لگے۔ اور معلوم ہو گیا۔ مس ایلش فورڈ حاملہ ہے۔ گھر میں اس پر بہت کچھ فتنہ و فساد پیدا ہوا۔ اور کچھ مدت تک اس فساد کے فرو ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ گرجا کے پادری اور چند اور سرکردہ شخص بھی اس معاملہ کی تحقیقات کرنے آئے۔ مگر والد نے اور بھی زیادہ سنجیدگی سے ان کا استقبال کیا۔ ایک شورتی جلسہ ہوا۔ اور اس میں والد سے اس معاملہ کی نسبت کیفیت طلب کی گئی۔ مگر اس نے بڑی سنجیدگی سے کھڑے ہو کر کہا۔ ایک روز رات کے وقت خداوند کے خاص فرشتہ نے نمودار ہو کر مجھے حکم دیا تھا تم نیکی کی تخم ریزی کرو۔ تاکہ جب وقت خداوند تمہیں دوسری دنیا میں بلالے۔ تو تمہارے بعد اُس نیک کام کا سلسلہ جو تم نے شروع کیا ہے۔ بوجہ احسن جاری رہ سکے۔ میں نے اس فرشتہ کے روبرو عاجزی سے اپنی اولاد کے حقوق پیش کئے۔ مگر اس نے میری باتوں پر بالکل توجہ نہ دی۔ اور حکم دیا۔ کہ اس کارِ ثواب کو جاری رکھنے والا وارث رتھ ایلش فورڈ کے بطن سے پیدا ہو۔ کیونکہ خداوند خدا کی خاص برکات اس پر نازل ہیں۔ اور اس کے نام میں ہی برکت شامل ہے۔ اس کیفیت کو اطمینان بخش سمجھ لیا گیا۔ اور اس کے بعد جب وہ لوگ جو تحقیقات کرنے آئے تھے۔ رخصت ہو گئے تو والد نے نہ صرف اپنی بیوی کو ٹھنڈا کر لیا۔ بلکہ اسے کچھ ایسی پٹی پڑھائی۔ کہ اس نے اس ناجائز تعلق سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کم سے کم کچھ عرصہ اور میرا والد اپنی ریاکاری کو ظاہری پارسائی کے پردہ میں چھپا کر اس ناجائز تعلق کو قائم رکھ سکا۔ اسی ناجائز تعلق سے میری پیدائش ہوئی۔ جس کے باعث میرا نام جیمز ایلش فورڈ مشہور ہے۔ گو والد مجھے جیمز تسنی ہی کہا کرتا تھا۔

اسی طرح وقت گذرتا چلا گیا۔ اور گو ابتدا میں والد نے اپنی جائز بیوی اور میری ماں
کے درمیان مصالحت کی صورت پیدا کر دی تھی۔ تاہم رفتہ رفتہ ان کا باہمی جھگڑا خوفناک
حد تک پہنچنے لگا۔ آئے دن گھر میں تکرار ہوتی جس سے ہمسایہ کے لوگوں نے بھی یہ خیال
کرنا شروع کر دیا۔ کہ والد کا عشق اس قدر پاک نہیں۔ جتنا وہ اسے ظاہر کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ
اس کے معتقدوں کی تعداد کم ہونے لگی۔ اور پارسائی کے متعلق اس کی شہرت بھی گھٹتی گئی
باوجود اس کے وہ مجھے اور میری ماں کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس کی جائز
بیوی اپنے بچوں کو ساتھ لے کر مکان سے رخصت ہو گئی۔ والد نے ان کی روٹی کا
کفیل بننے سے بھی انکار کر دیا۔ اور آخر بعض پادری صاحبان کی مداخلت تک نوبت
آئی۔ جس سے بدنامی اور بڑھ گئی۔ عین اس زمانہ میں اس فساد کو مٹانے کا کام جس میں
انسان قاصر رہا تھا۔ فرشتہ اجل نے پورا کر دیا۔ یعنی میری ماں سخت بیمار ہو گئی۔ اور
چند ہفتے زندگی اور موت کے درمیان لٹک کر اس نے جان دی۔

اپنی پیدائش کے متعلق اس قدر حالات بیان کرنے کے بعد غالباً اس زمانہ کی
مزید کیفیت کا تذکرہ میرے لئے غیر ضروری ہوگا۔ میں صرف اس قدر اور بیان کرنا
چاہتا ہوں۔ کہ مس ایلش فورڈ کے انتقال پر والد اور اس کی جائز بیوی میں دوبارہ
مصالحت ہو گئی۔ اور اس کے بعد وہ بدستور اس گرجا کا پادری بنا رہا۔ گو اس کے
پیرؤوں کی تعداد کم ہو گئی تھی۔ جس کا اثر آمدنی کی کمی کی صورت میں بھی ظاہر ہوا۔ میرا
مجھے گرجا کے سکول میں تھوڑی بہت تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اور گو میری سوتیلی
ماں مجھ سے سختی کا سلوک کرتی تھی۔ مگر والد مہربانی سے ہی پیش آتا تھا۔ یہ حالت اس
وقت تک قائم رہی۔ کہ میری عمر پندرہ سال کی ہو گئی۔ ان دنوں یکایک والد نے
انتقال کیا۔ اور میں دنیا میں بے یار و مددگار رہ گیا۔

میں نے سب سے پہلے والد کے دوستوں سے اس علاقہ کے پادریوں اور لوگوں سے
جو دم آخر تک اس کے ساتھ رہے تھے۔ امداد طلب کی۔ مگر سب نے مجھے سامنے سے
دھتکار کر ہٹا دیا۔ اور میرے لئے سوائے اس کے چارہ نہ رہا۔ کہ بھیک مانگوں یا
کروں۔ میں نے ان میں سے اول الذکر کو ہی ترجیح دی۔ مگر ایک دن پولیس نے مجھے ایک بار
اسی الزام میں پکڑ لیا۔ کہ تم آوارہ پھر رہے ہو۔ اور اپنے متعلق کوئی اطمینان بخش

کیفیت بیان نہیں کر سکتے۔ تم شاید سنکر حیران ہوگے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے۔ کہ جب کوئی غریب یہ کہے۔ میں ہمکلام رہا ہوں۔ اور بنی یا مددگار رہا ہوں۔ تو اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ وہ اپنے متعلق اطمینان بخش کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ صبح کے وقت مجھے صاحب مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا گیا۔ اور ایک بدمعاش شخص سمجھ کر مجھے اصلاحی جیل خانہ میں بھیجدیا گیا۔

اس جگہ میری واقفیت بہت سے نوعمر چوروں اور گرہ کٹروں سے ہوگئی۔ اور میری حالت ایسی ابتر ہوئی۔ کہ جس روز مجھے رہائی دی گئی۔ میں اُن کی ترغیب میں آکر اُن کے ساتھ ہی شامل ہوگیا۔ اس کے بعد اس قسم کا دور زندگی شروع ہوا۔ جسے یاد کرکے میں بہت تاسف کرتا ہوں۔ مگر میرا افسوس بیکار ہے۔ ان کے دوستوں میں میرا نام کریکی مشہور ہوگیا۔ کیونکہ بسا اوقات مجھ پر ایسی مایوسی طاری ہوتی۔ کہ یہ لوگ سمجھتے میرا دماغ پھر گیا ہے۔ رفتہ رفتہ میں ایک مشہور نقب زن بن گیا۔ اور میری اس قدر شہرت ہوئی۔ کہ لندن کا مشہور نقب زن ٹام بھی رشک کرنے لگا۔ دن بدن میری جرأت بڑھتی گئی۔ اور تین بار میں گرفتار بھی ہوا۔ پہلی اور دوسری مرتبہ مجھے سزا یافتہ قیدی کی حیثیت میں جہازوں پر کام کرنے کے لئے بھیجدیا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ دوسرے مقدمہ میں میرے ایک ساتھی کو محض ایک ذرا سے قانونی رخنہ کی وجہ سے رہا کردیا گیا۔ الزام یہ تھا۔ کہ وہ ایک جوہری کی دوکان میں نقب لگا کر اندر داخل ہوا۔ مگر گواہان استغاثہ میں سے ایک کے بیان سے ثابت ہوا۔ کہ دوکان کا دروازہ اتفاقیہ طور پر کھلا رہ گیا تھا۔ اور اس لئے وہ قفل توڑے بغیر اندر داخل ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گو جج اور جیوری دونو سمجھتے تھے۔ وہ قصوروار ہے۔ مگر قانون کی نظروں میں وہ بے قصور قرار پایا۔ اور اسے رہا کردیا گیا۔

اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ اور میری اپنے بہت سے ہم پیشہ آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ جن میں قابل ذکر ٹام نقب زن۔ بل بلسٹر۔ ڈک غلیر۔ لفر۔ اور مردہ فروش تھے اُن کے ساتھ مل کر میں نے نقب زنی کی بہت سی کامیاب وارداتیں کیں لیکن آخر کار تیسری مرتبہ پھر پکڑا گیا۔ اور اس پر لندن میں میرے دور عصیاں کا خاتمہ ہوا۔ [illegible] کا ذکر ہے۔ کہ میں نے مردہ فروش کے ساتھ مل کر پرنسس سٹریٹ سوہو میں ایک جوہری

سکے ہاں نقب زنی کی۔ اور ہم سب بہت سا مال لے کر فرار ہو گئے۔ مردہ فروش منٹ
کو چلا گیا۔ اور میں نے ڈک فایر کو اپنا رازدار بنا کر مال غنیمت کا کچھ حصہ اسے دیدیا۔ اور
چک لین سمت فیلڈ کے ایک مکان میں پناہ گزین ہوا۔ مجھے معلوم تہا۔ کہ ڈک پکا آدمی ہے
اور اس نے اپنے آپ کو ثابت بھی ایسا ہی کیا۔ کیونکہ میں جتنا عرصہ اس کے پاس رہا۔
وہ باقاعدگی سے میرا کھانا لاتا رہا۔ اور آخر ایک ہفتہ کے بعد جب یہ طوفان فرو ہوا۔
تو میں اپنی جائے پناہ سے نکل کر منٹ میں مردہ فروش کے پاس پہنچا۔ جہاں میں دو
تین دن ٹھیرا۔ اس نابکار نے اپنی سلامتی کے لئے مجھ سے دغا کی۔ ہم دونو کو عدالت
میں پیش کیا گیا۔ وہ سرکاری گواہ بن گیا۔ اور مجھے عمر قید کالے پانی کی سزا ہوئی۔

جب مقدمہ ختم ہوا۔ تو مردہ فروش کو تو رہا کر دیا گیا۔ لیکن مجھے چند اور قیدیوں
سمیت جنہیں انہیں دنوں سزا ہوئی تہی۔ جیل خانہ نیوگیٹ سے نکال کر ول ہینگ کے
جیل خانہ میں پہنچا دیا گیا۔ میرے ساتھ اس موقعہ پر دو آدمی اور تھے۔ جن کے ناموں سے
شاید تم بھی ناواقف نہ ہوگے۔ کیونکہ اُن کا مقدمہ بہت مشہور تہا۔ ایک کا نام رابرٹ
شٹیغنٹر اور دوسرے کا ہیو میکپھرل تہا۔ الزام یہ تہا۔ کہ انہوں نے الزا مسٹد نامی ایک
عورت کو مردانہ صورت میں پیش کر کے ارل آف ارنگٹن کی جائداد کا بڑا حصہ اڑانے کی سازش
کی ہے ہم اس جیل خانہ میں پندرہ دن کے قریب ٹھیرے۔ اور اس کے بعد ہمیں دو سو
میں قیدیوں کے ایک جہاز پر سوار کرا دیا گیا۔ ول ہینگ سے رخصت ہونے سے پیشتر ہمیں
خاکی رنگ کے کپڑے پہنا دیئے گئے۔ قیدیوں کے جہاز میں دو دو یہ سونے کے لئے نہچیں
اوپر نیچے بنی ہوئی تھیں۔ جن میں سے ہر ایک کم و بیش چھ فٹ مربع تہی۔ اور اس پر چار قیدی
سما سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں ایک آدمی کے لئے ۱۸ انچ جگہ کافی سمجھی جاتی ہے۔ جہاز کے سامنے
حصے میں ہسپتال بنا ہوا تہا۔ اور ایک حصہ کو جیل خانہ کہا جاتا تہا۔ پہلوؤں میں ہوا کی آمد
و رفت کیلئے سوراخ بنے ہوئے تھے۔ اور حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے ایک بہت بڑی
انگیٹھی بھی موجود تہی۔ قیدیوں کے اوپر نیچے چڑھنے اترنے کے لئے جو زینے بنے ہوئے
تھے۔ انہیں رات کے وقت اٹھا لیا جاتا تہا۔ اور قیدیوں کو ہر شام ہی ان کی خوابگاہ
میں بند کر دیتے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک کو بوٹ تہالیاں۔ جاکٹیں قمیصیں کچھ اور گرم کپڑے
اور بستر مہیا کئے گئے۔ ان قیدیوں کو انجیلیں اور دعا کی کتابیں بھی بڑی تعداد میں مہیا کی

جاتی ہیں۔

یہ کام ڈاکٹر کا تھا۔ کہ جہاز پر سوار ہو کر نشستوں اور کھانے کی میز کا انتظام کرے ہمارے کپڑوں بستروں اور اور چیزوں پر سیاہ رنگ سے نمبر لکھ دئے گئے۔ اور ہر ایک قیدی اُن نمبروں کی ترتیب سے بنچوں پر سوتا۔ اور کھانے کی میز پر بیٹھتا تھا۔ خوراک کی وہاں کمی نہ تھی۔ کیونکہ ہر شخص کو روزانہ ایک پونڈ روٹی کا تین چوتھائی حصہ۔ اور اس کے علاوہ گوشت مہیا کیا جاتا تھا۔ صبح شام کی خوراک کے ساتھ شوربا اور کوکو بھی ملتا تھا ہر ہفتہ ہمیں عرق لیموں۔ شکر اور سرکہ کی بھی کچھ مقدار دی جاتی تھی۔ اور ایک خاص آدمی اس کام پر مامور ہوتا تھا۔ کہ خوراک کو تول لے۔ اور اسے مناسب طریق پر تقسیم کرے۔

ڈاکٹر نے چھ قیدیوں کو چن کر انہیں ہمارا افسر بنا دیا۔ ان کا یہ کام تھا۔ کہ ڈاکٹر کے احکام کی تعمیل کرائیں۔ اور اگر کوئی شخص اس کے خلاف کرے۔ تو اس کی رپورٹ کر دیں۔ ان چھ آدمیوں میں سے چار جیل خانہ کی نگرانی کرتے تھے۔ اور دو قیدیوں کی اس وقت دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ جب وہ ہوا خوری کے لئے صحن جہاز پر آئیں۔ ان دونو کو صحن جہاز کا کپتان کہا جاتا تھا۔ اور انہیں کچھ نقد معاوضہ اور پینے کو تمباکو بھی ملتا تھا۔

جنوری سنہ ۲۶ء ہفتہ کا دن تھا۔ جب ہمارا جہاز مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ میرا کوئی قریبی رشتہ دار یعنی بیوی بچہ یا کوئی دوست موجود نہ تھا۔ باوجود اس کے جس وقت جہاز ساحل انگلستان سے روانہ ہونے لگا۔ اور مجھے اس کے سفید کراروں کی آخری جھلک نظر آئی۔ تو بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور میں جو اپنی زندگی میں کبھی نہ رویا تھا۔ اس وقت زار و قطار رونے لگا۔ لیکن میرے ساتھ بہت سے ایسے لوگ بھی تھے۔ جو اپنے پیچھے بیوی بچوں یا والدین کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔ اور ان کے قلب کو جس قدر اضطراب تھا وہ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر بڑا حلیم اور مہربان شخص تھا۔ جس وقت ہمارا جہاز اتنی دور نکل گیا۔ کہ انگلستان کی زمین نظر سے غائب ہو گئی۔ اُس نے ہماری زنجیریں اتروا دیں۔ اور ہمیں صحن جہاز پر پھرنے کی پوری طور سے آزادی دے دی گئی۔ ہماری نگرانی کے لئے پچیس آدمیوں کی ایک گارد متعین تھی۔ جس کا افسر ایک اعلیٰ فوجی عہدہ دار تھا۔ یہ لوگ تین مرتبہ باری باری پہرہ دیتے تھے۔ ایک سنتری ننگی تلوار لئے جہاز کے دونوں سروں پر کھڑا رہتا تھا۔

اور فوجی سپاہیوں کے کندھوں پر بھری ہوئی بندوقیں موجود رہتی تھیں۔
ہمیں جہاز پر سوار ہوئے۔ تھوڑے دن گذر گئے۔ تو قیدیوں میں وہی گالی گلوچ اور فحش گفتگو شروع ہو گئی۔ جوا بازی بھی ہوتی تھی۔ اور روٹی تک کو ہار جیت کی شرط کے طور پر لگا دیا جاتا تھا۔ چوریاں بھی عام تھیں۔ کیونکہ جو قیدی اپنا کھانا جوئے میں ہار جاتا اسے بہر حال کہیں سے چرا کر کھانا پڑتا تھا۔ اس بارہ میں بھی شرط لگا کرتی تھی کہ سب سے چالاک چور کون ہے۔ اور کبھی کبھی اس پر خوفناک جھگڑے تکرار کی نوبت آ جاتی۔ جس قدر سامان خوراک لڑنے والے کے پاس موجود ہوتا سب چھین لیا جاتا تھا۔ سٹیفنز جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ اور جو میرے ساتھ ہی کھانا کھایا کرتا تھا۔ وہ ان طریقوں کی بڑے زور سے مخالفت کرتا رہا۔ مگر قیدیوں کی اصلاح تو کیا ہو سکتی تھی۔ وہ الٹا اس کے مخالف ہو گئے۔ یہاں تک کہ میکچرل بھی اس کا دشمن بن گیا۔ ناچار اُسے اصلاح کا خیال ترک کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ چوروں کی مجلس میں جو شخص اپنی دیانت یا اخلاق حسنہ کا خواہ وہ حقیقی ہی ہو اظہار کرے۔ وہ گویا سب لوگوں کی مخالفت کا مول لیتا ہے۔ قیدیوں کے جہاز میں ایک قسم کی خوفناک یکسانیت پائی جاتی ہے یعنی جرم بدمعاشی اور باقی ہر ایک برے کام میں یکسانیت ہونا لازمی ہے۔ باوجود اس کے ان قیدیوں کے جہازوں میں بھی بعض قسم کی تفریق موجود ہوتی ہے۔ یعنی جو لوگ عادی مجرم ہوں۔ اور جنہیں کئی بار سزا دی جا چکی ہو۔ وہ عوام میں امارت کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح شہریوں اور دیہاتیوں میں بھی تفریق پائی جاتی ہے۔ نئے مجرم پرانے قیدیوں کا اس قدر احترام کرتے ہیں۔ کہ حیرت ہوتی ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی سرگزشت سناتے وقت سب سے زیادہ خوفناک واقعہ بیان کر سکے وہ اُسے قیدیوں کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ قیدیوں میں سے بعض اپنی زندگی کے واقعات لکھ کر سنایا کرتے تھے۔ جن میں عجیب و غریب اندراج موجود ہوتے تھے۔ مثلاً ایک واقعہ یہ تھا۔ کہ ایک پیٹی لوٹی گئی۔ اور جبکہ قید کا سوہرے تھے۔ اس کا سامان نکال لیا گیا۔ ڈاکٹر پہنچ گیا مگر اس نے دیکھا کہ لیمپ گل ہے۔ چور نے سامان کو ایک طرف چھپا دیا۔ ڈاکٹر نے سارے قیدیوں کی تلاشی کا حکم دیا۔ اور جب وہ کپڑے ایک سونیوالے قیدی سے برآمد ہوئے۔ تو اُسے پابہ زنجیر کر دیا گیا۔ غرض اس قسم کے واقعات کا ذکر ہوتا تھا۔ چور اپنے

وقت جہاز میں پیش آئے۔

میں اس جگہ یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ جب تک جہاز دریائے ٹیمز میں لنگر انداز رہا۔ کسی قیدی نے اپنے جرم کو تسلیم نہ کیا تھا۔ ہر شخص اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرتا تھا۔ اور یہ کہتا تھا کہ یقیناً میری سزا معاف کر دی جائے گی۔ عام طور پر یہ لوگ کہتے تھے۔ میں یقیناً ساؤتھ ویلز میں نہ جاؤں گا۔ کیونکہ جج کو میرے خلاف جو تعصب تھا۔ وہ عدالت میں کھلے طور سے ظاہر ہو رہا تھا۔ جیوری کو سراسر مغالطہ میں ڈالا گیا میرے دوست میرے متعلق پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اور میرا رہا ہونا یقینی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ ایک سو دس قیدیوں میں سے سو کا بیان ضرور یہی ہوتا تھا۔ لیکن جہاز چل دیا۔ انگلستان بہت پیچھے رہ گیا۔ اور کسی ملزم کی آرزو بھی پوری نہ ہوئی۔ آخر جب ہر ایک کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ تو انہوں نے اپنی زندگی کے واقعات ایسی صفائی سے بیان کرنے شروع کئے۔ کہ صاف نظر آتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو جائز طور پر سزا دی گئی ہے۔

سفر مجموعی طور پر اچھا رہا۔ ساڑھے چار مہینے راستے میں صرف ہو گئے۔ اور آخر کار وسط ماہ مئی میں ہم لوگ سڈنی کے قریب پہنچے۔ لیکن جبکہ ابھی خشکی تک پہنچنے میں تھوڑا سا فاصلہ حائل تھا۔ سمندر میں یکایک طوفان آیا۔ اور ہوا ایسی تیزی سے چلنے لگی۔ کہ کپتان نے خطرے کا اندیشہ ظاہر کیا۔ سارے قیدیوں کو جہاز کے اس حصہ میں جسے قید خانہ کہا جاتا ہے۔ بند کر دیا گیا۔ سب سوراخ بند ہو جانے سے مارے گرمی کے دم گھٹنے لگا۔ آخر بڑے زور کا طوفان آیا۔ جہاز پر جو چیز کھلی پڑی تھی۔ ادھر ادھر گرنے لگی۔ جہاز کے چوبی حصے چیخ رہے تھے۔ رسّے کھڑکھڑاتے تھے۔ اور موجوں کے فراٹے بھرتی صحن جہاز پر سے گذر رہی تھی۔ پہاڑ کی طرح بلند لہریں کبھی جہاز کو اونچا اٹھا اور کبھی نیچے گرا دیتی تھیں۔ بعد ازاں ایک ملاح کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ لہریں چالیس فٹ بلند تھیں۔ یعنی بیس فٹ سطح آب کے نیچے اور بیس فٹ اوپر۔ آخر شام کے وقت خدا خدا کر کے طوفان تھما۔ اور صبح کے وقت سڈنی کا کنارہ نظر آنے لگا۔

شہر سڈنی ایک نہایت خوشنما مقام پر واقع ہے۔ بندرگاہ سے کسی قدر بلند اور اس جگہ گرجاؤں۔ باغوں اور ساحلی نشستوں کا نظارہ نہایت خوشنما ہے۔ اس کے

جنگل۔ سرکاری عمارات۔ خوشنما کوٹھیاں اور پن چکیاں سرنو وارد کے لئے ایک خاص شان دلفریبی رکھتی ہیں۔ شہر بجائے خود امید سے زیادہ خوشنما ہے۔ خصوصاً سناروں ۔ حلوائیوں وغیرہ کی دوکانیں ایسی ہیں۔ کہ لندن کے حصہ وسٹ اینڈ کی دوکانوں کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ ان میں بالعموم گیس کی روشنی کی جاتی ہے۔ اور شام کا نظارہ بہت دلکش ہوتا ہے۔ شراب کی دوکانیں کثرت سے ہیں۔ یہاں تک کہ تیس ہزار کی آبادی کے لئے ڈیڑھ سو ایسی دوکانیں موجود ہیں۔ جارج سٹریٹ اور پٹ سٹریٹ اس شہر کے مشہور بازار ہیں۔ اور ان میں دوکانوں کا کرایہ تین سو سے لے کر پانسو پونڈ سالانہ تک ہے سڈنی میں پانی کے نکاسی کا انتظام اچھا نہیں۔ اور گو شہر بلندی پر واقع ہے۔ مگر کئی بازار بالکل ہموار سطح پر ہیں۔ جس کی وجہ سے گندے پانی کا نکاس نہ ہونا۔ بہت تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ شہر کو ایک نظر دیکھا جائے۔ تو یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ یورپ سے دور ہے۔ کیونکہ لوگوں کی زبان طرز و اطوار سب انگلستان کی طرح ہیں۔ لیکن ذرا غور سے مشاہدہ کیا جائے۔ تو دونو کا فرق نمایاں صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جا بجا مجرموں کے گروہ سفید پرشٹے کے زراخ پہنے اور زرد یا خاکی جاکٹ زیب تن کئے۔ جس پر تیر کی شکل کے چوڑے چوڑے نشان ان کے قیدی ہونے کی علامت ہیں۔ کام کرتے نظر آتے ہیں۔ اور ان کی صورت سے اس اخلاقی زوال کا پتہ چلتا ہے۔ جو اس شہر پر حاوی ہے۔

خیر ہمارا جہاز بندرگاہ میں پہنچا۔ اس سے چند دن پہلے پھر ہم کو زنجیریں پہنا دی گئی تھیں۔ چنانچہ ہمیں بڑی احتیاط کے ساتھ جہاز سے اتارا گیا۔ اور ہمارے کپڑوں پر تیر کے چوڑے چوڑے نشان اور حروف بی۔ بی۔ جس سے مراد ہے گورنمنٹ بارک یعنی قیدیوں کی بارک سے تھی لگائے گئے۔ پھر ہمیں اس مقام پر پہنچا دیا گیا۔ اس بارک میں دن کی نشست کے [illegible] علیحدہ اور رات کو سونے کے چھوٹے علیحدہ ہیں۔ ہر ایک میں ایک شخص باقیوں کے طرز عمل کا جواب دہ سمجھا جاتا ہے۔ یہیں قید تنہائی کی چند کوٹھڑیاں موجود تھیں۔ جن میں قید ہونے [illegible] لوں کو ایسی سخت تکلیف ہوتی ہے۔ کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے چند دن بعد ہمیں سزا کی نوعیت کے اعتبار سے جدا جدا گروہوں میں

تقسیم کر دیا گیا۔ سٹیفنز اور سکیچزل کو سڈنی میں ہی رکھا گیا۔ اور مجھے تیس اور شخصوں کے ساتھ بندرگاہ مکاری میں بھیج دیا گیا۔ جو سڈنی سے دو سو ساٹھ میل جانب شمال واقع ہے۔

بندرگاہ مکاری کے آس پاس کا نظارہ نہایت شاندار ہے۔ لیکن یہاں پر بھی قیدیوں کی زندگی افسوسناک طریق پر بسر ہوتی ہے۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ میں ایک خطاوار مجرم ہوں۔ لیکن ایسی زندگی سے تو موت بہر حال قابل ترجیح ہے۔ ساری دنیا کے تعلقات سے محروم۔ ہر ایک قسم کی سختیوں کا پابند۔ محدود خوراک کھانے پر مجبور جس میں کبھی تازہ گوشت شامل نہ کیا جاتا تھا۔ پاؤں میں زنجیریں اور قدم قدم کے فاصلہ پر سنگین بردار پہرہ دار۔ نہ کوئی رعایت نہ حسن سلوک بلکہ انتہائی سختیاں کوڑے لگنے۔ اور ذرا سی خطا پر قید تنہائی کا خوف۔ سردی گرمی میں متواتر کام کرتے رہنا۔ لکڑیاں کاٹ کر انہیں پانی میں بہانا۔ ان تمام سختیوں کو جھیلتے ہوئے حرف شکایت زبان پر نہ لانا۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر میں اس دن کو ہر وقت برا بھلا کہا کرتا تھا۔ جبکہ مجھے اپنے جرم کی وجہ سے ان تکالیف کا نشانہ بننا پڑا۔ میں عنقریب تمہیں اس خوفناک زندگی کی مفصل کیفیت بتاؤں گا۔ مختصر یہ کہ چھ ماہ کے عرصہ میں جو میں نے وہاں بسر کیا۔ دو سو بیس قیدیوں میں سے انیس ۱۹ مر گئے۔ ان انیس میں سے پانچ کی موتیں قدرتی طریق پر واقع ہوئیں۔ دو غرق ہو گئے۔ چار درختوں میں دب کر مر گئے۔ تین کو فوجی سپاہیوں نے گولی مار کر مار دیا۔ اور پانچ کو ان کے ساتھیوں نے ہلاک کیا۔ اور یہ محض اس لئے کہ قاتل اپنی زندگی سے تنگ آچکے تھے۔ مگر ان میں خودکشی کی جرأت نہ تھی۔ اور اس لئے مجبوراً انہوں نے ایسے جرم کئے۔ جن کے عوض انہیں سزائے موت ملنا یقینی تھا۔

قیدیوں کی جس ٹولی سے میرا تعلق تھا۔ اسے فلپ کھاڑی کے قریب رکھا گیا تھا۔ اور ہمارا کام جزیرہ ساعہ کے جہاز سازوں کو لکڑی بہم پہنچانا تھا۔ ہمیں نہایت ادنیٰ قسم کی جھونپڑیوں میں رکھا جاتا تھا۔ اور گو ہمیں محنت شاقہ کرنی پڑتی تھی۔ تاہم خوراک اس قدر ناکافی تھی۔ کہ روح و بدن کا تعلق قائم رہنا بھی مشکل تھا۔ لکڑی جو کاٹی جاتی وہ زیادہ تر دیودار کی قسم سے ہوتی تھی۔ اور ہمیں کوئی لدو جانور مہیا نہ کئے جاتے تھے۔

خود ہمیں کو لکڑی کی شہتیریاں دور دور تک لے جانی پڑتی تھیں۔ کچھ تو آب و ہوا مرطوب کچھ تازہ گوشت کی کمیابی اور کچھ کام کی شدت۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ جو شخص ایک مرتبہ بیمار ہو جائے۔ اس کا صحت یاب ہونا ناممکنات سے سمجھا جاتا تھا۔ مانا کہ ہم سخت مجرم تھے۔ لیکن اس بدنی تکلیف کے سوا بھی تو ہماری سزا . . . یا اصلاح کا کوئی طریقہ اختراع کیا جا سکتا تھا۔

کھانے کو ہمیں ڈیڑھ پونڈ وزنی آٹے کی روٹی دی جاتی تھی۔ ایسے آٹے کی جسے اچھی طرح چھانا بھی نہ گیا ہو۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ پونڈ نمکین گوشت اور ڈیڑھ اونس شوربہ دیا جاتا تھا۔ نہ چائے نہ سبزی اور نہ کچھ اور۔ ہر شخص آسانی سے اندازہ کر سکتا ہے کہ اتنی محنت کرنے والے آدمی کے لئے تین بار کے کھانے کو یہ خوراک کس درجہ ناکافی ہے۔ پھر مزا یہ کہ جو قیدی اپنے راشن کے متعلق احتیاط نہ برتتے۔ باقی آدمی اس کا کھانا اڑا جاتے تھے۔ اور اسے فاقہ ہی کرنا پڑتا تھا۔

مجھے اس جگہ رہتے پانچ ماہ کا عرصہ گذرا تھا کہ شیفرز اور میک جیرل بھی یہاں آ پہنچے اور انہیں ہماری ہی ٹولی میں شامل کر دیا گیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ پہلے انہیں سڈنی میں رکھا گیا تھا۔ اور بعض رعایتیں بھی دی گئی تھیں۔ کیونکہ سزایاب ہونے سے پہلے انگلستان میں انہیں اچھا درجہ حاصل تھا۔ مگر اس کے بعد جب انہوں نے ایک بار فرار ہونے کی کوشش کی۔ تو انہیں یہ سزا دی گئی۔ ان دنوں میں خود شدید محنت اور قلیل خوراک سے اس درجہ عاجز آ چکا تھا۔ کہ میں نے ارادہ کر لیا یا تو اس جگہ سے نکل جاؤں۔ یا اسی کوشش میں جان دوں۔ میں نے اس کا ذکر شیفرز اور میک جیرل سے کیا۔ تو انہوں نے بھی رضامندی ظاہر کی۔ مشہور تھا۔ کہ بندرگاہ سکاری سے جہاں ہم لوگ رہتے تھے بھاگنا بہت ہی مشکل ہے۔ اور جن قیدیوں نے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ ان میں سے شاذ و نادر کوئی اس نوآبادی کی کسی بستی تک پہنچ سکا۔ جو لوگ فرار ہوتے وہ یا تو جنگلوں میں بھوک پیاس کے مارے مر جاتے۔ یا ان کے ساتھی انہیں ان کی خوراک چھیننے کے لئے قتل کر دیتے تھے۔ راستہ میں بڑے بڑے بھیانک جنگل تھے۔ اور خوراک ملنے کی واحد امید لنگرو پکڑنے پر تھی۔ باوجود ان باتوں کے میں نے غلب کھاڑی کی تکلیفات پر خطرات کو ترجیح دی۔ شیفرز اور میک جیرل کے علاوہ پانچ چھ اور قیدی

بھی میرے ہم خیال بن گئے۔ چنانچہ ایک رات ہم دس آدمی چپکے سے وہاں سے بھاگ نکلے۔

ہم میں سے ہر ایک کے پاس صرف ایک وقت کی خوراک موجود تھی۔ اور وہ بھی دن نکلنے سے پہلے پہلے ختم ہو گئی۔ اب ہم ایک لق و دق صحرا کے اندر گھوم رہے تھے۔ نہ کوئی رہبر نہ خوراک کا سامان اور نہ آس نہ اُمید۔ قیدیوں میں ایک دوسرے کو تسلی دینے کا مادہ موجود نہیں ہوتا۔ مصیبتیں انہیں مکار۔ خود غرض اور فریبی بنا دیتی ہیں۔ ہم لستہًا خاموش اس بیابان میں چلا کئے۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک جسے شکاری بندرگاہ میں آئے دس سال ہو چکے تھے۔ اس بات سے واقف تھا۔ کہ آسٹریلیا کے دیسی شکاری اپوسم کا شکار کس طرح کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب ہم بھوک سے عاجز آ گئے۔ تو اس نے ہر ایک کھوکھلے درخت اور آس پاس کے درختوں کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ تاکہ ان پر کہیں اپوسم کے پنجوں کے نشان نظر آ جائیں۔ یہ جانور بڑا سیانا ہے۔ اور اس کا قاعدہ ہے۔ کہ سیدھا اپنے گھونسلے میں نہیں جاتا۔ بلکہ اپنا سراغ مٹانے کے لئے آس پاس کے درختوں سے کود کر وہاں پہنچتا ہے۔ خیر اس قیدی نے جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اور جس کا نام ملیکلے تھا۔ بڑے تجسس کے بعد آخر کار ایک اپوسم کی دم ایک کھوہ سے باہر لٹکتی دیکھی۔ یہ جھٹ گلہری کی طرح اس درخت پر چڑھ گیا اور اسے دم سے پکڑ کر کھینچ لایا۔ پھر اس نے اسے زور سے درخت کے تنے کے ساتھ دے مارا۔ جس سے اس کی جان نکل گئی لیکن ایک اتنے سے جانور پر دس آدمیوں کا کیا گذارہ ہو سکتا تھا۔ پھر بھی ہم نے آگ جلا کر اسے بھونا۔ اور بحصہ رسدی کھا لیا۔ اپوسم کا گوشت خرگوش کی طرح کا ہوتا ہے۔ بھلا ایسی ہلکی غذا کا دسواں حصہ ایک بھوکے آدمی کو کیا خاک تسکین دے سکتا ہے۔

اس سے دوسرے دن ملیکلے نے ایک کنگرو کا شکار کیا۔ جس کا وزن ۰۰ پونڈ کے قریب تھا۔ اس سے ہمارے پاس تین چار دن کے لائق خوراک ہو گئی۔ ہم خوراک کے معاملہ میں بہر حال کفایت شعاری برتتے تھے۔ کنگرو کا گوشت یوں بھی عام طور پر مزے دار ہوتا ہے۔ پھر ہماری حالت میں تو بھوک نے اسے اور بھی بامزہ کر دیا تھا خیر ہم بدستور اس جنگل میں چلتے رہے۔ اس صحرا کا کہیں خاتمہ ہی نظر نہ آتا تھا۔ جب

کنگرو کا گوشت ختم ہوگیا۔ تو پھر کھانے کی فکر پیدا ہوئی۔ بلیکلے ایک ماہر شکاری تہا۔ اور وہ حتی الوسع ہمارے لئے خوراک کی چیزیں مہیا کرتا رہا۔ مگر اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمارے وقت کا بڑا حصہ شکار کی تلاش میں ہی گذر جاتا تہا۔ اور سفر کا خاتمہ قریب نظر نہ آتا تہا۔ چند دن بعد ایک تازہ مصیبت یہ پیش آئی۔ کہ اپوسم اور کنگرو بھی ملنے بند ہوگئے۔ جنگل کے جس حصہ میں ہم اب گذر رہے تھے۔ وہاں ان میں سے کسی کا نام و نشان ہی نہ تہا۔ اب گویا فاقہ کشی کا سامنا نظر آنے لگا۔ خاموش آزردہ اور مضطرب۔ ایک دوسرے کی طرف گہورتے ہوئے ہم اس دشت ناپیدا کنار کی خاک چھانتے رہے۔ اسی طرح چار دن گذر گئے۔ اور اس عرصہ میں ایک دانہ تک ہمارے منہ میں نہ گیا۔ پانچویں دن رات کے وقت ہم نے اس جنگل میں آگ روشن کی۔ اور اس کے گرد ایک دوسرے سے فاصلہ پر بیٹھ گئے۔ ہر ایک بیدار رہنے کی کوشش کر رہا تہا۔ کیونکہ اس حالت میں سو جانے کا جو خوفناک نتیجہ ظہور میں آسکتا ہے۔ اس سے ہم میں سے ہر ایک واقف تہا۔ اس حالت میں ہم چپ چاپ بیٹھے رہے۔ ہمارے ہونٹ خشکی کے باعث پھٹ گئے تہے۔ اور ان میں سے خون بہ رہا تہا۔ حلق خشک اور آنکھیں آگ کے انگاروں کی طرح سرخ تہیں۔ دل میں طرح طرح کے وحشتناک خیالات تلاطم پیدا کرتے تھے۔ آخر کار میک چیزل کو جس کا پیشہ وکالت تہا۔ نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ کیونکہ اس کے صبر و استقلال کا پیمانہ لبریز ہو چکا تہا۔ کچھ دیر بعد بلیکلے اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور جنگل میں ایک طرف کو چلا گیا۔ ہم فوراً اس کا منشا سمجھ گئے۔ وہ ایک نہایت خوفناک کام کے لئے لاٹھی تلاش کرنے گیا تہا۔ ہم سب مبہوت بیٹھے تھے۔ کچھ دیر بعد تہوڑے فاصلہ پر درختوں میں کچھ عجیب سی کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی۔ اور ساتھ ہی کسی کے درد سے کراہنے کی آواز آنے لگی۔ یہ بدقسمت بلیکلے کی آواز تہی۔ جو ہم کو یکے بعد دیگرے نام لے لے کر پکار رہا تہا۔ اصلی واقعہ کے تصور موہوم نے ہمیں اسی جگہ جکڑے رکہا اور کسی کو وہاں سے اٹھنے کی جراءت نہ ہوئی۔ کچھ دیر بعد چیخ پکار کی آواز بند ہوگئی۔ الامان وہ رات بھی کس قیامت کی رات تہی۔ بلیکلے کے غائب ہونے کے گھنٹہ بھر بعد ہم اس وحشتناک واقعہ کو بالکل ہی بہول چکے تھے۔ کیونکہ فاقہ مستی کے باعث ہماری حالت ایسی مخدوش ہو رہی تہی۔ کہ ہمیں کسی دوسرے کے درد و غم کی کچھ پروا

نہ تھی۔ غریب سیاک جنرل بھی لقمہ اجل ہونے سے نہ بچا۔ کیونکہ ایک ؛ در مفرور مجرم نے جس کا نام فلنٹ تھا۔ بلیکلے کے مدعا کو پورا کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ گو اس کا طریق عمل مختلف تھا۔ فلنٹ یہ جرأت تو نہ کر سکا۔ کہ جنگل میں جاکر بلیکلے کی طرح ڈنڈا تلاش کرے۔ البتہ اس نے جیب سے ایک لمبا سا چاقو نکالا۔ اور جھٹ سیک جنرل کے سینے میں گھونپ دیا۔ سٹیفنز کے اور میرے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور ہم بعد از وقت مجروح کی طرف بڑھے۔ مگر افسوس کہ اس کا کام تمام ہو چکا تھا۔ ہمیں فلنٹ کا ارادہ تو معلوم ہو گیا تھا۔ مگر افسوس ہم بروقت اس میں مخل نہ ہو سکے۔ اور بدقسمت سیک جنرل حالت خواب میں ہی راہی ملک عدم ہو گیا۔

میں ان خوفناک واقعات کو کہاں تک بیان کروں۔ ہاں کہ میں خود ایک مجرم اور بدترین خلائق انسان تھا۔ مگر میرا دل ہرگز ہرگز مجھے اپنے ہم جنس کو کھانے کی ترغیب نہ دیتا تھا۔ اور گو یہ موقع تھا کہ میں سیر ہو کر کھا سکوں۔ مگر انت توبہ!... میں اور سٹیفنز اس خوفناک منظر سے اٹھے۔ اور اپنے ساتھیوں سے کچھ فاصلہ پر ان کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئے۔ آہ وہ رات کس غضب کی رات تھی۔ فاقہ کے باعث جان لبوں پر آچکی تھی۔ کھانے کا سامان پاس موجود تھا۔ مگر کیا!... ایک ہم جنس انسان یعنے سیاک جنرل کا گوشت! آخر گوشت بھننے لگا۔ جلتی آگ پر گوشت رکھنے سے جو بو اٹھی۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ اب کوئی دم میں دعوت کا سامان تیار ہو گا۔ خدا ہی جانتا ہے۔ کہ اس وقت میرے دل میں کیسے خیالات موجزن تھے۔ ادھر سٹیفنز بھی بڑے ضبط و استقلال سے بھوک کی شدت پر غالب آرہا تھا۔ آخر ہم اپنے جذبات پر غالب ہی گئے۔ اور ہمارے ساتھیوں نے بھی ہمیں شریک دعوت ہونے کی تکلیف نہ دی۔

خدا خدا کر کے اس خوفناک شب کی تاریکی رفع ہونے لگی۔ اور سواد مشرق سے نور سحر ہویدا ہوا۔ آگ بجھ چکی تھی۔ مگر اس کے پاس ہی مقتول کی ہڈیاں اور ... تھا۔ ان مردم خور ساتھیوں نے جو گوشت کھانے سے بچ رہا تھا۔ وہ اپنے لبادوں میں باندھ لیا۔ سب کے لبوں پر مہر خاموشی تھی۔ اور اگر پہلے ہم میں کچھ ہمدردی بھی تھی۔ تو وہ گذشتہ رات کے ہولناک واقعہ کے باعث نابود ہو چکی تھی۔ رات ... دعوت میں چھ شخص شامل ہوئے تھے۔ اب ہر وقت ہر ایک دوسرے کو بڑی حقارت

سے دیکھتا تہا۔ اور مجھے اور سٹیفنسن کو مشتبہ خیال کیا جاتا تہا ہم سب نے بڑی بڑی لاٹھیاں درختوں سے کاٹ لیں۔ اور جدھر سے بلبلکے کی آواز آئی تہی ادہر کو ہو لئے۔ اس کے انجام کی نسبت جو ہمارا خیال تہا وہی صحیح نکلا۔ بدنصیب کی لاش پر ایک مہیب سانپ لپٹا ہوا اسے چاٹ اور بدن کو نرم کرنے کے لئے اس پر اپنا زہریلا کف مل رہا تہا ہم سب نے ملکر اس موذی کو مارا۔ ہمارا بدقسمت ساتھی اس کے جسم کی لپیٹ میں آکر اس طرح جان بحق تسلیم ہوا جیسے کوئی شکنجہ میں جکڑ کر مارا جائے۔ یہ پہلا دن تہا۔ کہ میرے دل میں نور ایمان کی جہلک پیدا ہوئی۔ اور بے ساختہ میرے منہ سے یہ کلمات نکلے "جو شخص دوسرے کو قتل کرنے

بدنصیب کی لاش پر ایک مہیب سانپ لپٹا ہوا تہا (صفحہ ۸۰)

کی غرض سے اٹھا تھا۔ خود اس پر قہر الٰہی نازل ہوا۔"

اسی روز میں اور سٹیفنز اپنے ساتھیوں سے نظر بچا کر ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ایک اور جانب کو چل دئے۔ خوش قسمتی سے ہم نے ایک کنگرو مار لیا۔ اور اس کے گوشت سے بڑے مزے کی دعوت اڑائی۔ جب پیٹ بھر تو خدا یاد آیا۔ سب سے پہلے سٹیفنز دو زانو ہوا۔ اور بڑی عاجزی سے خدا کا شکر بجا لایا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ اور شکرانہ نعمت ادا کیا۔ پھر بقدر ضرورت زاد راہ لے کر آگے بڑھے۔ اب فضل الٰہی ہمارے شامل حال تھا۔ ابھی پہلا ذخیرہ بھی ختم نہ ہوا تھا۔ کہ ہم نے ایک اور کنگرو شکار کر لیا۔ اور پھر ایک بستی میں بخیریت پہنچ گئے۔ اب مزید احتیاط اور دور اندیشی کا تقاضا یہ تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ گو ہم نے اپنے طوق و زنجیر اتار ڈالے تھے۔ مگر قید خانے کا لباس ہم ابھی تک پہنے تھے۔ اور اس صورت میں دو شخصوں کا اکٹھے سفر کرنا خالی از خطرہ نہ تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ اور آج تک پھر مجھے سٹیفنز کی کوئی خبر نہیں ملی۔ خدا معلوم یا تو وہ بچکر کسی طرف کو نکل گیا یا شومیٔ قسمت سے ممکن ہے پھر جنگل میں بھٹک بھٹک کر فنا ہو گیا۔ بہر کیف مجھے کچھ پتہ آج تک نہیں لگ سکا۔ مگر میں اس قدر وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ پھر گرفتار نہیں ہوا کیونکہ اگر وہ گرفتار ہو جاتا۔ تو یقیناً اسے پھر جزیرہ نارفوک میں قید کر دیا جاتا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ اس نے دوبارہ اس خوفناک زندان کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ہمارے فرار کے اٹھارہ ماہ بعد وہ وہاں موجود نہ تھا۔ اس کا مفصل ذکر میں ابھی آگے چل کر کروں گا۔

سٹیفنز سے جدا ہو کر میں بہت عرصہ آزاد نہ رہا۔ کیونکہ اپنے اس جیل کے لباس کے باعث مجھے چند سپاہیوں نے گرفتار کر لیا۔ اور سڈنی میں تحقیقات کے بعد مجھے پھر جزیرہ نارفوک میں جلاوطن کر دیا گیا۔ ۱۸۳۶ء میں انگلستان سے روانہ ہونے سے پیشتر اور پھر ۱۸۲۹ء میں یہاں واپس آ کر میں نے متعدد لوگوں سے جزیرہ نارفوک کے حالات سنے۔ مگر کسی شخص کو یہاں کے اصل حالات سے آگاہی نہیں۔ اب میں اس جزیرے کے کچھ واقعات بیان کروں گا۔

سڈنی کے مشرق میں کوئی ہزار میل کے فاصلہ پر تین جزیرے پاس پاس واقع ہیں جب سڈنی سے جہاز میں اس طرف روانہ ہوں۔ تو سب سے پہلے ایک سطح مرتفع کی جزیرہ

قلب نظر آجائے گا۔ جنوب کی طرف اس جزیرہ کی ایک بہت اونچی چوٹی چرخ نیلگوں سے ہم کلام نظر آتی ہے۔ اور اس کے قریب ہی جزیرہ نارفوک کی پہاڑیوں کی چوٹیاں صنوبر کے عظیم الشان درختوں سے ڈھپی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک اور چھوٹا سا مقام ہے۔ جو جزیرہ فی پن کے نام سے مشہور ہے۔ جزیرہ نارفوک سات ہے چھ میل لمبا اور چار میل چوڑا ہے۔ تا در آسٹریلیا کے مقابلہ میں سطح سمندر پر ایک حقیر سا قطعہ زمین نظر آتا ہے۔ زمین عام طور پر ناہموار ہے ... پہاڑیوں پر سبزہ اگا ہوا ہے۔ اس پاس جنگل ہے۔ اس کی سب سے اونچی چوٹی پٹ سطح ... سے بارہ سو فٹ اونچی ہے۔ جزیرہ میں صنوبر کے درخت جا بجا پائے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر ایک سو فٹ بلند ہوتے ہیں۔ یہ کہیں تو پہاڑیوں پر اکے دکے جلوہ نما ہیں۔ اور کہیں کہیں ان کے جھنڈ نظر آتے ہیں۔ اور ساحل سمندر پر قطار در قطار حاشیہ سا بناتے ہوئے دور تک چلے گئے ہیں۔ جوار بھاٹہ کے موسم میں امواج بحران کی قدم بوسی کرتی ہیں۔ پھلوں میں امرود۔ لیموں۔ انگور۔ انجیر۔ قہوہ۔ زیتون۔ انار۔ سنگترے اور خربوزہ باہر سے لاکر یہاں پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس جگہ یہ سب خوب پھل لاتے ہیں جزیرہ میں سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ مگر ایک تنگ سی خلیج ہے۔ جو دور تک خشکی میں چلی گئی ہے۔ اسی مقام پر آبادی ہے۔ قیدیوں کے مکانات بالکل ویسے ہی بنے ہوئے ہیں۔ جیسے سڈنی میں ہیں۔ اس جگہ ایک مکان ہے۔ جسے "کورٹ ہوس" کہتے ہیں۔ یہاں پر ہر اتوار کو پروٹسٹنٹ مذہب کے قیدی نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح ایک جگہ کا نام لمبر یارڈ ہے۔ جو کیتھولک قیدیوں کے گرجا کا کام دیتا ہے دونوں مقامات میں کوئی قیدی ہی نماز پڑھاتا ہے۔ اس آبادی میں مہتمم آبادی کا مکان۔ فوجی بارکیں۔ سفارت خانہ۔ جیل اور ہسپتال مشہور عمارتیں ہیں۔ قیدیوں سے عام طور پر پتھر اکھیڑنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اور چونکہ چٹانوں کو گرانے کے لئے بارود مستعمل نہیں ہوتا۔ اور پتھر کدال سے اکھیڑنے پڑتے ہیں۔ اس لئے یہ سخت محنت کا کام ہے قیدیوں کو طوق وزنجیر کے ساتھ کام کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ خوراک نہ صرف کم مقدار میں ملتی ہے۔ بلکہ بہت خراب ہوتی ہے۔ سوکھی ہوئی مکئی کی روٹی اور خشک نمکین گوشت کھانے کو دیا جاتا ہے۔ اگر قیدیوں کے استعمال کے لئے جنگلی پھل نہ ہوں

تو سب دانتوں کے مرض میں مبتلا ہو جائیں۔ میں جزیرہ سپکاری اور نارفوک میں صرف اس قدر امتیاز بتلا سکتا ہوں۔ کہ اول الذکر اعراف ہے۔ اور آخر الذکر دوزخ جزیرۂ نارفوک میں سوائے رسمی طور پر نماز پڑھانے کے قیدیوں کے اخلاق کی اصلاح کی اور کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ ایسے اشخاص زبانی باتوں سے سدھر نہیں سکتے۔ ان کو تعلیم ملنی چاہئے۔ ان کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک ہونا چاہئے۔ مانا کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔ پھر بھی ان کو عمدہ غذا پیٹ بھرنے کے لئے ملنی چاہئے۔ تاکہ ان کے قوا پر اچھا اثر پڑے۔ اور طبیعت اصلاح کی طرف مائل ہو۔ ان کے مقدمات کی پوری پورے طور پر چھان بین ہونی چاہئے۔ کام لینے کے وقت ان کے طوق و سلاسل اتار دینے چاہئیں۔ کیونکہ ان سے یہ بڑے سخت زخمی ہو جاتے ہیں۔ جبکہ ان کے سر پر ہر وقت سپاہی بندوق لئے کھڑے رہتے ہیں۔ تو کیا اس وقت بھی یہ لوگ کچھ دست تعدی دراز کر سکتے ہیں۔ ذرا ذرا سے قصور پر ان سے وحشیانہ برتاؤ نہیں ہونا چاہئے۔ ایسے سلوک سے یہ لوگ ہرگز اصلاح کی جانب راغب نہ ہو سکیں گے۔ بیشک سخت سزا دینی چاہئے۔ مگر ایسی جس کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ ملزم کو تنگ کرنا اور اس پر تشدد کرنا اسے جرم کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے۔ قیدی کو ہر وقت اذیت دینے سے اور اسے بھوکا رکھنے سے اس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اصلاح کا وہ خفیف سا مادہ جو ان کے نا اہل بے گناہ دل میں مستور ہوتا ہے۔ وہ بھی تباہ ہو جاتا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ جو قیدی یہاں یا اور دوسری جگہ کچھ مدت کے لئے جلاوطن کر کے بھیجے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ تھوڑے سے حسن سلوک سے وہ نیکی پر مائل ہو سکتے ہیں۔ ان کو امید کا سبق سکھلانا چاہئے۔ انسان جس وقت بھی چاہے توبہ کر سکتا ہے۔ رحم اور مہربانی سے بڑے بڑے خوفناک مجرم بھی اپنی بد عادت چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر عام طور پر قیدیوں سے جو برتاؤ ہوتا ہے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ ہر ایک شخص ہم سے خوفناک انتقام لینے کی جستجو میں ہے۔ وہ حکام سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں یہ لوگ ہمیں ایک بے بس کیڑا سمجھتے ہیں۔ جب چاہا پاؤں تلے کچل ڈالا۔ اس لئے یہ لوگ بھی اس کے منتظر رہتے ہیں۔ کہ جب موقع ملے ان پر وار کریں یہ لوگ بڑے زور و شور سے گالیاں دیتے۔ اور کلمۂ کفر زبان سے نکالتے ہیں۔ کیوں؟ ... اس لئے کہ دنیا

شخص ان کو ایسا نظر نہیں آتا۔ جو ان سے ہمدردی کرے۔ بلکہ سب کے سب ایل پر تشدد ہوتے ہیں۔ اور اس طرح ان کے دل سے نیکی کا بیج تک برباد کر دیتے ہیں۔ وہ خدا کا کلام سنتے ہیں۔ مگر اس پر یقین نہیں کرتے۔ کیونکہ ان سے جو سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بالکل متضاد ہوتا ہے۔ اور ان کا دل اس قدر سخت ہو جاتا ہے۔ کہ مظلوم کی گریہ وزاری کو وہ اس کی کمزوری تصور کرنے لگتے ہیں۔ اور کبھی بھولے سے بھی نیکی کا خیال دل میں پیدا نہیں ہونے دیتے۔ اس لئے وہ ہر وقت سختی کرنے میں مائل رہتے ہیں۔ اور دل کو جہاں تک ان سے بن سکتا ہے۔ ہر قسم کی اصلاح کے خیال سے منحرف رکھتے ہیں۔

ممکن ہے۔ میری زبان سے یہ الفاظ سنکر تمہیں تعجب پیدا ہو۔ مگر میں نے اس موضوع پر کئی بار غور کیا ہے۔ اور جو الفاظ میں اس وقت زبان سے نکال رہا ہوں اگر کبھی عوام تک پہنچ جائیں۔ اور میرے حالات لوگوں کو معلوم ہوں۔ تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ایک بار تو لوگ ضرور ہی اس نہایت ضروری سوال پر بحث شروع کر دیں کہ کیا سوسائٹی ملزم کو صرف اس لئے سزا دیتی ہے۔ کہ وہ آئندہ کوئی برا کام نہ کرے اور اپنی حالت کی اصلاح کر کے اس میں شامل ہو جائے یا محض اپنے نقصان کا انتقام لینے کے لئے ملزم پر جور و تشدد کیا جاتا ہے۔

میرے اپنے واقعات بہت بیان کرنے والے تھے۔ میری زندگی جلا وطنی۔ مصیبت اور ذلت سے بسر ہوئی تھی۔ میں بھی ہر ایک کو نگاہ نفرت سے دیکھتا تھا۔ کیونکہ سب لوگ ایک دوسرے کو دق اور بیزار کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ انہی لوگوں نے ایک نہایت خوبصورت جزیرہ کو نارفوک کو جہنم بنا دیا تھا۔ اور جہاں تک ان سے بن آتا تھا۔ ہر طرح سے اس جگہ کو خوفناک بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی طرح سے ایک مجرم کو دوسرے کے خلاف شہادت دینے پر مائل کیا جاتا تھا اور یہ لوگ محض اپنے ساتھی کو گرفتار بلا دیکھنے کے لئے اس پر الزام لگاتے تھے۔ مجھے آجتک ایک قیدی کے وہ الفاظ یاد ہیں۔ جو اس نے مجھ سے ایک بار کہے تھے۔ وہ شخص کہتا تھا۔ کہ کوئی خدا ہی نہیں۔ اور اگر کوئی خدا ہے۔ تو میں اس کی حقیقت کا قائل ہوں گا۔ جب وہ مجھے موت دے گا۔ تاکہ میں اس خوفناک زندگی سے چھوٹ جاؤں میرے آزاد ہونے میں صرف چھ سال باقی ہیں اس عرصہ میں یا تو بھاگ جاؤنگا

یا کسی کو قتل کر دوں گا۔ تاکہ مجھے پھانسی ملے۔ اور میں اس شرمناک عذاب سے بچ جاؤں۔ اس شخص کا نام آسٹن تھا۔ اس روز کے بعد ہم دونوں کئی بار ملتے اور بھاگنے کی تجویز کرتے رہے۔ مگر وہ ہماری امید ایک امید موہوم نظر آتی تھی۔ سمندر کو عبور کرنا آسان کام نہ تھا۔ ہم کسی ساتھی پر یہ راز ظاہر بھی نہ کر سکتے تھے۔ اور اس کے علاوہ اور مشکلات بھی بے شمار تھیں۔ کئی بار ہم اس کوشش سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ مہتمم آبادی کے مکان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی غار ایک چونے کے بھٹے کے پاس بنی ہوئی تھی۔ جس کے منہ کے آگے ایک پتھر رکھ کر اس کو بند کر دیا گیا تھا۔ مجھے یہاں رہتے اٹھارہ ماہ گذر چکے تھے۔ اور جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں سٹیفنز یہاں نہیں لایا گیا تھا۔ اس لئے میرا یہ خیال تھا۔ کہ یا تو وہ کہیں آسٹریلیا کے جنگلات میں ہی مر کھپ گیا ہے۔ یا یورپ کو بھاگ گیا ہے۔ الغرض میں اور آسٹن یہاں اٹھارہ ماہ سے کام کرتے تھے۔ کہ ایک روز چند ساتھیوں کے ہمراہ ہمیں چونے کے بھٹے میں کام کرنے کو بھیجا گیا۔ کھانے کے وقت ہم دونوں دوسروں کی نظر بچا کر ان سے الگ ہو گئے۔ اور چونکہ کسی کو یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کہ کوئی شخص یہاں سے بھاگنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اس لئے ہماری عدم موجودگی کا پولیس کو بھی علم نہ ہوا۔ ہم اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو کر ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ کہ ہمیں یہ غار نظر آئی۔ اس سے پھر ہماری ہمت بندھ گئی۔ اور راہ فرار آسان نظر آنے لگی۔ اور اس کے چند روز بعد ہم نے اس پر عمل بھی کر دیا۔ اپنے گروہ میں سے ہم نے دو اور ساتھی منتخب کئے۔ اور چونکہ ہم کو ان پر کامل اعتبار تھا۔ اس لئے انہیں بھی اس سازش میں شامل کر لیا۔ ہم چاروں نے مل کر کپڑوں کا ایک صندوقچہ چرا لیا۔ اور اسے غار میں لا کر رکھ دیا۔ دوسرے روز شام کو ہمارے ایک ساتھی نے ایک ملاح کے گھر سے تین جوڑے پارچات کے چرا لئے۔ اور انہیں بھی ہم نے خندق میں چھپا دیا۔ اب سب تجویز پختہ ہو گئی تھی۔ ساحل کے قریب ہی ایک چھوٹی سی کشتی اور اس کے متعلق دو چپو اور ضروری چیزیں موجود تھیں۔ یہ سب مہتمم آبادی کی ملکیت تھی۔ اور اس وقت ایک آدمی اور ایک لڑکا ان کے محافظ تھے۔ گو یہ کام بڑا خطرناک تھا۔ مگر بحالت کامیابی اس کے عوض ہمیں آزادی نصیب ہوتی تھی۔ جب سب بندوبست ہو چکا۔ تو ایک

روز شام کے وقت جب ہم صبح کا کام کر کے جیل کو واپس آ رہے تھے۔ ہم چاروں گروہ میں سے نکل کر خندق میں جا کر چھپ گئے۔ اب ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ نصف شب کے قریب ہم اور آلسن پانی میں کود دیے۔ اور تیر کر کشتی کے پاس جا پہنچے۔ پھر چپ چاپ اس پر چڑھ گئے۔ اور جھٹ سے اس آدمی اور لڑکے کو قابو کر لیا۔ اور ان کی مشکیں باندھ لیں۔ تاکہ وہ اپنے بستروں سے نکل نہ سکیں۔ اور مزید احتیاط کے لئے ان کی کوٹھری کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ پھر چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر ساحل پر آ پہنچے جائے مقررہ پر ہمارے دونوں ساتھی بھی سب سامان لے کر موجود تھے۔ اور ہم چاروں پھر اس کشتی میں بیٹھ کر بڑی کشتی پر چڑھ گئے۔ اور شب کی تاریکی میں بغیر کسی قسم کے شور کے جس سے کسی کو کشتی کے چلنے کا خیال پیدا ہو سکے۔ دور سمندر میں چلے گئے۔

جیسا ہمارا خیال تھا۔ اس کشتی میں خورو نوش کا بہت کم سامان موجود تھا۔ کیونکہ مہتمم آبادی اسے محض عارضی سیر و تفریح کے لئے استعمال کرتا تھا۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی۔ کہ ہمارے پاس بسکٹوں کا ایک صندوق موجود تھا۔ گوشت صرف دو دن کے لئے تھا۔ ہم جزیرہ فلپ کی طرف کشتی چلانے لگے۔ کیونکہ یہ جزیرہ بالکل غیر آباد تھا۔ اور اس میں بھیڑ بکری کثرت سے جنگلی حالت میں ملتے تھے۔ آلسن اور ایک اور آدمی دو بندوقیں جو ہم کو کشتی میں مل گئیں۔ لیکر جزیرہ پر اترے۔ طلوع آفتاب سے دو گھنٹہ بعد انہوں نے چار سور اور تین بھیڑیں شکار کر لیں۔ ادھر میں نے اور میرے ساتھی نے کشتی اور اس کے محافظوں کی حفاظت کے لئے پیچھے رہے تھے۔ بہت سی بڑی بڑی مچھلیاں پکڑ لیں۔ اور اسی طرح ہم نے پانی اور خوراک کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا اس کے بعد ہم نے کشتی کے محافظ اور اس لڑکے سے کہا کہ یا تو تم ہمارے معاون ہو یا اگر پسند ہو تو چھوٹی کشتی لیکر نارفوک واپس چلے جاؤ۔ انہوں نے آخری تجویز پسند کی۔ مگر روانگی سے پیشتر ہم نے اس آدمی کے کپڑے لے لئے۔ اور اسے قیدیوں کا لباس دیدیا۔ اب ہم چاروں کے پاس ملاحوں کا لباس موجود تھا۔ اور کسی کو ہم پر مجرم ہونے کا شک نہ ہو سکتا تھا۔ اس آدمی اور لڑکے کی موجودگی میں ہم نیو کیلیڈونیا کی طرف جو جزیرہ نارفوک کے شمال میں ہے جانے کا ذکر کرتے رہے۔ مگر جب وہ دونوں روانہ

ہو گئے۔ تو ہم نیوزیلینڈ کو چل دئے۔ یہ جزیرہ نارفوک کے جنوب میں واقع ہے۔ ہماری کشتی میں اور عزوریات زندگی بہی موجود تھیں۔ اور ہم کو اس وقت اگرچہ تسلی تہی۔ تو یہی کہ زندان میں رہنے کی بجائے سمندر میں ڈوب مرنا زیادہ مناسب اور آرام دہ ہوگا

تیرہویں روز جب ہم نیوزیلینڈ کے قریب پہنچ گئے۔ تو ایک روز صبح کو ایک خوفناک طوفان نے ہم کو گہیر لیا۔ موجوں کا تلاطم ہیبت ناک تہا۔ اور ایک بحری موج اپنے ساتھ غریب آنسن کو بہی بہالے گئی۔ اب ہم تینوں پوری طاقت سے اس بات کی کوشش کرنے لگے۔ کہ کسی طرح کشتی کو ایک چہوٹی سی خلیج میں جو دور سے ہمیں نظر آرہی تھی۔ بچاکر لے جائیں۔ مگر سب کوشش رائگاں ہو جہتی تہی۔ آخر جب ہماری کمر ہمت ٹوٹنے لگی۔ تو ہمیں دور سے ایک چہوٹا سا جہاز نظر آیا۔ ہم نے اسے اپنی دردناک حالت کا اشارہ کیا۔ اور وہ ہماری طرف کو آنے لگا۔ مگر عین اس وقت ایک موج کے تہپیڑے سے ہماری کشتی ٹوٹ گئی۔ اور اس میں پانی بھرنے لگا۔ ہم نے نیچے کے تختے کاٹ ڈالے۔ اور کشتی سے چمٹ گئے۔ آہستہ آہستہ ہماری کشتی پانی میں ڈوبنے لگی۔ اور پھر ایک غوطہ لے کر اوپر کو اٹہی۔ اتنے میں میرے ایک ساتھی کے منہ سے ایک بہت دردناک چیخ نکلی۔ اور پانی خون آلودہ نظر آنے لگا۔ اس بدقسمت کی ایک ٹانگ کسی شارک مچھلی نے کاٹ لی تہی۔ اُف یہ نظارہ کس قدر خوفناک تہا۔ بدقسمت درد سے بیتاب ہوکر برابر چیخ رہا تہا۔ مگر تہوڑی دیر بعد اس کے ہاتہوں سے کشتی چھوٹ گئی۔ اور موت نے اسے اس دردناک عذاب سے بچادیا۔ اب صرف میں اور میرا ساتھی باقی رہ گئے تھے۔ اور ایک دوسرے کو بڑی حسرت سے دیکھ رہے تھے ہماری کشتی موجوں کے تہپیڑوں سے خود بخود جہاز کی طرف جارہی تہی۔ اور وہ جہاز بہی سرعت سے ہماری طرف آرہا تہا۔ آخر جب وہ شکستہ کشتی کے قریب پہنچا۔ تو جہاز والوں نے سمندر میں ایک چہوٹی سی کشتی ڈالی۔ مگر قسمت کو یہ منظور تہا۔ کہ ہم چار مفروروں میں سے صرف ایک ہی زندہ بچے۔ میرے دوسرے ساتھی کے ہاتھ سے بھی عین اس وقت جبکہ دوسری کشتی ہمارے قریب پہنچ چکی تہی۔ کشتی کا تختہ نکل گیا۔ اور وہ ایک خوفناک چیخ مارکر سمندر کی لہروں میں غائب ہوگیا۔ چونکہ پانی پر خون وغیرہ نظر نہ آیا تہا اس لئے میں نے خیال کیا۔ کہ وہ شارک کا لقمہ نہیں بنا۔ بلکہ غالباً تشنج ہوکر جہان فانی سے

رخصت ہوا۔ بہر کیف میں نیم مردہ حالت میں تختہ جہاز پر پہنچا۔
یہ ایک تجارتی جہاز تھا۔ اور ہاربرٹ ٹاؤن کیطرف جا رہا تھا۔ وہاں سے اس نے انگلستان واپس جانا تھا۔ میں نے کشتی کی تباہی کا حال ایسے پیرایہ میں بیان کیا۔ کہ کسی کو کچھ شبہ پیدا نہ ہوا۔ اور چونکہ میرا لباس بھی ملاحوں ایسا تھا اس لئے کسیکو شک کی گنجائش بھی نہ تھی۔ چونکہ ہاربرٹ ٹاؤن میں جہاز کا قیام مختصر تھا۔ اور وہاں کوئی مجھے جانتا پہچانتا بھی نہ تھا۔ اس لئے مجھے انگلستان واپس جانے کی پوری امید تھی۔ یہ سفر تین ہفتوں میں ختم ہوا اور ہم بندرگاہ ڈرونٹ میں جا پہنچے۔ ادھر ایک کشتی ایکدم سولیوان کو دیں پہنچ گئے

ہاربرٹ ٹاؤن ایک خوشنما جگہ ہے۔ وان ڈیمنز لینڈ کا صدر مقام اور خلیج ڈرونٹ پر واقع ہے۔ بازار خوبصورت اور عمارتیں پختہ ہیں۔ ان کے اوپر لکڑی کے تختے اس طرح لگائے گئے ہیں۔ کہ دیکھنے والے کو سلیٹی پتھر نظر آتا ہے۔ کوہستان ولنگٹن شہر کی پشت میں واقع ہے۔ اور سطح سمندر سے چار ہزار فٹ بلند اور بالکل سرسبز ہے۔ اس جگہ ایک عمارت ہے۔ جسے عورتوں کا دارالاصلاح کہا جاتا ہے۔ اس جگہ پہلے قریباً ڈیڑھ سو قیدی عورتیں رہتی تھیں۔ اور اون صاف کیا کرتی تھیں۔ اور اس کے علاوہ ہسپتال میں بھی ان سے صفائی کا کام لیا جاتا تھا۔ یہاں ایک یتیم خانہ اور مدرسے بھی ہیں۔ اس جگہ عورتیں قیدیوں کے لباس میں نظر آئیں۔ ان کے بال کٹے ہوئے تھے۔ جسے قدرتی طور پر وہ بڑا ظلم خیال کرتی تھیں۔ اگر کسی وقت ان سے کوئی شرارت سرزد ہوتی تھی۔ تو انکو قید تنہائی کی سزا دی جاتی تھی۔ سنا گیا کہ یہاں کئی ایک عورتیں اس قید تنہائی سے پاگل ہو گئیں۔ یہاں مجھے ان کا ایک گروہ کام کرتا ہوا نظر آیا۔ بہت دبلی پتلی تھیں اور معلوم ہوتا تھا۔ ان سے سخت محنت لی جاتی ہے۔ اور معمولی خوراک اور گندہ پانی پینے کو ملتا ہے۔ دریائے ڈرونٹ کے کنارہ پر گورنمنٹ ہوس کی عمدہ عمارت ہے۔ یہ شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور اسی جگہ ایک اور مقام ہے جہاں نووارد قیدی رکھے جاتے ہیں۔ پولیس کی حفاظت میں یہ قیدی یہاں لائے جاتے ہیں۔ ان سے سڑکوں کے کوٹنے یا بڑھئی کا کام لیا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ معماری اور اور کام بھی ان سے کرائے جاتے ہیں۔

ہاربرٹ ٹاؤن میں جہاز پندرہ روز قیام کر کے کیپ ہارن کے راستے انگلستان کو

روانہ ہوا۔ اور مجھے عارضی طور پر ہر قسم کے خطرات سے نجات ملی۔ چونکہ میں نے ہاربرٹ ٹاؤن کی قیدی عورتوں کا کچھ ذکر کیا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے متعلق کچھ اور بھی بیان کروں۔ اور یہ بتلاؤں کہ فرقہ اناث میں جلاوطنی کا کیا اثر پڑتا ہے۔ جس طرح مردوں کو جلاوطن کیا جاتا ہے۔ بالکل ویسے ہی فرقہ اناث کا انتظام ہوتا ہے۔ جو خوراک مردوں کو ملتی ہے۔ ویسی ہی عورتوں کو دی جاتی ہے۔ نگر عورتوں کو کسی قدر چائے اور کپا تمباکو بھی دی جاتی ہے۔ جو مردوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ جہاز پر ان کی حفاظت کیلئے سپاہی متعین نہیں کئے جاتے۔ بلکہ نیک عورتیں جو اکثر سن رسیدہ ہوتی ہیں۔ کہ خود کسی زمانے میں بہت سی اخلاقی بدکرداریوں میں مبتلا رہ کر راہ راست پر آئی ہوں قیدی عورتیں بہت جھگڑالو ہوتی ہیں۔ اور بہت فحش زبان استعمال کرتی ہیں۔ جہاز کے ملاحوں اور ان عورتوں کے میل جول کو روکنے کی سختی سے کوشش کی جاتی ہے۔ مگر نتیجہ پھر بھی یہ ہوتا ہے کہ نو آبادی میں پہنچنے سے پہلے بعض کا چلن راستہ میں بگڑ جاتا ہے۔ قیدی عورتیں ایک دوسری کو خاتون کے لقب سے مخاطب کرتی ہیں۔ اور جو عورتیں ان پر نگران مقرر ہوتی ہیں۔ ان کو بھی عزت سے بلایا جاتا ہے۔ عموماً شام کو یہ سب مل کر محفل رقص و سرود گرم کرتی ہیں۔ مگر اس میں بھی اکثر لڑائی دنگہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات نیک چلن عورتیں جو کسی خاص وجہ سے جرم کرنے پر آمادہ ہوئی ہوں ان بدکار اور بداخلاق عورتوں کے ساتھ ہی جلاوطن کی جاتی ہیں۔ جن کے کارناموں سے شیطان بھی پناہ مانگے۔ ایک چھوٹے سے قصور پر ایک نیک چلن عورت کو بداخلاق عورتوں کے ساتھ قید کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح اس کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ اور جب وہ کسی نو آبادی میں جلاوطن کی جاتی ہیں۔ تو وہاں سامان ہی ایسے مہیا ہوتے ہیں۔ جن کے باعث وہ ایک ناپاک زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

جب ان قیدی عورتوں کا جہاز دریائے ٹیمز سے روانہ ہوتا ہے تو کچھ ایسی بھی ہیں جو تمام عمر گناہ کی آلودگی میں بسر کر کے باقی ماندہ عمر خاموشی سے بسر کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اور اپنے آپکو تارک الدنیا ظاہر کرتی ہیں۔ جہاز پر نگران سے ملتی ہیں۔ اور بڑی محبت سے ان بدقسمت عورتوں سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی باتیں بنا بنا کر جہاز کے

محافظ کو ان کے سامنے ان کی نیک چلنی اور پاکدامنی کا یقین دلانے کی کوشش کرتی ہیں۔ حالانکہ دل میں وہ ان کی بدقسمتی کو اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہیں۔ محافظ یا تو ناتجربہ کاری کی وجہ سے یا پہلو میں ایک نیک دل رکھنے کے باعث ان داستانوں کو سچ سمجھ کر ان سے اخلاص سے پیش آتا ہے۔ بیس سال کا عرصہ گذرا کہ انگلستان کی ایک بہی سوسائٹی نے بارہ نوجوان عورتیں جن کو اس سوسائٹی نے کوشش کرکے گناہ کی آلودگی سے بچالیا تہا۔ اس خیال سے اسٹریلیا بھیجیں۔ کہ وہاں پہنچکر دوسرے آزاد لوگوں سے شادی کرلیں کیونکہ اس وقت اسٹریلیا میں یورپین عورتوں کی بہت قلت تہی۔ مگر جب یہ جہاز سڈنی پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ ان میں سے سات تو جہاز میں ہی حاملہ ہوچکی ہیں۔ اور باقی پانچ نے وہاں پہنچ کر وہ گل کھلائے کہ شیطان بہی پناہ مانگے۔

جس وقت جہاز سڈنی کے قریب پہنچتا ہے۔ تو سب اپنا اسباب وغیرہ سنبھالنے میں مشغول ہوجاتی ہیں۔ جہاز سے یہ عورتیں ایک خاص اہتمام سے اتاری جاتی ہیں۔ اور ان میں جن کی اخلاقی حالت اچھی نہیں ہوتی۔ بڑے نازو نخرے کرتی ہیں۔ یہاں سے ان کو کارخانہ پرتہ میں پہنچادیا جاتا ہے۔ جو نہ تو زنداں اور نہ کوئی مذہبی مقام کہلانے کا مستحق ہے۔ اس سے ملحق ایک چھوٹا سا باغیچہ ہے۔ اور دن کو وہاں سیر کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ جو لوگ نوآبادی میں جاکر مقیم ہوتے ہیں۔ ان کو اجازت ہوتی ہے۔ کہ ان عورتوں سے خدمتگاری کے لئے منتخب کرلیں۔ مگر کوشش یہ کی جاتی ہے کہ یہ عورتیں یہاں پہنچکر شادی کریں۔ اور اس کی تجویز یہ کی جاتی ہے کہ جب دیگر پیشہ ور اور یہ قیدی عورتیں کارخانہ میں مل جل کر کام کرتی ہیں۔ تو ان کو اجازت ہوتی ہے۔ کہ اپنا اپنا ساتھی خود منتخب کرلیں۔ اور جو کچھ لوگ شادی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ تو ایک مرد ایک عورت کو قطار میں سے الگ کچھ فاصلہ پرلے جاتا ہے۔ اور اس سے کچھ گفتگو کرتا ہے۔ اور اگر دونو شادی پر راضی ہوں۔ تو جھٹ ایک پادری ان کا نکاح کردیتا ہے۔ اگر اس گفتگو کا نتیجہ حسب دلخواہ نہ ہو۔ تو عورت بہی اپنے گروہ میں شامل ہوجاتی ہے۔ اور امیدوار از سرنو انتخاب کرتا ہے۔ چونکہ شادی کرنے کی بہت جلدی ہوتی ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹوں میں وہ سب عورتیں جن کے پہلے خاوند مرچکے ہوں۔ از سرنو بیاہ کرلیتی ہیں۔ جن ایام میں میں یہاں قید تہا۔ اس سے پہلے کا ذکر ہے کہ ایک آدمی نے

ایک نوجوان قیدی عورت کو سڈنی کے قریب گذشتہ بدافعالیوں سے نادم ہو کر توبہ و استغفار میں مشغول دیکھا۔ یہ شخص فوراً اس کی طرف گیا۔ اور گو اس کے ساتھی اس کا مضحکہ اڑاتے رہے۔ مگر اس نے شادی کی درخواست کی۔ اس عورت نے اسے کہا کہ مجھے پانچ ماہ کا حمل ہے۔ مگر اس ساٹھ سال کے بوڑھے کھوسٹ نے جو ایک مالدار آدمی تھا۔ جھٹ اس سے شادی کر لی۔

میں آسٹریلیا کی شادی کا ایک اور واقعہ تمہیں سناتا ہوں۔ ایک بہت حسین عورت کو صرف اس جرم پر کہ اس نے کسی دوکان سے کوئی چیز اٹھا لی تھی۔ اور یہ اس کا پہلا جرم تھا۔ جلاوطن کر کے یہاں بھیجا گیا۔ انگلستان میں اس کا خاوند زندہ تھا۔ سڈنی پہنچکر یہ عورت ایک آبادکار کو جو مدت سے یہاں مقیم رہا تھا۔ مددگار کے طور پر مل گئی اس شخص نے ابھی شادی نہ کی تھی۔ اور اس عورت کو وہ اپنی عارضی بیوی بنانے کا خواہشمند تھا۔ مگر یہ عورت ہمیشہ اس خیال سے کہ شاید اسے میرے پہلے خاوند کا علم نہ ہو۔ اس بات سے انکار کرتی رہی۔ اور کہتی رہی۔ کہ اگر تم چاہو۔ تو مجھ سے شادی کر سکتے ہو۔ وقت یونہی گذرتا گیا۔ آبادکار کا شوق بڑھتا گیا۔ مگر وہ عورت برابر انکار کرتی رہی۔ گو آبادکار بھی اسے بیوی بنانے میں راضی نہ ہوا۔ کچھ مدت بعد اس عورت کی ماں نے اسے ایک سیاہ حاشیہ کا ماتمی خط بھیجا۔ اور جب اس آبادکار نے پوچھا تو اس نے جواب دیا۔ کہ اب صورت حالات بالکل بدل گئی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ بتلایا۔ اس شخص کو یہ خوف دامنگیر ہوا۔ کہ کہیں یہ نوجوان حسینہ میرے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ اس نے اس سے شادی کر لی۔ آخر جب دو نو میاں بیوی مل کر رہنے لگے۔ تو اس نے پھر اس سے پوچھا۔ کہ اس سیاہ حاشیہ والے خط کا مضمون کیا تھا۔ عورت نے کہا۔ چونکہ انگلستان میں میرا خاوند زندہ تھا۔ اس لئے میں تمہاری بات ماننے سے انکار کرتی تھی۔ اس سیاہ حاشیہ والے خط میں میرے خاوند کی موت کی خبر لکھی تھی۔ اسے کسی جرم کی پاداش میں بمقام اولڈ بیلی پھانسی دیدی گئی تھی۔ اور اب کوئی امر مانع شادی نہ رہا تھا۔ یہ عورت اس نو آبادکار کی قابل نظیر بیوی ثابت ہوئی۔

اب میں نے تم سے سر دو فریق کے اخلاقی حالات بیان کر دیئے ہیں۔ اور گو ایک طرف یہ کہا جاتا ہے۔ کہ عورتوں کو جلاوطن کر کے ان کے پیش نظر ایک بالکل مختلف ہوگی

کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ نئی سرزمین میں پہنچکر گذشتہ کی یاد بھول جائیں لیکن مرزمین کے متعلق میں یہی کہوں گا۔ کہ یہ نئی زندگی ان کو سیدھا دوزخ کی طرف لے جانے والی ہوتی ہے۔ وہ زمانہ گیا۔ جب کسی مرد یا عورت کو کسی سنگین جرم کی پاداش میں جلاوطن کر کے بھیجدیا جاتا تہا۔ اور اس جگہ پہنچکر وہ ایک خاص فیس ادا کر کے آزادی کا پروانہ حاصل کر لیتے تھے۔ اور آبادکاروں کو اس بات کی اجازت ہوتی تہی۔ کہ ان سے اپنے کام میں مدد لیں۔ یا بعض اوقات کوئی ایسا شخص جلاوطن کیا جاتا تہا جس کی بیوی بہی ہو۔ تو نوآبادی میں پہنچکر یہ شخص اپنی بیوی کو بہی پاس بلا سکتا تہا۔ اس جگہ پہنچکر یہ عورت حکام سے اپنا خاوند اپنی خدمت کے لئے لے لیتی تہی۔ اور پھر دونوں مل کر کوئی دوکان کہولتے یا کوئی اور ایسا پیشہ اختیار کر لیتے تھے۔ جس سے انکی گذران ہو سکے بیشک وہ زمانہ جلاوطنوں کے لئے قابل آسائش تہا۔ مگر اب صورت حالات بالکل مختلف ہو گئی ہے۔ اب آدمیوں کو طوق و سلاسل کے ساتھ مختلف مقامات پر تمام دن مشقت کرنی پڑتی ہے۔ اور کھانے کو بری غذا ملتی ہے۔ اور وہ بہی پیٹ بھر کر نصیب نہیں ہوتی۔ کوئی شخص یہ ہرگز خیال نہ کرے۔ کہ آسٹریلیا کی نوآبادیوں میں جلاوطنی خوش نصیبی کی بات ہے۔ ایک نوجوان مجرم کو کبھی بھول کر بہی آسٹریلیا کی جانب آنے کا دل میں خیال نہیں لانا چاہئے۔ یہ خیال بالکل لغو ہے۔ کہ آسٹریلیا جانا ایسا ہی ہے۔ جیسے تبدیل آب و ہوا کو جانا۔ یہاں جو جو مصیبت پیش آتی ہے۔ وہ نہایت خوفناک ہوتی ہے۔ اور جب طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے دلدلوں اور سخت پتھروں پر کام کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت قدر عافیت یاد آتی ہے۔ جنگل میں کام کرنا بہی بہت خوفناک ہے۔ قدم قدم پر ایسے موذی سانپ ملتے ہیں۔ کہ چھوا اور موا۔ بعض اوقات کوئی بڑا سا درخت اوپر آگرتا ہے۔ اور کام کرنے والے کچل کر مر جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ حکام کے ظلم و ستم سے ایسے خطرناک مقامات پر کام کرنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ رات کو آرام سے نیند بہی نہیں آتی۔ کیونکہ ہر وقت یہ خدشہ ہوتا ہے۔ کہ کوئی اور قیدی قتل نہ کر ڈالے۔ اور جب صبح کو بیدار ہوتے ہیں۔ تو وہی سخت ترین محنت لی جاتی ہے جو انسان کو زندگی سے مایوس کر دیتی ہے۔ اگر بہاگنے کا خیال کیا جائے۔ تو پھر جنگلوں میں بھٹک کر مر جائے گا یا مردم خوروں کا شکار ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ اور اس لئے اس کی بہی

جرأت نہیں پڑتی۔

مجھے اب اس موضوع پر اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ جس جہاز میں میں یورپ کی جانب سفر کر رہا تھا۔ وہ بخیریت انگلستان پہنچ گیا۔ اور وطن پہنچکر میں پھر ایک بار آزادی کی ہوا کھانے لگا۔ بیشک اب میں آزاد تھا۔ اور جس شخص نے مجھے اس مصیبت میں ڈالا۔ اس سے انتقام لینے میں مجھے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ جس روز عدالت فوجداری سے مجھے سزا ملی۔ اس وقت سے کبھی انتقام لینے کا خیال میرے دل سے محو نہیں ہوا۔ ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے مصیبت۔ رنج والم اور خطرات کے وقت یہ آتش میرے دل میں سوزاں رہتی ہے۔ اور محض انتقام لینے کی خاطر میں آزادی کے لئے اس قدر تگ و دو کرتا رہا ہوں۔ جب میں نارفوک سے بھاگا تھا۔ اس وقت بھی اس کا اثر ویسے ہی میرے دل میں موجود تھا۔ ایک بار میں نے اپنے دشمن کو قابو بھی کر لیا۔ مگر افسوس اسی وقت وہ میری گرفت سے نکل گیا۔ مگر مجھے اُمید ہے۔ کہ اب کے اس کا بچنا غیر ممکن ہوگا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ انتقام لینا بھی ایک جرم ہے۔ مگر مجھے اس کا خوف نہیں ہے۔ میں اس پاجی انسان سے ضرور انتقام لے کر رہوں گا۔ جس نے مجھے جلاوطن کرا دیا تھا۔ بس صرف مجھ میں اب یہی کمزوری باقی رہ گئی ہے۔ کہ آتش انتقام رہ رہ کر میرے خانۂ دل میں شعلہ زن ہوتی ہے۔ میں نے خود اپنے ضمیر کی اصلاح کی۔ اور اس کے لئے میں کسی کا ممنون احسان نہیں ہوں۔ اب میں نے عزم مصمم کر لیا ہے۔ کہ عزت کی زندگی بسر کروں گا۔ مرنا پسند کروں گا۔ مگر چوری ہرگز نہ کروں گا۔ نارفوک جانے سے خودکشی کو ترجیح دوں گا۔ اور اس پر آلام مقام کا کبھی بھول کر خیال بھی نہ کروں گا۔ مگر ہاں انتقام ضرور لے کر رہوں گا۔ جو ہوگا بعد میں دیکھا جائیگا۔ مگر انتقام ضرور لوں گا۔

اس کے بعد کریکی جم جیسی لوگوں کے حالات سناتا رہا۔ مگر اس نے کوئی بات ایسی نہ بتائی۔ جس سے ان کے کسی راز کے انکشاف کا خوف ہو۔ خاتمہ پر اس نے ایک خاص مکان واقع سنیٹ گائلز میں مردہ فروش سے اچانک دوچار ہونے اور اس پر حملہ کا مختصر سا ذکر کیا

آٹھواں باب
چالیس چور

ناظرین اگر آپ سوتھ وارک برج روڈ کے اس حصہ میں جائیں۔ جو یونین سٹریٹ اور گریٹ سفک سٹریٹ کے درمیان واقع ہے۔ تو آپ اس کے وسط میں بائیں ہاتھ کو کھلی جگہ میں مٹی کا ایک ٹیلا دیکھیں گے۔ جو غالباً کوئی عمارت بنانے کے لئے محفوظ رکھا ہے۔ اس ٹیلے کے جنوب کی طرف جہاں اس طرف کے تمام مکانات کا کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔ اور اکثر آوارہ گرد لونڈے خوش گپیوں میں مشغول پائے جاتے ہیں۔ ان بازاروں اور گلی کوچوں کو راستہ نکلتا ہے۔ جو اس عالیشان شہر کے بدترین مقامات میں سے ہیں۔ اور ہر طرح کے جرائم پیشہ لوگ یہاں مقیم ہیں۔ اس طرف کے بھی مکان تنگ و تاریک ہیں۔ بعض مکانوں کے آگے برآمدے اس طرح بنے ہوئے ہیں۔ کہ بازار سے کوئی تین فٹ آگے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بہت سے مکانات کے دروازے اکثر کھلے رہتے ہیں۔ اور ان کے اندر نہایت تنگ و تاریک کوٹھریاں ہیں۔ جن کو راہ گذر دیکھ کر سہم جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر وقت یہ خوف دامنگیر رہتا ہے۔ کہیں کوئی زبردستی پکڑ کر ان مکانات میں نہ لے جائے۔ جہاں ہر طرح کے جرم نہایت بے پروائی سے کئے جاتے ہیں۔ اور اسی خیال سے راہرو اکثر بازار کے وسط میں سے گذرتے ہیں۔ ناظرین اس بیان کو کسی مبالغہ پر محمول نہ کریں۔ یہی حقیقت حال ہے۔ کیونکہ دن دہاڑے بھی یہاں ہر قسم کی وارداتیں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن رات کو منٹ میں کیونکہ اس حصہ شہر کو منٹ ہی کہا جاتا ہے۔ دلیر سے دلیر آدمی کا بھی گذرتے ہوئے خون خشک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں پر انتہا درجہ کے بدمعاش اور بدقماش لوگ۔ گروہ در گروہ درندوں کی طرح گشت لگاتے پھرتے ہیں۔

منٹ کے مکانات میں اگر کوئی قتل کی واردات بھی ہو جائے۔ تو اس کا سراغ لگانا سخت مشکل ہے۔ باوجود اس کے یہاں اچھی خاصی رونق ہے۔ اور یہ حصہ بھی خوب آباد مقام ہے۔ مگر یہاں کے رہنے والے وہ لوگ ہیں۔ جو اول درجہ کے بدمعاش اچکے اور چور اور ڈاکو خیال کئے جاتے ہیں۔ یہ لوگ شب سے بچنے کے لئے کچھ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ مگر دراصل خود مجرم یا چوروں کے معاون ہوتے ہیں۔

منٹ کے گلی کوچوں اور خاص کر منٹ سٹریٹ میں پانچ منٹ کے عرصہ میں اس

قدر بدمعاش مرد اور باشما عورتیں نظر آجاتی ہیں۔ جتنی سیفرن ہل یا تھنبل گرین میں شاید گھنٹہ بھر میں بھی بمشکل نظر آئیں۔ یقین مانئے کہ اس تمام حصہ شہر میں جس کے شمال میں پیشر سٹریٹ اور جنوب میں سنک سٹریٹ مشرق میں بلیک مین سٹریٹ۔ اور ہائی سٹریٹ اور مغرب میں سوتھ وارک برج روڈ واقع ہے۔ جس قدر بدمعاشی اور بد اخلاقی نظر آتی ہے۔ شاید اس ساری سلطنت میں اس کی مثال نظر نہ آسکے گی۔

کسی زمانہ میں منٹ مذہبی طور پر ایک محفوظ مقام تھا۔ گو اب قانون نے اس جگہ کے لوگوں سے وہ مذہبی حقوق چھین لئے ہیں۔ تاہم لوگوں میں ایک قسم کا سمجھوتا ضرور موجود ہے۔ اور جہاں تک ہو سکتا ہے۔ یہ اس پر کاربند بھی ہیں۔ کوئی بدمعاش قانون سے بچنے کے لئے یہاں کسی کے گھر پناہ لے۔ تو پھر گھر کا مالک ہرگز ہرگز مفرور کو حکام کے حوالے نہ کرے گا۔ ہاں اگر اسے کچھ خوف ہوگا۔ تو ان لوگوں سے جو خود کمینے جرائم پیشہ اور اچکے ہیں۔ اور مخبری کا پیشہ کرتے ہیں۔

پیرس میں بھی شاید ہی کوئی ایسا مقام ہو۔ جو نجاست اور بداخلاقی کا وہ پہلو دکھلا سکے۔ جو منٹ میں ہر وقت نظر آتا ہے۔ وہاں بھی نہیں۔ جہاں اسٹریز آف پیرس کے مصنف یوجین سو نے شراب خانہ کا منظر قائم کیا ہے۔

اس ذکر کو پڑھنے کے بعد اگر ناظرین اتفاق سے منٹ کے قرب و جوار میں جائیں تو وہ اگر ہر ایک شخص کا چہرہ غور سے دیکھیں۔ انہیں مردوں کے چہروں پر پرلے درجہ کی عیاری اور مکاری نظر آئے گی۔ اور عورتوں کی آنکھوں سے بدکاری اور بداخلاقی کی چمک نمودار ہوگی۔ اسی طرح لڑکوں کی حرکات اور اشارات سے وہ چاپلوسی عیاں ہوگی۔ جس سے معلوم ہوگا۔ کہ یہ ابھی ابھی چوری اور دزدی کے میدان میں زور آزمائی کے لئے اترے ہیں۔ اور لڑکیوں کے چہرہ سے واضح ہوگا۔ کہ وہ بداخلاقی اور جرم کی زندگی کی ابتدائی منزل طے کر رہی ہیں۔

شام کے نو بجے کے قریب مردہ فروش ایک لمبا سا کوٹ پہنے کالر میں چہرے کا نچلا حصہ چھپائے۔ سوتھ وارک برج روڈ کی طرف سے منٹ سٹریٹ کو آتا دکھائی دیا۔ سردی شباب پر تھی۔ اور بارش کے ساتھ ہلکی برف باری بھی ہو رہی تھی۔ مردہ فروش نے سردی کی شدت سے بچنے کے لئے کالر کو اور بھی اوپر کھینچا۔ اور اس میں چہرے

کو اچھی طرح چھپا لیا۔ اور بغیر دائیں بائیں دیکھنے کے آگے بڑھتا گیا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ اس جیسا ہوشیار اور محتاط آدمی بھی اس وقت یہ معلوم نہ کر سکا۔ ایک نوجوان جس نے اسی طرح کالر میں اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ سایہ کی طرح پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ تاکہ کچھ مغالطہ پیدا نہ ہو جائے۔ ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ تعاقب کرنیوالا ہنری ہالفورڈ تھا۔

مرد و فرزش کچھ دور جا کر جھٹ بائیں جانب کو پلٹا۔ اور ایک مکان کے دروازہ پر ہاتھ سے دستک دی۔ ساتھ ہی نئے انداز سے سیٹی بجائی۔ پھر ہالفورڈ نے اسے اس مکان کے اندر جاتے دیکھا۔

"کہئے مسٹر ڈکنز" ایک چودہ سالہ لڑکے نے جو غالباً نووارد کو اچھی طرح جانتا تھا۔ کہا "آج تو غضب کی سردی ہے"۔

"بیشک بہت سردی ہے"۔ مرد و فرزش نے کہا۔ پھر اپنا کالر نیچے کر کے پوچھا۔ "بلی اندر موجود ہے؟"

لڑکے نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر نووارد کو ایک ٹوٹے ہوئے زینہ کے راستے ایک بڑے کمرے میں جہاں بہت سے نوجوان مے نوشی اور بلیا کو گشتی کر رہے تھے اور سب بارہ سے اٹھارہ سال کی عمر کے تھے لے گیا

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان نوخیز بدمعاشوں کے متعلق بھی کچھ مفصل ذکر کیا جائے۔

اس مجلس کے سینتالیس ہم عمر ممبر تھے۔ اور ان کا ایک سردار تھا۔ جس کو بلی گرانڈ کہتے تھے۔ اس مجلس کا نام چالیس چوروں کی مجلس تھا۔ ہمیں معلوم نہیں یہ تعداد اس کے بانیوں نے محض اتفاقیہ طور پر قرار دی تھی۔ یا الف لیلا کی ایک مشہور حکایت کی تقلید کی گئی تھی۔ بہر حال یہ مجلس اس فسانہ کے زمانہ تحریر میں تیس سال سے قائم تھی۔ اور اس وقت تک موجود ہے۔ اس کے آئین و قوانین یہ ہیں۔ مجلس کے چالیس ممبر ہیں۔ جن میں بلی گرانڈ بھی شامل ہے۔ اس میں بارہ سال کی عمر کے لڑکے ہی بھرتی ہو سکتے ہیں۔ جب کوئی ممبر اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے۔ تو پھر وہ مجلس سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ مگر خود بلی گرانڈ پر اس قاعدہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک ممبر کے چلن کی تین اور ممبروں کو تصدیق کرنی ہوتی ہے۔ اور تصدیق کنندے ایسے ہونے چاہئیں۔ جو سوسائٹی کے نامور

ممبروں میں شمار ہوتے ہوں۔ اگر کسی ممبر سے کوئی بے ضابطگی ہو۔ تو تصدیق کنندگان اس کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں۔ بلی گرانڈ کو پرانے تجربہ کار اراکین میں بارہ اراکین اپنی ضمانت کے لئے پیش کرنے پڑتے ہیں۔ اس کے اختیارات میں کوئی شخص مخل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تعظیم ہر ایک پر فرض ہوتی ہے۔ سوسائٹی کے کام کرنے کا طریق یہ ہے کہ شہر کو بارہ حصوں میں تقسیم کر لیا جاتا ہے (۱) ریجنٹ پارک (۲) پنٹن ولی (۳) ایلنگٹن (۴) فنسبری (۵) شہر خاص (۶) شادر ہیملٹ (۷) ویسٹ منسٹر (۸) پملیکو (۹) ہائیڈ پارک (۱۰) اگر سوینر سکوئر (۱۱) لیمبتھ (۱۲) وہی بارہ انہیں سے ہر ایک حصہ تین ممبروں کے سپرد ہے۔ جو ہر روز تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح چھتیس ممبر ہر روز شہر پر متعین ہوتے ہیں۔ اور باقی چار ممبر جن میں بلی گرانڈ بھی ہوتا ہے۔ لوٹ کا مال سنبھالنے اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ ہر ایک حصہ میں سوسائٹی کے آرام و آسائش کے لئے ایک مکان مقرر ہے۔ اور مالک مکان کو دن بھر کی لوٹ میں سے شام کو کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ سنٹ ہیں جو مکان ہے۔ وہاں صرف پندرہ دن روز سب آدمی جمع ہوتے ہیں۔ اور یہیں لوٹ کا مال جمع رہتا ہے۔ خود بلی گرانڈ بھی یہیں بود و باش رکھتا ہے۔

سوسائٹی کے قوانین مفصلہ ذیل ہیں۔ ہر ایک حصہ میں جو تین ممبر مقرر کئے جاتے ہیں۔ ان میں جو سب سے بڑا ہوتا ہے۔ وہ افسری کرتا ہے۔ اور ہر کام اس کے صلاح مشورہ سے ہوتا ہے۔ اگر معلوم ہو جائے۔ کہ کسی ممبر نے کچھ مال اٹھا لیا ہے۔ تو اس کے ضامنوں سے اس کی قیمت وصول کر لی جاتی ہے۔ اور وہی ملزم کے لئے سزا تجویز کرتے ہیں۔ ہر ماہ کے اول اور تیسرے بدھ کو عام جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ اور اگر بلی گرانڈ کوئی خاص جلسہ کرنا چاہتے۔ یا کسی خاص گروہ کے ممبروں سے ملنا چاہتے۔ تو پھر وہ نوٹس لکھ کر اس مالک مکان کو دیدیتا ہے۔ جہاں اور ممبر ضروریات کے لئے آمدورفت رکھتے ہوں۔ ممبروں کو خاص ہدایت ہوتی ہے۔ کہ جبر و تعدی سے احتراز کریں۔ اور نہ کسی مکان کا قفل توڑ کر اندر داخل ہوں۔ سب کام دھوکا۔ فریب اور مکاری سے کرنا ہوتا ہے۔ اگر ممبروں میں کچھ تنازعہ ہو۔ تو بلی گرانڈ اس کا فیصلہ کرتا ہے۔ سب لوٹ کا مال فروخت کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر پندرھویں روز سب روپیہ ممبروں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ بلی گرانڈ کو کچھ خاص رقم بطور معاوضہ بھی دی جاتی ہے۔

چالیس چوروں کی مجلس کے یہ قوانین ہیں۔ جن پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور اس بات کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ کہ سوسائٹی کی عزت میں فرق نہ آئے۔ اور سب ممبر دیانت دار ہوں۔ اگر کوئی ممبر پکڑا جائے۔ تو فوراً باعزت آدمی اس کی صفائی کے لئے عدالت میں پیش ہو جاتے ہیں۔ اور مجسٹریٹ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ مشتبہ نوجوان بالکل بے قصور اور بڑا محنتی ہے۔ اور شاید اس معاملہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ اور اس کے والدین دیانت دار محنتی آدمی ہیں۔ یا گواہ کیطرف سے مجسٹریٹ کو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے میں اسے اپنی خدمت میں لینے کو تیار ہوں بشرطیکہ عدالت اسے چھوڑ دے۔ جب تک کوئی ممبر جیل میں زیر تجویز رہتا ہے۔ سوسائٹی نہایت عمدہ خوراک اس کے لئے مہیا کرتی ہے۔ اور اگر وہ قید ہو جائے۔ تو اس کو پورا یقین ہوتا ہے کہ آزادی کے دن عنقریب میں سیری تقریب میں شاندار دعوت دی جائے گی۔ قید کی حالت میں بھی سوسائٹی برابر اس کا حصہ جمع رکھتی ہے۔ الغرض اس بات کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ کہ کوئی ممبر گرفتار ہو کر بھی سوسائٹی کا راز فاش نہ کرے۔

جس روز ہم نے مردہ فروش کو منٹ والے مکان میں داخل ہوتے دیکھا ہے تو وہاں ایک عام پندرہ روزہ جلسہ منعقد تھا۔ چالیس چور مختلف میزوں کے گرد بیٹھے تھے۔ اور کمرے میں تمباکو کا دھواں اس کثرت سے تھا۔ کہ شمع کی روشنی بھی مدھم پڑی ہوئی تھی۔ ایک طرف بلی گرانڈ بیٹھا تھا۔ جو ایک کشیدہ قامت خوش وضع نوجوان تھا۔ ڈاڑھی مونچھیں ندارد تھیں۔ گو اس کی عمر پچیس سال تھی۔ مگر شکل وشباہت سے بالکل بھولاپن پایا جاتا تھا۔ اس کے دانت بہت خوشنما تھے۔ اور وہ ان پر نازاں بھی تھا۔ اور وہ اپنے نرم ہاتھ جنہوں نے سوائے جیب کترنے کے اور کوئی سخت کام نہیں کیا تھا۔ گفتگو کے وقت ادھر ادھر ہلانے کا عادی تھا۔ سر کے گرد ایسی ایسی صورتیں پیچ کھاتی تھیں۔ جو ایک قیافہ شناس کے لئے باعث دلچسپی ہو سکتی ہیں۔ عجیب عجیب طرح کے خط وخال نظر آتے تھے۔ اور سب سے چالاکی۔ مکاری اور عیاری ٹپک رہی تھی۔

جب مردہ فروش اندر داخل ہوا۔ تو سارے ممبروں نے اظہار مسرت کیا۔ اور بلی گرانڈ نے مصافحہ کر کے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

"مسٹر ٹڈ کنفرشام کا کام ختم ہو چکا ہے" مسٹر ٹنکس نے کہا۔ کیونکہ بلی گرانڈ کا یہی نام

مشہور تہا۔“ اور اب ہم جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں۔ اکل و شرب میں مشغول ہیں۔ آپ بہی شامل ہو جایئے۔ دیکھیے قسم قسم کی شراب موجود ہے۔ اور طرح طرح کے سگار حاضر ہیں۔ جو پسند ہو لیجیے۔“

”کیا آپ مجہے کچہ واقفیت ہمیا کر سکتے ہیں؟“ مردہ فروش نے آہستہ سے پوچہا۔

”بہت کچہ۔ مگر ابہی نہیں۔ مسٹر ٹنکنز برانڈی کا ایک جام پیجیے۔ اور پہر ہم اس معاملہ پر بہی گفتگو کریں گے۔ ابہی بہت وقت ہے۔ میرے نوجوان دوستوں میں سے کوئی نہ کوئی آپکی خاطر کچہ گائے گا۔ کیوں پارکس کی باری ہے؟“

”جناب لیاری لپکنس کی۔“ ایک نوجوان نے جو بلی گرانڈ کے پاس ہی بیٹہا تہا۔ آہستہ سے کہا۔

”اوہ! لیاری لپکنس“ مسٹر ٹنکس نے کہا۔“ دوست لپکنس ہاں تو پہر کچہ شروع کرو۔ سب ہمہ تن گوش ہیں۔“

مسٹر لپکنس نے جو ایک سولہ سالہ نوجوان تہا۔ ایک گیت گانا شروع کیا۔ اور جب گیت ختم ہوا۔ تو سب طرف سے نعرہ تحسین بلند ہوا۔ اس کے بعد بلی گرانڈ کہڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ”ماحوبیشتر اس کے کہ میں اپنے دوست لیاری لپکنس کا جام صحت تجویز کروں مجہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ کس قابلیت کا آدمی ہے۔ مگر پہر بہی ہمیں کبہی نہ کبہی جب موقع ملے۔ اپنی سوسائٹی کے قابل فخر افراد کے کارہائے نمایاں کا ذکر ضرور کرنا چاہیے تاکہ ہمارے ناتجربہ کار ممبران کے تذکرہ سے فائدہ اٹہائیں۔ اور ویسی ہی ناموری حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے میرے خیال میں اس سے بہتر کوئی موقع نہ ہوگا۔ دوستو آپ سب لیاری لپکنس کو جانتے ہیں۔ (نعرہ تحسین) اور یہ بہی آپ کو معلوم ہے کہ وہ ہمہ صفت موصوف ہے۔ اس کو قدرت نے ایسی تیز نگاہ عطا کی ہے کہ پر اسرار سے پر اسرار جیب کے سب حالات جہٹ معلوم کر سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بانڈ سٹریٹ کے راہرو کی سنہری گہڑی اور اس کے ہاتہوں میں کچہ مقناطیسی طاقت موجود ہوتی ہے (نعرہ تحسین) مسمریزم کیا چیز ہے۔ لیاری اپنے شکار کو ایک ہی نظر میں مغلوب کر لیتا ہے۔ اور اسے معلوم بہی نہیں ہوتا کہ کب اس کا ہاتہ اس کی پاکٹ کی تلاشی لے رہا تہا۔ دوستو سب کو لیاری لپکنس کی تقلید کرنی چاہیے۔ بس اسی پر میں اپنے دوست کا جام صحت تجویز

کرتا ہوں"۔

سب نے مل کر جام صحت پیا۔ مسٹر لکنس نے کھڑے ہوکر ایک لطیف جوابی تقریر میں شکریہ ادا کیا۔ اور پھر ایک اور لڑکے کو جس کا نام ماسٹر سڑانیس ٹاڈکنسن تھا۔ کوئی گیت سنانے کے لئے کہا گیا۔ ماسٹر ٹاڈکنسن نے ایک سریلا گیت سنایا۔ اور بلی گرانڈ نے ایک تقریر میں ماسٹر موصوف کے اوصاف بیان کئے۔ اور ہر طرف سے پھر نعرہ تحسین بلند ہوا۔

اس کے بعد ایک اور بدمعاش نے ماسٹر موصوف کے اوصاف بیان کئے۔ اور ہر طرف سے پھر نعرہ تحسین بلند ہوا۔

اس کے بعد ایک اور نوجوان ماسٹر ہنڈی لیگڈ گز سے گانے کی درخواست کی گئی۔ اس نے بھی ایک بہت مزیدار گیت گا کر حاضرین کو مسرور کیا۔ اور سب نے اسے بہت پسند کیا۔ لیکن مردہ فروش ان لوگوں میں سے تھا۔ جو لہو ولعب کی بجائے کام کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس نے گھڑی کانکال کر دیکھی۔ اور پھر ایک معنی خیز نگاہ بلی گرانڈ کی طرف ڈالی۔ بلی گرانڈ نے پوچھا "مسٹر ٹڈکنز اب کیا بجا ہوگا"!

جواب ملا "ساڑھے دس"۔

"بہت اچھا میں بیس منٹ کے بعد آپ سے بات چیت کروں گا" مسٹر ٹکنس نے کہا "آپ خاطر جمع رکھئے میں نے سب حالات جن کی آپ کو ضرورت ہے معلوم کر لئے ہیں۔ مگر سنئے سنئے ماسٹر شنلانگ کچھ کہنے لگے ہیں"۔

شنلانگ جس کے گھٹنوں میں کچھ نقص تھا۔ اور کسی قدر بے ڈھنگی چال چلتا تھا۔ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے سردار کا جام صحت تجویز کیا۔ جس پر ہر طرف گلاس بھرے جانے لگے۔ اور بلی گرانڈ کے سوا سارے تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ پھر سب چوروں نے بڑے جوش کے ساتھ اپنے سردار کا جام صحت نوش کیا۔ اور شنلانگ نے بلی گرانڈ کے متعلق ایک نظم گاکر سنائی۔ جس کا ہر آخری مصرع سب مل کر گاتے تھے۔

مردہ فروش وفاداری کا یہ نظارہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد بلی گرانڈ کھڑا ہوا اور اس نے بڑے پر زور الفاظ میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ برخاست ہو جانے پر بلی گرانڈ نے ایک شمع اٹھائی۔ اور اپنے ملاقاتی کو ایک پچھلی کوٹھڑی میں لے گیا۔ یہاں

پہنچکر مردہ فروش نے جلدی سے پوچھا۔ فرمائیے آپ کو کیا معلوم ہوا؟ کیا کرینکی جرم کے متعلق کچھ سنا ہے؟"

تیرے جاسوس بہت کامیاب ہوئے ہیں" بلی گرانڈ نے مسکرا کر کہا " کرینکی جرم کے حلیہ کا ایک آدمی ڈریوری لین کے ایک معمولی سے مکان میں رہتا ہے۔ یہ لو اس کا پتہ ہے"

اور مارگرٹ فلیدرز کا بھی کچھ پتہ ملا؟" ٹڈ کنز نے پوچھا۔

اس نے اس شکل و شباہت کے ایک شخص سے شادی کر لی ہے۔ جو تم نے میکیلی گلی کے متعلق بیان کی تھی۔ اور دونوں لم کسٹن اولڈ ٹون کے پٹ فیلڈ سٹریٹ میں ایک دکان کرتے ہیں۔ دوکان کے اوپر مجل نام لکھا ہوا ہے"

بلی گرانڈ تمہارے نوجوان آفت کے پرکالے ہیں" مردہ فروش کہنے لگا۔

"آپ کے چھتیس جاسوس جو تمام شہر میں پھرتے رہتے ہیں۔ ایسی خبریں آسانی سے معلوم کر لیتے ہیں"

پھر ذرا تامل کے بعد اس نے کہا اور اس کے علاوہ آپ نے پیشگی بھی تو معقول رقم دی ہے۔ یہ سب آپ کا کام بخوشی کرنے کو تیار ہیں"

"اب رہی دوسری بات" مردہ فروش نے کہا " کچھ اس آدمی کا بھی پتہ ملا۔ جسے ٹامنسن کبھی کبھی دیکھنے جایا کرتا ہے؟"

"ہاں رونامسن سٹریٹ متصل گرین کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتا ہے۔ یہ لیجئے اس کا پتہ بھی موجود ہے۔ اس کا نام ٹلسن ہے۔ یہ آپ ہی کو معلوم ہوگا۔ کہ یہ اصلی نام ہے یا جعلی۔ مسٹر ٹامنسن ہر اتوار کو بعد دوپہر دہاں جاتا ہے۔ اور کئی گھنٹوں تک اس کے پاس رہتا ہے۔ مگر بوڑھا آدمی کبھی گھر سے نہیں نکلتا اور بہت بیمار ہے"

"میں آپ کو آپ کے کارکنوں کی ہوشیاری پر دوبارہ مبارکباد عرض کرتا ہوں" ٹڈ کنز نے بڑی خوشی سے کہا۔ اور پھر پوچھا کیتھرائن ولٹ کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

"کیوں نہیں۔ میرے کارکنوں نے معلوم کیا ہے کہ اس نے مقدمہ کے بعد چند دوستوں کے ساتھ اولڈ بیلی کے قریب ایک سرائے میں کھانا کھایا۔ اور پھر ایک بوڑھی عورت کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو کر ہونسلو کی جانب چلی گئی"

"اس سے زیادہ اس کا کچھ پتہ نہیں لگا؟ مردہ فروش نے پوچھا

چوروں کے سردار نے کہا۔ "میں نے کل لیاری لیکنس کو ہولسلو کی طرف بھیجا تہا۔ اس نے معلوم کیا کہ مس ولمٹ مسٹر ہنٹ اور اس کی بیوی کے ہاں مقیم ہے!"

"بیشک" مردہ فروش نے کہا "اس مسٹر ہنٹ نے اس مقدمہ میں شہادت دی تہی۔ میں نے اخبارات میں سب کچھ پڑھا تہا۔ یہ اس عورت کی ہمشیرہ ہے۔ جسے ریجنیالڈ ٹریسی نے قتل کیا تہا۔"

"وہ جگہ جہاں وہ مقیم ہے۔ ہولسلو کے قریب ہی ہے!" بل گرانڈ کہنے لگا۔ "شہر میں ہر شخص اس جگہ کا آپ کو پتہ دے سکتا ہے۔ اور غالباً اسی مسٹر ہنٹ کے ہمراہ مس ولمٹ روانہ ہوئی ہوگی!"

"یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ لیکن خیر مجھے کیتھرائن ولمٹ کا پتہ چاہئے تہا۔ جو آپ کی مہربانی سے معلوم ہوگیا۔ اب میں نے آپ سے ایک آخری بات پوچھنی ہے فرمائیے۔ آپ نے یہ بہی معلوم کیا۔ کہ جس جگہ لارڈ ریولسورتھ اور آنربل مس ایڈلین کی شادی ہوئی تہی اس گرجا کا پادری کچھ روپیہ لیکر اس نکاح نامہ کا کاغذ ہمیں دے سکتا ہے؟"

"ہاں میں نے معلوم کرلیا ہے کہ پادری روپیہ لیکر یہ کام کردے گا۔ مگر وہ بہت محتاط ہے"

"خیر اب یہ میرا کام ہے" مردہ فروش بولا "میں نے بیس پونڈ آپکو پہلے دئے تھے۔ یہ لیجئے۔ بیس پونڈ اور ہیں۔ کہئے کافی ہیں؟"

"میں آپ کی فیاضی کے لئے ممنون ہوں" بل گرانڈ نے نوٹ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا "فرمائیے اور بہی کچھ حکم ہے؟"

"ہاں" مردہ فروش نے کچھ سوچ کر کہا "کسی نوجوان کو فرمائیے۔ کہ میرے خطوط ایک جگہ لے جائے"

بل گرانڈ تو لیاری لیکنس کو بلانے گیا۔ اور مردہ فروش نے میز پر بیٹھ کر یہ خط لکہا:۔

جو باتیں مجھے ابہی ابہی معلوم ہوئی تہیں۔ بہر حال مفید مطلب ہیں۔ پادری کو روپیہ لیکر اس کام میں مدد تو دیگا۔ مگر وہ بہت محتاط آدمی ہے۔ میں پرسوں خود اس سے ملوں گا۔ لوسن شام کو چھ اور سات کے درمیان آپ سے جائے مقررہ پر ملاقات کروں گا۔ مگر جس طرح بہی ہو۔ آپ روپیہ کا انتظام کیجئے۔ میں نے خود بہت سا روپیہ خرچ کر ڈالا ہے۔ اور جب تک مجھے نفع کی صورت نظر نہ آئے۔ اس طرح کام نہیں کرسکتا۔ امید ہے گرین وڈ سے آپکو مدد ملیگی۔

مردہ فروش نے خط تہ کیا۔ اور اس پر یہ پتہ لکہا۔ بخدمت گلبرٹ ودنن اسکوائر جنرل

سٹیم خورڈ سٹریٹ
اس سے فارغ ہوکر اس نے ایک اور خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا۔
"مینے کیتھرائن کا پتہ معلوم کر لیا ہے۔ اور پرسوں نو بجے کے بعد آپ سے ملوں گا۔ گبر پر میرا انتظار کرنا معاملہ بہت اہم ہے۔"
وہ اس خط و کتابت کو ختم کر ہی چکا تھا۔ کہ بلی گرانڈ لیکنس کو ساتھ لے کر آیا۔ اس سے مخاطب ہوکر مردہ فروش نے کہا "میرے دوست یہ دیکھو۔ دو خط ہیں یہ آج ہی منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ پہلے خط پر پتہ تحریر ہے اور یہ شخص رات کو بہت دیر سے سوتا ہے۔ جب تم اس کے مکان واقع سٹیم خورڈ سٹریٹ میں پہنچو گے۔ تو اُسے بیدار پاؤ گے یہ خط اس کو دینا اور کسی کو مت دینا۔ وہاں سے تمہیں گولڈن لین کی طرف جانا ہوگا۔ یہاں تیسرے احاطہ میں بائیں طرف کے چوتھے مکان میں ایک بوڑھی عورت رہتی ہے۔ تم نے اس کے دروازہ پر دستک دیکر اسے بیدار کرنا۔ اور یہ خط اسے دیدینا۔ مجھے اس عورت کا نام معلوم نہیں۔ گو مجھے اس سے اکثر کام پڑتا رہا ہے۔"
لیاری الیکنس نے وعدہ کیا۔ کہ کام وقت پر کردیا جائے گا۔ اور پھر وہاں سے چل دیا اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد مردہ فروش بھی بلی گرانڈ سے رخصت ہوا۔ اور چالیس چوروں کی آماجگاہ سے نکلا۔
ہنری ہالفونڈ جو برابر دو گھنٹہ سے ایک مکان کے سایہ میں چھپا کھڑا تھا۔ پھر اس کے پیچھے ہولیا۔
مردہ فروش سنٹ سٹریٹ سے نکل کر چوک میں آیا۔ اور ایک کرایہ کی گاڑی کی پچھلی جانب بیٹھ گیا۔ جسے اس نے نیوچرچ بتھنل گرین کی طرف جانے کا حکم دیا۔ جب گاڑی چلنے لگی۔ تو ہنری ہالفونڈ بھی چپکے سے گاڑی کی پچھلی جانب بیٹھ گیا۔ راستہ بھر وہ مزے سے بیٹھا رہا۔ مگر جب گاڑی منزل کے پاس پہنچی۔ تو بنظر احتیاط پیچھے سے اترا۔ اور گاڑی کے تعاقب میں پیدل چلنے لگا۔ گرجا کے پاس گاڑی کھڑی ہوگئی۔ اور مردہ فروش نے کرایہ ادا کردیا۔ اور آگے بڑھا۔ ہنری ہالفونڈ بھی بڑی احتیاط سے اس کے پیچھے چلتا گیا۔ بازار سے ہوکر ٹڈ کنز ایک کوچے کی طرف پھرا۔ اور ایک شکستہ مکان کے سامنے جاکر کھڑا ہوگیا۔ یہ وہی جگہ تھی۔ جہاں بیٹھ کر وہ اطمینان سے اپنے منصوبے سوچا کرتا تھا۔ وہی

جس کی تاریک کوٹھڑیوں میں تین ہفتہ وایولا چیسٹر قید رہی تھی۔
ہالفورڈ نے اسے بازار والے دروازہ سے راستہ مکان میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ
باہر کھڑا کھڑکیوں کی جانب دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد اوپر کی منزل کے ایک کمرہ میں کچھ
روشنی نظر آئی۔ ہالفورڈ خوشی سے کہنے لگا۔ آخر میں کامیاب ہوگیا۔ اور اس پاجی کے گھر کا پتہ
لگالیا۔۔۔ اب عنقریب مجرم انتقام لے لیگا۔ پھر اس خیال سے کہ وہ مفرور شدہ ملزم کو اس
مکان کا پتہ اچھی طرح بتلا سکے۔ ہنری ہالفورڈ نے بڑے غور سے اس کے گرد و نواح
کے مکانات دیکھے۔ اس نے معلوم کیا۔ کہ یہ دو منزلہ مکان ہے۔ اور اس کی ایک
جانب ایک تاریک گلی ہے۔
پھر یہ اطمینان کر کے کہ اب میں اس مکان کو کبھی نہ بھولوں گا۔ اور کرنیکی جم کو اچھی
طرح اس کا پتہ نشان بتلا سکوں گا وہ خراماں خراماں اپنے مکان واقع ڈروری لین کو چل دیا

نواں باب — بدمعاش امیر اور ذلیل مجرم

دریائے ٹیمز کا شمالی کنارہ ایسا نہیں کہ راہرو وہاں تک اس پر سیدھا چل سکے۔
پل لنڈن سے واکس ہال برج تک جانے میں کئی بار ادھر ادھر مڑنا پڑتا ہے۔ البتہ
شمالی سمت سے آتے ہوئے بالکل دریا کے کنارے کنارے آسکتے ہیں۔ اور سیدھے پل لنڈن
سے واکس ہال برج تک جلدی پہنچ سکتے ہیں۔ اس آخر الذکر راستہ میں کلنک سٹریٹ
بنیک سائڈ اور ہالینڈ سٹریٹ واقع ہیں۔ اسی طرح کمرشل روڈ نیو واٹرلو برج وغیرہ
مقامات راستہ میں آتے ہیں۔ اس سفر میں گو لنڈن کا بہت سا حصہ طے کرنا پڑتا ہے
مگر وقت بہت کم خرچ ہوتا ہے۔ اسی راستہ میں ایک مقام پڈلرز ایکر بھی واقع ہے۔ جو وسٹ
منسٹر اور سنگر فورڈ برج کے درمیان آتا ہے۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا قطعہ زمین ہے جو
کلیسا کی ملکیت ہے۔ یہ زمین چوب فروشوں کو کرایہ پر ملی ہوئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے
کہ ایک خوردہ فروش نے یہ زمین اس شرط پر کلیسا کو وقف کی تھی۔ کہ میری اور میرے
کتے کی تصویر شیشے کے فریم میں محفوظ رکھی جائے۔ اور یہ تصاویر گرجا کی ایک کھڑکی
میں موجود ہیں۔ چنانچہ گرجا کے جنوب مشرقی جانب اس بیان کا تصدیقی ثبوت بھی

موجود ہے۔ مگر ایک اور بیان یہ ہے۔ کہ ۱۵۰۴ء میں کسی نامعلوم شخص نے یہ زمین گرجا کو مرتے وقت دیدی تہی۔ اس عطیہ کی حقیقت اور معطی کا نام خواہ کچہہ ہو۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ مگر اس میں شک نہیں۔ کہ یہاں ایک مقام موجود ہے۔ جو پیلا لرزا ایکر کہلاتا ہے۔ اس کے پاس ہی ایک شراب خانہ ہے۔ جہاں ہم اس وقت اپنے ناظرین کو لے چلتے ہیں۔

اس شراب خانہ کی پہلی منزل کے ایک کمرے میں ایک چھتیس سالہ نوجوان بیٹھا تہا۔ گو اس کے خط وخال عمدہ تھے۔ مگر چہرہ پر کچہہ ایسا اثر طاری تہا۔ جس سے نو وارد اس کے متعلق کوئی اچھی رائے قائم نہ کر سکتا تہا۔ اس کے ہونٹ اس طرح کے تھے۔ جن سے غرور و نخوت کے علاوہ کچہہ اور بہی ہویدا تہا۔ جس سے اس کے دلی جذبات پر کچہہ روشنی پڑتی تہی۔ اس کی بہاری آواز بھوری بھوری آنکھیں اور گاہ بگاہ پیشانی کا بل صاف ظاہر کرتے تھے۔ کہ یہ شخص ارادہ کا پورا اور دھن کا پکا ہے۔

اس کا لباس بالکل معمولی تہا۔ اور معلوم ہوتا تہا۔ کہ یہ کسی کی آمد کا منتظر ہے۔ مگر اسے بہت عرصہ انتظار کی زحمت برداشت نہ کرنی پڑی۔ کیونکہ پانچ ہی منٹ بعد دروازہ کہلا۔ اور مردہ فروش کمرہ میں داخل ہوا۔ اور کہنے لگا " گڈ مارننگ مسٹر ورنن "!

اس نے داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ اور ایک چوکی پر بیٹھ کر بولا " آپ کو کچہہ زیادہ عرصہ تو انتظار نہیں کرنا پڑا "؟

"اس کی پرواہ نہ کرو۔" ورنن نے کہا۔ " کہو کوئی تازہ خبر بہی لائے ہو "!

" افسوس کوئی خاص خبر نہیں۔ میں آج صبح گرجا کے کلرک کے پاس گیا۔ جہاں آپ کے بہائی نے شادی کی تہی۔ مگر اس شخص نے ایک نہ سنی "!

" گویا اس نے انکار کر دیا "؟ ورنن نے غصے سے پوچھا۔

" ہاں انکار کر دیا " لٹو کنز نے کہا۔ " وہ بڈھا اور کمزور آدمی ہے۔ پہلے تو اس معاملہ پر گفتگو کرتا رہا۔ مگر پھر بالکل کچہہ توجہ نہ کی "۔

" اس لیے کہ تم نے معاوضہ کم پیش کیا ہوگا " ورنن نے غصہ سے کہا " تم نے سونے کی شکل نہ دکہلائی۔ کیونکہ تم خود چند پونڈ ضائع کرنے سے گریز کرتے ہو۔ یہ

بڑا کام کرنے کا یہ طریق نہیں۔ بیشک اس وقت مجھے روپیہ کی تنگی ہے۔ لیکن اگر تم کچھ فیاضی دکھلاتے۔ اور ہم کامیاب ہو جاتے۔ تو تم کو معلوم ہی ہے۔ میں فطرتاً ایک فیاض آدمی واقع ہوں"۔

"مسٹر ورنن" مردہ فروش نے اطمینان سے کہا۔ "اگر میری تمام محنت کا معاوضہ یہ گلہ اور شکوہ ہی ہے۔ تو پھر مناسب یہی ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں میں نے کلارک سے گفتگو کرتے وقت ہرگز بخل سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اس کے سامنے پچاس چمکتے ہوئے پونڈ میز پر رکھ دئے تھے۔ اور کہا تھا کہ یہ لیلو اور جب کام کرو گے تو اتنے ہی اور مل جائیں گے۔ پہلے تو وہ کچھ کشمکش و پیچ میں پڑا۔ پھر سوچنے لگا۔ اور آخر صاف انکار کر دیا"۔

"تو پھر تمہارے خیال میں یہاں دال گلتی نظر نہیں آتی" ورنن نے بے چینی سے پوچھا۔

"مطلق نہیں۔ اگر کلارک ہماری اس معاملہ میں مدد کرنی چاہتا۔ تو آج کر سکتا تھا مگر مجھے اس شخص سے کوئی توقع نہیں۔ اب ہم کو اور ہی تجویز سوچنی چاہئے۔ میرے خیال میں آپ نے پورا ارادہ کر لیا ہے۔ کہ جس طرح بھی ہو اپنے چھوٹے بھائی کی جائداد پر قبضہ کیا جائے"۔

"ہر ایک ہی مشکل سے میرا یہ ارادہ اور بھی مستحکم ہو جاتا ہے"۔ ورنن نے کہا "میں نے ایک تو انتقام لینا ہے۔ اور دوسرے آتش حرص کو بجھانا۔ لارڈ ریونسورتھ نے جو سلوک مجھ سے کیا ہے۔ اگر وہ کسی اور سے کیا جاتا۔ تو وہ ضرور انتقام لینے پر آمادہ ہو جاتا۔ ہمارے والد مرحوم کا ارادہ تھا کہ تمام نقد روپیہ مجھے ملے۔ اور باقی جائداد پر بھائی قابض رہے۔ مگر وہ اچانک فوت ہو گئے۔ اور گو بھائی کو ان کے ارادہ کا علم تھا۔ مگر اس نے ساری جائداد پر قبضہ کر لیا۔ اور مجھے کوڑی تک نہ دی۔ نہیں نہیں"۔ ورنن نے دانت پیس کر کہا "اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ مجھے پانسو پونڈ سالانہ دیا کرے۔ گویا ہزاروں کے بدلے چند سو"۔

"اور تم نے اسے منظور کر لیا"۔ مردہ فروش نے پوچھا۔

"اور کیا کرتا۔ فقیر بھی کبھی انکار کر سکتا ہے"! ورنن نے کہا "میں کہتا کہاں سے

میں نے اس شرط پر منظور کیا کہ میرے حصہ کی یہ ایک قسط ہوا کرے گی۔ اس کا مجھ پر احسان نہ ہوگا۔ میرے اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ اور مجھے فضول خرچی کی عادت ہے۔ میں برابر اپنے بھائی کے بنک سے پیشگی روپیہ لیتا رہا ہوں۔ اور اب جنوری سے پہلے ایک پائی بھی مجھے مل نہیں سکتی۔"

"اور اگر تم اپنے بھائی کے ایجنٹ کے پاس جاؤ تو پھر؟"

"بالکل بے فائدہ ہوگا۔" ورنن نے ناامیدی سے کہا۔ "کیا میں تم کو یہ بتلا نہیں چکا کہ میرے بھائی کو یہ خیال ہے۔ میں مشرق بعید میں سفر کر رہا ہوں۔ اور شاید آجکل ٹرکی میں ہوں گا۔ جب تک وہ مجھے یہاں سے دور سمجھتا ہے۔ میں لندن میں اپنی تجویز پر اطمینان سے عمل کر سکتا ہوں۔ اور یہی مناسب ہے کہ اس جگہ میری موجودگی کا کسی کو علم نہ ہو۔ وہ جلدی ہی مر جائے گا۔ کیونکہ دن بدن اس کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ اور مجھے پورا یقین ہے۔ کہ اس کی زندگی زوال پر ہے۔ پھر جب وہ مر گیا۔ تو مجھ پر کچھ شک و شبہ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ لوگ تو مجھے کسی اور ملک میں سمجھیں گے۔"

"تو گویا اس کا آپ کو یقین ہے۔ کہ آپ کا بھائی اب کسی دن کا مہمان ہے۔" مردہ فروش نے پوچھا۔ "اس کے مرنے سے سب سے بڑی مشکل رفع ہو جائیگی۔ اور اگر لیڈی ریولنسورتھ کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔ تو کیا اسے بھی ٹھکانے لگانا سہل نہ ہوگا؟"

"بیشک یہ آسان کام ہے کہ اسے جان سے مار دیا جائے۔" ورنن نے جلدی سے جواب دیا۔ "مگر اس کے ساتھ ہی ایسا نہ ہو۔ میں بھی دار پر کھینچا جاؤں۔ اُف! یہ مجھے منظور نہیں۔ میں ہرگز ایسے خطرہ میں پڑنا پسند نہیں کرتا۔ اس قدر جائداد کے نابالغ وارث کی پوری پوری احتیاط کی جائے گی۔ نہیں اس کی موت کا خیال کرنا بھی حماقت ہے۔"

"مگر کیا وہ طریق جو آپ نے اپنے بھائی کے لئے تجویز کیا ہے۔ وہی اس پر استعمال نہیں ہو سکتا؟"

"نہیں نہیں" ورنن نے ناراضگی سے کہا۔ "یہ کچھ ضروری نہیں۔ کہ میں تم کو وہ طریق

بتلا دوں۔ جس سے میرے بھائی کی صحت خراب ہو رہی ہے۔ بس اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کہ بچہ پر یہ حربہ استعمال نہیں ہو سکتا۔"

"مگر پھر بھی" مردہ فروش ضد سے کہنے لگا" پھر بھی ریونسورتھ پارک میں ضرور کوئی آپ کا آدمی ہوگا۔ کیونکہ میرے خیال میں آپ کے بھائی کی صحت زہر کے استعمال سے خراب ہو رہی ہے۔ ضروری آپ کا کوئی رازدار اس کے عملہ میں موجود ہوگا۔ جو اسے کسی نہ کسی طرح زہر دیتا ہوگا۔"

ورنن نے جھلا کر کہا" نہ تو ریونسورتھ پارک میں میرا کوئی آدمی ہے۔ اور نہ میرے بھائی کے عملہ میں میرا کوئی رازدار ہے۔ مگر میری تدبیر کے اثر سے لارڈ ریونسورتھ خود اپنے آپ کو ہلاک کر رہا ہے۔ میں پھر کسی موقع پر تم سے اس کے متعلق ذکر کروں گا۔ کیونکہ تم ہی ایک ایسے فرد بشر ہو۔ جس کو میں اپنے سب منصوبے بتا چکا ہوں۔"

"مگر کیا آپ نے گرین ووڈ سے اس کا ذکر نہیں کیا؟" مردہ فروش نے پوچھا" جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ پچھلی ملاقات کے وقت آپ نے خود مجھے یہ بتایا تھا۔ کہ اسے میرے انگلستان میں موجود ہونے کا علم ہے۔"

میں اسے چار پانچ سال سے جبکہ اس کی مالی حالت ایسی عمدہ نہ تھی۔ جیسی کہ اب ہے۔ یا وہ ظاہر کرتا ہے۔ جانتا ہوں۔" وہ رک کر کچھ سوچنے لگا۔ اور پھر سلسلہ کلام جاری کر کے بولا" مگر جب سے میں باہر گیا۔ اس کے بعد ایک ہفتہ پہلے تک کہ میں واپس آیا۔ میں نے پھر اسے نہیں دیکھا۔ بلکہ اس کی یاد بھی مجھے بھول چکی تھی۔ البتہ جس روز میں لنڈن میں داخل ہوا تھا۔ اسی روز وہ مجھے ملا۔ اور گو میں نے ہزار یہ چاہا۔ کہ اس سے بات چیت نہ کروں۔ مگر میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔"

"اور آپ کو اس کا اندیشہ تو نہیں۔ کہ وہ آپ کی آمد کا ذکر کہیں اور بھی کر دیگا؟" مردہ فروش نے پوچھا۔

"اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں ہرگز کسی سے اس کا ذکر نہ کروں گا۔" ورنن نے جواب دیا۔

"تو کیا آپ اس سے کچھ تھوڑا سا روپیہ قرض نہیں لے سکتے؟" ڈکنز نے پوچھا۔

"تمہارا خط دیکھ کر میں اس کے پاس گیا تھا۔ اور کچھ قرض مانگا بھی تھا۔ مگر اس نے

انکار کر دیا۔" ورنن نے پیشانی میں بل ڈال کر کہا۔ "کیا اچھا ہوتا کہ میں اس سے یہ سوال ہی نہ کرتا۔"

"اس کی کچھ پروا نہیں۔" ٹڈ گنز نے کہا۔ "مگر ہاں ہم اصلی بات کو تو بھول گئے واقعہ یہ ہے۔ کہ لارڈ ریولسورتھ جلد ہی اپنے جد امجد سے جا ملیگا۔ لیکن ممکن ہے لیڈی ریولسورتھ کا کوئی بچہ ہو۔ اگر لڑکی پیدا ہوئی۔ تو کچھ فکر نہیں۔ ہاں اگر لڑکا ہوا۔ تو کھیل بگڑ جائے گا۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تعجب ہے ایک بچہ کی پیدائش پر ہماری قسمت کا دارومدار ہے۔ بہرکیف اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ جہاں اس حد تک وہم ہو۔ وہاں اکثر بات بگڑ جایا کرتی ہے۔ اچھا اگر لڑکا پیدا ہوا تو پھر؟"

"جس طرح بھی ہوگا۔ میں گرجا کے کلرک کو رشوت دیکر رجسٹر سے وہ خاص ورق گم کرنے کی کوشش کروں گا۔" ورنن نے جواب دیا۔

"یہ تجویز غلط ہے۔" ٹڈ گنز نے کہا۔ "دیکھئے اگر لارڈ ریولسورتھ مر گیا تو ساری جائداد کا وارث ایک شیر خوار بچہ ہوگا۔ اس وقت آپ بھی موجود ہوں۔ اور نکاح نامہ کا کاغذ طلب کریں۔ خوب رجسٹر دیکھا جائیگا۔ اور معلوم ہوگا کہ ایک خاص ورق گم ہے۔ اور یہ وہی ورق ہے۔ جس پر نکاح کی تصدیق موجود تھی۔ کیا یہ ایک عجیب بات معلوم نہ ہوگی اور کیا اس سے یہ شک پیدا نہ ہوگا۔ کہ لارڈ ریولسورتھ طبعی موت سے نہیں مرا۔ مسٹر ورنن یہ تجویز محض طفلانہ ہے۔ اور ہرگز سودمند ثابت نہ ہوگی۔ آپ ایسے شخص سے مجھ کو یہ امید نہ تھی۔ اگر آپ اسی پر مصر ہیں۔ تو پھر میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر میرے مشورہ پر چلیں۔ تو سال بھر کے اندر اندر لارڈ ریولسورتھ بن سکتے ہیں۔"

ورنن یہ باتیں سنکر دل میں بہت خوش ہوا۔ اور بولا۔ "مسٹر ٹڈ گنز۔ آخر تم کیا صلاح دیتے ہو؟"

"یہی کہ اس معاملہ کو دلیرانہ طریق سے کیا جائے۔" مردہ فروش نے بڑی آہستگی سے کہا۔ "لیڈی ریولسورتھ کا انتظار کرو۔ اگر لڑکی پیدا ہوئی۔ تو پھر کچھ فکر نہیں۔ صرف لارڈ ریولسورتھ کے مرنے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"اور اگر لڑکا پیدا ہوا؟" ورنن نے اپنے صلاح کار کی طرف غور سے دیکھکر پوچھا۔

"تو یہ کانٹا بھی راستہ سے نکال دیا جائے گا۔" مردہ فروش نے بڑی آہستگی سے

کہا "مجھ پر اعتبار کرو۔ میں اس صفائی سے یہ کام کروں گا۔ کہ کسی کو خبر تک نہ ہوگی"
"تمہارا خیال ہے۔ ۔ ۔ تم کو یقین ہے کہ ایسا ہو سکے گا!" ورنن نے رک رک کر کہا۔

"میرے ہاں خیال کا ذکر نہیں" ہڈلسٹن نے جواب دیا "بلکہ جو کچھ میں کہا کرتا ہوں یقینی طور سے کہتا ہوں۔ یہ کام میرے سپرد کرو۔ سب کچھ سوچ لیا ہے۔ جب موقع ہوگا۔ تو پھر مفصل گفتگو کریں گے۔" یہ کہکر مردہ فروش نے جیب سے ایک اشٹامپ کا کاغذ نکالا۔ اور کہا "اس کے نیچے ریولسورتھ تحریر کر دیجئے۔ جب تک آپ لارڈ ریولسورتھ نہ بن جائیں گے۔ میں اس کو استعمال نہیں کروں گا۔"

ورنن نے جلدی سے اشٹامپ کی طرف دیکھا اور کہا "یہ تو پچیس شلنگ کا کاغذ ہے"
"تین ہزار پونڈ کے لئے" مردہ فروش نے جواب دیا "میرے خیال میں آپ کو نواب اور دولت مند بنانے کا یہ کچھ زیادہ معاوضہ نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ آپ کی ضروریات کے لئے میں پچاس پونڈ ابھی دیدوں گا۔"

"اور اگر میں یہ خطاب اور جائداد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوا" ورنن نے کہا "پھر اس کاغذ کی رو سے تم مجھے جیل میں بھجوا سکو گے؟"

"کیا مضحکہ خیز استدلال ہے" ہڈلسٹن نے جواب دیا "ناکامیابی کی حالت میں تو آپ کا نام ہی ریولسورتھ نہ ہوگا۔ اس کاغذ پر تو بہر حال ریولسورتھ کا نام لکھا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ آپ کو جیل میں بھجوا کر مجھے کیا مل جائیگا۔"

پھر اس نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا "تمہارے جیسے شخص سے تو اس کی لاش ہی بہتر سمجھی جا سکتی ہے۔"

ورنن یہ آخری جملہ نہ سن سکا۔ اور اگر اس نے سنا بھی ہو تو وہ اس کا مطلب نہ سمجھا۔ پھر اس نے اسٹامپ پر دستخط کر دئے۔ مردہ فروش نے کاغذ پاکٹ بک میں رکھ لیا اور جیب سے ایک تھیلی نکال کر اسے دیدی۔ ورنن نے یہ روپیہ سرد مہری سے لیا کیونکہ اس کی ضروریات اس کو قرضہ لینے پر مجبور کر رہی تھیں۔ مگر اس کے دلی جذبات اس کو اس طرح روپیہ حاصل کرنے سے روکتے تھے۔

اس مشورہ کے بعد یہ امیر بدمعاش اور ذلیل مجرم ایک دوسرے سے جدا ہوئے

وہ نِن سٹیم ووڈ سٹریٹ میں اپنے مکان کو گیا۔ اور مردہ فروش نے دست منسٹروڈ پر جا کر ایک گاڑی لی۔ اور اسے گولڈن لین سینٹ لیوک کی طرف چلنے کا حکم دیا۔

دسواں باب — دلالہ اور مردہ فروش

دلالہ جس کا ذکر اس داستان میں کئی بار آچکا ہے۔ ان دنوں آسودہ حال نظر آتی تھی۔ گو ایسی عورت کا کبھی قابل عزت تصور ہونا کب ممکن ہے۔

گولڈن لین کے جس مکان میں اس نے پہلے ایک ہی کمرہ کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ اب وہ سارا مکان اس کے پاس تھا۔ اس امارت کا موجب دراصل لیڈی سیسیلیا ہاربرڈ تھی جس سے جاندار مجسمہ کی سازش میں اس کی جان پہچان ہوئی تھی۔ بہرحال اس وقت اس کی قسمت یاور معلوم ہوتی تھی۔ اس کا کام اچھی طرح چل رہا تھا۔ اور دور نزدیک اسکی بداخلاقی کی شہرت خوب پھیل رہی تھی۔

وہ اب اس قابل تھی کہ کسی عمدہ بازار میں کوئی اچھا سا مکان کرایہ پر لے کر وہاں اپنی زندگی کی ناپاک گھڑیاں بسر کرے۔ مگر چونکہ وہ ایک خاص قسم کے لوگوں میں مشہور تھی۔ اور طرح طرح کے ادنےٰ کام اس کے ہاتھ سے سرانجام پاتے تھے۔ اس لئے اس نے اسی بے رونق محلہ میں رہنا سب سمجھا تھا۔ اس کا دل گناہ کی سیاہی سے سخت ہوچکا تھا۔ اور شرم و حجاب اس سے کوسوں بھاگتے تھے۔ اس نے اپنا وقت گذارنے کے لیے بنصیب ۔ رجن نوجوان لڑکیاں اپنے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ اور کچھ معاوضہ ان کے غریب والدین کو دیتی رہتی تھی۔ جن کو اگر کچھ تسلی تھی ۔ تو یہ کہ ان کے بچوں کی زندگی آرام سے گذر رہی ہے۔ ان سب لڑکیوں کو یہ بڑھیا نہایت ناپاک زندگی کا سرروز سبق دیتی تھی۔ اور انہیں طرح طرح کی ہدایت دیکر الڈرس گیٹ سٹریٹ ۔ فلیٹ سٹریٹ اور چیپ سائڈ وغیرہ بازاروں میں بھیجا کرتی تھی۔ جہاں وہ عمر رسیدہ لوگوں کو اپنے ناز و ادا و کبلا کر اسیر کرتی تھیں۔ کیونکہ نوجوانوں کی نسبت یہ بوڑھے ایسے بازاروں میں جہاں بازاری عورتیں عام طور پر موجود ہوں۔ جانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

بڑھیا کا طریق عمل یہ تھا۔ کہ اس کی نوجوان لڑکیوں میں سے کوئی ایسا شکار پھانس

لاتی تھی۔ جس کی نسبت اسے مالدار ہونے کا یقین ہوتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ شخص باعزت ہے۔ جب یہ شخص اور وہ لڑکی مکان سے نکلتے تو بڑھیا اچانک ان کو سیڑھیوں پر مل جاتی۔ اور حیران ہو کر کہتی۔ کہ یہ کیا غضب ہے کہ ایک کم سن لڑکی سے تمہارا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ پھر وہ لڑکی سے اس کی عمر پوچھتی۔ اور یہ سن کر کہ وہ بارہ سال کی اور ابھی کم سن ہے۔ اس شخص سے ناراضگی سے کہتی۔ کہ سیر اگر اس لئے نہیں کہ یہاں اس قدر ظلم کیا جا سکے۔ پھر وہ بڑھا اور باشی اس خوف سے کہ کہیں مجھے پولیس کے حوالے نہ کر دیا جائے۔ بہت سی رقم دیکر اپنا پیچھا چھڑاتا۔ اس قسم کے بہت سے کارنامے ہر روز وہاں ہوتے تھے۔ اور یہ لڑکیاں عجیب عجیب طریقوں سے شکار گھیر کر لاتی تھیں۔

نہ تو ان لڑکیوں کے والدین ان کی کبھی خبر لیتے۔ اور نہ یہ لڑکیاں ہی ناتجربکاری اور کم عمری کے باعث اپنا برا بھلا سمجھ سکتی تھیں۔ اگر کبھی ان کے کسی نوجوان آشنا کو کسی قصور میں جیل میں بھیجا جاتا۔ تو وہ اس کے جرم کو خطرناک تو خیال کرتیں۔ مگر کبھی گناہ نہ سمجھتی تھیں۔ اور اگر ان کو یہ معلوم ہوتا۔ کہ ہمارا کوئی نوجوان ملاقاتی کسی جگہ ملازم ہو گیا ہے۔ اور اسے ترقی کی امید ہے۔ تو وہ اس کو محض ایک فائدہ مند بات سمجھتیں۔ مگر کبھی اس کے اخلاقی پہلو پر غور نہ کرتیں۔

اکثر لڑکیاں جو اس عجوزہ کے پاس رہتی تھیں۔ گولڈن لین اور اس کے غیر مشہور گلی کوچوں کی رہنے والی تھیں۔ اور انہی لوگوں میں سے ہوتی تھیں۔ جو بڑے حال زندگی بسر کرتے تھے۔ کبھی بھی ان کو شہر کے بارونق بازاروں میں بھی بھیجا جاتا تھا۔ مگر ایسا شاذونادر ہی ہوتا۔ ان کے بچپن کا بڑا حصہ نصف عریانی میں بسر ہوتا۔ اس زمانہ میں وہ گلی کوچوں میں شلغم اور گرے پڑے آلو کھاتی پھرا کرتی تھیں۔ سال بھر میں صرف چند ایک دن ایسے ہوتے تھے۔ جو مزے سے گذرتے۔ چنانچہ نومبر کے اول روز یہ سوانگ بنا کر گلی کوچوں میں پھرا کرتی تھیں۔ اگست میں بھی اسی طرح رنگ رلیاں منائی جاتی تھیں اور دسمبر میں یہ آوارہ گروہ دکانوں میں کرسمس کے لئے موم بتیاں مانگتا نظر آتا تھا۔ ان بدنصیب لڑکیوں کے جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں۔ یہی معدودے چند روز چھٹی منانے کے ہوتے تھے۔ علاوہ اسکے روز بھی نہ ان کو اچھا لباس اور نہ اچھی خوراک ملتی تھی۔ اور ہفتہ کے باقی دو دن

پر اس کو صرف یہ ترجیح تہی۔ کہ اس روز ان کے والدین کچھ زیادہ مے نوشی کرتے تہے نہ گڈ فرائیڈے۔ نہ کرسمس ڈے۔ اور نہ شرو ٹیوزڈے کے دن ان کو مزید کہانا نصیب ہوتا تہا۔ نہ ان کو متبرک دنوں کا اور نہ مذہبی رسوم کا کچھ علم تہا۔ انہیں اپنے عالی قدر پیشوا کی پیدائش اور اس کی موت کے جشن کا بہی کچھ علم نہ تہا۔ کیونکہ یہ باتیں کبھی انہوں نے سنی ہی نہ تہیں۔ جن بچوں کے ایام طفلی اس عسرت و مصیبت میں بسر ہوئے ہوں۔ وہ قدرتاً دس گیارہ سال کی عمر کو پہنچکر گناہ کی طرف راغب ہوجاتے تہے۔ اور بڑہیا ایسے ہی بچوں کی تلاش میں لگی رہتی تہی۔ اور اس کے مدرسہ میں گناہ اور بداخلاقی کی خوب ہی اعلےٰ تعلیم ان کو ملتی تہی۔

دس گیارہ برس کی عمر کے بعد ان کے والدین ان سے پیچہا چھڑانے کے لئے ان کو اس بدبخت بڑھیا کے سپرد کردیتے تہے۔ یہ ان کو چھیتڑوں کی بجائے عمدہ لباس پہننے کو دیتی۔ ان کو بارونق بازاروں میں بہیجا جاتا۔ جہاں کی دلچسپیاں ان کو اپنی طرف متوجہ کرتی تہیں۔ پہلے تو ان کو اپنے ہی گلی کوچہ کی وہ دکانیں جہاں رنگ برنگ کی جھنڈیاں لٹکتی رہتی تہیں۔ اور نوجوان عورتیں خریداروں سے لین دین کرتی تہیں۔ عظیم الشان اور قابل رشک چیزیں معلوم ہوتی تہیں۔ مگر اب انہیں ہر وقت بڑے بڑے سوداگروں کی عالیشان دوکانیں جہاں جواہرات اور نوادرات زمانہ موجود رہتے تہے۔ دیکھنے کا موقع ملتا۔ وہ ریگینٹ ہل کا شاندار بازار دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی تہیں۔ اور اس نظارہ کو خواب یا اس بڑھیا کی کرامت سمجہتی تہیں۔ اس طرح یہ بدبخت دلالہ ان کی ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹہاتی اور جو چاہتی وہی کام ان سے آسانی سے لینے لگتی تہی۔ سب لڑکیوں کا جو اس بڑہیا کے زیر اثر تہیں۔ یہی حال تہا۔ ممکن ہے کہ بعض ناظرین اس بیان کو مبالغہ آمیز تصور کریں۔ مگر افسوس اس کا حرف حرف درست ہے!

اے بدقسمت بچو۔ تمام دنیا تم سے نفرت کرتی ہے۔ قوم تم کو حقارت سے دیکھتی ہے بے سمجھ لوگ تم کو مورد الزام خیال کرتے ہیں۔ مگر سب قصور ان مردوں کا ہے جو تمہاری خبرگیری نہیں کرتے۔ اور اس کا تدارک نہیں سوچتے۔ جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں۔ موجودہ زمانہ سے زیادہ بداخلاقی کبھی دیکھنے میں نہ آئی ہوگی۔ اس روشنی کے زمانہ میں انجیل مقدس کی تعلیم پہیلائی جارہی ہے۔ بڑی بڑی اصطلاحات ہوئی ہیں۔ اور ہزاروں لا

مصلحان قوم پیدا ہوئے ہیں۔ اس اُنیسویں صدی کے زمانہ عروج میں جبکہ ہر طرف امن اور راحت برس رہی ہے غضب ہے کہ اس طرح چھوٹے چھوٹے بچے آوارہ پھر کر گناہ اور جرم کی آلودگی میں گرفتار ہیں جیل خانے ان سے آباد ہیں۔ تعزیری نو آبادیوں کی ان کے دم سے رونق ہے۔ اور ہر جرم میں وہی یکتائے روزگار ہیں۔

رات کے نو بج چکے تھے۔ اور یہ بڑھیا اسی کمرے میں بیٹھی تھی۔ جہاں اسے ہم اکثر دیکھا کرتے ہیں۔ مگر اب یہاں عسرت نہیں تاسودگی نظر آتی تھی۔ انگیٹھی میں کوئلے دہک رہے تھے۔ پاؤں تلے ایک پھٹی پرانی چٹائی کے بجائے قالین بچھا۔ اور اب یہ ایک گلاس شراب کی بجائے ایک بوتل خریدا کرتی تھی۔ اس کی چائے میں شیرینی بھی ہوتی تھی۔ اور کھانے پر مرغ بھی نظر آتا تھا۔

وہ لوگ جو اس کے ہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ یہ چیزیں ہم پہنچاتے تھے۔ مگر سب سے زیادہ آسائش کا یہ سامان وہ لڑکیاں مہیا کرتی تھیں۔ جنکی کمائی پر یہ قابض تھی۔ اس وقت یہ ایک آرام کرسی پر بیٹھی تھی۔ گود میں اس کی چاہیتی بلی تھی۔ اور گو اسکی آنکھیں بند تھیں۔ مگر دروازہ پر ذراسی آہٹ سے بھی وہ آنکھیں کھول دیتی تھی۔ چنانچہ جب مردہ فروش وہاں پہنچا۔ تو اسے زیادہ عرصہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ اپنے ملاقاتی کو دیکھکر ڈلا کہنے لگی "تم نے کیتھرائن ولسٹ کا پتہ لگا لیا۔ بھلا وہ کہاں رہتی ہے؟"

مردہ فروش بولا "کہیں رہتی ہو میں جب چاہوں اسے لندن میں لا سکتا ہوں۔ یا اس سے خط و کتابت کر سکتا ہوں۔ میں اب اس لئے آیا ہوں کہ ہم نے جو کچھ فیصلہ کیا تھا اب کریں۔ اور اگر ہمارا اتفاق ہو گیا۔ تو ممکن ہے ہم اس عورت سے ایک کثیر رقم وصول کریں۔ بشرطیکہ وہ واقعی جیسا تم کہتی ہو۔ ہیریٹ ولسٹ کی بیٹی ہو"

"یہ وہی ہے۔ وہی ہے" بڑھیا نے آگے پیچھے جھک کر کہا" بیشک یہ اسی ہیریٹ ولسٹ کی بیٹی ہے۔ جس کی شکل کبھی کبھی مجھے نیند میں بھی بیزار کر دیتی ہے"

"مگر تمہارے پاس اس کا ثبوت کیا ہے؟" مردہ فروش نے پوچھا "جب تک مجھے پورا یقین نہ ہوگا میں یہ دردِ سر مول نہ لوں گا"

"مگر میں ابھی تم کو نہیں بتلا سکتی۔ کہ آج سے تیرہ سال پیشتر میں ہیریٹ ولسٹ سے کیسے ملی۔" بڑھیا نے ہٹ سے کہا "بس اس قدر بتلانا کافی ہے۔ کہ میں اس کو اچھی طرح

جانتی تھی۔ اس نے جو مجھے اپنی داستان سنائی۔ پہلے اس کی ایک نوجوان سے شادی ہونے والی تھی۔ اس وقت وہ سوتھمپٹن میں مقیم تھا۔ اور اس کا نام سمدرس تھا۔ مگر بعض حالات نے دونوں کو جدا کر دیا۔ اور وہ اپنے باپ کے ساتھ لندن واپس آ گئی۔ اور یہیں کاروبار میں ناکامیابی کے باعث دل شکستہ ہو کر مری۔"

"دل شکستہ ہو کر" مردہ فروش نے نفرت سے کہا "کبھی کوئی دل شکستہ ہو کر مرا بھی ہے۔ یا دنیا نے ایک ڈھکوسلا بنا رکھا ہے۔ خیر اس تذکرہ کو ختم کرو۔"

"ہیریٹ دنیا میں اکیلی اور بے یار و مددگار تھی۔" بڑھیا نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "اور اس لیے محنت کرنے پر مجبور ہوئی۔ ایک مالدار شخص خدا سے دیکھا۔ اور اس پر عاشق ہو گیا۔۔۔ مگر نہیں میں یہ قصہ تم کو کبھی نہیں سناؤں گی۔ ہیریٹ کی قسمت بری خراب تھی۔ اور جو کچھ میرا اس کا تعلق رہا۔ میں اس کو ذکر میں لانا پسند نہیں کرتی۔"

"کیسے بھی چلو" مردہ فروش نے چلا کر کہا "اگر تم کو کسی گذشتہ واقعہ کی یاد رنج دینے والی ہے۔ تو میں جانتا ہوں۔ اس پر لاکھ افسوس کرو۔ پھر بھی اس کا تاسف دور نہ ہوگا"

"بیشک، تم سچ کہتے ہو" بڑھیا نے کہا "اس سے بڑھ کر کوئی برا کام میں نے زندگی میں نہیں کیا۔ رہ رہ کر مجھے اس کا خیال بیتاب کرتا ہے۔ اور جب مجھے نیند نہیں آتی۔ تو ہیریٹ ولمٹ کی یاد ستاتی رہتی ہے۔"

"مگر آخر اس داستان کا کچھ نتیجہ بھی نکلے گا؟" ٹڈکنز نے دق ہو کر پوچھا

"میں تم کو اپنے خیالات سنا کر پریشان نہ کروں گی۔ ہیریٹ حاملہ ہو گئی۔ اور اس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام اس نے کیتھرائن رکھا۔ اس کے تین چار سال بعد پھر میں نے اسے نہیں دیکھا۔ اس وقت سے ماں بیٹی کا پتہ نہیں لگا۔ مگر پچھلے سال رجینا لڈلیمی کی خادمہ کے قتل کے مقدمہ کے دوران میں کیتھرائن ولمٹ کا نام بھی سنا گیا۔ یہ نام سن کر میں چونکی۔ اخبارات میں لکھا گیا۔ کہ وہ سولہ سال کی ہے۔ اور واقعی ہیریٹ کی بیٹی کی اس وقت یہی عمر ہونی چاہیے تھی۔ اور پھر سمدرس کا نام بھی اخبارات میں اس کے ساتھ نکلنے لگا۔ میں سب معاملہ سمجھ گئی۔ ہیریٹ کے مرنے پر سمدرس نے اس کی بیٹی کو اپنی نگرانی میں لے لیا ہوگا۔ اور اسے اپنی بھتیجی ظاہر کیا ہوگا۔ مگر میں اور بھی زیادہ ثبوت حاصل کرنے کے لیے اولڈ بیلی گئی۔ اور کیتھرائن کو دیکھا۔ اف! شکل و شباہت میں بھی

اس سے بالکل ملتی جلتی تھی۔ میں جلدی ہی گھر واپس آ گئی۔ کیونکہ میرے دل میں واقعات گذشتہ کی دردناک یاد تازہ ہو گئی تھی۔"

"اور اب تم اس گذشتہ واقعہ کی دردناک یاد کو یہاں تک بھول گئی ہو کہ کیتھرائن کے والدین کو جاننے کے باعث اس سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہو۔" مردہ فروش نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "مگر تم کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ اس کو اپنے حسب و نسب کا علم نہیں۔"

"اسے کچھ علم نہیں۔" دلالہ نے کہا۔ "اگر اس کو معلوم ہوتا۔ تو کبھی ولسٹ کا نام استعمال نہ کرتی۔ اور اس کے علاوہ میں یہ بھی معلوم کر چکی ہوں۔ کہ ابھی وہ چار سال کی ہی تھی۔ کہ اس کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے ممکن نہیں کہ اس کو اس کے والدین نے کچھ کہا سنا ہو۔ مجھے پورا یقین ہے۔ کہ کیتھرائن کو اپنے والدین کا کچھ علم نہیں۔"

"خیر مجھ کو یقین ہو گیا ہے۔ کہ کیتھرائن ولسٹ ہیریٹ کی ہی بیٹی ہے۔" مردہ فروش نے کہا۔ "اور چونکہ تم یہ بھی کہتی ہو۔ کہ اس لڑکی کو اپنے والدین کا علم نہیں اس لئے میں اب اس کی طرف متوجہ ہوں گا۔"

"مگر وہ رہتی کہاں ہے؟" بڑھیا نے پوچھا۔

"اگر میں تم کو اس کا پتہ بتلا دوں۔" ڈکنز نے کہا۔ "تو پھر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم مجھ سے پہلے وہاں نہ پہنچ جاؤ گی۔ اور اپنے راز کی بدولت شکار کو قابو کر کے مجھ کو بے دست و پا کر دو گی۔ سو میں نے اس کی جستجو میں بہت روپیہ اور وقت صرف کیا ہے۔ اس محنت کا فائدہ ہم دونوں کو برابر تقسیم کرنا ہوگا۔"

"بیشک۔ بیشک۔" بڑھیا نے تسلیم کیا۔ "مگر میں اس سے تمہاری موجودگی میں بات چیت نہ کروں گی۔ مجھے ہیریٹ ولسٹ کی زندگی اور اس بچہ کے متعلق کچھ وہم سا ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ خود مجھے معلوم نہیں۔ مگر اس کا اثر مجھ پر موجود ہے۔"

"لعنت بہ کار شیطان۔" مردہ فروش نے چلا کر کہا۔ "یا تو تم کوئی احمق ہو یا مجھے فریب دینا چاہتی ہو۔ ایک طرف تو تم اس سے ہمدردی ظاہر کرتی ہو۔ اور ساتھ ہی اس سے ناجائز طور پر روپیہ اینٹھنا چاہتی ہو۔ یاد رکھو اگر تم نے مجھے دھوکا دیا۔ تو تمہیں گردن سے پکڑ کر مار ڈالوں گا۔"

"تم کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ میں دھوکا دیتی ہوں یا معاملہ صاف رکھتی ہوں۔" بڑھیا

نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ "تم جس طرح چاہو کرو۔ بہر حال بات چیت کے وقت تم دخل نہ ہو سکو گے۔ البتہ جب روپیہ ملنے کا وقت ہوگا میں تم کو بھی بلا لونگی"

"اچھا یونہی سہی مجھے بھی منظور ہے" مردہ فروش بولا "کل تم میرے ساتھ چند میل شہر سے باہر چل سکتی ہو"

"کیتھرائن کو لینے کے لئے؟" بڑھیا نے پوچھا

"اس کے سوا مجھے تم سے کام ہی کیا ہے؟" ڈکنز نے کہا "کیا تم سمجھتی ہو کہ میں ربیع میں تمہاری دعوت کرنے چلا ہوں۔ مجھے بھی کوئی مسٹری سمجھتی ہو۔ خیر کل صبح سات بجے میری منتظر رہنا"

"مگر اس وقت تو بہت سویرا ہوگا" بڑھیا نے کہا۔

"علی الصبح یا سر شام" مردہ فروش بولا "مجھے بھی دونوں وقت پسند ہیں کیونکہ یہاں لندن میں میرے دشمن بہت ہیں۔ ہاں تو کل صبح سات بجے میرے ایک دوست کے پاس ایک گاڑی اور عمدہ گھوڑا ہے۔ ہم منزل مقصود پر بہت جلد پہنچ جائیں گے گاڑی بازار میں پونے سات بجے موجود ہوگی۔ تیار رہنا"

بڑھیا نے وعدہ کیا کہ میں وقت پر تیار رہوں گی۔ جس کے بعد مردہ فروش وہاں سے رخصت ہو گیا۔

گیارھواں باب ایلن اور کیتھرائن

آؤ ہم بدلساو کے قریب کاشتکار بزٹ کے مکان کی طرف چلیں۔ جہاں کیتھرائن ولمٹ ان دنوں سکونت پذیر ہے۔

صبح کا وقت اور مطلع صاف تھا۔ ویسی ہی دلفریب صبح تھی۔ جو ماہ جنوری کے آخری ایام میں کبھی کبھی ظاہر ہوا کرتی ہے۔ کہ آمد کی خبر دیا کرتی ہے۔

۹ بج چکے تھے۔ کہ مکان کا دروازہ کھلا۔ دو نوجوان لڑکیاں تازہ ہوا میں سیر کرنے کی غرض سے باہر نکلیں

ان میں سے ایک ایلن منرو تھی۔ جسے ہم بارہا اس کے دوشیزگی کے نام سے یاد

کرتے رہیں گے۔ کیونکہ شادی کے باوجود اس نے اسے اب تک قائم رکھا ہوا تھا۔ اور دوسری کیتھرائن ولسٹے۔

آج ان کا حسن پورے جوبن پر تھا۔ شہ ایلین اس سے پہلے ایسی خوبصورت نظر آئی تھی۔ اور نہ کیتھرائن میں کبھی ایسی دلکشی پائی گئی تھی۔

بظاہر وہ کسی ایسے مضمون پر گفتگو کر رہی تھیں۔ جو ان کے لئے راحت بخش تھا۔ کیونکہ دونوں چلتی ہوئی شوق سے اس میں حصہ لے رہی تھیں۔

اس گفتگو نے ایلین کے سینہ میں خوشی اور فخر کے جذبات پیدا کر دئے تھے۔ وہ ایک خاص وقار اور رعنائی کے ساتھ قدم اُٹھا رہی تھی۔ جس سے اس کے حسن گلوسوز کا نکھار درجہ تکمیل کو پہنچا ہوا نظر آتا تھا۔ طبیعت کی فیاضی اور خیالات کی بلندی۔ نیلگوں آنکھوں کی چمک میں ظاہر تھی۔ اور چہرہ جس پر سرخی اور سپیدی ہم آغوش تھیں۔ تبلیغی جوشش سے مسرور تھا۔ اور اسی جوش کا اظہار خوشنما بالائی ہونٹ کے پرعزم انداز اور نتھنوں کے پھولنے سے ہو رہا تھا۔

بلاشبہ ایلین کیتھرائن سے زیادہ خوبصورت۔ اور حسین تھی۔ لیکن آخر الذکر میں حقیقت کے ساتھ وہ نازک احساسات موجود تھے۔ جنہیں ماہران علم قیافہ طبقات ذہنی سے منسوب کرتے ہیں۔ آنکھیں نہایت موثر تھیں۔ اور اس کے خط و خال پر ایک خاص قسم کی ہلکی روشنی چھائی ہوئی تھی۔ اس کا بدن نازک . . . بہت نازک تھا۔ اور یہ نزاکت ایلین کے مکمل طور پر اُبھرے ہوئے جوبن کے مقابلہ میں اور بھی نمایاں صورت اختیار کر چکی تھی۔

دونوں ایک پگ ڈنڈی پر جو کھیتوں کی طرف جاتی تھی۔ چل رہی تھیں۔ کہ ایلین نے کہا۔ "پیاری کیتھرائن یقیناً مجھے تمہارے پاس سے رخصت ہوتے وقت سخت رنج محسوس ہوگا۔ کیونکہ اس موسم میں بھی یہ مقام شہر کی نسبت بہت زیادہ دلکش مناظر پیش کرتا ہے۔"

کیتھرائن کہنے لگی۔ "یہ گرمیوں میں اس جگہ کا نظارہ بہت دلکش ہوتا ہے۔ لیکن یقیناً بہن تم آج ہی نہ چلی جاؤ گی۔ ابھی تو تمہیں آئے چند ہی گھنٹے ہوئے ہیں۔"

ایلین نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں کل سے تمہاری مہمان ہوں۔ اور اس مختصر عرصہ میں

بھی ہمارے درمیان نہ ٹوٹنے والی دوستی قائم ہو سکتی ہے۔

"نہیں نہیں" کیتھرائن نے کہا۔ "ہماری دوستی میں کوئی واقعہ خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری بے حد ممنون احسان ہوں۔ کہ تم میری تلاش میں یہاں آئیں۔ اور مجھے ان تمام راحت بخش واقعات سے مطلع کیا۔ جو میرے محسن کو گذشتہ ایام میں پیش آ چکے ہیں۔"

ایلن کہنے لگی "اس میں احسان یا عنایت کی کیا بات ہے۔ رچرڈ نے ۱۰ تاریخ کو اٹلی سے جو خط والد کے نام لکھا۔ اور جو ہمیں پرسوں ہی ملا ہے۔ اس میں درخواست کی تھی۔ کہ میں تم سے آکر ملوں۔ تمہاری دوستی حاصل کروں۔ اور اس بارہ میں اطمینان کروں۔ کہ تم ہر طرح خوش و خرم ہو۔ اب میں ان حالات سے رچرڈ کو مطلع کر دوں گی۔ اور اسے چونکہ دوستوں کی خوشی سے دلی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے یقیناً وہ تمام حالات کو سنکر قلبی مسرت محسوس کرے گا۔"

کیتھرائن نے انداز شکر گذاری کے طور پر کہا۔ "اوہ۔ میں ان کی عنایتوں کا کس منہ سے شکریہ ادا کر سکتی ہوں۔ میں ان کی بے حد احسانمند ہوں۔ اور میرا دل کہتا ہے۔ کہ انہوں نے جو عروج حاصل کیا ہے۔ وہ اس کے ہر طرح مستحق ہیں۔ دنیا میں ایسا شخص زیادہ عرصہ تک مفلس نہیں رہ سکتا۔ ان کی اعلیٰ قابلیتیں۔ ان کی طبعی فیاضی اور ان کی صفات حسنہ یقینی طور پر انہیں طبقہ بالا کی طرف لے جانیوالی تھیں۔"

ایلن فخریہ لہجہ میں کہنے لگی "تم سچ کہتی ہو۔ ارکھم کا نام تاریخوں میں ثبت رہے گا۔ ان کی ہستی ان کے اطراف میں جو نور پھیلا رہی ہے۔ اس سے بیشمار لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور آئندہ اٹھاتے رہینگے۔ اس کی پیشگوئی تھوڑا عرصہ گذرا میرے روبرو کی گئی تھی۔ گو اس وقت میں نے محسوس نہیں کیا۔ کہ اس کا پورا ہونا اس قدر قریب ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ اس پیشگوئی میں رچرڈ کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ ایک اور شخص نے اسے اپنے متعلق استعمال کیا تھا۔"

کیتھرائن ایلن کے ان لفظوں کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ اور اس نے اس کے چہرہ پر حیرت کی نظر ڈالی۔ مگر ایلن نے جلدی ہی اپنی ناعاقبت اندیشی کو محسوس کر کے کہا "میں بھی کیسی بے سمجھ ہوں۔ کہ تمہارے سامنے ان معاملات کا ذکر کرتی ہوں۔ جن سے تم سر دست ناواقف ہو۔ خیر تم اس معاملہ کو جانے دو۔ لبا اوقات انسان دنیا دی الجھنوں میں ایسا منہمک ہوتا ہے۔ کہ مضمون گفتگو سے بے خبری کی حالت میں بھٹک جاتا ہے۔ ۱۶ جنوری کو ہمیں ہال میں

رچرڈ کے معرکۂ اسپیلا کی خبر موصول ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں کس طرح اس کی کامیابی کیلئے دست بدعا رہی۔ خود مجھے اور میرے والد کو اس کی آخری کامیابی کی نسبت کچھ اندیشہ تھا لیکن ہم اپنے اندیشوں کو چھپانیکی کوشش کرتے رہے۔ اس کے دو تین دن بعد تسخیر اسپیلا کی خبر موصول ہوئی اور پھر جب معرکۂ پیاسیر کے حالات موصول ہوئے تو ہمارے اندیشے بالکل دور ہو گئے۔ اگر رہا سہا کچھ شبہ باقی تھا۔ تو وہ معرکۂ ابزانی کی کیفیت سے رفع ہو گیا۔ اوہ! وہ اس عزت کا جو اسے اب حاصل ہے کس قدر مستحق ہے! اور ارکوبس کا خطاب جو اسے مل چکا ہے اس فیاض فرشتہ نیک دل شخص کو کس قدر زیب دیتا ہے"۔ مس ولسٹ کہنے لگی "خدا کرے کیبلیرکالا کی خانہ جنگی کا خاتمہ ہو۔ اور مارکیہم کی جدوجہد بھی ختم ہو جائے"۔ یہ الفاظ اس نے اس لئے کہے کہ سوشونی کی آخری کامیابی کی خبر ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ ایلین کہنے لگی "مجھے بہرحال نتیجہ کے متعلق کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے وہ ابتک فاتح رہا ہے اور آئندہ بھی فاتح ہی رہیگا۔ خدا کی خاص امداد اس کے شامل حال ہے اگر معرکۂ اوسوبن کامیابی حاصل ہو جاتی۔ تو ملک میں گریشیا اور سود سینو کے نام کا ہی ڈنکا بجتا۔ لیکن قسمت کو یہ منظور نہ تھا۔ مہم ناکام رہی اور وہ مارے گئے۔ اس کے بعد رچرڈ نے اپنے ساتھیوں کو قید سے چھڑانیکے خیال سے اسپیلا پر حملہ کیا۔ اس میں اسے جو کامیابی ہوئی وہ ظاہر ہے اور اسوقت ملک بھر میں اتنا بڑی عزت کا کوئی اور حقدار نہیں"۔ کیتھرائن نے کہا "بلاشبہ ان سب کاموں میں خدا کا ہاتھ نمودار ہے اور اب جو میں سوچتی ہوں تو خیال آتا ہے کہ اسکی موجودگی میں میرے چہرہ پر سخت اضطراب پیدا ہو جائیگا۔ لازم ہے کہ آئندہ میں اسے مسٹر مارکیہم کہنے کی بجائے "مائی لارڈ" یا "یور لارڈشپ" کہنے کی عادت اختیار کر دوں"۔

ایلین نے کہا "بہن تم نے ہمارے فیاض دل محسن کی خوبیوں کا پورے طور سے اندازہ نہیں کیا۔ دولت عزت یا شہرت اس کی ذہنی خوبیوں پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ وہ زیادہ با اختیار ہو کر زیادہ نیکی کی عادت ڈالیگا"۔

یہ گفتگو دونوں لڑکیوں میں ہو رہی تھی۔ یکایک رک گئی۔ کیونکہ انہیں سامنے سے دو شخص اپنی طرف آتے نظر آئے۔ ایک مرد تھا جس نے اپنے گرد ایک بڑا سا لبادہ لپیٹا ہوا تھا۔ اور کالر کے اوپر اس کا چہرہ لاش کی طرح سفید نظر آتا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک عورت تھی۔ جو عمر رسیدہ اور کمزور ہونے کی وجہ سے خم کمر ہو چکی تھی۔ مرد آگے اور عورت دس بارہ گز پیچھے تھی۔ کیونکہ بہرحال اس کا قدم اس کے برابر نہ اٹھ سکتا تھا۔ مرد نے دونوں لڑکیوں کے قریب پہنچکر پوچھا "اے نیک خواتین کیا آپ کا تعلق مارنٹ کے مکان کو بھی راستہ گیا ہے؟"

(ایلین کے منہ سے خوف اور تعجب کا نعرہ بلند ہوا۔ صفحہ ۱۲۲)

"ہاں یہی" کیٹ نے جواب دیا۔ "وہ سامنے اس مکان کی چھت نظر آرہی ہے۔ لیکن خود مسٹر ہنٹ ایک کام کے لئے پاس کے گاؤں کو گئے ہوئے ہیں۔ اور ۲ بجے سے پہلے واپس نہ آئیں گے۔"

مردہ فروش نے . . . کیونکہ حقیقت میں سوال کرنے والا وہی تھا پوچھا۔ "تو کیا تم کاشتکار ہنٹ کو جانتی ہو؟" لیکن قبل اس کے کہ کیتھرائن اس کا کچھ جواب دیتی۔ ایلین کے منہ سے خوف اور تعجب کا ایک زوردار نعرہ بلند ہوا۔ کیونکہ اس عرصہ میں اس نے

بڈھی دلالہ کی صورت اچھی طرح پہچان لی تھی۔ اس قابل نفرت عورت نے اس انداز سے منہ بنا کر گویا وہ زمانہ گذشتہ کے واقعات کی اہمیت کو سمجھتی ہے کہا "مس یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ تم سے پھر ملاقات ہوگئی"۔ پھر جب اس کی نظریں ایلین سے ہٹ کر کیتھرائن کے چہرہ پر پڑیں۔ اس کے دل میں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہوگیا۔ اور اس نے چلا کر کہا "آہ! مس ولمٹ!"

مردہ فروش نے بے صبری سے کیتھرائن کی طرف نظر ڈال کر اور دلالہ سے مخاطب ہو کر کہا "کیا یہی مس ولمٹ ہے؟" کیٹ نے اپنی نرم رو پہلی آواز میں کسی قدر ڈرتے ڈرتے کہا "جی ہاں میرا ہی نام ولمٹ ہے۔ کیا آپ مجھی سے ملنے آئے ہیں؟"

مردہ فروش نے کہا "مس بات یوں ہے۔ کہ میری یہ ساتھی عورت" اور اس نے دلالہ کی طرف اشارہ کیا "تم سے الگ ہو کر ایک ضروری معاملہ پر کچھ کہنا چاہتی ہے"

"ہاں ہاں ایک ضروری معاملہ پر" دلالہ نے تائیدی انداز سے کہا

"نہیں!" ایلین نے تیزی اور استقلال کے ساتھ کہا "ایسا نہ ہوگا میں مس لمٹ کی سہیلی ہوں۔ اور اسے مجھ پر پورا اعتماد ہے۔ جو کچھ تم لوگ کہنا چاہتے ہو۔ مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں ہے" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی سہیلی پر ایک پر معنی نظر ڈالی کیٹ نے اس نگاہ کا مطلب سمجھ لیا۔ گو وہ ایلین کے منشا سے ناواقف رہی اور بولی "بیشک تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ میری سہیلی کے سامنے ہی کہہ ڈالو"

"لیکن معاملہ بہت نازک ہے" مردہ فروش نے کہا

"ہاں میں خوب سمجھتی ہوں" ایلین نے نفرت کے انداز سے سکڑ کر کہا۔ جس کا مطلب دلالہ اچھی طرح سمجھ گئی۔ مردہ فروش نے ایلین کی طرف اشارہ کر کے دلالہ سے پوچھا "تم اس عورت کو جانتی ہو؟"

"رسیدہ عورت نے کسی قدر بلند آواز میں ایلین پر پر معنی نظر ڈال کر کہا "ہاں میں اسے جانتی ہوں۔ کیوں مس منرو؟"

ایلین نے سرد مہری سے کہا "میں تمہاری واقفیت سے انکار نہیں کر سکتی۔ مگر یقین جانو میری طبیعت میں اب بھی وہی استقلال موجود ہے۔ جو تم نے ہر موقعہ پر موجود دیکھا ہے۔ اس لئے میں پھر کہتی ہوں۔ کہ اگر تمہیں مس ولمٹ سے کچھ کہنا ہو۔ تو جھٹ

سے کہدو۔ یا مکان کی طرف چلو۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر گفتگو ہو سکے گی۔ لیکن اس کا اطمینان رکھو۔ کہ میں اس لڑکی کو تنہا تمہارے پاس نہیں چھوڑ سکتی۔"

"مس تم اس ضد سے پچھتاؤ گی۔" دلالہ نے کہا۔ "یاد رکھو پچھتاؤ گی۔"

"دیکھا جائے گا۔ میں ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتی۔"

دلالہ نے ایلین کو ایک طرف کر کے دبی زبان سے کہا۔ "یاد رکھو تمہاری بہت سی باتوں سے پردہ ہٹا دینا میرے اختیار میں ہے۔"

نوجوان حسینہ نے اس پر نفرت کی نظر ڈال کر بلند آواز سے کہا۔ "جو تمہارے جی میں آئے کرو۔ تمہاری گستاخیوں سے مس ولمٹ کو تنہا نہ چھوڑنے کے متعلق میرا ارادہ اور زیادہ مضبوط ہوا جاتا ہے۔"

دلالہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ حیران تھی کہ کیا کرنا چاہیے۔ لیکن ٹڈ گنسر ایسے موقعوں پر گھبرانے والا شخص نہ تھا۔ اس نے خود سمجھ لیا۔ کہ ایلین دلالہ کی حقیقت سے واقف ہے۔ اور اس کے دل میں اس قسم کے شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ جن سے کام بگڑتا نظر آتا ہے۔ کچھ سوچ کر اس نے کہا۔ "مس منرو... کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ یہی تمہارا نام ہے... میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ انہیں چند منٹ الگ ہو کر گفتگو کر لینے دو۔ وہ چند قدم کے فاصلہ پر تمہاری نظروں کے سامنے ہی رہیں گی۔"

"نہیں" ایلین نے دوبارہ اصرار کے لہجہ میں کہا۔ "میں اس عورت کو ولمٹ سے تنہا گفتگو کی اجازت نہیں دے سکتی۔ مس ولمٹ کے معاملات مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اس نے از خود مجھے اپنے زمانہ ماضی و حال سے واقف کر دیا ہے۔ اور اب ہرگز اس کا یہ منشا نہیں ہو سکتا۔ کہ میں اس تازہ معاملہ سے بے خبر رہوں۔ خواہ وہ کتنا ہی نازک اور اہم کیوں نہ ہو۔"

کیٹ نے بھی کہا۔ "بیشک میں یہی چاہتی ہوں کہ مس منرو کے سامنے ہی بات چیت ہو۔"

دلالہ کہنے لگی۔ "میں مس ولمٹ سے کسی کی موجودگی میں ہرگز بات نہ کروں گی۔"

"تو پھر آؤ مکان کی طرف چلیں۔" ایلین نے کہا اور وہ نخوت کے انداز سے کیتھرائن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر وہاں سے مڑی۔

"آؤ مسٹر ٹڈ گنسر ہمارا یہاں ٹھیرنا بھی اب بے سود ہے۔" دلالہ نے کہا۔

"ٹڈکنز!" یہ نام سنکر ایلین نے کانپتے ہوئے جی میں کہا۔ "ٹڈکنز! خداوندا یہ نئی سازش کیا معنی رکھتی ہے؟" اس کے ساتھ ہی وہ کیتھرائن کو ساتھ لئے تیزی سے مکان کی طرف چلی۔

مس ولسن ایلین کے اضطراب سے گھبرا کر کہنے لگی۔ "بہن تم ان لوگوں کو جانتی ہو؟" ایلین نے آواز دبا کر کہا۔ "بدقسمتی سے میں اس بات کی تصدیق کر سکتی ہوں کہ یہ عورت ادنیٰ ترین مخلوق ہے۔ اور مرد کو گو میں پہچانتی نہ تھی۔ مگر اس کے بھی نام سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ بدترین باطن رکھنے والا آدمی۔۔ قاتل۔۔۔ اور ہمارے محسن رچرڈ کا سخت ترین دشمن ہے۔ آؤ کیتھرائن جلدی کرو۔ ہم جب تک مکان میں نہ پہنچ جائیں اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ سکتے۔"

خوف زدہ ہرنیوں کی طرح دونوں پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی اور آگے کو تیزی سے قدم بڑھا رہی تھیں۔ لیکن مرد، فروش اور دلالہ نے بظاہر ان کا تعاقب مناسب نہیں سمجھا تھا۔

جلد یازدہم ختم ہوئی

سلسلہ اول جلد دوازدہم
فسانۂ لندن
ترجمہ مسٹریز آف لنڈن
مصنفہ جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس
پبلشر
لال برادرس
مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری
بارسٹنز روڈ نولکھا۔ لاہور

مسٹریز آف لنڈن

سلسلہ اول

مکمل اردو ترجمہ ۷ جلدوں میں

از منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ عبرت خیز اور سبق آموز ناول یہی ہے۔

قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوار گذار اور پرشور مقامات سے گذرتی ہے مگر اس کے کنارے جابجا آسائش فرودگاہیں موجود ہیں دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پر ہے۔ مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے۔ مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیب واقعات حیرت خیز کیریکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے۔ مگر سیر نہیں ہوتا اور ایک بار شروع کر کے ختم کئے بغیر طبیعت کو چین نہیں آتا غضب کا دلفریب ناول ہے اور اس پر مصنف کی جادو بیانی اور شگفتہ طرز تحریر نے غضب کر دیا ہے نیکی اور بدی۔ گناہ اور پاکبازی۔ افلاس و تمول کے بیشمار حیرت خیز نظارے پیش کئے ہیں۔

اس کتاب کا ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے۔ جو ہر لحاظ سے اصل عبارت کے مطابق ہے مگر پھر بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتا سیکڑوں سندات خوشنودی موصول ہوئی ہیں۔ ضخامت ۲۸۴۴ صفحوں سے زیادہ قیمت ۵ روپیہ محصول ڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ حصہ اول کی قیمت ۱۰ر اور باقی حصہ کی ۱۲ر علاوہ محصول ڈاک ہے

لال برادرس، پبلشرز، روڈ نولکھا لاہور

کلیفنیٹ نے پُرسکون انداز سے جواب دیا "اس مطلب کے لئے کہ آپ کے واسطے پیانو ایسا دخراب نہ ہونے والا عمدہ لکڑی کا تابوت مہیا کروں۔ اطمینان رکھئے کہ اسے آپ خواہ کتنی مدت رکھ چھوڑیں۔ خراب نہ ہوگا۔"

مسٹر بنٹ اس جسارت پر اس قدر پریشان ہوا کہ اپنی نشست پر پیچھے کی طرف جھک گیا۔ مسز بنٹ نے کلیفنیٹ پر اس انداز سے نظر ڈالی۔ گویا وہ دیوانی ہو چکی ہو۔ ایمن نے اس پر سخت قہر آلود نظر ڈالی۔ اور کیتھرائن یہ کہتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی "مسٹر بنکس تم نے کیا کیا دیکھو تو مسٹر بنٹ کو غش آ گیا۔"

حقیقت میں ایسا ہی ہوا تھا کیونکہ کچھ تو تابوت دکھانے اور کچھ اپنے کاروبار کی سرپرستی کے سوالیہ سے مسز بنٹ کے دل پر اپنی بہن کے قتل کے صدمہ سے مشکل سنبھلی تھی نہایت ناگوار اثر ہوا۔

کلیفنیٹ فوراً جلدی سے اٹھ کر اپنی بیوی کی طرف چلا۔ اور چلا کر کہنے لگا "کیتھرائن جلدی کرو۔ پانی لاؤ۔"

کیتھرائن اٹھ کر پانی لانے گئی۔ اور ایمن بھی مسز بنٹ کی غش دور کرنے کی تیاریاں کرنے لگی۔ ان حالات میں ایک لمحہ کے لئے بنکس کا خیال ذہن سے اتر گیا۔ اور یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر وہ نمونہ کے تابوت کو جیب میں ڈال اور ٹوپی سر پر رکھ کر دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا۔ راستہ میں اسے کیتھرائن ملی جو پانی کا برتن ہاتھ میں لئے واپس آ رہی تھی۔ اس سے مخاطب ہو کر کلیفنیٹ نے جلدی سے کہا "ایک لمحہ کے لئے میری بات سنتی جاؤ۔ اگر تمہیں اپنی مرحوم ماں کی یاد کا کچھ بھی پاس ہے تو میری درخواست کو نامنظور نہ کرنا۔ یہ ایک رقعہ ہے اسے اوروں سے چھپا کر پڑھنا۔ اس میں تمہارے اور تمہاری مرحوم ماں کے متعلق بعض اہم معاملات کا ذکر ہے۔ اگر تم نے اس معاملہ کا ذکر کسی شخص سے کیا تو یہ جاننے کا موقعہ ہمیشہ کے لئے تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا کہ تمہارا باپ کون تھا۔۔۔"

اتنا کہہ کر بنکس نے وہ رقعہ لڑکی کے ہاتھ میں دے دیا جیسا کہ امید کی جا سکتی تھی کلیفنیٹ کے ان پُراسرار الفاظ کا کیتھرائن پر عجیب اثر ہوا اور اپنے باپ کا ذکر اس انداز سے ہوتا سن کر وہ اور بھی حیرت زدہ ہو گئی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیش بے خبری

کی حالت میں اس نے وہ رقعہ لے کر اپنی چھاتی کے قریب کپڑوں کی تہ میں چھپا لیا۔ یہ سب کام ایک ہی منٹ میں ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ پانی کا برتن لے کر اس کمرہ میں داخل ہوئی۔ جہاں مسز ہنٹ بیہوش پڑی تھی۔

"وہ بدذات کہاں ہے؟" کاشتکار نے چلا کر کہا۔ کیونکہ اب پھر اسے اس شخص کا خیال آیا۔ جو اس کی بیوی کی اس فوری علالت کا موجب ہوا تھا۔

کیتھرائن نے جواب دیا "وہ تو چلا گیا" پھر وہ کھڑکی میں بیٹھ کر گہری سوچ میں پڑ گئی۔

مسٹر ہنٹ کہنے لگا "چلا گیا۔ خیر اچھا ہوا۔ کہ وہ دور ہو گیا۔ ورنہ شاید میں اس پر ہاتھ اٹھا بیٹھتا۔"

ایلن بولی "مجھے یقین ہے وہ شخص اس جگہ کسی برے ارادہ سے آیا تھا۔ مجھے شروع سے ہی اس کے متعلق شبہ لگا ہوا تھا۔"

"لیکن آخر اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ بظاہر وہ چاہتا تھا کہ جس قدر زیادہ عرصہ یہاں ٹھہر سکے۔ ٹھہرا رہے۔"

ایلن کہنے لگی "شاید وہ اس انتظار میں تھا کہ موقعہ ملے تو کیتھرائن سے تنہائی میں گفتگو کرے۔ خدا جانے وہ کس غرض سے ایسی گفتگو کا خواہاں رہا تھا۔"

کیتھرائن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی "آپ لوگوں کا خیال ٹھیک ہے۔ وہ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اس کام میں کسی قدر اسے کامیابی بھی ہو گئی۔ معاف کیجئے۔ اگرچہ لمحوں کے لئے میں اس [illegible] آپ کے روبرو بیان نہ کر سکی لیکن بات یہ ہے کہ میں اس کی گفتگو اور اس کے اطوار سے اس قدر حیرت زدہ ہوئی تھی کہ میرے منہ سے یہ بات نہ نکل سکی" اتنا کہہ کر کیتھرائن نے وہ الفاظ جو شخص نے اس سے کہے تھے بیان کر دیئے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ رقعہ بھی نکال لیا جو اس نے اس کے حوالہ کیا تھا۔

ایلن نے کہا "میری عزیز کیٹ تم نے بڑی دوراندیشی سے کام لیا۔ جو شخص ایسے اوچھے طریقوں پر چلے جیسا اس شخص نے کیا ہے اس سے یقیناً اچھا نہیں ہو سکتا۔"

کاشت کار بنٹ نے کہا "خیر تم وہ رقعہ پڑھ کر سناؤ۔ شائد اس سے اس معاملہ پر کچھ روشنی پڑ سکے"۔

کیٹ بولی "امین تم ہی اسے پڑھ کر سنا دو۔ میں خود اس کا مضمون جاننے کی منتظر ہوں"

امین نے رقعہ کھولا۔ اور اس کا مضمون پڑھ کر سنانے لگی۔ اس میں لکھا تھا۔

خاموشی اور اخفا ان دو باتوں کی سخت ضرورت ہے۔ اگر تمہیں اپنی مرحوم ماں کی یاد کا کچھ پاس ہو تو مسز منرو کی باتوں میں نہ آنا کیونکہ وہ بعض خاص وجوہ سے تمہیں میرے خلاف اکساتی ہے۔ میں تمہاری پیدائش کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اور جو باتیں تم جاننا چاہتی ہو بتا سکتی ہوں اگر تم نے بے اعتباری ظاہر کی تو یاد رکھو تمہیں کو متاسف ہونا پڑے گا۔ کیا تم اپنی ماں اور اپنے باپ کے متعلق تفصیلی حالات جاننے کی خواہشمند نہیں ہو؟ اگر اس بارہ میں پوری کیفیت جاننا چاہو۔ تو آج شام کو سات بجے مجھ سے اسی جگہ پہاڑی کے دامن میں ملنا۔ جہاں آج ملی تھیں اگر تنہا آؤگی تو میں بہت سے حالات بتا سکوں گی۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ ہوگا۔ تو میرے لب بند رہیں گے۔

وہی عورت جسے تم نے صبح دیکھا تھا"

رقعہ کو ختم کر کے امین نے کیٹ سے کہا "میں پھر تمہیں اس شریر عورت کے خلاف خبردار کرتی ہوں۔ کیونکہ میرے نزدیک تمہیں خطرہ سے بچانا فرض ہے۔ لیکن اگر تم سمجھتی ہو کہ ضرور ہی کوئی اہم معاملہ درپیش ہے۔ تو پھر میں تمہیں اس سے ملنے کی بھی اجازت دے سکتی ہوں۔ کیونکہ فاصلہ سے تمہاری حفاظت کے متعلق بعض احتیاطیں عمل میں لائی جا سکتی ہیں"

کیتھرائن نے اس انداز سے کاشت کار کی طرف دیکھا۔ گویا اس کا ارادہ معلوم کرنا چاہتی ہو۔

اس نے ایک لحظہ تامل کے بعد کہا "کیٹ میں سمجھتا ہوں کہ تم اس عورت سے ملنے کی خواہشمند ہو۔ اور ایسا ہونا قدرتی ہے۔ وہ تم سے ایسی باتوں کا وعدہ کرتی ہے۔ جو تمہیں عزیز ہیں۔ خیر میں اور مسز منرو احتیاطاً فاصلہ پر کھڑے رہیں گے۔ اور جب وقت تم نے ہمیں ذرا بھی آواز دی۔ فوراً تمہاری مدد کو پہنچ جائیں گے"

اس تجویز کو مسز بنٹ نے بھی پسند کیا۔ اور کیتھرائن وقت مقررہ کا شوق

سے انتظار کرنے لگی۔

دوسرا باب ملاقات

شام کے وقت مطلع صاف اور موسم نہایت خوشگوار تھا۔ آسمان پر تارے چھٹکے ہوئے تھے۔ اور ان کی دھندلی روشنی میں دور و نزدیک کی چیزیں صاف طور پر نظر آرہی تھیں۔

وقت مقررہ سے چند منٹ پہلے کیتھرائن ایمن اور کاشت کار بنٹ اس پہاڑی کے قریب پہنچے جس کے دامن میں ملاقات کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس جگہ وہ کیٹ سے علیحدہ ہو گئے۔ اور بنٹ وہیں آگے کو بڑھی۔ ایمن اور بنٹ ایک چکر دار راستہ سے ہو کر درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف ہو لئے۔ جو اس مقام سے جہاں کیٹ نے بوڑھی دلالہ سے ملنا تھا۔ کم و بیش پچاس گز کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اور جہاں وہ خود پوشیدہ رہ کر تمام حالات سے خبردار رہ سکتے تھے۔

نوجوان لڑکی آگے کو بڑھتی چلی گئی۔ اس کے سینہ میں طرح طرح کے خیالات اٹھ رہے تھے۔ خوف و غیر معمولی امید اور اپنے زمانہ تیمی کی یاد اس کے دل میں طرح طرح کے جذبات پیدا کر رہی تھی۔

آخرکار وہ پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئی۔ چند منٹ کے عرصہ میں اسے فاصلہ سے کسی آنے والے کی دھندلی سی صورت دکھائی دی جس نے قریب ہو کر زیادہ واضح شکل اختیار کر لی۔ اور آخر جب وہ بالکل قریب پہنچی تو اس نے دیکھا کہ یہ وہی بوڑھی عورت ہے۔ جسے اس نے صبح کے وقت دیکھا تھا۔

دلالہ نے خوف زدہ اور کانپتی ہوئی لڑکی کے قریب پہنچ کر کہا "تم نے بہت اچھا کیا کہ میرے کہے کے مطابق یہاں چلی آئی ہو۔ لیکن ذرا اس طرف کو آؤ۔ تاکہ میں روشنی میں اچھی طرح دیکھوں کہ حقیقت میں تم کیتھرائن ولمٹ ہی ہو۔"

اس پر کیٹ نے اپنا رخ چاند کی طرف پھیرا۔ اور اپنے سنہرے بالوں کو جو پیشانی پر چھائے ہوئے تھے ایک طرف ہٹا دیا جس سے چاند کی روپہلی روشنی اس کے نہایت

خوبصورت چہرہ پر اچھی طرح پڑنے لگی۔ اس وقت اس گنہگار بڑھی عورت کو جو صورت دکھائی دی۔ وہ ایسی پاکیزہ تھی کہ اس کی طرف اس کا نظر بھر کر دیکھنا بھی ناپاک سمجھا جا سکتا ہے۔

جس طرح یہودیوں کے معبد میں مقدس ترین بت کا نقاب ہٹانے سے ایک ایسی صورت نظروں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ جو دنیا کی آلودگی سے ہر طرح پاک ہوتی ہے۔ اسی طرح چاند کی روشنی میں کیتھرائن کا چہرہ اس بڑھیا کو نظر آیا۔ خوب غور سے اس کی طرف دیکھ کر وہ کہنے لگی "اب میرا اطمینان ہو گیا۔ بے شک تم وہی کیتھرائن ہو۔ جسے میں نے صبح کے وقت دیکھا تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہیں تمہاری چالباز سہیلی ایمن منرو نے جو تم سے زیادہ شوخ اور چنچل ہے یہ بہروپ اختیار نہ کیا ہو"

کیتھرائن نے نرمی سے پوچھا "آخر کیا بات ہے کہ تم میری بہن کا ذکر ہر وقت برے لفظوں میں کرتی ہو۔ تم جانتی ہو کہ اس کی نسبت برے لفظوں کے استعمال سے تمہارے متعلق میرا اعتبار بڑھ نہیں سکتا"

بڑھی عورت نے کہا "خیر اس ذکر کو جانے دو۔ میں نے تم سے کئی ضروری معاملات کی نسبت گفتگو کرنی ہے۔ پہلے یہ بتاؤ تمہیں اپنی ماں کی کچھ یاد باقی ہے یا نہیں؟"

کیتھ نے ایک ایسے لہجہ میں جس میں درد کی حقیقی جھلک مخفی تھی کہا "ہاں میرے دل میں اس کے متعلق ایک مبہم سی یاد باقی ہے جس وقت اس کا انتقال ہوا ہے۔ تو میں صرف چار سال کی تھی۔ اور قدرتی طور پر میں نے اس وقت تک اپنے حافظہ پر زور ڈال کر گزشتہ واقعات کی یاد کی کوشش نہیں کی۔ جب تک میری عمر کافی بڑی نہ ہو گئی تھی۔ مجھے اس زمانہ کی دھندلی سی یاد باقی ہے جس کی بنا پر میں کہہ سکتی ہوں کہ میرے ساتھ اس کا سلوک انتہا درجہ محبت آمیز تھا۔ یہاں تک کہ ان واقعات کو یاد کر کے اب بھی میرے اندر پیار اور محبت کی غیر معمولی کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ سچ جانو میں گھنٹوں تنہا اپنے کمرہ میں بیٹھی ان خیالات پر غور کرتی رہتی ہوں۔ جو زمانہ ماضی کے متعلق میرے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح کوشش کر کے میں نے ان خیالات کو ایک مسلسل صورت دی۔ اور اس طرح پر زمانہ گزشتہ کے تصور نے میرے سامنے ایک خوبصورت لیکن افسردہ تصویر پیدا کر دی جس کی نیلگوں آنکھیں مجھے دیکھ کر روتی

تھیں۔ مگر لبوں پر دلفریب مسکراہٹ کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس کا ملائم ہاتھ پیارے میرے بالوں پر پھرتا۔ اور میرے رخساروں کو چھوتا تھا۔ یہ تمام واقعات ایسے پر درد اور غم انگیز طریقہ پر ہوئے تھے کہ اس صورت کو یاد کر کے میرے دل میں بارہا یہ خیال پیدا ہوتا کہ میری ماں اپنی زندگی میں خوش نہ تھی۔ بعض اوقات مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" یہ کہتے ہوئے کیٹ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے۔ لیکن اس نے انہیں پونچھ کر کہا" ہاں بارہا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری ماں مجھے شوق سے گود میں لے کر پیار اور محبت کرتی۔ اور مجھے گدگدا کر ہنساتی تھی۔ لیکن جب میں بچپن کے بھولے پن میں زور کا قہقہہ لگاتی تو میری غیر معمولی خوشی کو دیکھ کر خود رونے لگتی۔ اس اور اسی قسم کے اور بہت سے واقعات کو میں زمانہ گذشتہ کا ایک قیمتی اور مقدس خزانہ سمجھتی ہوں۔ لیکن مجھے کئی بار خیال آتا ہے۔ شاید یہ باتیں میرے واہمہ کا نتیجہ تھیں۔ ایسے موقعوں پر میں نے دوزانو ہو کر خدا سے اس بات کی التجا کی ہے۔ کہ یہ سب باتیں واقعات گذشتہ کی حقیقی تصویریں ہوں سچ جانو کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے۔ میری ماں کے حالات کے متعلق یہ سب دل خوش کن لیکن دردناک واقعات محض فرضی ہیں۔ اور انہیں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ پرشوق واہمہ کا نتیجہ تھیں۔ تو یقیناً میں دل شکستہ ہو جاؤں۔۔۔"

بڑھیا لالا اس طویل بیان کو صبر کے ساتھ سنتی رہی اور آخر بولی "تمہارا حافظہ غلط نہیں بے شک تمہاری ماں تم سے اسی طرح پیار اور محبت کرتی تھی۔ اور اسی طرح تمہیں دیکھ کر روتی تھی جیسا کہ تمہیں یاد ہے۔"

کیتھرائن کو اس محبت کے جوش میں جو اسے اپنی مرحوم ماں کے ساتھ تھی۔ وہ نفرت جو اسے اس بڑھی عورت سے محسوس ہوتی تھی۔ بھول گئی۔ اور وہ چلا کر کہنے لگی "اے نیک دل عورت میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے اس بارہ میں میرا اطمینان کرا دیا۔ کاش کوئی طاقت ایسی ہو کہ میری ماں پھر ایک بار قبر سے نکل کر مجھ سے آ ملے۔ اس صورت میں اس کی ایک دن کی موجودگی کے لئے میں اپنی ساری زندگی سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں۔ آہ! جب مجھے خیال آتا ہے کہ وہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی ہے۔ اور نہ میری التجائیں نہ میرے آنسو اسے واپس بلا سکتے ہیں۔ تو میرے سینہ میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ جسے کوئی انسانی مدد دور نہیں کر سکتی۔" پھر اس نے یکایک سنبھل کر

پوچھا "کیا تم میری ماں سے اچھی طرح واقف تھیں؟ تم مجھے اس کے سارے حالات سناؤ۔ اس کی نسبت گفتگو سننے میں کبھی نہیں تھکتی۔"

بڑھیا نے کہا "بے شک میں تمہاری ماں کو اچھی طرح جانتی تھی اور تمہارے پیدا ہونے سے پیشتر بھی اس سے واقف تھی۔"

"لیکن کیا وہ خوش تھی؟" کیتھرائن نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ کیونکہ اُسے خوف تھا۔ کہیں اس کا جواب دل شکن نہ ہو۔

بوڑھی عورت نے کہا "بیٹی دنیا میں رہ کر ہم میں ہر ایک کو خوشی اور غم دونوں ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہی حالت اس کی تھی۔ اس نے بھی خوشی کا زمانہ دیکھا تھا۔ اور غم کا بھی۔"

دوشیزہ لڑکی نے ایک گہری آہ کھینچ کر کہا "افسوس میری غریب ماں! اس صورت میں صحیح معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچپن میں مجھے دیکھ کر کبھی ہنستی اور کبھی روتی تھی۔ لیکن میں پوچھتی ہوں۔ اس کے ناخوش ہونے کی وجہ کیا تھی۔ کیا کسی نے اس کو ضرر پہنچایا تھا؟ کیا کوئی اس سے غفلت کا سلوک کرتا تھا؟ آہ! میں یہ سوالات پوچھتی تو ہوں۔ لیکن ان کا جواب سنتے ڈرتی ہوں۔"

بڑھیا کہنے لگی "اب اگر میں تمہیں اس کے رنج کے اسباب سے واقف کروں تو اس کی زندگی کی ساری داستان بیان کرنا ضروری ہوگا۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے میں تم سے چند سوالات پوچھنا اور بعض شرطیں عاید کرنا چاہتی ہوں۔۔۔"

وہ کچھ کہتی کہتی رک گئی۔ ہاں وہ عورت بھی جو گناہ کی تمام ممکن صورتوں سے گذر چکی تھی اور جس میں ہمدردی کا مادہ ذرا بھی موجود نہ تھا۔ اس پر بھی نوجوان دوشیزہ کے پاک جذبہ محبت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ اپنا ناگوار فقرہ پورا نہ کر سکی۔ لیکن کیتھرائن نے فوراً ہی کہا "تم رک کیوں گئیں؟ بولو کیا چاہتی ہو؟ اور تمہاری شرطیں کیا ہیں؟ جس قدر جلد ممکن ہو۔ تم مجھے میرے والدین کے حالات سے آگاہ کرو۔ کیونکہ اس قصہ میں تم نے میری ماں کے علاوہ باپ کا بھی ذکر کیا ہے۔"

چونکہ کیتھرائن کے دل میں اپنے باپ کی ذرا سی یاد بھی باقی نہ تھی۔ اس لئے اس کے تمام خیالات ماں کی طرف لگے ہوئے تھے۔ لیکن جب اپنی زندگی میں اول مرتبہ اس

نے باپ اور ماں کا لفظ ایک ساتھ زبان سے ادا کیا۔ تو اس کے سینہ میں ایسے پُرزور جذبات اور ایسے احساسات پیدا ہوئے کہ بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ گو ان آنسوؤں کا اثر یہ ہوا کہ دل کی بھڑاس نکل گئی۔ اور اس کے بعد کسی حد تک سکون اختیار کرکے اُس نے کہا "اے نیک عورت تم اپنی شرطیں بیان کرو۔ میں مالدار ہوں اور انہیں پورا کرنے کی توفیق رکھتی ہوں۔ تم مجھے میرے والدین کے متعلق سارے حالات سے آگاہ کردو۔ تو میں تم سے کوئی بات اٹھا نہ رکھوں گی۔"

عمر رسیدہ عورت نے پوچھا "تمہیں یاد ہے تمہاری ماں کسی قسم کے کاغذات تو نہیں چھوڑ گئی یا کوئی چیٹھی۔ کوئی پرچہ کاغذ یا کسی قسم کی دستاویز؟"

"کچھ نہیں" کیتھرائن نے جواب دیا "سوائے ایک نامکمل خط کے جسے بظاہر اس نے نزع کی حالت میں لکھنا شروع کیا تھا۔ اور جسے پورا کرنے کی موت نے اسے مہلت نہ دی۔"

"لیکن وہ نامکمل خط کہاں ہے؟ کیا اس کی بدولت بھی کوئی حقیقت نہیں کھلی؟"

کیتھرائن بولی "مجھے اس کے الفاظ یاد ہیں۔ خیر میں انہیں بیان کرتی ہوں۔ وہ الفاظ ان مٹ طور پر میرے ذہن نشین ہو چکے ہیں۔ کیسے ممکن ہے کہ میں انہیں بھول جاؤں۔ اس تحریر میں لکھا ہوا ہے "اگر میری مایوسیاں صحیح ثابت ہوئیں۔ اور میرے [illegible] اندیشے ٹھیک نکلے۔ مختصر یہ کہ اگر موت نے مجھے عالم شباب ہی میں اس دنیا سے اٹھا لیا۔ جبکہ میری عزیز بچی . . . ." اس سے آگے کچھ جگہ کوری ہے۔ اور وہ تین سطریں اس طرح بھیگی ہوئی ہیں گویا میری ماں کے آنسوؤں نے انہیں مٹا دیا ہو۔ پھر ایک مختصر اور سب سے چھوٹا نہایت پُراسرار فقرہ ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "۔ . . اور مسٹر [illegible] . . . . [illegible]" بس اس سے آگے اس میں کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔ اور نہ اس کے سوا میرے پاس کوئی کاغذ موجود ہے۔"

بوڑھی عورت نے اس انداز سے گویا یہ الفاظ سن کر اسے کوئی ذہنی تکلیف پہنچی ہو۔ کہا "مارکھم! مارکھم! کیا اس خط میں بھی جو اس نے بستر مرگ پر لکھا۔ مارکھم کا لفظ موجود ہے؟ اور ماں بیچاری! تم نے اس مسٹر مارکھم کا کچھ حال بھی معلوم کیا ہے؟"

کیتھرائن نے جواب دیا "جب میری ماں کا انتقال ہوا۔ تو اس بارہ میں تحقیقات شروع کی گئی۔ لیکن اس قسم کا کوئی مسٹر مارکھم معلوم نہ ہوا جس کا ذکر تحریر میں کیا گیا تھا۔ گو میرے

لئے یہ نام فالِ نیک ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ اس نام کا ایک اور شخص جو اس وقت ایک نہایت عہدہ پر فائز اور ایک غیر ملک میں عظیم الشان فوج کا کمانڈر ہے۔ میرا محسن اور میرا گہرا رفیق ہے۔ میرا اشارہ رچرڈ مارکھم کی طرف ہے۔"

دلالہ نے جلدی سے کہا "اب میں سمجھ گئی کہ اس شخص سے تمہارا کیا تعلق ہے کیونکہ تمہارا باپ بھی مسٹر رچرڈ مارکھم کے مکان پر ہی رہتا ہے۔" پھر اس نے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر بڑبڑاتے ہوئے کہا "گویا یہی مسٹر مارکھم تمہارا بھی دوست اور محسن ہے۔"

کیتھرائن کہنے لگی "میں بیان نہیں کر سکتی کہ اس کے بغیر میری حالت کیا ہوتی۔ جب میں ایک نہایت خوفناک مخمصہ میں الجھی ہوئی تھی جس کا حال یقیناً تمہیں معلوم ہوگا۔ تو صرف وہی شخص تھا جو آخر دم تک مجھے بے قصور بتاتا رہا۔ خدا کرے اسے جو کچھ اقبال حاصل ہو۔ اس نے ایک یتیم کی مدد کر کے اسے ہلاکت و وبال سے بچایا۔ اس کا اجر قادرِ مطلق ہی اسے دے سکتا ہے۔ میری بے گناہی محض اسی کی کوششوں سے ثابت ہوئی تھی۔ اسی نے میرے حق میں شہادت بہم پہنچائی اور وہ سارے انتظامات کئے جن کے نتائج سے تم خبردار ہوگی۔"

بڑھیا عورت اپنی خوشی کو بمشکل ضبط کر کے بولی "اس صورت میں میرا خیال صحیح نکلا۔ تم گویا اپنی ماں کے متعلق بالکل ہی لاعلم ہو۔ اور اپنے باپ کے متعلق کچھ بھی حالات تمہیں معلوم نہیں؟"

"ہاں اور انہیں کے متعلق تم سے واقفیت حاصل کرنے میں اس لئے آئی ہوں۔ لیکن اب وقت ضائع نہ کرو۔ کیونکہ زیادہ دیر ہو جانے سے گھر پر سب متعلقین کو اضطراب ہوگا۔ اس لئے از برائے خدا مجھے ان کے حالات سے پوری طرح آگاہ کرو۔"

دلالہ نے کہا "میری گفتگو کو غور سے سنو۔ اور میرے لفظوں سے خوف زدہ نہ ہونا کیونکہ میں تمہاری بہتری کے لئے ہی سب کچھ کر رہی ہوں۔ جو شخص آج صبح مسٹر سکیر کے ساتھ اس جگہ آیا تھا" اتنا کہتے ہوئے عمر رسیدہ عورت نے خوف سے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر آواز دبا کر بولی "وہ بہت ہی بدطینت آدمی ہے وہ جانتا ہے کہ میں تمہاری ولدیت سے اچھی طرح خبردار ہوں۔ وہ نہایت حریص ہے اور اس واقفیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔۔۔"

کیتھرائن کہنے لگی "میں تمہارا مطلب سمجھ گئی۔ وہ کچھ روپیہ چاہتا ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کیا وہ تم پر کوئی خاص اثر رکھتا ہے؟"

ولارا نے کہا "میں تمہیں ان تمام حالات سے خبردار نہیں کر سکتی۔ جو کچھ میں تمہیں بتاتی ہوں اُسے غور سے سنو۔ اور اس پر عمل کرو۔ وہ نہایت موذی آدمی ہے اور میں اسے ناراضگی کا موقع نہیں دے سکتی۔ اسے ہر وقت روپیہ کی خواہش لگی رہتی ہے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہو اُسے روپیہ بہم پہنچانا ضروری ہے۔"

کیتھرائن نے پوچھا "آخر وہ کتنے میں خوش ہو جائے گا۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ اگر میں نے اس کا مطالبہ پورا کر دیا۔ تو کیا تم میرے والدین کے متعلق سارے حالات سے واقف کر دو گی؟"

بڑھیا نے کہا "ایک لمحہ ٹھیر جاؤ۔ میں خود بھی ایک بیکس مظلوم اور مفلس عورت ہوں۔۔"

کیتھرائن نے نفرت کے احساس کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میں نے تمہارا یہ مطلب بھی سمجھ لیا۔ تم ایک ایسے راز سے واقف ہو جس کا مجھ سے گہرا تعلق ہے۔ اور تم اس کے عوض نقدی چاہتی ہو۔ لیکن میں پھر پوچھتی ہوں۔ کہ اگر میں تمہارے اور اس شخص کے جس کا تم پر اس قدر گہرا اثر ہے۔ سارے مطالبات پورا کر دوں۔ تو اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ تم مجھے صحیح حالات سے آگاہ کر دو گی؟ شاید تم ایک بار مجھ سے روپیہ لے کر پھر اور حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

بوڑھی عورت نے جلدی سے جواب دیا "میں تمہیں اپنے نیک ارادہ کا پورے طور سے اطمینان دلاتی ہوں۔ اور مزید یقین دلانے کے لئے اس انتظام پر آمادہ ہوں۔ کہ اگر تم مجھے سردست اس قدر روپیہ دے دو۔ جس سے میں اس شخص کی خواہش پوری کر سکوں تو سب سے وہ انعام جو تم نے مجھے دینا ہے۔ اس وقت تک ملتوی کیا جا سکتا ہے۔ جب تک کہ میں تمہیں سارے حالات سے آگاہ کر دوں۔"

کیتھرائن جوان پاک معاملات میں مالی تذکرات کو بار بار چھڑتے دیکھ کر بیت دق ہو گئی تھی کہنے لگی "یہ بتاؤ اس شخص کے لئے کتنا روپیہ درکار ہو گا؟"

ولارا بولی "تم مجھے صرف ایک سو پونڈ دے دو۔ تم مالدار ہو۔ اور آسانی سے یہ رقم مہیا کر سکتی ہو۔ کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ پادری پیچینا لنڈرئیس کی ساری دولت تمہیں ورثہ میں ملی تھی۔"

"پھر تمہارے لئے کس قدر روپیہ درکار ہو گا؟" کیتھ نے بے صبری سے پوچھا۔

بڑھیا نے کہا "افسوس میں بھی ایک مفلس غریب عورت ہوں۔ میری حالت انتہا درجہ قابل رحم ہے۔ تم مجھے صرف اس قدر دے دینا کہ میری زندگی کے باقی دن آرام سے کٹ جائیں۔ کیونکہ میں بھی تمہیں جو خبر سنانے والی ہوں۔ وہ تمہارے لئے کچھ کم باعث اطمینان نہ ہو گی۔"

کیتھ نے لہجہ بدل کے کہا "اب میری بات کو غور سے سن لو میں ایک سو پونڈ تمہیں اس شخص کی ضروریات پورا کرنے کے لئے دے دوں گی۔ اس کے بعد اگر تمہارے بیان کردہ حالات میرے لئے حقیقت میں باعث آسائش ثابت ہوئے۔ تو میں تمہیں بھی اس قدر مال دوں گی جس کا تمہیں خیال بھی نہیں ہو سکتا لیکن ایک مشکل یہ ہے کہ جس سالسٹر کے سپرد میرے مالی معاملات ہیں۔ اس سے روپیہ حاصل کرنے میں کچھ وقت ضرور لگ جائے گا۔ اور یہ بات میں اچھی طرح محسوس کرتی ہوں کہ جب تک راز کی وہ باتیں جو میرے لئے موجب تسکین ثابت ہونے والی ہیں نہ سن لوں۔ مجھے چین نصیب نہ ہو گی۔"

اس کے بعد کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ بظاہر بوڑھی عورت کیتھرائن کے لفظوں پر غور کر رہی تھی۔ اور خود کیتھرائن بھی اپنے ذہن میں اس قسم کے خیالات دوڑا رہی تھی کہ اس کے بیان کردہ حالات کیسے ثابت ہونگے۔ لیکن گو اس نے بہت کوشش کی مگر اس بھیدے کو پورے طور سے سمجھ نہ سکی۔ جو بوڑھی دلالہ کے سینہ میں محفوظ تھا۔

اس طویل ملاقات کے دوران میں موسم کی کیفیت یکایک غیر متوقع طریق پر بدل چکی تھی۔ اور آسمان پر ہر طرف ابر سیاہ چھا گیا تھا۔ اب چاند کہیں نظر نہ آتا تھا۔ اور نہ اس کی وہ پہلی روشنی دکھائی دیتی تھی۔ جو دوشیزہ دلربا کے خوبصورت چہرہ کو منور کرتی اور دلالہ کے جھریوں دار چہرہ کا مضحکہ اڑاتی تھی۔ آخر دیر تک سوچنے کے بعد بڑھیا نے کہا "یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارا سالسٹر وہ روپیہ دینے سے انکار کر دے جس کی تمہیں ضرورت پیش آ رہی ہو گی۔"

کیتھرائن بولی۔ "اس کا مجھے اطمینان ہے کہ وہ کوئی بات ایسی نہ کرے گا جس سے میری خواہش میں فرق آتا ہو۔ میں اب سے صرف دو بار ملی ہوں۔ اور گو میں زندگی کے پیچیدہ راستوں سے ناواقف ہوں تاہم اس بات کا مجھے پورے طور سے اطمینان ہے۔

کہ وہ نظر تا نیک اور فیاض آدمی ہے۔ کاش اس وقت رچرڈ مارکوئیس آف اسٹیلا لندن میں ہوتا۔ اس صورت میں مجھے روپیہ کے لیے ذرا بھی انتظار نہ کرنا پڑتا۔"

"مارکوئیس آف اسٹیلا!" بوڑھی عورت نے حیرت زدہ ہو کر کہا "وہ کون ہے؟ اس کا تمہارے ساتھ کیا تعلق ہے؟"

کیتھرائن کہنے لگی "تو کیا تم نے وہ شاندار خبر نہیں پڑھی جو لندن کے سارے اخباروں میں چھپ چکی ہے؟"

دلالہ نے کہا "نہیں بس میں کبھی اخبار نہیں پڑھتی۔"

"تو اس صورت میں تم اس بات سے بے خبر ہو کہ رچرڈ مارکم جس کا ہم ذکر کر رہی تھیں۔ ایک غیر ملک میں رتبہ امارت حاصل کر چکا ہے۔ اور اسے اپنے سپاہیانہ کارناموں کے عوض مارکوئیس کا خطاب حاصل ہوا ہے۔"

بوڑھی عورت اس خبر کو سنکر بہت حیران ہوئی۔ مگر کہنے لگی "خوب اس دنیا میں بھی کیسے کیسے عجیب واقعات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن میری مانو تو اس شخص کا مطالبہ پورا کرنے میں جو صبح میرے ساتھ تھا۔ ذرا بھی توقف نہ ہونا چاہیے۔ اس کے بدلے میں جو راز بتاؤں گی۔ وہ ایسا ہوگا جو یقیناً اس روپیہ کے عوض جو تم نے مجھے دیا ہے۔ مہنگا نہیں ہو سکتا۔ ۔ ۔ لیکن سنتا یہ آواز کیا تھی تمہیں بھی سنائی دی یا نہیں؟"

کیتھرائن نے دہشت زدہ ہو کر کہا "مجھے کچھ سرسراہٹ سی تو سنائی دی تھی۔ مگر دیکھو مجھے دھوکا نہ دینا۔ خداوند مجھ ایسی یتیم لڑکی کو والدین کی یاد تازہ کر کے کسی خطرہ میں ڈالنا کتنا بڑا ظلم ہوگا۔"

بڑھیا نے آواز دبا کر تیزی سے کہا "منحوس سنو۔ میں ہرگز تمہیں ضرر پہنچانا نہیں چاہتی۔ ۔ ۔"

اس کے بعد کچھ دیر تک دونوں چپ چاپ کان لگا کر سنتی رہیں۔ مگر کوئی اور آواز سوائے ہوا کی اُس ہلکی سرسراہٹ کے جو کچھ عرصے سے چل رہی تھی۔ سنائی نہ دی۔

بڑھی عورت نے کہا "معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہمارا وہم ہی تھا۔ لیکن کیا بات ہے

کہ تم مجھ پر اس قدر بے اعتمادی ظاہر کر رہی ہو۔"

کیتھرائن بولی "اگر میری کسی بات سے تمہیں رنج پہنچا ہو تو میں اس کے لئے معافی کی خواستگار ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے ناواقف ہیں۔ اور اگرچہ تم ایک اہم معاملے میں میری امداد کا وعدہ کر رہی ہو۔ تاہم تمہارا طرز عمل ایسا پراسرار ہے کہ میرے دل میں شبہات کا پیدا ہونا قدرتی ہے۔۔۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں" بوڑھی عورت نے قطع کلام کر کے کہا۔ پھر ذرا رک کر کہنے لگی "میں بہرحال تم پر اپنا اعتماد ثابت کر دوں گی۔ اور اس وقت تم میری نیک نیتی کو اچھی طرح سمجھنے لگو گی۔ وہ مرد جو آج صبح میرے ساتھ تھا۔ اس نے تمہاری جائے سکونت بڑی ہی خواہش سے دریافت کی تھی۔ اس نے بوقت ملاقات خود موجود ہونے پر زور دیا۔ لیکن میں نے بعض وجوہ سے انکار ہی مناسب جانا۔ اور اس سے کھلے لفظوں میں کہہ دیا۔ کہ میں یا تو تنہائی میں بات چیت کروں گی۔ یا بالکل ہی خاموش رہوں گی۔ اسی وجہ سے صبح میں نے اس کی موجودگی میں اس بات پر زور دیا تھا کہ کوئی ہماری گفتگو کو نہ سنے۔ اور اسی وجہ سے رقعہ میں تمہیں لکھا کہ مجھ سے ملنے آؤ تو تنہا آنا کیونکہ اگر ہم ایک شخص کو ملاقات کے وقت موجود ہونے کا موقعہ دیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے کو نہ دیں۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی شخص آتا۔ تو میری طرف سے بھی وہ مرد موجود ہونے پر زور دیتا۔"

کیتھرائن کی اس بیان سے بہت کچھ تسلی ہو گئی تھی۔ وہ کہنے لگی "اگر تمہاری رازداری کی دلیل یہی ہے تو یقیناً تم آئندہ موقعہ پر مسٹر منرو کے میرے ہمراہ آنے پر معترض نہ ہو گی۔"

بوڑھی عورت نے کہا "پھر وہی الٹی بات لے بیٹھی ہو۔ میں تو کہہ رہی ہوں کہ اگر البرٹ تمہارے ہمراہ آئی۔ تو وہ شخص چونکہ فاصلے پر چھپ کر تمام حالات دیکھتا رہے گا۔ اس لئے اسے اعتراض کا موقعہ مل جائے گا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تیسری ملاقات کے موقعہ پر مسٹر منرو تمہارے ہمراہ ہو۔"

کیٹ نے کہا "میں تمہارا مطلب سمجھ گئی ہوں۔ اچھی بات ہے میں کل شام یہاں آ جاؤں گی اور اسی وقت تم سے ملوں گی۔ اس موقعہ پر شاید تمہیں وہ روپیہ بھی دکھلا دوں گی جو تم نے

شخص مذکور کو دیتا ہے۔ اور اس طرح جب اُس کا مطالبہ پورا ہو جائے گا۔ تو پھر اُس کی مداخلت کا اندیشہ باقی نہ رہے گا۔ پھر صرف اس قدر کام باقی ہوگا۔ کہ تم میرا اطمینان کرادو اور میں تمہیں حسب دلخواہ انعام دے دوں۔"

بڑھیا کہنے لگی "مجھے منظور ہے بس مجھے اب سردست اور کچھ نہیں کہنا ہے" پھر یکایک سوچ کر اس نے کہا "سوائے اس کے کہ اگر وہ شخص کل شام تم سے گفتگو کرنے پر اصرار کرے۔ تو اس سے یہ نہ کہنا کہ تم مجھے بھی کوئی حصہ یا انعام دینے کا ارادہ رکھتی ہو"

کیتھرائن نے غصہ سے کہا "مجھے امید نہیں کہ وہ مجھ تک آنے کی جرأت کرے۔ اور اگر بالفرض وہ میرے پاس آیا بھی تو میں ہرگز اس کے سوالوں کا جواب نہ دوں گی"

نوجوان لڑکی کی طرف سے اس قدر استقلال کا اظہار دیکھ کر بڑھیا کا اطمینان ہوگیا۔ اور وہ کہنے لگی "بہت خوب بس اب میری تسلی ہوگئی"

اس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئیں۔ بوڑھی عورت ایک طرف کو چلی گئی۔ اور کیتھرائن درختوں کے اس جھنڈ کی طرف ہولی۔ جہاں ایلین اور مسٹر منٹ چھپے ہوئے تھے۔ اب چونکہ بالکل تاریکی تھی۔ اس لئے اس بات کا اندیشہ باقی نہ تھا۔ کہ کوئی دیکھ نہ سکے۔

ظاہر ہے کہ ایلین اور کاشت کار منٹ اس بارہ میں مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے بیتاب تھے۔ کہ ملاقات کے دوران میں کیا گفتگو ہوئی۔ جب تینوں مکان پر واپس آئے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ مسز منٹ کیتھرائن کی طرف سے بہت مضطرب ہے لیکن اس کی صورت دیکھ کر اُس کا اطمینان ہوگیا۔ اور اس کے بعد کیتھرائن نے تمام حالات مفصل طور سے بیان کئے۔ ان حالات کو سنکر جو نتیجہ اخذ کیا گیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ بوڑھی عورت کسی حقیقی بنا پر یہ تمام کارروائی کر رہی ہے۔ اور اُسے کیتھرائن کی ولدیت سے متعلق ضرور کچھ حالات معلوم ہیں۔ اس کے علاوہ یہ فیصلہ کہ بڑھیا کا معاوضہ اس وقت ادا کیا جائے گا۔ جب وہ سارے حالات بیان کر چکے گی۔ کافی تسلی بخش سمجھا گیا اور کیتھرائن کے اس وعدہ کو کہ مردہ مسز روش کو فوراً ہی ایک سو پونڈ دیئے جائیں۔ عام طور پر پسند کیا گیا۔

کیتھرائن نے کہا "میرا ارادہ کل لندن جانے کا ہے۔ وہاں میں مسٹر وارٹن سے

یہ روپیہ حاصل کر دوں گی ۔ مجھے امید ہے کہ ایلین کو میرے ساتھ چلنے میں عذر نہ ہوگا ۔"

کاؤنٹ کارک کہنے لگا " میرے خیال میں تمہارا جانا غیر ضروری ہے ۔ ممکن ہے مسٹر ہاؤنٹن دریافت کرے کہ روپیہ کس مطلب کے لئے درکار ہے ۔ کیونکہ وہ تو بہرحال اس سارے معاملہ کو ایک قانون داں کی نظر سے دیکھے گا ۔ ممکن ہے وہ اس بات پر بھی زور دے ۔ کہ طالب کرنے والوں کو ناجائز وصول کے جرم میں گرفتار کرا دیا جائے ۔ یقیناً وہ تمہاری ان خواہشات کو جو تم بوڑھی عورت سے راز کی باتیں معلوم کرنے کے متعلق رکھتی ہو پسند نہ کرے گا ۔ اور اس صورت میں تمہیں بہت رنج ہوگا ۔ اسے میں اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں ۔ ایک سوچنے کی حقیقت سا معاملہ ہے ۔ کیونکہ بوڑھی عورت کا معاوضہ تو بہرحال بعد میں ہی ادا ہوگا ۔ اس لئے میری رائے میں اس کا ذکر مسٹر ہاؤنٹن سے کرنا غیر ضروری ہے ۔ میں کل لندن جا رہا ہوں ۔ وہاں سے واپس آکر تمہیں ضروری روپیہ مہیا کر دوں گا ۔"

یہ بیان کرنا غیر ضروری ہے ۔ کہ کیتھرائن مسٹر ہنٹ کی اس فیاضی پر کس قدر ممنون احسان ہوئی ۔ ایلین نے بھی ایک دو روز اور وہاں ٹھہرنے پر آمادگی ظاہر کی ۔ تاکہ بوڑھی عورت سے سارے حالات معلوم ہو جائیں ۔ مسٹر ہنٹ نے یہ فرض بھی اپنے اوپر لے لیا ۔ کہ میں کل مارکھم چیمبرس میں جا کر مسٹر ہنرو سے کہہ دوں گا ۔ کہ ایلین ابھی ایک دو روز تک نہ آئے گی ۔ اس سے وہ اندیشہ جو اس کے دل میں پیدا ہونا ممکن تھا رفع ہو جائے گا ۔

*

تیسرا باب — افسرائہ محبت

اب کیتھرائن اور ایلین دونوں اس خوابگاہ میں چلی گئیں ۔ جہاں ایلین کے یہاں آنے کے وقت سے دونوں سویا کرتی تھیں ۔

دیکھنا اس وقت ان دونوں حسین و جمیل لڑکیوں کی جداگانہ خصوصیتیں کس خوبی سے واضح ہو رہی ہیں ۔ ہر ایک اپنے طور پر حسن و جمال کا ایک خاص نمونہ پیش کرتی تھی ۔ اور دونوں میں اس قسم کے اختلافات پائے جاتے تھے ۔ جو ہر چند کہ سطحی ہوں لیکن ذرا بھی غور کرنے سے پورے طور پر واضح ہوتے جاتے تھے ۔

جس وقت ایمن سونے سے پیشتر کپڑے اتارنے لگی۔ تو اُس نے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے شاندار حسن کو بانداز غرور و نخوت سے دیکھا۔ اور جبکہ وہ اپنے لمبے ملائم بالوں کو آراستہ کر رہی تھی۔ دیر تک اپنی صورت کی خود بخود تعریف کرتی رہی۔ اس کے مقابلہ میں کیتھرائن نے کمرہ کے تاریک ترین حصہ میں کپڑے اتارے۔ اور اسے بھولے سے بھی آئینہ دیکھنے کا خیال نہیں آیا۔ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ دونوں کی طبیعتوں میں اختلاف کس لئے تھا۔ اور کیا بات تھی۔ کہ ایک طرف نخوت اور تکبر اور دوسری جانب حیا کا جذبہ غالب تھا؟

بات یہ ہے کہ ایمن ان تمام حالات سے گذر چکی تھی۔ جنہوں نے اُسے اپنے لاثانی حسن کی قدر کرنا سکھا دیا تھا۔ اس کے خوشنما چہرہ کو دیکھ کر تصویریں کھینچ چکی تھیں۔ صناعوں اور سنگ تراشوں نے اُس کے نمونہ پر بُت تیار کئے تھے۔ کچھ عرصہ تھیٹر میں رہ کر بھی وہ پبلک سے خراج تحسین حاصل کر چکی تھی۔ اور اس کے بعد جب اس نے گرین وڈ کو شادی پر مجبور کیا۔ تو اس کے حسن نے ہی گرین وڈ کے اس جذبہ ناراضگی کو رفع کیا تھا۔ جو بحالات دیگر قائم رہنا ضروری تھا۔ کیونکہ اس شادی کی خاطر اسے اپنے طبقہ کی شادی کی آرزو کو قربان کر دینا پڑا تھا۔ غرض ایمن کا حسن ایسا تھا کہ اُس کی بدولت ضرورت کے وقت اس نے روزی کمائی۔ صناعی کے بہترین کام اب اس کی یادگار قائم ہوئی۔ اور بڑے بڑے مالدار اور مشہور شخصوں نے اس کی تعریف کی وہی لاثانی حسن اب پورے جوبن پر تھا۔ اور اس لئے اس کے دل میں نخوت اور خودداری کا احساس پیدا ہونا قدرتی تھا۔ لیکن باوجود اس کے یہ جذبہ اس میں بھی غیر معمولی طور پر نمایاں نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی طبعی فیاضی اور روحانی بلندی کی قابل تعریف صفات بھی اس کے اندر موجود تھیں۔

اس کے برخلاف کیتھرائن عرصہ دراز تک ایسے حالات میں رہی تھی کہ اُسے پبلک کی نظروں سے ہٹے رہنا پڑتا تھا۔ جن دنوں وہ مسٹر ڈس کے ہاں رہتی تھی۔ تو وہ حتی الامکان ... کی نظروں سے بچتی تھی۔ وہ ہمیشہ الگ تھلگ رہنا پسند کرتی تھی۔ مگر اس میں کسی جذبہ نخوت کا مطلق دخل نہ تھا۔ اُس کی حالت میں خود پسندی کے اسباب ابتدائی حالت میں ہی رک گئے تھے۔ گو وہ بالکل تلف نہ ہوئے۔ اور اب اگر

موجودہ حالات میں وہ پھر کسی حد تک ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ تو اس کی وجہ محض یہ تھی۔ کہ اس مادہ کا صنف نازک میں پیدا ہونا فطرتی ہے۔ جب تک عورت میں یہ جذبہ موجود نہ ہو۔ وہ اپنے وقار کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ جس کی بدولت اس کا ایک طرف حد سے بڑھے ہوئے اعتماد اور دوسری جانب قابل نفرت حیاداری سے بچا رہنا قدرتی ہے۔

غرض اس کمرہ کا نظارہ اس وقت اس قسم کا تھا۔ کہ اگر کوئی مصور وہاں موجود ہوتا تو وہ زنانہ فطرت کے دو نادر نمونے پیش کر کے دکھا سکتا تھا۔ ایک طرف ایک نہایت خوبصورت بیوی تھی جو باوجود شادی شدہ ہونے کے اس کا اظہار نہ کر سکتی تھی۔ اور دوسری جانب ایک نہایت باحیا دوشیزہ تھی جسے اپنے حسن کی کشش کا علم تک نہ تھا گو اتنا ضرور کہنا پڑتا ہے کہ وہ بھی عشق کے اندھے دیوتا کے اثر سے جو وہم فانی انسانوں پر ڈالتا ہے قطعی طور سے محفوظ نہ رہی تھی۔

یہ بات کہ وہ کس طرح تیر محبت کی گھائل ہوئی۔ ہم اُسی کی معصوم زبان سے بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جس وقت ایمن آئینہ کے روبرو کھڑی لمپ کی تیز روشنی میں اپنے لمبے ریشمی بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ تو اُس نے کہا "پیاری کیٹ مجھے بارہا خیال آتا ہے۔ کہ تم اس جگہ تنہائی میں رہ کر بالکل افسردگی کی زندگی بسر کرتی ہو۔ مانا کہ مسٹر اور مسز منٹ کا سلوک تم سے بہت اچھا ہے۔ مگر تمہارے ایسی لڑکی کے لیے جس کی دنیاوی ترقی کا میدان اتنا کشادہ ہو۔ تنہائی کی زندگی بسر کرنا سراسر غیر موزوں ہے۔ سچ پوچھو تو یہاں رہنا زندہ دفن ہونے کے برابر ہے۔ میرا تو یہ جی چاہتا ہے کہ جب اس بوڑھی عورت کا معاملہ ختم ہو جائے تو تم کچھ دن کے لیے میرے ساتھ مارکھم پلیس کو چلو۔ مجھے یقین ہے کہ رچرڈ بھی اس انتظام کو پسند کرے گا۔"

کیتھرائن کہنے لگی "بہن مجھے تمہارے ساتھ چلنے میں عذر تو نہیں لیکن" اس نے ذرا رک کر کہا "سردست میں یہیں ٹھیرنا پسند کرتی ہوں۔"

"نہیں نہیں" ایمن نے اصرار کے لہجہ میں کہا "تم ضرور میرے ساتھ مارکھم پلیس کو چلو یقیناً نظارہ کی تبدیلی کا تم پر بہت اچھا اثر ہوگا۔ اس کے علاوہ میں نے تمہیں ایک

راز سے بھی واقف کرتا ہے۔"

"راز!" دوشیزہ لڑکی نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں تم اسے راز ہی کہو" ایلین نے بیان کیا "میں گو تم پر ظاہر تو کئے دیتی ہوں۔ لیکن مہربانی سے تم نے اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا۔ کیونکہ بعض خاص وجوہ سے میں سردست اس معاملہ کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہتی ہوں۔ بھلا تم یہ سنکر کیا خیال کروگی۔ کہ میری شادی ہو چکی ہے۔"

کیتھرائن نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا "یہ تم کیا کہتی ہو؟ اگر تمہاری شادی ہو چکی ہے تو پھر لوگ تمہیں مس منرو کیوں کہتے ہیں؟"

ایلین کہنے لگی "بعض خاص حالات ہیں جن کے باعث میں اس شادی کو پوشیدہ رکھنے پر مجبور ہوں۔ جب تم میرے ساتھ اسکاٹ لینڈ کو چلوگی۔ تو وہاں میرے والد سے ملنے کا اتفاق ہوگا۔ لیکن نہ ان کے روبرو اور نہ رچرڈ کے سامنے کبھی اس بات کا ذکر کرنا کہ میری شادی ہو چکی ہے۔ تم پوچھوگی کہ میں نے تمہیں اس بات سے کیوں واقف کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تم میرے پاس ٹھیروگی۔ تو وہاں میرے بچہ کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوگا۔"

کیتھرائن نے اور بھی حیرت زدہ ہو کر کہا "ایلین! ایلین کیا تم سچ مچ ماں ہو؟ کیا اس سے گہری محبت نہیں ہے؟ کیا تم ہر وقت اس سے پیار نہیں کرتی ہو؟"

ایلین کہنے لگی "ہاں تو اس سے محبت کرنا بھی ممکن ہی نہیں۔ اور اس بچہ کا نام بھی اپنے محسن کے نام پر [illegible] ہی رکھا ہے۔ اب تم میرے راز سے واقف ہو چکی ہو۔ لیکن بہت میں تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ تم اس تنہا مقام پر رہنا کیوں پسند کرتی ہو؟ کیا کسی خوش نصیب نوجوان کا جو اس ہمسایہ میں رہتا ہو تمہارے دل پر اثر پڑا ہے؟ کیا بات ہے کہ تم میرے سوال کا جواب نہیں دیتی ہو؟ تاریکی میں مجھے تمہارا چہرہ نظر نہیں آتا۔ لیکن میں یقینی طور پر کہہ سکتی ہوں کہ میری باتوں سے اس پر سرخی چھا رہی ہے۔ اگر میرا شبہ کچھ حقیقت رکھتا ہے۔ تو تمہیں میرا راز معلوم کرکے اپنا راز ظاہر کرنے میں عذر نہ ہونا چاہیے۔ ہم سہیلیاں ہیں۔ اس لئے ایک کو دوسری سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھنی چاہیے۔"

دوشیزہ لڑکی نے کہا "ایلین میں نہیں جانتی تمہاری بات کا کیا جواب دوں۔ اور

باوجود اس کے . . ."

ایلین نے ہنستے ہوئے پوچھا "ہاں کہو کہتے کہتے رک کیوں گئیں؟ میں اب اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تمہارا معاملہ بھی راز کی صورت رکھتا ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ تم مجھے اس میں رازدار بناؤ۔"

کیتھرائن بولی "میں اس ناعاقبت اندیشانہ معاملہ کی نسبت سارے حالات بیان کرنے کو آمادہ ہوں۔ مگر وہ حالات ہی کیا ہیں۔ نہایت مختصر . ."

وہ پھر رک گئی۔ اور گو ایلین کی نظروں سے پوشیدہ تھی۔ تاہم اس کے چہرہ پر حیا کی سرخی زور سے پھیلی ہوئی تھی۔

ایلین نے اسے اکساتے ہوئے کہا "ہاں۔ ہاں کہہ بھی ڈالو۔ میں دیکھتی ہوں۔ تم مجھے عشق و محبت کی کوئی دلچسپ داستان سنانے والی ہو۔ کیٹ میں تم سے سچ کہتی ہوں کہ مجھے اپنا رازدار بنا کر تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ کیونکہ میں تمہیں بہت سے مشورے دے سکوں گی۔ اور معاملہ واقعی اس قسم کا ہے۔ جس کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

کیتھرائن نے دبی آواز میں ڈرتے ڈرتے کہا "میں تم سے کوئی بات چھپا نہ رکھوں گی پچھلے ہفتے کے شروع ہی میں پاس کے کھیتوں میں سیر کرتی پھر رہی تھی۔ اور مطلع بالکل صاف تھا۔ وہاں راستہ میں ایک نوجوان سے میری ملاقات ہوئی۔ راستہ نہایت تنگ تھا۔ اور وہ مجھے گذرنے کا موقعہ دینے کے لئے خود ایک طرف کو ہٹ کر کھڑا ہو گیا میں نے اس کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس نے ادب کے طور پر اپنی ٹوپی اٹھائی میں نے اسے ایک ہی نظر دیکھا۔ اور اس کے بعد آگے کو نکل گئی۔ پھر یہ واقعہ بالکل میرے ذہن سے اتر گیا . . ."

ایلین نے ہنستے ہوئے پوچھا "یقیناً وہ کوئی خوبصورت جوان ہوگا۔ ایسے پُراسرار معاملات میں حصہ لینے والے جوان اکثر شکیل ہوتے ہیں۔"

کیتھرائن کہنے لگی "تم سارے حالات تو سن لو۔ اب جبکہ میں اس فضول داستان کو شروع کر بیٹھی ہوں۔ تو مناسب ہے کہ اسے ختم بھی کر ڈالوں۔ اس سے دوسرے دن پھر مطلع صاف تھا۔ اور جیسا کہ میری عادت ہے۔ میں اس روز بھی سیر کرنے نکلی۔ میں اس کھیت میں سے گذر رہی تھی . . ."

ایلین نے مسکرا کر پوچھا "اسی کھیت میں سے؟"

کیتھرائن نے کہا "میری پیاری سہیلی تم اپنے لفظوں کے ذریعہ جو شبہ ظاہر کرتی ہو۔ وہ یقیناً میرے لئے نامنصفانہ ہے۔ میں سچ کہتی ہوں کہ اگلے دن کا واقعہ بالکل میرے ذہن سے اتر گیا۔ اور میں اسی راستے محض اس لئے گذر رہی تھی۔ کہ وہ سخت اور خشک تھا۔ حسن اتفاق سے وہی نوجوان پھر مجھے اسی مقام پر ملا۔ اس نے پھر مجھے اسی طرح گذرنے کا موقعہ دیا۔ اور جب میں اس کے پاس سے گذری۔ تو اس نے میری طرف شوق اور دلچسپی کی نظر سے دیکھا۔ مگر اس کی نگاہوں میں گستاخی کا کوئی اثر موجود نہ تھا۔ ہماری نظریں ایک دوسرے سے ملیں۔ اور میں تیزی سے آگے کو نکل گئی۔ لیکن اس مختصر وقت میں ہی نامعلوم کس لئے مجھے اپنے چہرہ پر سرخی پھیلتی معلوم ہوئی۔ باوجود اس کے میں محسوس کرتی ہوں کہ میں نے کسی قسم کی غلطی نہیں کی۔ میں نے اس کی طرف محض اس انداز سے دیکھا تھا۔ جیسے کوئی کسی کے اخلاق کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور اس لئے میری آنکھوں کا اس کی طرف اٹھنا ایک اتفاقیہ امر تھا۔ پھر جب میری طبیعت ذرا سکون پذیر ہوئی۔ تو میں اس بات پر سخت رنجیدہ ہوئی۔ کہ ناحق میں نے اپنی طبیعت کو آزردہ کیا۔ باوجود اس کے اس شکیل نوجوان کی صورت پورے طور سے میرے ذہن نشین ہوگئی۔ حالانکہ میں نے اس کی طرف ایک ہی نظر دیکھا تھا۔ ایلین وہ واقعی نہایت شکیل نوجوان تھا۔ اور باوجود کوئی خاص ارادہ نہ رکھنے کے مجھے دن کے وقت کئی بار اس کا خیال آیا۔"

ایلین مسکرا کر کہنے لگی "دمشق مشہور ہے کہ پہلی نظر میں ہی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن تمہیں دوسری نظر میں پیدا ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ اگلے دن مطلع صاف تھا کیونکہ ایسے حالات میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ اور اس روز بھی تم بے خبری کی حالت میں اسی راستہ سے گذری ہو گی؟"

کیتھرائن نے افسردگی کے لہجہ میں کہا "ایلین میں تسلیم کرتی ہوں۔ کہ مجھ سے غلطی سرزد ہوئی۔ لیکن جو کچھ ہوا وہ واقعی اس طرح تھا۔ جیسے تم نے بیان کیا ہے۔ کوئی غیر معمولی اثر مجھے اسی طرف لے گیا۔ اور جبکہ میں اس راستہ سے جارہی تھی۔ تو یہ سوچ خود بخود میرے دل میں پیدا ہوئی۔ کہ وہ آج بھی موجود ہو گا یا نہیں۔ جب وہ مجھے نظر نہ آیا۔ تو مجھے

کچھ رنج بھی محسوس ہوا۔ آخر کار وہ مجھے کھیت کے سرے پر آتا ہوا دکھائی دیا۔ اور جب وہ زیادہ قریب پہنچا۔ تو مجھے اپنے دل میں اس بات کی شرم سی محسوس ہونے لگی۔ کہ وہ یہ خیال کرے۔ میں عمداً اُسے دیکھنے کے لئے آئی ہوں۔ جس قدر میں نے اس وقت اپنے آپ کو حقیر محسوس کیا۔ ویسا اس سے پہلے کبھی محسوس نہ کیا تھا۔ اس وقت بھی نہیں۔ جب مجھے ایک جلاد کی رشتہ دار سمجھا جاتا تھا۔ میں یہ سوچ کر فوراً ہی پلٹی۔ اور مکان کی طرف واپس آنے لگی۔ جب میں پہاڑی کے قریب پہنچی تو ایسا معلوم ہوا۔ کوئی میرے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ اس وقت میرے دل میں جو احساس پیدا ہوا۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ کچھ خوشی اور کچھ درد یہ دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ اس کے ایک منٹ بعد وہ اجنبی میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اور اس نے پہلے تو جھک کر سلام کیا۔ پھر اس باڑ کو گذرنے میں جو راستہ میں پڑتی ہے۔ میری مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ سر چکرا رہا ہے۔ اور بلا کسی ارادے کے میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ ایک منٹ تک یہ حالت رہی۔ اس اثنا میں اُس نے میرے ہاتھ کو ذرا زور سے دبایا۔ اور اس دباؤ کو محسوس کر کے میں زیادہ مضطرب ہو گئی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ یا یونہی آگے کو نکل گئی۔ ۔ ۔"

ایمن نے پوچھا" اس کے بعد دن کا بڑا حصہ اسی واقعہ پر غور کرتے گذرا ہوگا؟"

کیتھرائن کہنے لگی" تم میرے سارے خیالات اور جذبات کو اچھی طرح سمجھتی ہو۔ ۔"

ایمن نے کہا" دنیا میں ہر جگہ عشق کی علامات یکساں ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مختلف لوگوں کے خیالات عشق کے دیوتا کے متعلق مختلف ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف قومیں اپنے اپنے طریق پر اس کی پرستش کرتی ہوں۔ لیکن سامان پرستش ہر جگہ ایک ہی ہے۔"

کیتھرائن نے بھولے پن سے پوچھا" تو کیا تمہارے خیال میں میرے لئے ان جذبات کو محسوس کرنا مناسب نہ تھا؟"

ایمن کہنے لگی" ہرگز نہیں۔ وہ کوئی نہایت ہی سخت اور پتھر دل ہوگا۔ جو اس شاندار اور مقدس ترین جذبہ کو محسوس نہ کرے۔ لیکن خیر تم اپنی داستان بیان کئے جاؤ۔ کیونکہ مجھے یقین ہے تمہاری ملاقات اپنے عاشق سے اس کے بعد بھی ضرور ہوئی ہوگی۔"

کہنے لگی "یہ میں اس کے حالات بھی تم سے بیان کئے دیتی ہوں۔ واقعات مذکورہ کے دوسرے دن میں گھر سے باہر نہ نکلی۔ میں سیر کے لئے جانا چاہتی تھی۔ لیکن اندیشہ تھا کہیں وہ پھر راستہ میں نہ مل جائے۔ لیکن جس وقت میں مکان کی کھڑکی میں بیٹھی تھی۔ وہ مجھے پاس سے گذرتا نظر آیا۔ اس کا خلاف امید وہاں سے گذرنا مجھے حیرت زدہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ گو سچ پوچھو۔ تو میرے دل میں اس بات کی آرزو لگی ہوئی تھی۔ کہ وہ اس طرف سے گذرے۔ اور اس کے بعد میں اس بات پر غور کرتی رہی۔ کہ وہ دوبارہ اس طرف کو آئے گا یا نہیں۔ خیر جیسا کہ میں نے بیان کیا وہ کھڑکی کے پاس سے گذرا۔ اور میں بہت دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس نے بھی مجھے دیکھا اور بظاہر خوش ہوا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ اور میں نے بھی اس کا جواب دیا۔ پھر میں کھڑکی سے ہٹ گئی۔ اور دن کا باقی حصہ میں نے کمرہ میں ہی گذارا۔ اس سے دوسرے روز مطلع ابر آلود تھا۔ اور پانی برس رہا تھا۔ مجھے خیال تھا کہ آج میں اسے دیکھ نہ سکوں گی۔ اس لئے مجھے کچھ رنج سا محسوس ہوا۔ کیوں بہن تم اس کے لئے مجھے قصوروار تو نہیں سمجھتی ہو؟ لیکن میرا رنج جلدی ہی دور ہو گیا۔ کیونکہ وہ عین اس وقت جبکہ پہلے روز وہاں سے گذرا تھا۔ پھر اسی راستہ سے گذرا۔ اس نے لمبا فوجی لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔ دوبارہ اس نے مجھے اخلاق کے ساتھ سلام کیا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ وہ مجھے دیکھ کر اطمینان کے ساتھ مسکرایا ہے۔ امین تم یہ تو کہو گی۔ کہ میں کیسی ناعاقبت اندیش اور بیوقوف لڑکی ہوں۔ لیکن اپنی طرف سے میں ہر ایک واقعہ جو پیش آیا۔ اور سارے جذبات جو میں نے محسوس کئے تمہارے روبرو بیان کر رہی ہوں"۔

امین کہنے لگی "کچھ مضائقہ نہیں تم بیان کئے جاؤ"۔

دوشیزہ لڑکی نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "اس سے اگلے روز پھر مطلع صاف تھا اور چونکہ میں پہلے دن بھی سیر کو نہ گئی تھی۔ اس لئے گھر میں طبیعت اکتانے لگی۔ خیر باہر نکلی۔ مگر اس راستہ کی بجائے جہاں وہ مجھے چند مرتبہ ملا تھا۔ ایک اور طرف کو ہو لی۔ ذرا سی آہٹ بھی سنائی دیتی۔ تو گھبرا جاتی تھی۔ کوئی پرندہ بھی اڑتا ہوا پاس سے گذرتا تو دل دھڑکنے لگتا تھا۔ لیکن میرے سارے اندیشے بے سود ثابت ہوئے اس روز وہ اجنبی مجھے نظر نہ آیا۔ یوم آئندہ کو میں پھر اسی ہمت میں سیر کرنے نکلی۔ اور

کسی قسم کے خیالات میں غرق دور تک چلی گئی۔ آخر گھر کی طرف لوٹی۔ اور مکان تھوڑے فاصلہ پر تھی کہ مجھے وہی اجنبی ایک کھیت سے گذر کر اپنی طرف کو آتا دکھائی دیا۔ وہ سیدھے راستہ پر نہیں چل رہا تھا۔ اور یہ دیکھ کر میرا دل اور زور سے دھڑکنے لگا کہ وہ میری خاطر اس طرف کو آتا ہے۔ چند منٹ کے عرصہ میں وہ بالکل میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے مجھے سلام کیا میں نے بھی اس کا جواب دیا۔ اس نے میرا ہاتھ لیکر دبایا لیکن میں نے اسے جلدی سے کھینچ لیا۔ اور تیزی سے گذر گئی۔"

امین اس وقت نیم برہنہ حالت میں ایک آرام چوکی پر بیٹھی اپنے خوشنما پاؤں سے بوٹ اتار رہی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "کیتھرائن تم دونوں کا یہ خاموش اظہار محبت واقعی نہایت دلفریب ہے"

کیتھرائن بھی اس کونہ سے جہاں وہ بیٹھی تھی آگے کو بڑھ آئی۔ اور اس بستر پر بیٹھ گئی۔ جو امین سے سب سے زیادہ فاصلہ پر تھا۔ وہاں اس نے پلنگ کے پردہ کے پیچھے سے اپنی داستان کا باقی حصہ سنانا شروع کیا۔ کہنے لگی "مجھے معلوم نہیں کیا بات تھی۔ لیکن اس دباؤ کا اثر جو سیدھے ہاتھ پر محسوس ہوا۔ دل پر بھی پڑ گیا۔ اور اب تک مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ کیوں امین تم اسے میری غلطی تو قرار نہیں دیتی ہو؟ لیکن چونکہ تم نے مجھے تاکید کی ہے کہ سارے حالات بیان کروں۔ اس لئے اس قسم کی فضول باتیں سنکر مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ خیر وہ واقعہ جو میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ اس کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اور دن بھر اجنبی کی یاد تازہ ہوتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے میرا ہاتھ پکڑنے اور دبانے میں کوئی سچا اور سودایانہ۔ کوئی پرجوش لیکن بے عیب جذبہ پوشیدہ تھا۔ کہاں میں اس کی صورت بیان کرنا تو بھول ہی گئی۔ وہ دبلا پتلا لانبے قد کا سانولا نوجوان ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ کسی غیر قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی آنکھیں سیاہ اور نہایت تیز ہیں۔ اور رخساروں پر سبزہ آغاز ہے۔ اس کی چال دلفریب اور اس کے اطوار نہایت مہذبانہ ہیں۔"

"اور اس کا نام؟" امین نے پوچھا "یقیناً اس نے اپنا نام تو تمہیں بتایا ہوگا"

کیتھرائن نے بھولے پن سے کہا "نہیں بہن جیسا کہ میں بیان کر چکی ہوں۔ اس نے مجھ سے ایک لفظ تک نہیں کہا اور نہ میں نے اس سے کچھ کہا۔ میں تو یہ محسوس کرتی ہوں

کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینا بھی غلطی تھی۔ لیکن اس نے میرا ہاتھ اس طرح یکایک پکڑ لیا کہ میں اسے بالکل روک نہ سکی۔"

ایلین نے متعجب ہو کر کہا "یہ بھی عجیب بات ہے کہ تمہاری آپس میں گفتگو نہیں ہوئی مگر اچھا ہی ہوا کہ معاملہ یہیں تک رہ گیا۔ میں عنقریب تمہیں اس بارہ میں مشورہ دیتی ہوں اس اثنا میں تم اپنی داستان ختم کر لو۔"

کیتھرائن نے آہ سرد بھر کر کہا "مجھے اب اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں کرنا کہ اس سے اگلے دن یعنی آج سے تین دن پہلے ہم پھر ایک دوسرے سے ملے۔ وہ بڑھا پھر کچھ کہنے کی غرض سے میری طرف کو بڑھا تھا لیکن میں تیزی سے قدم اٹھاتی آگے کو نکل گئی اور وہ رک گیا۔ کچھ فاصلہ پر جا کر میں نے جلدی سے پیچھے کو مڑ کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ بدستور وہیں کھڑا ہے۔ اس نے بھی میری یہ حرکت دیکھ لی۔ ۔ ۔ ۔ لیکن نہیں میں وہ ناعاقبت اندیشی ظاہر نہیں کر سکتی جس کا وہ مرتکب ہوا۔ اس کا خیال ہی تکلیف دہ ہے۔ اور غالباً وہ خود اپنی حرکت کو نامناسب محسوس کرتا ہوگا۔ کیونکہ اس کے بعد میں نے اسے نہیں دیکھا۔"

ایلین نے دوشیزہ لڑکی کے سنجیدہ طریقہ سے متعجب ہو کر پوچھا "آخر وہ کونسی حرکت تھی جو اس نے کی؟"

کیتھرائن بولی "اگر تم اصرار کرتی ہو تو خیر میں بیان کئے دیتی ہوں۔ اس نے میری طرف کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کو بوسہ دیا۔"

ایلین کہنے لگی "کیٹ اگر مجھے تمہیں رنج پہنچنے کا خیال نہ ہو تو تمہاری اس بات پر خوب جی کھول کر ہنسوں۔ میں یہ سمجھتی تھی کہ معلوم نہیں۔ کونسی خوفناک خطا اس غریب سے سرزد ہوئی ہے۔ لیکن تمہاری گفتگو سے ظاہر ہوا کہ اس کا قصور خاموش اظہار محبت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ لیکن میں پھر سنجیدگی کے ساتھ تم سے کہتی ہوں کہ تمہیں اس شکیل اجنبی سے حقیقت میں دلچسپی ہے۔ تو تمہیں وقت اور حالات کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ پیاری کیتھرائن ممکن ہے اس معاملہ میں پہلے غیر معمولی امید پیدا ہو۔ اور آخر میں تمہیں مایوس ہونا پڑے اگر اسے حقیقت میں تم سے محبت ہے۔ تو ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا ذریعہ تلاش کرے جس سے اپنے جذبہ محبت کو تم پر اگر زیادہ واضح طور سے نہیں۔ تو کم از کم اطمینان

نجش پیرایہ میں ظاہر کر سکے۔ اس وقت تمہارے دوستوں پر لازم ہوگا۔ کہ وہ معلوم کریں۔ یہ شخص کون ہے۔ سردست میں تمہاری اپنی بہتری کو پیش نظر رکھ کر اس بات کا مشورہ نہیں دے سکتی۔ کہ تم پھر اس سے اس طریقہ پر ملو۔ میں خوش ہوں کہ تم نے اپنا یہ راز مجھ پر ظاہر کر دیا۔ میرے پاس وہ ہر طرح محفوظ رہے گا۔ میں دنیاوی تجربات سے اس قدر واقف ہو چکی ہوں کہ ایک ایسے اہم معاملہ کو جس کا تم سے گہرا تعلق ہے۔ سرسری سمجھ کر نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اور اب میری پہلے سے بھی زیادہ خواہش ہے کہ تم چند دن میرے پاس اکھم پیلیس میں بسر کرو۔ اگر وہ اجنبی حقیقت میں تم سے زیادہ تعلقات پیدا کرنا چاہتا ہو۔ اگر اس کا ارادہ نیک ہو۔ اور اس کی خواہشات عزت پر مبنی ہوں۔ تو ضروری ہے کہ وہ تمہاری نسبت مزید تحقیقات شروع کرے۔ اس وقت جو کچھ کرنا ضروری ہوگا۔ اسے مسٹر منٹ بخوبی طور سے سمجھتے ہیں۔ اس سے پہلے یہ معاملہ ان پر یا ان کی بیوی پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

اس گفتگو کی غیر معمولی دلچسپی کیتھرائن کے ہر قسم کے خیالات پر اس قدر غالب آچکی تھی کہ وہ اب اس انتہائی شرمیلے پن کو دور کر سکی جس کے باعث وہ کپڑے اتارنے کی غرض سے خواب گاہ کے بعید ترین تاریک حصہ میں چلی گئی تھی۔ باہر نکل آئی۔ اور ایلین کے قریب تر ہو کر اس کے دوستانہ مشوروں کو غور سے سنتی رہی۔

اس وقت کا نظارہ نہایت دلکش تھا۔ ایک بڑی آرام چوکی پر ایلین بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے لمبے ملائم بال جنہیں ابھی تک اس نے سونے سے پہلے آراستہ نہ کیا تھا اس کے سنگ مرمر کے سے سفید شانوں پر لہراتے ہوئے بل کھا رہے تھے اور اس کی صراحی دار گردن کے اوپر ایک سیاہ پردے کی طرح چھائے ہوئے تھے۔ اس طریق پر اس کے بدن کی موزونیت اور خوبصورتی اور بھی نمایاں اور دلکش صورت اختیار کر چکی تھی۔

اس کے سامنے آنکھیں جھکائے شرمیلے انداز کے ساتھ نوجوان دوشیزہ کھڑی تھی۔ جس کے سفید بازو کھلے ہوئے کپڑوں کو سینہ پر سہارا دیئے ہوئے تھے اور اس طریق پر حیا اور عصمت کا ایک ایسا دلکش نظارہ پیدا ہو گیا تھا جس کی تصویر بڑے بڑے مصوروں نے زنانہ حسن کے بہترین نمونوں میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حسن و محبت کی دیوی زہرہ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہے

اور اپنی خادماؤں میں سے ایک پر کسی غیر معمولی اہم معاملہ میں شاہانہ انداز سے ہدایت دے رہی ہے
لمحہ بھر کے تامل کے بعد الین نے کہا۔ "میری پیاری کیتھرائن مجھ سے جہاں تک ہو سکتا تھا میں
نے تمہیں بہترین مشورہ دیا اور مجھے یقین ہے کہ تم اس مشورہ پر ضرور عمل کرو گی۔"

کیتھرائن بولی۔ "یہ غیر ممکن ہے کہ میں تمہاری نصیحت پر عمل کرنے میں ایک لمحہ بھر کے لئے
بھی تامل کروں۔ ایسا خیال خواب میں بھی میرے اندر پیدا نہیں ہو سکتا۔" یہ کہتے ہوئے وہ
فرط محبت سے الین کے سینہ سے لپٹ گئی۔

الین نے اُسے پیار سے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم ضرور کچھ دن میرے
پاس مارکہم پلیس میں رہنا منظور کرو گی۔"

محبت اور تشکر کے انتہائی جذبات کے زیر اثر دوشیزہ لڑکی نے کہا۔ "پیاری الین میں
ہر معاملہ میں تمہاری نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرونگی۔"

سچ پوچھو تو ایک نوجوان دوشیزہ کی پاک ابتدائی محبت سے بڑھ کر اس عالم فانی میں
کوئی اور جذبہ نہیں۔ جس سے فطرت انسانی یا زمین و آسمان واقف ہوں۔ خوشنما اور گرم
جنوبی ملکوں کے نہایت پرجوش الفاظ اس پرشوق جذبہ کا خفیف ترین خاکہ کھینچنے سے قاصر
اور کوئی نہایت مکمل زبان اس کے بیان میں عاجز ہے۔ کیونکہ قلب انسانی کا اندر چھپے
ہوئے محبت کے پاک جذبات اس قدر مقدس ہوتے ہیں۔ کہ عام نظریں اُنہیں دیکھ نہیں سکتیں۔
عام خیالات اُن پر غور نہیں کر سکتے۔ محبت کی موسیقی دار آواز انسان کے سینہ میں نہایت
خوشگوار خیالات کے منبع میں تحریک پیدا کر کے اُن تاروں کو حرکت دیتی ہے۔ جو اس
سے پہلے کبھی متحرک نہیں ہوتے اور اس نامعلوم حرکت ارتعاشی کی بدولت ایسی راحت
آمیز اُمیدیں اور آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں کہ جن سے انسان پہلے بالکل ناواقف ہوتا
ہے۔

جس طرح درختوں کے گنجان کنج میں کسی تارے کی سہ پہلی چمک ہلکے مگر خوشگوار طریق
پر نظر آتی ہے۔ اسی طرح کسی نوجوان دوشیزہ کی پہلی محبت کا شعلہ اپنی چمک نہایت مدھم مگر
راحت بخش طریق پر پیدا کرتا ہے اور جب وہ اُس کے اثر کو اول مرتبہ محسوس کرتی ہے
تو شرمیلے پن کا ابتدائی اثر جو اس کے رخساروں پر ظاہر ہوتا ہے وہ اس قدر ہلکا اور
خفیف ہوتا ہے جیسے سنگ مرمر پر پڑی ہوئی گلابی کی تمام کا سایہ۔ مگر اس کے بعد وہ کس

قدر جلد روشن تیز اور گہرا ہوتا جاتا ہے - یہاں تک کہ اول الذکر کی تیز روشنی
اس کے قلب کے ہر گوشہ کو منور کر دیتی ہے - اور آخر الذکر کی سرخی اس کے خد و خال
کے ہر حصہ پر چھائی ہوئی نظر آنے لگتی ہے ؎

چوتھا باب شکیل اجنبی

اس کے دوسرے دن کاشتکار ربٹ علے الصباح لندن کو روانہ ہو گیا - صبح کے
کھانے سے فراغت پا کر ایلن نے کہا "کیٹ آج مطلع صاف ہے آؤ سیر کو چلیں یہاں
کی آب و ہوا مجھے بہت راحت بخش معلوم ہوتی ہے "
کیتھرائن پہلے تو کچھ شرماسی گئی پھر وہ مسکرائی لیکن اس نے باہر جانے سے انکار نہ
کیا - دونوں تھوڑے عرصہ میں سنگھار سے فارغ ہوئیں - اور اس کے بعد کھیتوں کی
طرف سیر کرنے نکلیں -
راستہ چلتے ہوئے ایلن نے کہا "مسٹر ربٹ نے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ میں مارکم ہلیس
میں ہی ہوتا آؤنگا - چنانچہ اُن کے ہاتھ میں نے والد کے نام ایک رقعہ بھیجدیا ہے - جس
میں لکھا ہے کہ میں کل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں واپس آجاؤنگی اور اپنے ساتھ
سیلی کیتھرائن کو بھی لاؤنگی - میری دلی خواہش ہے کہ اس عرصہ میں رچرڈ کیطرف سے
اور کچھ خبریں موصول ہو چکی ہوں "
کیتھرائن بولی "میری اپنی بھی یہی آرزو ہے" پھر اس نے آنکھیں جھکا کر کپکپاتی ہوئی
آواز میں پوچھا "تم اس راستہ پر کیوں چلتی ہو ؟"
ایلن نے ہنستے ہوئے جواب دیا "اس لئے کہ یہ زیادہ خوشگوار ہے اور اس کے علاوہ
چونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارا شکیل عاشق تمہیں ہر جگہ آسانی سے تلاش کر لیتا ہے
اس لئے مجھے یقین ہے کہ اگر وہ یہاں موجود ہوا - تو ہم خواہ کسی راستہ پر چلیں وہ ضرور
ہمیں مل جائیگا - محبت کی آنکھیں آرگس کیطرح بے شمار ہوتی ہیں - کیتھرائن میں تمہارے ساتھ
ہوں - میری موجودگی میں تمہارے اس سے ملنے میں کوئی ہرج نہیں - اس کے علاوہ میری
دلی خواہش ہے کہ ایک بار اسے دیکھ لوں - کیونکہ اس کے بعد کل پرسوں ہم نے یہاں سے

کم از کم عارضی طور پر چلے جانا ہے اور . . . "

کیٹ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا" ایلین ! ایلین !" اور اس کے ساتھ ہی اُس نے اپنی سہیلی کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا۔ اُس نے کہا "میں تمہارا مطلب سمجھ گئی۔ تم سکون اختیار کرو۔ کیونکہ کسی قسم کے جذبات کو ظاہر ہونے دینا نامناسب ہوگا۔ دیکھو وہ آہستگی سے تمہاری طرف کو آرہا ہے خدا کے لئے سکون اختیار کرنے کی کوشش کرو۔"

سچ مچ تھوڑے فاصلہ پر ایک شکیل نوجوان جس کی رنگت سانولی خط و خال موزوں اور آنکھیں نہایت تیز تھیں۔ قدم بڑھائے چلا آرہا تھا لیکن وہ نہایت آہستگی کے ساتھ قدم اٹھاتا تھا۔ شاید اس لئے کہ اس کی خواہش تھی میری نظریں جس قدر زیادہ عرصہ ممکن ہے میری حسینہ پر لگی رہیں۔ اس وقت جبکہ اجنبی سامنے کی طرف سے آرہا تھا۔ نوجوان دوشیزہ کا قلب زور زور سے دھڑکنے لگا اور اس کے خون کی گردش از خود تیز ہوگئی۔ آخر جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا۔ تو کیتھرائن اس طرح ایلین کے ساتھ لگ گئی۔ جیسے جنگل میں خوفزدہ ہرنی شاندار ہرن کی حفاظت کی آرزومند ہوتی ہے۔

اجنبی نے ایک لمحہ کے لئے ایلین پر نظر ڈالی لیکن نہ اس کی آنکھوں کی چمک۔ نہ اس کے رخساروں کی سرخی۔ نہ اس کے بالوں کی خوشنمائی۔ نہ اس کے ابھرے ہوئے سینہ نازک ہوسکے اور بے عیب خوشنما شانوں کی موزونیت اور نہ ان تمام خوبیوں کے مجموعہ نے اسے عام خیالات پر آمادہ کیا کہ وہ کیتھرائن کی سہیلی کی طرف ایک لمحہ سے زیادہ عرصہ کے لئے خوشگوار اس ایک لمحہ کے بعد فوراً ہی اس کی نگاہ پرستش کے طریق پر کیتھرائن پر لگ گئی اور ... باحیا دوشیزہ کو شوق کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تاہم اس نظر میں کوئی بات آداب و ادب نہ تھی۔

قریب پہنچ کر وہ ایک طرف کو ہٹ گیا اور جبکہ دونوں حسین لڑکیاں پاس سے گذر نے لگیں۔ اُس نے ٹوپی اُٹھا کر انہیں سلام کیا پھر جب ایلین اور کیتھرائن اس سے اس قدر فاصلہ پر چلی گئیں کہ اُن کی آواز اجنبی کے کانوں تک پہنچنے کا اندیشہ نہ رہا۔ تو ایلین کیتھرائن سے مخاطب ہو کر کہنے لگی تمہارا اجنبی شکیل ہی نہیں۔ بلکہ عزت دار اور غالباً کسی اونچے طبقہ سے تعلق رکھنے والا ہے۔ اور اس کی صورت دیکھ کر مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی گمان نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کا ارادہ سوا پاک ہے یا وہ کوئی نامناسب حرکت کئے بغیر تم سے

گفتگو کر سکتا تھا اور سچ پوچھو تو اسی خیال سے مس الین اس طرف لائی تھی۔ مگر حیرت ہے، کہ وہ خاموش ہی رہا۔
اس کے بعد جو گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا بیان غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ناظرین خود اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ دونوں میں جس مضمون پر زیادہ تر بحث ہوئی۔ وہ عشق و محبت ہی کا تھا۔ جس کے متعلق گفتگو کرنے میں کیتھرائن کو خوشی محسوس ہوتی تھی۔ اور الین بھی اسے اس گفتگو کو جاری رکھنے پر برابر اکسا رہی تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ اس کے جذبات کو بھڑکانا چاہتی تھی۔ بلکہ اس غرض سے کہ وہ اسے ان غیر معمولی امیدوں کی طرف سے خبردار کرے جن کے پیدا ہونے کی امید نہیں ہو سکتی۔
دونوں کم و بیش دو بجے تک سیر کرتی رہیں اور اس وقت مکان کی طرف واپس گئیں تو معلوم ہوا کہ مسٹر ونسٹ ابھی تک لندن سے واپس نہیں آیا۔ لیکن صبح کی تازہ ہوا سے الین کی بھوک بہت تیز ہو چکی تھی۔ اس لئے جب دسترخوان بچھایا گیا۔ تو اس نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ گو کیتھرائن متفکر ہی رہی۔ اور اس نے کھانے میں بہت ہی کم حصہ لیا۔
درحقیقت دوشیزہ کو بہت سے معاملات پر غور و فکر کی ضرورت تھی۔ کچھ تو اس شکیل اجنبی کی ملاقات کا اثر اس پر طاری تھا اور کچھ اس بات کی امید اسے کشمکش و پیچ کی حالت میں ڈالے ہوئے تھی۔ کہ شام کے وقت مجھے اپنے والدین کے متعلق بعض ضروری حالات معلوم ہونے والے ہیں۔
اس کے ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ بوڑھی عورت کی مہیا کردہ واقفیت کس قسم کی ہو گی۔ اس واقفیت سے مجھے کس طریق پر تسلی حاصل ہو سکے گی۔ ہمارے ناظرین کو یاد ہو گا [illegible] مسز ڈرس نے اسے اس کی ماں کے متعلق بعض حالات سے واقف کیا تھا لیکن اب تک اسے سارے حالات کی نسبت شبہ اور غیر یقینی کی سی حالت ہی تھی۔ اور اس کے متعلق کسی قسم کے خیالات دوڑانے بے سود تھے۔
شام کے چار بجے کاشتکار واپس آیا۔ اور کہنے لگا۔ "میں تمہارے لئے بڑی خوشی کی خبر لایا ہوں۔ میرے خیال میں قدرتی بات ہے کہ جو لوگ مسٹر مارکہم . . . نہیں نہیں مارکوئیس سے واقف ہیں۔ اس خبر کو سنکر خوش ہوں"۔
الین اور کیتھرائن نے یک زبان ہو کر پوچھا "بتائیے آپ کیا خبر لائے ہیں؟"

کاشتکار نے کہا "ضرور میں تمہیں سارے حالات بتاتا ہوں۔ یہ چٹھی مسٹر منرو نے ایلین کے نام بھیجی ہے۔ اس سے سارے حالات واضح ہو جائیں گے۔"

ایلین نے تیزی سے چٹھی کا لفافہ چاک کیا اور اس کا مضمون باآواز بلند پڑھنے لگی۔

۲۹۔ جنوری ۱۸۱۴ء

میری پیاری ایلین مجھے یقین ہے کہ جو خبریں تمہیں سنانے لگا ہوں انہیں سن کر تم بہت خوش ہو گی۔ آج صبح کے اخبارات میں ٹولون کا ایک تار شائع ہوا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ ۲۳ تاریخ کو مونٹونی کی فصیل کے قریب ایک عظیم اور فیصلہ کن معرکہ ہوا جس میں رچرڈ نے پورے طور سے کامیابی حاصل کی۔ آسٹریا کی فوج کو شکست فاش ہوئی۔ اور گرینڈ ڈیوک عظیم نقصان برداشت کر کے بھاگ نکلا جس کے بعد مذکورہ مقام کو آسانی سے سر کر لیا گیا۔ ہمارا عزیز محسن اب ہر طرح محفوظ اور صحیح سلامت ہے۔ جس جہاز کے ذریعہ یہ خبر ٹولون پہنچی۔ وہ ۲۴ تاریخ کی صبح کو اس وقت مونٹونی سے روانہ ہوا تھا۔ جبکہ رچرڈ کیسل سکالا کے ریجنٹ کی حیثیت میں شہر میں داخل ہوا۔

اس سے زیادہ سر دست کوئی کیفیت معلوم نہیں ہوئی۔ یہ خبریں بجائے خود کافی اطمینان بخش اور مسرت خیز ہیں۔ ہر چند کہ میں بوڑھا ہوں اور میرا خون سرد پڑ چکا ہے۔ مگر رچرڈ کی کامیابیوں پر غور کر کے میرے اندر بھی جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ خیال کرو کہ اس نے کتنا بڑا عروج حاصل کیا ہے۔ یہاں تک کہ اب وہ بادشاہ سے صرف دوسرے درجہ پر ہے جبکہ میں اس وقت کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ مجھے پہاڑی کی چوٹی پر دو درخت نظر آئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ جین کا خیال پیدا ہو کر دل افسردہ ہو گیا۔ حیرت ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ مجھے...

کیتھرائن نے ایلین کو یکایک زرد پڑتے دیکھ کر پوچھا "پیاری بہن کیا بات ہے؟ کیا تم بیمار ہو؟"

"نہیں کیٹ کچھ نہیں۔ خبریں اس قدر ناگہاں موصول ہوئیں کہ ان کا اثر..."

کیتھرائن نے اصرار کے لہجہ میں کہا "نہیں نہیں تم ضرور بیمار ہو" اور یہ کہہ کر وہ پانی لانے کے لئے کمرہ سے باہر چلی گئی۔ پانی لائی تو ایلین نے اس کے چند گھونٹ پیئے جس سے اس کے رخساروں کی رنگت پھر بحال ہو گئی اور وہ کہنے لگی "کیٹ اب میری حالت بہتر ہے مگر اس چٹھی کا باقی مضمون تم پڑھ کر سناؤ۔"

کیتھرائن نے یہ دیکھ کر کہ ایلین کی حالت اب واقعی پہلے سے بہتر ہے اس چٹھی کو پڑھنا شروع کیا۔ بقیہ مضمون حسب ذیل تھا:

مجھے اندیشہ ہے کہ وہ ایسی شاندار داستان بیان نہ کر سکے گا جیسی اس کے چھوٹے بھائی نے بیان کرنی ہے۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ حقیقت میں وقت مقررہ پر یہاں آجائے لیکن خیر۔ یہ تذکرہ غیر ضروری ہے۔ تم نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ میں مس نیٹ کو چند دن کے لئے اپنے ساتھ لاؤں گی۔ مجھے اس میں کچھ اعتراض نہیں بشرطیکہ وہ نیک دل اصحاب جن کے ہاں وہ رہتی ہے اور جن کی رچرڈ نے اس قدر تعریف کی تھی۔ اس انتظام کو منظور کریں۔

ہاں میں یہ بیان کرنا بھول گیا کہ رچرڈ کی کامیابیوں کی خبر سنکر ڈنگھم نے خوشی کے دیوانہ سا ہو گیا ہے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ جب معرکہ ابرشانی کی کامیابی کی خبر موصول ہوئی۔ تو وہ دن بھر یہ کہتا اور خوشی سے ناچتا رہا تھا "اوہ! ماسٹر رچرڈ مارکوئیس بن گیا ہے" لیکن جب میں نے آج صبح کی خبر اسے پڑھ کر سنائی تو وہ اس قدر آپے سے باہر ہوا کہ اپنی نئی ٹوپی کو ٹھڈے مار مار کر کمرہ میں ادھر ادھر پھینکنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلاتا رہا "اوہو ماسٹر رچرڈ مارکوئیس اور ریجنٹ بن گیا"۔ "آج میں ضرور پیٹ بھر کر شراب پیونگا"۔ پھر وہ دوڑا دوڑا باہر گیا اور اس واقعہ کی خبر اپنے طریق پہ میرین کو دی۔ پھر مجھے بندوق چلنے کی آواز سنائی دی۔ میں بہت حیرت زدہ ہوا۔ مگر جب دوبارہ سہ بارہ اور پھر چوتھی مرتبہ بھی آواز سنائی دی۔ تو میں گھبرا کر باغ کی طرف آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ڈنگھم اپنی پرانی بندوق سے سلامی اتار رہا ہے اور اس نے میرین کے نئے شال کا جھنڈا بنایا ہوا ہے اسی طرح بندوق چلانے کا عمل جاری رہا۔ حتیٰ کہ سلامی پوری ہو گئی۔ میرا تو خیال ہے کہ آج رات وہ سارے مکان میں چراغان کریگا۔ میرا بھی یہ ارادہ ہے کہ اس کے انتظامات میں مداخلت نہ کروں۔

مسٹر ہنٹ چونکہ کھانا کھا رہے ہیں۔ اس لئے مجھے یہ طویل خط لکھنے کا موقعہ مل گیا۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنی پیاری سہیلی کو ساتھ لے کر کل پرسوں یہاں پہنچ جاؤ گی۔

اس جگہ یہ بیان کرنا غیر ضروری ہے کہ معرکہ مونٹری کی خبر نے گھر بھر میں غیر معمولی خوشی پیدا کر دی اور ایلین کی خوش طبعی بھی بحال ہو گئی۔ رچرڈ کی اس

غیر معمولی کامیابی کی خبر سنکر وہ بہت ہی خوش ہوئی۔
مسٹر اور مسز ہنٹ نے اس تجویز پر کسی قسم کا اعتراض نہ کیا کہ کیتھرائن ایلین کے ساتھ مارکھم ہوٹل میں ہو آئے۔ گو انہیں اُس سے علیحدہ ہونے کا رنج تھا تاہم انہوں نے اس خیال سے اُسے جانے کی اجازت دے دی۔ کہ تبدیل نظارہ کا اثر اس پر مفید ثابت ہوگا۔

اتنے میں وہ وقت آگیا۔ جب کیتھرائن نے بڑھی والا سے ملنا تھا۔ مسٹر ہنٹ نے ایک سو پونڈ کی وہ رقم جو بڑھیا کی معرفت مردہ فروشوں کو دی جانے والی تھی کیتھرائن کے حوالہ کردی۔ اور سات بجنے سے ذرا دیر پہلے کاشتکار ہنٹ ایک جوڑی بھرے ہوئے پستولوں کی جیب میں ڈالے ایلین کو ساتھ لئے اس پوشیدہ مقام کیطرف روانہ ہوا۔ جہاں وہ ایک دن پہلے شام کو چھپ کر کھڑا رہا تھا۔ ادھر کیتھرائن بھی دھڑکتے ہوئے دل سے اسی طرف کو روانہ ہوئی۔ جہاں اُسے اس عورت سے ملنے کی امید تھی۔ جس نے بہت سی راز کی باتیں ظاہر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر جب وہ اس جگہ پہنچی تو بڑھی عورت موجود نہ تھی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ دس منٹ کا عرصہ گذر گیا اور پھر بھی وہ نظر نہ آئی۔

کیتھرائن کو اب سخت فکر پیدا ہوا۔ وہ مضطرب ہوکر اس کی آمد کا انتظار کرتی اور اُدھر دیکھتی رہی۔ مگر اس کا نشان تک نظر نہ آیا۔ اسی طرح وہ دوشیزہ آٹھ بجے کی رات کے آٹھ بجے تک اُس کی منتظر رہی اور آخر اُس وقت اُسے دو شخص تھوڑے فاصلہ پر اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔ وہ انہیں دیکھ کر سہم گئی لیکن جب اُس نے کاشتکار کی آواز پہچانی۔ تو اس کا اطمینان ہوگیا۔ دراصل وہ ایلین اور کیتھرائن کو دیر تک واپس آتے نہ دیکھ کر فکرمند ہوکر اُسی کی تلاش میں اس طرف آئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ بڑھی عورت وہاں نہیں ہے۔ تو انہیں سارا معاملہ مشتبہ نظر آنے لگا۔ اور کیتھرائن بھی سخت مایوسی کی حالت میں اُن کے ساتھ مکان کو لوٹ آئی۔

راستہ چلتے ہوئے کاشتکار نے کہا۔ اگر بڑھی عورت کسی خلاف امید وجہ کی بدولت نہیں آسکی۔ تو وہ ضرور کل تمہیں اس کی اطلاع دے گی۔ ممکن ہے اُس کا قاصد جنکس پھر ہمارے پاس آئے۔ لیکن اگر اب کی مرتبہ وہ آیا۔ تو میں اُسے اپنے

تیار کردہ منحوس تابوت کو دیکھنے کا موقعہ نہ دونگا۔"

رات کو سونے کے وقت تک کیتھرائن بدستور فکر مند اور افسردہ رہی۔ ایلن نے اُس کی طبیعت بہلانے کی بہت کوشش کی۔ مگر اُس میں اُسے کامیابی حاصل نہ ہوئی آخر کچھ رات گذری تو یہ لوگ سو گئے۔ اور جب صبح ہوئی تو کیتھرائن پھر اس بات کی منتظر ہوئی کہ اب گھڑی پل میں بڑھیا کی طرف سے کوئی رقعہ آتا ہوگا۔

لیکن وقت گذرتا گیا۔ اور نہ کوئی خط وصول ہوا۔ نہ کوئی قاصد ہی آیا۔

ایلن نے اُس رقعہ کے انتظار میں لندن کو اپنی روانگی بھی کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کردی تھی۔ مگر شام کے تین بج گئے اور اب تک کوئی نہ آیا۔ آخر اسوقت کیتھرائن نے زیادہ دیر ٹھیرنا بے سود سمجھا۔ اور مسٹر ہنٹ کو الوداع کہہ کر دونوں لڑکیاں گاڑی میں مسٹر ہنٹ کے ہمراہ ہونسلو کی طرف روانہ ہوئیں۔ وہاں مسٹر ہنٹ انہیں کرایہ کی گاڑی پر سوار کرا کے خود واپس چلا آیا۔ اور وہ لندن کو چلی گئیں۔

پانچواں باب عشق کی کڑی منزلیں

یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت سے لے کر جب رچرڈ نے کیسل سکالا کی طرف روانہ ہونے سے پہلے اکتوبر ۱۸۴۰ء میں اسابیلا کو الوداع کہی تھی۔ جنوری ۱۸۴۱ء کے اختتام تک جہاں ہمارے واقعات کا سلسلہ پہنچ چکا ہے جو حالات پرنسس البرٹو کے محل واقع رچمنڈ میں پیش آئے۔ انہیں مختصر طور پر بیان کر دیا جائے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب رچرڈ رخصت ہونے لگا۔ تو پرنسس اسابیلا نے اُسے کہا تھا۔ کہ جب میں اس اولوالعزمانہ مہم پر غور کرتی ہوں۔ جس میں حصہ لینے کے لئے تم جا رہے ہو۔ تو میرے دل میں عجیب و غریب خیالات اور غیر معمولی اُمیدیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہمارے ہیرو کی حقیقی خصلت کو ایسی عمدگی سے سمجھا تھا اور اُس کی صفات حسنہ کی نسبت اس کے خیالات اس قدر بلند تھے کہ اُسے کامل یقین تھا کہ جب موقعہ ملا۔ وہ ضرور دنیا میں ناموری اور عظیم الشان کامیابی حاصل کرے گا۔

رچرڈ مارکہم سے اُسے جو غیر معمولی محبت تھی۔ اُس کی بدولت نہ صرف یہ اعتقادات اور بھی پختہ ہوگئے بلکہ اُسے اس بات کا کامل یقین ہو چکا تھا۔ کہ جس سے مجھے محبت ہے اُس کا فرض ہی کوئی غیر معمولی کامیابی حاصل کرنا یقینی ہے۔

لیکن جس وقت وہ اُس سے آخری مرتبہ بغل گیر ہوئی۔ جدا ہوتے وقت اُس کو الوداع کا حسرت خیز لفظ کہا۔ اور اپنے محل اور فیاض منش عاشق کو پیچھے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتی محل کی طرف روانہ ہوئی۔ تو اُس کے دل پر برچھیاں سی گر رہی تھیں۔

پھر جب وہ اُس کی نظروں سے غائب ہوا۔ تو یہ تمام حوصلہ افزا خیالات بھی اس کے ذہن سے یکایک دور ہوگئے۔ اُس نے انہیں واپس لانے کی بہت کوشش کی۔ اور اس شخص کی طرح جرات کی تاریک پانی کے اندر غرق ہوتا ہوا پھر ایک بار آسمان پہ چمکتے ہوئے تاروں کی جھلک دیکھنے کے لئے سطح پر آنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ وہ کچھ عرصہ تک مایوسی کے خلاف جد وجہد کرتی رہی۔ مگر افسوس اُس کی امید اب انتہائی پژمردگی میں بدل چکی تھی۔

باوجود اس کے اسابیلا کے دل میں استقلال کا مادہ موجود تھا۔ اور جب رنج والم کا پہلا احساس رفع ہوگیا۔ تو وہ دیر تک اپنے مایوسانہ خیالات کا مقابلہ کرتی رہی۔ اور وہ کسی حد تک ان کے رنج دہ اثرات پہ غالب آگئی۔

اس مطلب کے لئے کہ گھر پہنچتے تک طبیعت پورے طور سے سکون پذیر ہو جائے وہ رچرڈ سے رخصت ہونے کے بعد کچھ دیر ادھر اُدھر گھومتی رہی اور آخر کار جب آپ خیالات کی پریشانی پہ پورے طور سے غالب آکر آنسوؤں کو اچھی طرح پونچھ چکی۔ تو محل میں داخل ہوئی۔

اس کا والد شروع سے ہی جہاں تک اس کا اپنا تعلق تھا۔ مہم کیسل سکالا کی مخالفت کرتا رہا تھا۔ مگر جب اُسے اختیار کر لیا جا چکا۔ تو پھر وہ اس کی کامیابی کا خواہشمند رہنے لگا۔ فی الحقیقت جیسا کہ اُس نے جنرل گرشیا سے کہا تھا۔ وہ خود بھی اس میں حصہ لینے پہ آمادہ ہوتا۔ اگر اُس کے حالات زندگی کسی قدر مختلف ہوتے۔ یہی وجہ تھی۔ جب اُس نے اول مرتبہ یہ بات سُنی کہ مارکہم آئین اور انصاف کی حمایت میں سینہ سپر ہونیوالا ہے۔ تو اُس نے اُسے تعریف کی نظروں سے دیکھا تھا۔ اور اس کے بعد بارہا وہ رچرڈ کی صفات

حسنہ کا پوری سرگرمی سے ذکر کرتا رہا۔

اسابیلا کی ماں کی نسبت بھی یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ وہ اب پہلے سے زیادہ مارکہم کے حق میں ہو چکی تھی۔ کیونکہ وہ دیکھتی تھی۔ کہ کام جو اس نے اختیار کیا ہے نہ صرف بیسٹ ذہن رتبہ شوہر کی امداد کے لئے ہے بلکہ اس کی تہ میں اپنے آپ کو میری بیٹی کی محبت کے لائق ثابت کرنے کا قابل تعریف جذبہ کام کر رہا ہے۔ وہی محبت جس سے اسابیلا کے والدین بے خبر نہ تھے۔

جب اسابیلا رجرڈ سے مل کر واپس مکان پر آئی۔ تو اس کے چہرہ پر باوجود ہر قسم کی کوشش کے افسردگی کے آثار باقی تھے۔ انہیں دیکھ کر اس کے والد پرنس البرٹو نے پوچھا "بیٹی اسابیلا کہاں سے آ رہی ہو؟"

کہنے لگی "ابا جان سیر کرنے کو نکلی تھی۔ راستہ میں مسٹر مارکہم مل گئے..."

"اچھا" پرنس نے کسیقدر بے صبری سے کہا۔

اسابیلا اس انداز سے گویا وہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ وہ کسی بھی حالت میں جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی۔ کہنے لگی "میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ اتفاقیہ طور پر یہاں آ گئے تھے مگر ان سے ملنا ایک اتفاقیہ امر تھا۔ کیونکہ میرا آج ان سے ملنے کا خاص ارادہ نہ تھا۔"

"لیکن بہرحال تم اس سے ملی ضرور ہو؟" پرنس نے نرمی کے لہجہ میں اس انداز سے کہا۔ گویا وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ مجھے اپنی بیٹی کی راستبازی پر ہر طرح فخر ہے۔

اسابیلا نے آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ پونچھتے ہوئے کہا "ابا جان ہاں ہم ملے ضرور ہیں۔" پھر اس نے کسیقدر رقت آمیز لہجہ میں کہا "اور ہم ایک دوسرے سے جدا بھی ہو گئے ہیں۔ جس کے بعد شاید آئندہ کبھی نہ مل سکیں گے۔ اس لئے جو بُرائی سے میرے یا اس کے متعلق کسی ناراضگی کو اپنے دل میں جگہ نہ دیجیے... خصوصاً [illegible] تھا..."

اسابیلا کی ماں نے جلدی سے کہا "نہیں بیٹی ہمیں تم پر کسی طرح کی ناراضگی نہیں۔ بلکہ میری تو خواہش یہ تھی کہ مسٹر مارکہم ہمیں بھی الوداع کہکر رخصت ہوتا۔ شاید وہ وہاں سے کوئی خط لکھیگا..."

اسابیلا شرمیلے پن سے آنکھیں جھکا کر بولی "انہوں نے اس کے متعلق مجھ سے

اجازت طلب کی تھی۔ اور میں انکار نہ کر سکی۔ تجھ سے الگ ہونا غیر ممکن تھا۔ میں اب سارے حالات آپ کو معلوم ہیں۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو اس کا مجھے دلی رنج ہے لیکن میرا ضمیر کہتا ہے کہ اس سے مجھے جو محبت ہے میں نے اس محبت کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔"

پرنسس نے اس کا کچھ جواب نہ دیا لیکن اسابیلا نے دیکھا کہ اس کے چہرہ پر اب سختی کے آثار نہ تھے۔ ماں نے بھی اسابیلا کو محبت سے گلے لگا لیا۔

اس وقت سے لیکر اس محل میں رہنے والے تینوں شخصوں کو رچرڈ کی نسبت فکر سی لگی رہتی تھی۔ کیونکہ حقیقت میں وہ سب مہم کیسل سکاٹ کے نتائج معلوم کرنے کے منتظر تھے۔

اس کے بعد جب معرکہ اوسور کی مایوس کن خبریں آخیر نومبر میں موصول ہوئیں۔ تو انہیں جو مایوسی ہوئی اسے کون بیان کر سکتا ہے۔ جب پرنسس الہرٹڈ اور اسابیلا کی ماں کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اسے سلطنت کے حق میں مضر سمجھا۔ کیونکہ اسی کی بدولت گرینڈ ڈیوک کے حامیوں کو پرنسس الہرٹڈ کے متعلق طرح طرح کی چہ میگوئیوں کا موقعہ ملنے کا احتمال تھا اور یہ ظاہر تھا کہ وہ لوگ اس کو اس مہم کا محرک قرار دیتے تھے۔ خود اسابیلا کو بھی اس بات کا دلی رنج تھا۔ اور رچرڈ کے حالات پر جو پردہ سا پڑا ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ سخت متفکر رہا کرتی تھی۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اسے صرف رچرڈ کی وجہ سے ہی فکر لاحق نہ تھی۔ کیونکہ اس کے والد پرنس البرٹ پر بھی اس مہم کے ناکام رہنے کا ایسا اثر ہوا اور اس نے اسے اپنے مفاد کے لئے اس قدر مضر سمجھا کہ وہ بیمار ہو گیا۔ اور کمزوری اس قدر بڑھی کہ اب وہ بستر سے اٹھ نہ سکتا تھا۔

اس وقت اس غریب لڑکی نے اس کی پوری تندہی سے خدمت کی۔ حالانکہ غم و فکر کی وجہ سے اس کا اپنا دل شب و روز سخت بے چین رہتا تھا۔ بیماری کی وجہ سے پرنس کا مزاج چڑچڑا ہو گیا۔ اور اس نے کئی مرتبہ اسابیلا کو اس وجہ سے سخت سست بھی کہا کہ تم ایک ایسے شخص کی فکر کرتی ہو جس نے اپنی حماقت سے [illegible] [illegible] کہ اس کو نقصان پہنچایا۔ ورنہ استقلال [illegible] کام [illegible] کی صورت میں کامیابی یقینی تھی۔ مگر وہ سب باتیں سنتی اور خاموش رہتی

بھی۔ جس قدر اُس کا والد سختی کرتا۔ اُسی قدر وہ اُس کی طرف زیادہ توجہ دیتی۔ البتہ اس کی ماں کا ہمدردانہ سلوک ہر طرح باعث اطمینان تھا۔ گو خود رچرڈ کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہ ہونے کے باعث اُسے جو فکر لگی ہوئی تھی وہ سخت بےچینی پہونچا دیتی تھی۔

آخرکار معرکہ ادسیرو کی افسوسناک خبروں کے کم و بیش ایک ہفتہ بعد ایک روز وِنگلہم اُن کے مکان پر حاضر ہوا۔ اور اُس نے اسابیلا کو رچرڈ کا ایک خط دیا جسے دیکھ کر پہلے الفاظ جو اُس کے منہ سے نکلے یہ تھے "وہ زندہ ہے۔ خدا کا شکر کہ وہ زندہ ہے"۔

لیکن اسابیلا کی خوشی جلدی ہی تشویش میں بدل گئی۔ کیونکہ لہجہ تو تحریر کے کول دل انداز اور کچھ اُس خط پر دستخط کی عدم موجودگی کے باعث اُس نے سمجھ لیا کہ وہ جس سے میری زندگی وابستہ ہے ضرور خطرہ کی حالت میں ہے۔

لیکن مثل مشہور ہے کہ جب تک سانس قائم ہے آس برقرار رہتی ہے۔ الغرض اس خط کی وصول سے کسی قدر تک اُس کی ڈھارس بندھ گئی اور اب وہ پہلے سے زیادہ مطمئن رہنے لگی۔

اس کے بعد پھر فکر اور اضطراب کا ایک طویل زمانہ آیا۔ جس کی تکلیف پرنس کی بڑھتی ہوئی بیماری کی وجہ سے اور بھی زیادہ ہو گئی۔ آخر قریباً تین ہفتہ کے بعد اسابیلا کو سنیورا دریانی کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس کے مضمون سے ہمارے ناظرین واقف ہیں۔ یہ خط بھی اسے کچھ زیادہ تسکین دینے والا نہ تھا۔ اس میں صرف رچرڈ کے صحیح سلامت جنیوا پہنچ جانے کی خبر دی گئی تھی۔ اور لکھا تھا کہ اب وہ دوستوں کے پاس ہے۔ لیکن اس جہ سے اُسے فکر لاحق تھی کہ اُس نے اپنے ہاتھ سے خط کیوں نہیں لکھا۔

اس کے بعد پھر کچھ عرصہ خاموشی رہی۔ گو کچھ دن بعد جو خبریں موصول ہوئیں وہ اسابیلا کی تمام بھی ہوئی امیدوں کو تر و تازہ کرنے والی تھیں۔ ۱۶ جنوری کو شیلا کے شاندار معرکہ کی خبر موصول ہوئی۔ اور اُس خبر کی بدولت نوجوان شہزادی کی امیدیں وہ چند بڑھ گئیں جب وقت پرنس نے وہ واقعات جو سنیورا دریانی کی چٹھی میں درج تھے۔ سنے تو وہ دردناک لہجہ میں کہنے لگا "کیا قسمت ہے کہ میں یہاں مجبور پڑا ہوں اور اپنے ملک میں جا کر اُس بہادر نوجوان کا ہاتھ نہیں بٹا سکتا۔ اب یا تو یہی یا کوئی اور امر میسر کہ

وہاں جانے میں مانع نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آسٹریا کی سپاہ ملک پر قابض ہے۔ اور کیسل سکالا کے ہر ایک محب وطن کا یہ فرض ہے کہ وہ دشمن کو ملک سے باہر نکالنے میں حصّہ لے۔"

اپنے عاشق کا ذکر اس انداز سے ہوتا دیکھ کر اسابیلا بہت خوش ہوئی اور بولی۔ "ابا جان سکوت اختیار کیجیئے۔ اس طرح متفکر ہونے سے اُلٹا آپ کی پریشانی اور بڑھے گی۔ اور آپ کی بحالی صحت میں خلل انداز ہوگی۔ کوئی غیبی طاقت مجھ سے کہہ رہی ہے کہ بہت جلد آپ کو کیسل سکالا جانا پڑے گا۔"

لیکن وہ اپنی طبیعت کو سکون پذیر نہ کر سکا۔ بیماری اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ اور گو اب اس نے اپنی بیٹی کو ملامت کرنا بند کر دیا تھا۔ تاہم مزاج کا چڑچڑا پن بدستور بڑھتا ہی گیا۔

اس سے تین دن بعد جو خطوط موصول ہوئے۔ اُن میں رچرڈ کے ولابیلا میں داخل ہونے کی خبر درج تھی۔ اسے سنکر اسابیلا اور بھی زیادہ خوش ہوئی۔ اور اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک پیدا ہو گئی۔ اب وہ سابقہ رنج والم فراموش ہو گیا۔ ہر قسم کے شبہات دور ہو گئے۔ کیونکہ اس کا عاشق ایک سچے بہادر کا درجہ حاصل کر چکا تھا اور اس کے دل میں مایوسی کی بجائے امید پیدا ہو گئی تھی۔

رفتہ رفتہ پرنس نے بھی اپنی بیماری پر کڑھنا چھوڑ دیا۔ رچرڈ نے اپنے خط میں اطلاع دی تھی کہ ولابیلا کے باشندوں نے "البرٹو زندہ باش" کے نعرے بلند کئے تھے اس سے پرنس کے دل میں ایسی شاندار امیدیں پیدا ہوئیں کہ وہ اُنہیں چھپائے نہ چھپا سکا۔

اس کے بعد چار دن اور گذر گئے۔ اور پھر ایک روز جب باغ کے اندر سے چٹھی رساں آتا نظر آیا۔ تو اُس محل کے رہنے والوں میں سے ہر ایک کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ تازہ آئی ہوئی چٹھیوں کو کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا تو اُن میں پیاسیرکی فتح کے حالات درج تھے اب اسابیلا اپنے جذبات کو چھپا نہ سکی۔ اُسکی راحت کا پیمانہ چھلک رہا تھا اور خوشی آنسوؤں کی صورت میں بہنے لگی تھی۔

پرنس بھی تکیہ کے بل کسی قدر اٹھ کر کہنے لگا "بڑی ہی شاندار خبر ہے۔" اور پھر ایک لمحہ بعد اُس نے کہا "بے شک رچرڈ مارکہم بہادر ہے۔" اُس وقت اسابیلا نے

روتے روتے اپنے والد کے چہرہ پر جو نظر ڈالی اُس میں دلی شکر گذاری کا انداز موجود تھا۔ کیونکہ یہ الفاظ اُس شخص کے متعلق ہر قسم کے شبہات کو دور کرنے والے تھے جس سے اُس کی زندگی کا اسقدر قریبی تعلق تھا۔

اس کے بعد پھر چند دن گذر گئے اور دوبارہ راحت بخش خبریں موصول ہوئیں کیونکہ معرکہ ہیاسیرز کے بعد فتح ایرشانی کا واقعہ جلدی ہی ظہور میں آگیا تھا۔

اس خبر کو سنکر پرسی نے اسابیلا کو دلی محبت کے ساتھ گلے لگا کر کہا "میری پیاری اسابیلا میں تم سے اُن ملامتوں کے لئے معافی چاہتا ہوں جو میری زبان سے نامناسب طریق پر رچرڈ مارکہم کے متعلق نکلتی رہی ہیں"

دوشیزہ لڑکی نے کہا "ابا جان آپ زمانہ ماضی کا ذکر جانے دیں۔ زمانہ حال خوشی امید اور راحت سے اس قدر پر ہے کہ ہم اسی پر غور کرتے ہوئے نہیں تھکتے"

اسابیلا کی ماں کہنے لگی "اس معرکہ کا انجام خواہ کچھ ہو۔ بہر حال رچرڈ کی بہادری میں کلام نہیں"

پرسی نے دلی جوش کے ساتھ کہا "وہ ایک ایسا نوجوان ہے کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی فخریہ طور پر اُسے اپنا بیٹا قرار دے سکتا ہے"

اسابیلا نے یہ الفاظ والد کی زبانی سنکر اپنی ماں کا ہاتھ بڑے جوش کے ساتھ دبایا جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ پرسی کے خیالات میں اس قسم کی تبدیلی آپ ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

اس دن کے بعد پرسی کی صحت دن بدن اصلاح پذیر ہوتی گئی۔ اور چند ہی دن کے عرصہ کے بعد وہ اس بستر سے اٹھنے کے قابل ہوگیا۔ جس پر وہ ہفتوں پڑا رہا تھا۔

اسی طرح اسابیلا کے چہرے پر بھی اب غیر معمولی سرخی نظر آنے لگی تھی اُس کی آنکھوں میں خوشی اور امید کی چمک پائی جاتی تھی۔ کیونکہ اُس کی انتہائی آرزوئیں اور دلی خواہشیں عنقریب پوری ہونے والی تھیں۔ اُس کا عاشق ایک دور دراز ملک میں ہی کارنامے سرانجام دے رہا تھا جس کی امید اس نے اس وقت ظاہر کی تھی جب وہ انگلستان سے رخصت ہونے لگا تھا اور دنیا میں چاروں طرف اُس کے

نام کا شہرہ تھا۔

ابرشانی کے فیصلہ کن معرکہ کی خبر کے چند دن بعد اخبارات میں یہ بات مشتہر ہوئی کہ مونٹونی کی انتظامی کمیٹی نے کیپل سکالا کی فوجوں کے نوجوان کمانیر کو مارکوئیس آف اسٹیلا کا خطاب دے دیا ہے۔ جب اپنے عاشق کی اس عزت افزائی کی خبر اسابیلا نے یہ آواز بلند والدین کو پڑھ کر سنائی۔ تو اس کے سینہ میں خوشی کے جو غیر معمولی جذبات اٹھ رہے تھے۔ زبان قلم ان کے بیان سے عاجز ہے۔ کیونکہ اُسے اس بات کا یقین تھا کہ اس عزت افزائی کی بدولت وہ رکاوٹ بالکل ہی دور ہو جائے گی۔ جو ہمارا نقشہ کی خوشی میں حائل تھی۔

اس کے بعد جب اُس کے والد نے زوردار لہجہ میں کہا بے شک رضیر ڈاربے کوئیس بن چکا ہے اور دنیا کے قابل فخر امرا میں شامل ہے۔ لیکن ایک اس سے بھی اونچا طبقہ ابھی اور ہے۔ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ دن بڑی خوشی کا ہوگا۔ جب میں اُسے یہ الفاظ کہہ سکونگا کہ اپنی کامیابیوں کے معاوضہ میں تم میری بیٹی کا ہاتھ قبول کرو۔ میں تمہیں پرنس کا درجہ دیتا ہوں "۔ جب یہ الفاظ پرنس کی زبانی نکلے تو اسابیلا کا دل اور بھی زور سے دھڑکنے لگا۔ اور اُس کی چھاتی غیر معمولی طور پر متلاطم نظر آنے لگی۔ وہ اپنے والد کے قدموں پہ گر پڑی۔ اور اُس کا ہاتھ اپنے سینہ سے لگا کر اسے پے در پے بوسے دیئے۔ اس کے ساتھ ہی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ اُس نے زبان سے شکریئے کے الفاظ ادا کرنے کی کوشش کی لیکن زبان نے مدد نہ دی۔ سوائے رونے کے وہ اور کچھ نہ کرسکتی تھی۔

یہ ایک نہائت موثر نظارہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی کامل خوشی اس جلا وطن خاندان کے افراد نے اس سے پہلے آج تک بمشکل دیکھی ہوگی لیکن اس کے بعد فوراً ہی بعض تفکرات اور اندیشے پیدا ہوگئے۔ یہ بات معلوم تھی۔ کہ مونٹونی کا محاصرہ ایک عظیم آسٹروی فوج نے کیا ہوا ہے۔ اس واقعہ پر رائے زنی کرتے ہوئے انگریزی اخبارات نے لکھا تھا۔ کہ گو اس قسم کی کامل فتح کا جیسی امین پسندوں کو ابرشانی میں حاصل ہوئی۔ جنگلاتی اثر نہائت عظیم ثابت ہوتا ہے مگر بہرحال سوال یہ ہے۔ کیا مارکوئیس آف اسٹیلا اس قدر فوج جمع کر سکے گا۔ جس کی مدد سے

وہ صدمہ تمام کو بسر کر لے۔

اس قسم کی آراء کو پڑھ کر پرنس البرٹو جی میں کُڑھتا تھا۔ کیونکہ وہ نہ صرف انہیں مناسب سمجھتا تھا بلکہ اس بات سے بھی واقف تھا۔ کہ کیل سکالا کی قسمت کا فیصلہ اسی معرکہ کی بدولت ہوگا۔ جو آسٹریلوں اور آئین پسندوں کے درمیان ہونیوالا ہے۔

اس نے ان اندیشوں کو اپنی بیٹی اور بیوی سے چھپانے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے سمجھ لیا کہ اس کے دل میں کس قسم کے خیالات گذر رہے ہیں۔ اس لئے پھر اس گھر میں راحت اور امید کی بجائے فکر اور اندیشہ اور غیر یقینی کی حالت پیدا ہوگئی۔ اسی طرح چند دن اور گذر گئے۔ اور اس کشمکش و رنج کی حالت کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ البرٹو کچھ دن کے لئے دوبارہ بیمار ہوگیا۔ اس کی ساری امیدیں خطرہ میں تھیں اور وہ جانتا تھا کہ اگر آئین پسندوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ تو مجھے تخت و تاج حاصل ہونا یقینی ہے لیکن بخلاف اس کے اگر آسٹری فتحمند ہوئے۔ تو گرینڈ ڈیوک انجیلو نے اس بات کا مصمم ارادہ کر رکھا ہے کہ میں آسٹریا کے شاہی خاندان کے کسی شہزادے کو اپنا وارث بنا لوں گا۔ گویا پرنس البرٹو کی قسمت ایک عظیم الشان بلندی اور ایک ہلاک گہرائی کے درمیان لٹک رہی تھی۔

پرنس کی بیوی یعنی اسابیلا کی ماں کو اس بات کی پختہ امید تھی۔ کہ جس مہم کی ابتداء اس کامیابی سے ہوئی ہے۔ اس کا انجام بھی فتحمندی پر ہوگا۔ اور خود اسابیلا نے بھی ہر قسم کی دلیلوں سے کام لے کر اپنے والدین کو اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کی کہ انجام نیک ثابت ہونے والا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ غریب خود بھی بارہا شبہ اور اندیشہ میں پڑ جاتی تھی اور پوشیدہ طور پر اپنے عاشق کی سلامتی کے لئے بارہا آنسو بہاتی تھی۔ ہر روز یہ لوگ ڈاکیہ کی آمد کا شوق سے انتظار کرتے اور اخبار کو دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کھولا کرتے تھے۔ آخر کار ۲۹ جنوری کی صبح کو ان کے تمام اندیشے رفع ہوگئے۔ اور سارے شبہات کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ لوگ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گو ان میں سے کوئی بھی فکر اور اندیشہ کی وجہ سے ایک لقمہ تک نہ کھا سکتا تھا کہ عین اس وقت ایک نوکر نے اندر داخل ہوکر صبح کا اخبار پرنس کے روبرو پیش کیا۔ البرٹو نے اسے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اس کی بیٹی اور

بیوی دھڑکتے ہوئے دلوں سے اُس کی طرف دیکھتی رہیں۔ یکایک وہ چونکا۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک پیدا ہوگئی۔ اُس کے زرد رخساروں پر سُرخی چھا گئی اور اُس نے پرجوش آواز سے صرف اتنا کہا "خداوندا تیرا شکر ہے"۔ اس سے زیادہ کوئی لفظ اُس کی زبان سے نہ نکلا۔ کیوں طویل بیماری نے اُسے بالکل نڈھال کر رکھا تھا۔

اما بیلا نے گرتا ہوا اخبار اُس کے ہاتھوں سے سنبھالا۔ اس کے لئے صرف ایک نظر ڈالنا کافی تھا۔ کیونکہ کالم کے سرے پر بڑے جلی عنوان سے ذیل کی قابل ذکر خبر درج تھی۔

کیسل سکالا

آسٹرویوں کو شکست فاش

مونٹوونی سر ہوگیا

کیسل سکالا کا دخانی جہاز ٹورسل ابھی ابھی بندرگاہ میں پہنچا ہے۔ اس کے ذریعہ سے آنی ہوئی خبریں ظاہر کرتی ہیں کہ آسٹریوں کو ۲۳ تاریخ کے روز شکست فاش ہوئی۔ مونٹوونی سر ہوگیا۔ اور گرینڈ ڈیوک غالباً کسی طرف کو فرار ہوگیا ہے۔ ۲۴ تاریخ کو ۳ بجے مارکوئیس آف اسٹیلا بڑی دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوا۔ البرٹو اول کی آمد کے انتظار میں اُسے ریجنٹ مقرر کردیا گیا ہے۔ ٹورسل اُس وقت وہاں سے چلا تھا۔ جب توپیں مارکوئیس کو سلامی اتار رہی تھیں۔

اما بیلا نے اپنے والد کے قدموں پر گر کر اُس کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا کر کہا "سب سے پہلے میں یور رسیرین ہائی نس کو اس عظیم الشان خبر کی مبارکباد دیتی ہوں"۔

البرٹو نے جواب دیا "کیسل سکالا کا گرینڈ ڈیوک بن چکا تھا" یہ دو جوان سے عزیز اما بیلا تم اس طرح دوزانو کیوں ہوتی ہو۔ آؤ مجھ سے بغل گیر ہو۔ پھر اپنی بیوی کی طرف جو اس خوشخبری کو سنکر حیران و ششدر بیٹھی تھی۔ متوجہ ہو کر کہا "میری جلاوطنی کی رفیق آؤ تم بھی مجھ سے بغل گیر ہو جاؤ۔ کیونکہ اب ہماری جلاوطنی کا خاتمہ ہوگیا اور ہم عنقریب اپنے وطن کی طرف روانہ ہونگے"۔

اُس وقت اُن تینوں میں جس پیار و محبت کا اظہار ہوا اور گھر میں جیسی غیر معمولی

کو بھی پیدا ہوئی ۔ اس کا ذکر لا حاصل ہے ۔ کیونکہ ناظرین خود اچھی طرح اس کا اندازہ کر سکتے ہیں ۔ بہت دیر کے بعد ان کی طبیعتیں اس قدر سکون پذیر ہوئیں کہ وہ اس تازہ واقعہ کی نسبت گفتگو کر سکے ۔ جس پر بحث کرتے ہوئے سب سے زیادہ رچرڈ مارکہم کا ذکر آتا تھا ۔

چھٹا باب ریونسورتھ ہال

کلبرن کے نواحات میں اُس بلندی پر جو ولسڈن گرین کیطرف اٹھتی ہے ایک وسیع اور عریض باغ کے درمیان ایک نہایت شاندار عمارت واقع تھی ۔ اس عمارت کی ساخت اور اُس کے اندرونی اور بیرونی ساز و سامان سے دو باتیں صاف طور پر ظاہر تھیں ۔ ایک یہ کہ اس کے رہنے والے امیر کبیر ہیں ۔ اور دوسرے یہ کہ وہ مذاق سلیم رکھتے ہیں ۔ اس عمارت کا نام ریونسورتھ ہال مشہور تھا اور وہ زمانہ قدیم کی طرز پر بنی ہوئی تھی ۔ اس سے آس پاس زمانہ حال کے طریق پر کوئی عمارت تیار کر کے اُس کی خوبیوں کو ضائع نہ کیا گیا تھا ۔ اور اس کے جو حصے مرور زمانہ سے خراب ہو گئے تھے ۔ اُن کی مرمت میں بھی ملکہ الزبتھ کے زمانہ کی طرز تعمیر کو کمال خوبی سے برقرار رکھا گیا تھا ۔

یہ ایک نہایت شاندار عمارت تھی ۔ بے شمار محرابیں ۔ بلند چمنیاں اور خوشنما شیشہ دار کھڑکیاں اور دروازے اس کی شان و عظمت کو دوبالا کر رہے تھے ۔ اور صدر دروازہ تک پہنچنے کے لئے بیس نہایت خوشنما سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں ۔ یہ مقام ایک ایسے امیر گھرانے کی جائے سکونت تھا ۔ جس کا سلسلہ نسب ولیم فاتح تک پہنچتا تھا ۔ اور اس نے اس میں زمانہ قدیم کی شان و عظمت اُس حد تک قائم رکھنے کی کوشش کی تھی ۔ جہاں تک زمانہ موجودہ کے حالات اجازت دے سکتے ہیں ۔

یکم فروری کا دن اور صبح کے ۹ بجے کا وقت تھا ۔ ابھی پورے طور سے روشنی بھی پھیلنے نہ پائی تھی ۔ کہ اس مکان میں غیر معمولی چہل پہل کے آثار نظر آنے لگے اور معلوم ہوتا تھا کوئی خاص واقعہ ظہور میں آنے والا ہے ۔ مکان کی مختلف چمنیوں

سے کثیف دھوئیں کی بہت بڑی مقدار خارج ہو رہی تھی۔ جس سے ظاہر تھا کہ کھانا پکانے کی غیر معمولی تیاریاں ہیں۔ مکان کا خادم خاص جو ایک عمر رسیدہ شخص تھا۔ جس کے بال برف کی طرح سفید ہو چکے تھے لیکن باوجود اس کے کمر میں خم پیدا نہ ہوا تھا۔ ذخیرہ سے بہترین شراب نکالنے میں مصروف تھا۔ نوکرانیاں مکان کے سب سے بڑے کمرہ کو صاف کر رہی تھیں۔ جس سے ظاہر تھا کہ یہاں کوئی غیر معمولی جلسہ ہونے والا ہے۔ کھڑکیوں کے شیشے بڑی احتیاط سے صاف کئے گئے۔ کرسیوں اور کوچوں کے مخملی گدیوں کے پردے اتار کر جھاڑے گئے۔ کھڑکیوں اور دروازوں کے پردے تبدیل کر کے نئے پردے جو بہترین قسم کے تھے لگا دیئے گئے۔ اور چینی کے پر شغل کو بڑی احتیاط سے صاف کیا گیا۔

مالک مکان لارڈ ریونسورتھ اس روز غیر معمولی طور پر جلدی اٹھا۔ اور ابھی گھڑی نے آٹھ بھی نہ بجائے تھے کہ وہ لباس پہننے کے کمرہ سے نشستگاہ میں آ گیا۔

اس کی عمر پچاس سال کے قریب تھی اور صورت شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی زمانہ میں نہایت شکیل اور وجیہ ہوگا۔ مگر اب اس کا چہرہ زرد ہو چکا تھا اور اس قسم کا تھا جسے دیکھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہو سکتا کہ کوئی خوفناک مرض اسے گھن کی طرح کھا رہا ہے۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اور ان میں چمک باقی نہ تھی۔ رخسار اندر کو دبے ہوئے لیکن دانت مکمل اور نہایت مضبوط تھے۔ جو اس حالت اور اس عمر میں ایک غیر معمولی بات تھی۔ ہر چند کہ وہ کسی زمانہ میں بہت موٹا تازہ اور تنومند تھا۔ مگر اب اس کا بدن گھل کر اس قدر دبلا ہو گیا تھا۔ کہ وہ گون جو اس نے پہنی ہوئی تھی۔ ایک پنجر کے اوپر لپٹی ہوئی نظر آتی تھی۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے اس کے بدن میں غیر معمولی چستی اور چالاکی صحت اور طاقت موجود تھی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں کسی نامعلوم اور ناقابل فہم مرض نے غیر معمولی تیزی کے ساتھ اس پر اپنا قبضہ جما کر یہ نوبت پیدا کر دی تھی۔

جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس سے صرف تین ماہ پہلے اول مرتبہ لارڈ ریونسورتھ کو اپنے مزاج میں ایک اس قسم کی ناقابل فہم تبدیلی محسوس ہونے لگی جس نے اسے خوف زدہ کر دیا۔ ان دنوں وہ اپنی جوان اور خوبصورت بیوی کے ساتھ

جس سے اُس کی شادی صرف ۲ ماہ قبل ہوئی تھی۔ اپنے شہر والے مکان میں ٹھیرا ہوا تھا۔ اور جب اول اول اس پُراسرار بیماری کی علامات بھوک کی کمی۔ اعضا شکنی اور کاہلی کی صورت میں نمودار ہوئیں۔ تو اطبا نے اُسے یہی مشورہ دیا کہ آپ ریو نسور تھ پارک میں چلے جائیے۔ تو تبدیل نظارہ اور وہاں کی خوشگوار آب و ہوا کا اثر یقیناً مفید ثابت ہوگا۔ لیکن لارڈ ریو نسور تھ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی نوجوان بیوی کو یعنی حسین و جمیل ایڈلین کو اُس وقت لندن کی چہل پہل سے نکال کر دیہات میں لے جائے۔ جب کہ ساری فیشن ایبل دنیا موسم خزاں کے دن دیہات یا ساحلی مقام پر بسر کر کے صدر مقام کو واپس آ رہی تھی۔ اس لئے باوجود ڈاکٹروں کی ہدایت کے وہ اسی بات پر مصر رہا کہ پڑے دنوں کی چھٹیاں شہر ہی میں بسر کی جائیں۔

لیکن ادھر اُس کی صحت دن بدن خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ بھوک بالکل ہی جاتی رہی۔ بمشکل وہ اس قدر غذا کھاتا تھا۔ کہ روح اور بدن کا تعلق قائم رہ سکے تمباکو پینے کا اُسے ہمیشہ سے شوق تھا۔ اور اب ہر قسم کی خوراک کے عوض وہ اسی کو پینا کافی سمجھتا تھا۔ گھنٹوں وہ اپنے کمرہ میں پائپ منہ سے لگائے بیٹھا رہتا اُسے مشرقی تمباکو پینے کا شوق تھا۔ کیونکہ ترکی اور ایرانی اقسام میں ایک خوشبو پائی جاتی ہے۔ جس کی بدولت دوسروں کو پینے والے سے بو نہیں آتی۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ کئی سال سے لارڈ ریو نسور تھ اور اُس کے چھوٹے بھائی آنریبل گلبرٹ ورتن کے درمیان سلسلہ رسل و رسائل اسیقدر باقی تھا۔ کہ وہ ایک دوسرے کو سالانہ تقریب پر تحائف بھیج چھوڑا کرتے تھے گلبرٹ چونکہ مشرقی ملکوں میں اکثر رہتا تھا اس لئے وہ ہر سال بڑے بھائی کو اس قسم کے بہترین تمباکو کا ایک بکس بھیجا کرتا تھا۔ جس کی کاشت ایشیا کوچک اور ایران میں ہوتی ہے اور اُس کے بدلہ لارڈ ریو نسور تھ اُسے نئی نئی انگریزی کتابیں اور رسالے نیز اُس قسم کا ضروری سامان جو گلبرٹ کو مشرق میں نہ مل سکتا تھا۔ بھیجا کرتا۔ قدرتی طور پر جب لارڈ ریو نسور تھ اس عجیب اور خطرناک بیماری میں مبتلا ہوا۔ تو اُس نے غم غلط کرنے کے لئے زیادہ مقدار میں تمباکو پینا شروع کیا۔ اور اس شوق کو پورا کرتے ہوئے اُسے بارہا اس بات کا خیال آیا۔ کہ میرا بھائی مجھے اس تفریح میں کسقدر مدد

دینے کا موجب ثابت ہوتا ہے۔

لیکن اس پُر اسرار اور قوی الاثر مرض میں مبتلا ہوئے۔ جسے ایک طبیب ضعف الاشتہا قرار دیتا تھا۔ اور دوسرا ناقابل فہم مرض بتاتا تھا۔ دو ماہ کے قریب عرصہ گذر چکا تھا۔ کہ شروع سال میں اپنی بیوی کے اصرار سے اس نے دیہاتی مکان میں آنا منظور کیا۔ یہاں آکر کچھ تو تبدیل آب و ہوا اور کچھ زین سواری اور پیدل چلنے کی ورزش اور تمباکو کی عادت کم کرنے سے اس کی حالت بتدریج اصلاح ہونے لگی۔ لیکن ایک دن جبکہ موسم خراب تھا اور وہ باہر نہ جا سکتا تھا۔ وہ گھنٹوں اپنے کمرہ میں بیٹھا تمباکو پیتا رہا۔ اس دن کے بعد وہی کاہلی جو پہلے قدرے قلیل معتدل ہوئی تھی پھر غالب آگئی اور جوں جوں یہ بڑھتی گئی اسی قدر تنہائی اور تمباکو پینے کا شوق زیادہ ہوتا گیا۔ اب وہ دن کا بڑا حصہ اپنے کمرہ میں بیٹھا گذارتا تھا اور اس کی طرف سے نوکروں کو تاکیدی حکم تھا کہ کوئی مجھے آکر دق کرے اس حالت اس کمرہ کی تنہائی میں وہ تمباکو کی اس ہلکی آسائش کو خوب مزے لے لیکر حاصل کرتا تھا جس سے مشرق کے چانڈو باز بڑے شوق سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ وہ ایک بڑی سی آرام کرسی پر لیٹ جاتا اور اپنے پائپ کو ہونٹوں میں دبا کر دنیا و مافیہا سے ایسا غافل ہوتا۔ کہ نہ اپنی بیوی اور نہ اس بچہ کا خیال آتا جو ابھی اس کے شکم میں تھا۔ اور بہت سے امور سے بھی غافل ہو جاتا۔ کہ میری اپنی جسمانی طاقت دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ کسی ڈاکٹر سے نسخہ بھی حاصل نہ کرتا تھا۔ اور گو اس جسمانی زوال کا سلسلہ غیر معمولی تیزی کے ساتھ جاری تھا۔ تاہم اسے بھولے سے بھی اس بات کا خیال نہ آتا کہ میں عنقریب اس لاپروائی کی بدولت صفحۂ ہستی سے مٹ جاؤنگا۔

ایولین کی نسبت یہ بیان کرنا قابل انصاف ہے کہ گو وہ خوشی اور چہل پہل کی بہت مشتاق اور سوسائٹی میں حصہ لینے کی عادی تھی لیکن اپنے شوہر کو جو اس کے سامنے تمام حسیات سے اس طرح غافل تھا گویا زندگی کی منزل سے نکل چکا ہو۔ بیدار کرنے کی بہت کوشش کرتی۔ مگر لارڈ ریورسورتھ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا۔ فی الحقیقت اس کی حالت عجیب طرح کی تھی۔ اس کے لئے زندگی کے لطف حاصل کرنے کے سامان موجود تھے۔ لیکن اسے کوئی عارضہ بھی نظر نہیں آتا لیکن بدن روز بروز زوال پذیر ہوتا جاتا تھا اور اطبا اس کی حالت پر دنگ ہیں۔

یہ حالت لارڈ ریونسورتھ کی اس زمانہ میں تھی جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس تفصیل مکمل کرنے کے لئے اب صرف اس قدر بیان کرنا اور باقی ہے کہ ہم فروری کی صبح کو غیر معمولی طور پر علی الصباح بیدار ہونے اور اس کاہلی اور سستی کے اثر کو دور کرنے کی جو ایک افیون نوش کی طرح ہر وقت اس پر طاری رہتا تھا۔ ایک خاص وجہ تھی۔ بات در اصل یہ تھی کہ اس روز لیڈی ریونسورتھ کی چچا زاد بہن آنریبل مس میریا آگسٹا وکٹوریہ امیلیا ہیا سنتھا ولیرز کی صبح کو شادی ہونے والی تھی۔ اس نوجوان لیڈی کے پاس سوائے نام کی دولت کے (کیونکہ نام ایک چھوڑ پانچ پانچ تھے) اور متاع کچھ نہ تھا وہ ایک غریب اور یتیم لڑکی تھی اور اس کے موجودہ ولی لارڈ راسولی یعنی اڈیلین کے والد نے جو سخت دنیا دار آدمی تھا۔ اس کی شادی ایک ایسے شخص کے ساتھ کرنی منظور کر لی تھی۔ جس کی صفات سوائے اس کی کثیر دولت اور بیرونٹ کے خطاب کے اور کچھ بھی نہ تھیں۔

مس میریا آگسٹا وکٹوریہ امیلیا ہیا سنتھا ولیرز اپنی چچا زاد بہن کے پاس اس وقت سے رہتی تھی۔ جب سے اس کی شادی لارڈ ریونسورتھ کے ساتھ ہوئی۔ اور آج کی تیاریاں اُسے شادی کی قربان گاہ پر نثار کرنے کے لئے ہو رہی تھیں۔ لارڈ اور لیڈی راسولی اور خود لیڈی ریونسورتھ کا یہ خیال تھا کہ اس شادی کی دھوم دھام سے لارڈ ریونسورتھ کی طبیعت میں کچھ بیداری ہو جائے گی۔ اور ان کی یہ امید کسی حد تک صحیح بھی ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہ علی الصباح غیر معمولی طور پر جلدی اپنے کمرہ میں آگیا اور بجائے پائپ پینے کے اس نے مکان کے خادم خاص کو طلب کر کے اسے مختلف قسم کی شراب کے متعلق احکام جاری کرنے شروع کئے۔ اس سے پہلے ایک مہینہ سے یہ حالت تھی کہ لارڈ ریونسورتھ کبھی خانگی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت نہ کرتا تھا۔ ان حالات میں اس کا عمر رسیدہ نوکر یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ آقا کی طبیعت میں پھر ضروریات دنیاداری کے احساس کا مادہ پیدا ہو چلا ہے۔ اس خیال کی کچھ تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوئی کہ لارڈ موصوف ایک مرتبہ بھی پائپ پینے کے بغیر لباس پہننے کے کمرہ میں چلا گیا اور وہاں اپنے نوکر کی مدد سے غیر معمولی توجہ کے ساتھ لباس پہنا۔ سارے کپڑے پہنا کر خادم نے مودبانہ طریق پر کہا

"مجھے حضور کی طبیعت آج بہت سنبھلی ہوئی نظر آتی ہے۔"

لارڈ ریونسورتھ کہنے لگا "کونٹین بے شک آج میں قدرے اچھا ہوں لیکن باوجود اس کے میں خود اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ مجھے عارضہ کچھ بھی نہیں ساری خرابی صرف اشتہا کی کمی سے ہے۔ جس کی وجہ سے دبلا ہوتا جا رہا ہوں۔ کونٹین تم دیکھتے ہو میں کتنا دبلا ہو گیا ہوں؟"

نوکر نے جس کا تعلق اس طبقہ کے لوگوں سے تھا۔ جنہیں وقت پر تنخواہ ملتی ہے تو وہ کوئی تلخ حقیقت ظاہر کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ عرض کیا "نہیں حضور۔ آپ کا بدن خدا کے فضل سے بہت اچھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ اب اُتنے موٹے تازے نہیں رہے۔ جتنے کبھی ہوا کرتے تھے۔ تاہم . . ."

"کیا؟ کونٹین تم رک کیوں گئے؟"

"میں اس لئے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ حضور خفا نہ ہو جائیں۔ میں کسی حد تک اس باعث سے واقف ہوں۔ جس سے آپ پورے طور سے غذا نہیں کھاتے۔"

لارڈ ریونسورتھ نے کہا "کونٹین تمہیں جو کچھ کہنا ہو کہہ ڈالو۔ اس میں ناراضگی کی کیا بات ہے۔ میں جانتا ہوں تم بڑے وفادار نوکر ہو۔ بتاؤ تو سہی تمہارے نزدیک اس سارے فتور کا باعث کیا ہے؟"

نوکر نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا "حضور کی اجازت سے میں یہ بیان کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ میرے خیال میں یہ خرابی زیادہ تمباکو پینے کی وجہ سے ہے . . ."

"اوہ! اوہ!" لارڈ ریونسورتھ نے بے صبری سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "بخدا تمہیں بھی کیا فضول سی دلیل سوجھی ہے۔ کونٹین تم جانتے ہو۔ میں ابتدا سے تمباکو پیتا رہا ہوں۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں یہ عادت اختیار کی تھی۔ اور جب تک میری شادی نہیں ہوئی یعنی اپنی زندگی کے بڑے حصہ میں مجھے کبھی اس تفریح کو ترک کرنے کی وجہ پیش نہیں آئی۔ بالفرض میں اس قسم کا گندہ تمباکو پیتا جیسا یہاں انگلستان میں ملتا ہے تو ایک بات بھی۔ یا اگر میں ہوانا قسم کے تیز سگار پیا کرتا تو اُن سے ضرر کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ لیکن مشرق کا ہلکا نرم اور خوشبودار تمباکو

بھلا کیا ضرر پہنچا سکتا ہے؟ اسے تو بچے بھی پی سکتے ہیں۔۔۔"
نوکر نے اس خیال سے کہ آقا کو ناراضگی کا موقعہ نہ مل جائے معاملہ ٹالنے کی غرض سے کہا "حضور دانا ہیں لیکن میرا اپنا خیال یہ تھا کہ کچھ عرصے سے حضور نے غیر معمولی طور پر زیادہ۔۔۔"
"بے شک تم صحیح کہتے ہو" لارڈ ریونسورتھ نے دوبارہ سلسلہ کلام کو منقطع کرتے ہوئے بے صبری کے لہجہ میں کہا "لیکن میرے زیادہ تمباکو پینے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس مرتبہ جو بکس آیا۔ وہ سابقہ بکسوں سے بہت اچھا ہے۔ اور ترکی یا ایرانی تمباکو پینے میں روح کو ایسی تسکین اور بدن کو اس قسم کی فرحت حاصل ہوتی ہے کہ باوجود کوشش کے پائپ اٹھالیتا ہوں تو رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ آخری بکس مجھے اخیر اکتوبر میں ملا تھا اور اس کا بڑا حصہ اب تک ختم بھی ہو چکا ہے۔"
نوکر نے پوچھا "کیا آنریبل مسٹر ورنن ابھی تک ترکی میں ہیں؟"
"ہاں کم از کم مجھے یہی اطلاع ملی ہے۔ اکتوبر میں جب مجھے تمباکو کا یہ بکس ملا تھا۔ تو اس کے ساتھ چٹھی میں اس نے اطلاع دی تھی کہ میں ابھی دو تین سال اور باہر رہونگا معلوم ہوتا ہے اسے مشرقی سیر و سیاحت میں خاص لطف آتا ہے۔۔۔ لیکن کوئنٹین یہ بات تمہیں معلوم ہوگی آرگو ہماری آپس میں گاہ بگاہ خط و کتابت ہوتی ہے اور کبھی ہم ایک دوسرے کو تحفہ کے طور پر کوئی چیز بھیج بھی دیتے ہیں۔ تاہم ہمارے باہمی تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں۔ اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سرد مہری کا باعث میں نہیں ہوں۔ میرا سلوک ہمیشہ اس کے ساتھ ویسا ہی رہا ہے جیسا ایک بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اور اس کی ناراضگی کا باعث محض یہ ہے کہ میں اس کی فضول خرچیوں میں مانع آتا تھا۔ گذشتہ ماہ مئی میں میری شادی ہوئی تو میں نے اسکی اطلاع اسے بیروت میں دی تھی۔ اسکا جواب مجھے اس خط میں ملا جو اکتوبر میں تمباکو کے بکس کیساتھ آیا تھا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس خط کا لہجہ سابق کی نسبت مصالحانہ تھا۔"
کوئنٹین نے اپنے آقا کو گفتگو میں رکتے دیکھ کر محض کچھ کہنے کی غرض سے عرض کیا "شکر ہے کہ اس نے حضور کے متعلق اپنے خیالات کی غلطی کو محسوس کر لیا۔"
لارڈ ریونسورتھ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "بیشک خود مجھے اس خط سے بہت خوشی ہوئی۔ اور پھر اس کے بعد نومبر میں میں نے اسے اطلاع

دی۔ کہ لیڈی ریونسورتھ اس حالت میں ہیں جس سے امید بندھتی ہے کہ ہمارے خاندان کا نام قائم رہ سکیگا۔ کونٹیس تمہیں معلوم ہوگا کہ ریونسورتھ کا نام نہائت قدیم ہے۔"

"بے شک حضور میرے خیال میں اس اعلیٰ خاندان کا سلسلہ نسب اس زمانہ تک پہنچتا ہے۔ جب رومیوں نے برطانیوں پر حملہ کیا تھا۔"

"نہیں اس قدر پرانا تو نہیں" امیر موصوف نے جواب دیا۔ "البتہ اس کی ابتدا ولیم نارمن کے زمانے سے ہوئی تھی۔ خیر جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا۔ میں نے اس واقعہ کی اطلاع بھائی کو دی تھی۔ مگر اس کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس نے ایشیا کو چک میں پھر اپنی سیر و سیاحت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔"

اس عرصہ میں لارڈ ریونسورتھ کو اداس پیتے ہے کا کام ختم ہو چکا تھا۔ ایک لمحہ کے لیئے وہ اس کشمکش و پیچ کی حالت میں نظر آیا۔ کہ میرا فوراً عام نشستگاہ کیطرف چلا جاؤں۔ یا اپنے کمرہ میں جا کر تنہا کوئی ایک گھنٹہ لگاؤں۔ نوکر نے ان خیالات کو جو اس کے آقا کے دل میں گذر رہے تھے سمجھ لیا اور چونکہ اُسے لارڈ ریونسورتھ کے ساتھ سچی محبت تھی اور اس بات کا بھی یقین تھا کہ اس کے بھائی زوال کی موجودہ حالت کا باعث تنہا کوشی ہی ہے۔ اس لیئے اس نے جلدی سے عرض کیا۔ "حضور سب لوگ گول کمرہ میں جمع ہیں اور مجھے یقین ہے کہ بیگم صاحبہ آج حضور کی طبیعت کو اچھا دیکھکر بہت خوش ہونگی۔"

لارڈ ریونسورتھ پر جرات طاری ہونے والا تھا۔ وہ اس فقرہ سے متنبہ ہوگیا اس نے بڑی جدوجہد سے اس مہلک خیال کو دور کیا اور اپنی اصلاح یافتہ ذہنی اور بدنی طاقت میں گول کمرہ کیطرف روانہ ہوا۔

ساتواں باب • شادی کی محفل

ریونسورتھ ہال کی شاندار نشستگاہ میں اسوقت ایک نہائت بارونق مجمع نظر آتا تھا۔ ایک طرف تو لارڈ راسولی دبلا پتلا لیکن چہرہ پر خشونت کے آثار لیئے ہوئے

بیٹھا تھا۔ اور قریب ہی لیسڈی راسول موجود تھی۔ جو ایک لمبے قد کی موٹی تازی نہایت علیم عورت تھی۔ وہی لیڈی ریڈ فسورڈ بھی نظر آتی تھی۔ ویسی ہی خوبصورت جیسی لڈیا ہچنسن نے بیان کیا تھا۔ البتہ اپنی موجودہ حالت کی وجہ سے کسیقدر زرد رو۔ مگر یہ زردی بھی اس کی خوبصورتی کو دوبالا کرنے والی تھی۔ اس کی موجودہ پوزیشن کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص اسوقت اُسے ایک بلند طبقہ کی قابل عزت امیر عورت کی حیثیت میں اونچے درجہ کے مہمانوں کی میزبانی کرتے دیکھتا اور اُس کے آداب و اطوار پر غور کی نظر ڈالتا اُسے بھولے سے بھی یہ خیال نہ آسکتا تھا۔ کہ چند دنوں اس کی شادی نہ ہوئی تھی سابقہ اس کا نام صرف مس ایڈیلینا انفیلڈ تھا۔ تو چھوٹی عمر میں ہی وہ عیش پرستی کے مختلف مدارج سے گذر کر اُس منزل تک پہنچ چکی تھی۔ کہ ایک رات لڈیا ہچنسن کے کمرہ میں اُس کے بطن سے مردہ بچہ پیدا ہوا تھا!

باقی حاضرین میں آنریبل میری آگسٹا وکٹوریہ امیلیا ہیاسنتھا ویلیرز ایک خوبصورت لیکن باحیا لڑکی تھی۔ عمر سترہ سال کے قریب اور اس وقت اس نے بالکل سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ جسے شاید اس رسم قربانی کا جو اُس کے متعلق ادا ہونے کو تھی ضروری جز سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ خود اس بات کو نہایت دردناک طریق پر محسوس کرتی تھی۔ کہ مجھے دنیاوی اغراض کی خاطر نثار کیا جا رہا ہے۔ اسی لئے اس میں خوشی کا وہ جذبہ موجود نہ تھا۔ جو اکثر لڑکیوں میں اُسوقت پایا جاتا ہے۔ جب اُن کی شادی ہونے والی ہوتی ہے۔

لیکن افسوس! وہاں ایسی آنکھیں موجود نہ تھیں۔ جو اُس کے دل جذبات کو دیکھ سکتی ہوں اور سچ پوچھو تو فیشن ایبل دنیا میں عموماً اور ایسے حالات میں خصوصاً بیتشم بینا مشکل ہی سے موجود ہوتی ہے۔ انتہائی مایوسی کی جو علامات اُس کے چہرہ پر تھیں۔ انہیں اُس کی دوشیزگی کی حیا اور شرمیلے پن سے منسوب کیا جاتا تھا۔ لیکن ہم سے پوچھا جائے گا کہ یہ مایوسی کیوں تھی؟ اس لئے نہیں کہ اُس کی کسی اور سے محبت تھی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اُس کا دل ابھی تک اُس کے اپنے ہی قبضہ میں تھا۔ اسے مایوسی صرف اس لئے تھی کہ اُس کی شادی ایک ایسے شخص سے ہونے والی تھی جس سے وہ نفرت کرتی تھی!

لیکن ہمارا ایک ناتجربہ کار ناظر یہ سوال کرتا ہے کہ اگر یہ بات تھی۔ تو اس نے اپنے رشتہ داروں پر اپنے خیالات کیوں ظاہر نہ کر دیئے؟ اس کا جواب ہم کیا دیں لارڈ راسول جیسے پرانے خیال کے ضدی امیر کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کر کے کامیاب ہونا سراسر غیر ممکن ہے۔ اس کے دل میں یہ خیال جاگزین ہو چکا تھا کہ عام لوگوں کا وجود ان کتوں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ جن کا کام امرا کے لئے محنت کرنا ہے۔ پھر بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ ایک ایسی نوجوان دوشیزہ کی باتوں پر غور کرتا جس کی نسبت اُسے خیال تھا کہ میں اُسے بلند طبقہ میں پہنچا رہا ہوں۔

لیکن معلوم ہوتا ہے ہمارے بھولے ناظر کا اب بھی اطمینان نہیں ہوا اور وہ کہتا ہے۔ اس صورت میں غریب میریا اپنے خیالات کو لیڈی راسول پر تو ظاہر کر سکتی تھی۔ افسوس! یہ دلیل تو اور بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ جس عورت نے ماں کی حیثیت میں اپنی بیٹی کے لئے لارڈ ریونسورتھ جیسا عمر رسیدہ امیر تلاش کرنے میں تامل نہ کیا اور جس کے نزدیک نوجوان لڑکیوں کی شادی کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہ تھے کہ جو زیادہ مالدار آدمی نظر آئے اس پر قابو حاصل کر لیا جائے وہ اس فتوے کو مسترد کرنے پر کس طرح آمادہ ہو سکتی ہے جو غریب اور یتیم میریا کو شناکر اسے دل شکستہ کر دیا جا چکا تھا۔

بات یہ ہے کہ اونچے طبقہ کے لوگوں میں شادی کا تعلق روحانی ہمدردی سے نہیں بلکہ دنیاوی تعلقات سے ہوتا ہے اور باوجود اس کے جب ایک عمر رسیدہ کمزور اور بدحال امیر یہ دیکھتا ہے کہ میری نوجوان بیوی اپنے تعلقات زناشوئی میں پہلے ہی سے بے وفادار ثابت نہیں ہوئی۔ اور اس نے کسی اور نوجوان کے ساتھ عشق و محبت کا ناجائز سلسلہ قائم کر لیا ہے جس کی ابتدا شاید اس زمانہ سے ہوئی تھی جب ایک ساٹھ سالہ بڈھے کے ساتھ اس کی شادی کا خیال بھی پیدا نہ ہوا تھا۔ تو اس پر اظہار تعجب کیا جاتا ہے۔

لیکن آؤ ہم اس مجمع کا ذکر کریں۔ جو ریونسورتھ ہال میں موجود تھا۔ جن کے نام اس سے پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ ان کے علاوہ کمرہ میں آنریبل مس وگمور اور آنریبل مس جلینا صوفیا اگزنڈنیا وگمور موجود تھیں۔ جو شادی کے موقعہ پر دلہن کی سہیلیاں

کا فرض سرانجام دیتے۔ ... ہری ٹیپ ٹاپ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا کی نہیں بلکہ ان سے آغاز ہونے والا ہے۔ وہیں جزائر کیریبی کے نئے لاٹ پادری صاحب موجود تھے۔ یہ پاتمس شان سے رونق افروز تھے۔ ان سے تھوڑے فاصلہ پر ایک نہایت حسین لڑکی پر جھکے ہوئے کونٹ سونڈسکی محو گفتگو تھے۔ یہ صاحب کوئی غیر ملکی پناہ گزین تھے۔ چہرہ پر بڑے بڑے گلپھے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ شخص فیشن ایبل سوسائٹی میں کیونکر پہنچ گیا اور اسے کونٹ گویا دے کہ ایک کوڑی پاس نہ رکھتے ہوئے پانچ ہزار پونڈ سالانہ خرچ کرتا ہے۔ ایک کھڑکی کے قریب چند ممبران پارلیمنٹ اس سوال پر غیر معمولی سرگرمی سے بحث کر رہے تھے کہ غیر ملکوں سے آنے والی اینٹوں پر نصف پینی فی صدی کا محصول لگانا مناسب ہے یا نہیں فارڈنگ کا۔ ایک کھلے ہوئے پیانو کے پاس بہت سی جوان لیڈیاں جمع تھیں اور یہ ایک اور نوجوان لیڈی کے متعلق سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ جو اس وقت وہاں موجود نہ تھی۔ لارڈ راسولی کے ساتھ ایک بہت بڑا اراضی دار محو گفتگو تھا۔ جو اپنے اثر سے چھ ممبران پارلیمنٹ کے انتخاب کا دعوے رکھتا تھا لیکن عقل و تمیز کا یہ عالم تھا کہ ایک سادے سے سوال کا بھی جواب نہ دے سکتا تھا۔ باقیوں سے جدا تھوڑے فاصلہ پر ایک دیہاتی پادری کھڑا ہوا اپنی آنکھوں کو اس طرح گھما رہا تھا گویا سخت ذہنی اذیت میں ہے۔ گو حقیقت میں وہ اس لئے ایسا کرتا تھا کہ اسی کمرہ میں لاٹ پادری صاحب موجود تھے۔ گو ان حضرت نے اس کی طرف ایک مرتبہ بھی نہیں دیکھا۔ وہیں کونٹ بریزن فیس کی بیوہ موجود تھی۔ جسے اس بات کا فخر حاصل تھا۔ کہ میں اپنی ... والی لڑکیوں میں سے سات کی اچھے گھرانوں میں شادی کر چکی ہوں۔ باقی ... وہ اس لئے ساتھ لائی تھی کہ وہ بھی کسی شکار کو قابو کر سکیں اسی مجمع میں ایک مشہور ریورنڈ فیلسوف بیرن فور کذف موجود تھے۔ جنہوں نے چودہ جلدوں کی ایک ضخیم کتاب اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے لکھی تھی کہ یا وہ حقیقت میں کوئی چیز نہیں اور نہ حقیقت میں ہماری ہستی ہی کوئی اصلیت رکھتی ہے۔ بلکہ ہماری اور ہر ایک چیز کی موجودگی محض ایک خیال ہے۔ جیسا کہ بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ ایسے فاضل شخص کو شادی کی اس پارٹی میں شریک کرنا بھی نہایت ضروری سمجھا گیا۔

لیڈی راسولی کے قریب آنریبل مسز بیڈوے بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کے پانچ شوہر یکے بعد
دیگرے انتقال کر چکے تھے اور ابھی اُسے سب سے کہ اگر یہ باش تھی۔ مگر اغلب یہ نظر
آتا تھا کہ اُسے یہ تلاش دیر تک جاری رکھنی پڑے گی۔ کا جو مال و دولت اس کے پاس
بہت ہی بہت تھا۔ اور عمر میں بھی اب وہ ۳۵ سال کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اسی
پارٹی میں مس بلیو سٹوکن بھی حاضر تھی۔ جس کی نسبت مشہور تھا کہ اُس نے نظموں کی
ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کی اشاعت (نث یہ پنساریوں کی دوکانوں میں) غیر معمولی
طور پر زیادہ ہوئی ہے اور اب لوگ خیال کرتے تھے کہ وہ ایک ناول بھی لکھ رہی ہے!
مختصر یہ کہ کم و بیش پچاس اصحاب میں سے جو اس وقت ریونسورتھ ہال میں جمع تھے
یہ جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے خاص شہرت رکھنے والے سمجھے جاتے تھے۔

دولہا صاحب ابھی تک تشریف نہ لائے تھے اور خیال یہ تھا کہ وہ ساڑھے آٹھ بجے
کے قریب نمودار ہوں گے۔ جس وقت لارڈ ریونسورتھ کمرہ میں داخل ہوا۔ تو ہر
شخص جسے اس کی صورت کچھ عرصہ سے دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا اسے موجودہ
ہیئت کذائی میں دیکھکر حیران و ششدر رہ گیا۔ گو ظاہر داری کے لئے سارے مہمانوں
نے یہی کہا کہ آپ کی صحت ماشاء اللہ پہلے سے بہت اچھی ہے!

مگر ایڈلین کے دل کو اپنے شوہر کی یہ حالت دیکھکر سخت صدمہ ہوا۔ اُس نے
ایک گہری آہ کھینچی۔ اُس کے اندر یہ خیال پیدا ہونا قدرتی تھا کہ ایک ایسے بے گوشت
و پوست پنجر کا ایسا لباس پہننا جو شادی کی تقریب کے لئے موزوں ہو۔ بدرجہ
انتہا مضحکہ خیز ہے۔ اس کے علاوہ یہ خیال بھی اُسے ستا رہا تھا کہ اگر وہ بچہ
جس نے عنقریب عدم سے کتم میں آنا ہے لڑکی ثابت ہوئی تو ریونسورتھ ہال
کی وسیع جائداد سب کی سب ایک اور شخص کے ہاتھ چلی جائے گی۔

اپنے جذبات کو چھپانے کے لئے وہ جلدی سے غریب میریا ولیمز کے قریب
گئی اور اُسی سے کہنے لگی یہ تعجب ہے کہ وہ خادمہ جسے تم نے کل نوکر رکھا تھا
اب تک نہیں آئی۔

میریا نے جس کے سینہ میں غم و اندوہ کا ہجوم تھا۔ اور جس کی توجہ اس بے
شفقت سے معاملہ پر بھی غیر ممکن تھی۔ سرسری طور پر جواب دیا بے شک یہ امر بہت

بڑی تکلیف دہ ہے۔"

لیڈی ریونسورتھ نے آواز دبا کر کہا "کچھ مضائقہ نہیں تم نے میری خادمہ فلورا کو اپنے ساتھ لے جانا ہے یا تو کوئی اور خادمہ رکھ لوگی۔ یا اگر تمہاری رکھی ہوئی خادمہ بوڑھی ہو گئی۔ تو اسی کو رکھ لوگی؟"

میریا نے اسی سرسری لہجہ میں کہا "میں اس توجہ کے لئے غایت درجہ ممنون ہوں"۔

لیڈی ریونسورتھ نے سلسلہ کلام جاری رکھنے کی غرض سے کہا "پیاری میریا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوکر رکھنے کی پہلی کوشش میں ہی تم نے پوری دور اندیشی سے کام نہیں لیا۔ تم نے ایک خادمہ کو اخبار مارننگ ہیرالڈ میں اشتہار دیکھ کر نوکر رکھ لیا۔ حالانکہ میں کبھی اصولاً کسی ایسی عورت کو نوکر نہیں رکھتی جو تلاش ملازمت میں اشتہار دے۔ اور اس کے بعد تم نے اس کے چال چلن کی تحقیق بھی شہر کے کسی گمنام سے حصہ میں کی . . ."

میریا جسے ایک ایسے اہم موقعہ پر یہ گفتگو بالکل بے حقیقت معلوم ہوتی تھی قطع کلام کر کے کہنے لگی "بہر حال ایڈلین میں اس کی طرف مطمئن تھی . . ."

لیڈی ریونسورتھ اس کے جواب میں کچھ اور کہنے کو تھی کہ لارڈ راسولی نے جو گذشتہ چند لمحوں سے کھڑکی کے قریب کھڑا تھا چلا کر کہا "لیجئے حضرت نوشہ بھی آ پہنچے"۔

اس فقرہ کو سنکر میریا کے بدن میں کپکپی سی پیدا ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی نے اس کے دل پر برف کا بہت بڑا ڈلا رکھدیا ہے یہ خبر پا کر سارے آدمی دولہا کو دیکھنے کے لیے کھڑکی کی طرف بڑھے۔ مگر وہ اپنی ہی جگہ پر بیٹھی رہی۔ بیشک دولہا صاحب سامنے تشریف لا رہے تھے لیکن کس شان سے۔ اس کی کیفیت بھی ذرا ملاحظہ ہو ایک بڑے قد آور خوشنما گھوڑے کی پیٹھ پر یہ شخص اس انداز سے بیٹھا تھا کہ اس سے بد تر ہیئت کبھی کسی سوار کی نہ دیکھی گئی ہو گی۔ وہ گھوڑے کی باگ کو زور سے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ لیکن شہزور جانور باوجود سوار کی کوشش کے بڑی تیزی سے دوڑا چلا آتا تھا۔ دولہا صاحب کے پاؤں رکابوں سے آگے کو نکلے ہوئے اور ٹوپی سامنے کی طرف آنکھوں تک جھکی ہوئی تھی۔ شاید اس خیال سے کہ گھوڑے کے تیز چلنے سے اُڑ نہ جائے اور خود حضرت اس طرح گبڑے ہو کر بیٹھے تھے کہ

بالکل بندر کی سی صورت دکھائی دیتی تھی۔ بائیں ہاتھ سے وہ بدستور گھوڑے کی لگام کھینچ رہے تھے لیکن دائیں سے احتیاطاً انہوں نے اس کے ایال پکڑ لئے تھے خود وہ غریب گھوڑا بھی اس خیال سے متحیر تھا کہ مجھ پر کسی قسم کا سوار بیٹھا ہوا ہے کیونکہ خوف سے اس کی آنکھیں شعلہ بار اور نتھنے پھولے ہوئے تھے۔ بدن پر پسینہ آیا ہوا تھا۔ جھاگ کے سفید ٹکڑے رہ رہ کر منہ سے گر رہے تھے۔

غیر اس گرد فرحت نژشہ میاں بے اختیار غیر معمولی تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے پائیں باغ سے گذرتے ہوئے ہال کیطرف آئے۔ اُن سے پیچھے تھوڑے فاصلہ پر ایک اور سوار چلا آتا تھا جس نے اپنے گھوڑے پر بہت اچھی طرح قابو حاصل کر رکھا تھا اور وہ رہ رہ کر اس قسم کے نعرے بلند کر رہا تھا جس سے بدنصیب دولہا کا گھوڑا اور بھی زیادہ پریشان ہوتا۔ ان دونوں کے پیچھے اور زیادہ فاصلہ پر ایک تیسرا سوار چلا آتا تھا۔ جو غالباً دولہا کا ذکر تھا۔

اس مضحکہ خیز نظارہ کو دیکھ کر جزائر کربی کے لاٹ پادری صاحب نے ناک بھوں چڑھا کر کہا "کسی دولہا کا یہ طرز عمل سخت غیر مناسب اور اصول عیسائیت کے خلاف ہے"۔

لارڈ راسولی جو پاس ہی کھڑے تھے کہنے لگے "بیشک یہ عجیب بات ہے لیکن شاید ہمارا نوجوان دوست یہ دکھانا چاہتا ہے کہ میں کیسا شہسوار ہوں"۔

کونٹ سونڈسکی نے اپنے گلمچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "نہیں یہ بات نہیں۔ میرے نزدیک یہ نوجوان کوئی بہت ہی لغو آدمی ہے اور اگر مجھے موقعہ حاصل ہو۔ تو ضرور اس کی پیٹھ پر ایسی لات دوں کہ عمر بھر یاد رکھے"۔

اتنے میں مسز بیری کی بیٹی ایک گہری آہ بھر کر بولی "ہے ہے۔ بے غریب چوتھے شوہر کیطرح سوار ہونا نہیں آتا"۔

چھوٹے دیہاتی پادری صاحب نے لاٹ پادری صاحب کی طرف ادب سے دیکھتے ہوئے کہا "یہ سب غرور اور تکبر کا اظہار ہے اور کچھ نہیں"۔

لاٹ پادری صاحب سختی سے بولے "نہیں صاحب ہرگز نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ اُسے سواری کرنا نہیں آتا"۔ بات یہ ہے کہ خود لاٹ پادری صاحب

زمانۂ شباب میں لومڑی کا شکار کثرت سے کھیلا کرتے تھے اور اس لئے سواری کی رموز سے واقف تھے۔

اتنے میں ایک ممبر پارلیمنٹ نے تجویز پیش کی کہ "ہمیں چل کر اس نوجوان کی مدد کرنی چاہیئے۔" جس کی ایک اور ممبر صاحب نے تائید کی۔ مگر فوراً ہی لارڈ راسولی کھڑکی سے یکایک پرے ہٹ کر بولے "او ہو معاملہ خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔" اور واقعہ میں ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ محل کے دروازہ کے قریب پہنچکر گھوڑا یکایک رک گیا اور دولہا میاں سر کے بل ایک جھاڑی میں جا گرے۔ عورتیں اس نظارہ کو دیکھ کر مارے خوف کے چلانے لگیں۔ مگر حضرت دولہا فوراً ہی اپنی اس افسوسناک حالت سے اکھڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بمشکل اپنی شکستہ حال ٹوپی کو آنکھوں کے آگے سے ہٹا کر انہوں نے نٹ کی طرح حاضرین کو سلام کیا۔

بیرن ٹور کمڈفٹ نے کہا "کچھ مضائقہ نہیں۔ سارا معاملہ صرف خیال ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے سمجھ لیا کہ مجھے چوٹ آئی ہے۔ آپ نے سمجھ لیا کہ گھوڑا اسے لیکر بھاگ نکلا ہے۔ حقیقت میں یہ سب خیال کے کرشمے ہیں۔"

اس اثنا میں لارڈ راسولی اور چند اور اصحاب دولہا کے استقبال کے لئے باہر نکل آئے تھے۔ بیرن ٹور کمڈفٹ نے دولہا کے کوٹ پر ہاتھ رکھکر اس بارہ میں ایک طویل وعظ شروع کر دیا۔ کہ انسان کو درد کے احساس کا خیال ہی دل میں نہ لانا چاہیئے کیونکہ ہر قسم کی تکلیف کا تعلق خیال ہی سے ہوتا ہے۔

ادھر غریب میری [illegible] جگہ پر بحالت انتشار بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اسے اس سارے واقعہ کا علم اس [illegible] ہوا۔ جب لیڈی ربر سنور تھ نے آکر بتایا کہ دولہا کو کسی قسم کی چوٹ نہیں آئی۔ اس کے دس منٹ بعد دروازہ کھلا اور لارڈ راسولی دولہا جس کے کپڑے اچھی طرح جھاڑ دیئے گئے تھے اور جو ہر چند کہ مختلف اعضا میں درد کی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ مگر ظاہرداری کے لئے مسکرانے کی کوشش کرتا تھا اندر لئے کمرہ میں داخل ہوئے۔ ابھی لیڈی ایڈلین بھی آن کی ملاقات کو آگے بڑھی ہمدردانہ لہجہ میں کہنے لگی "سر جیری بولس ہمیں تو آپ کے متعلق بہت ہی فکر لگ رہی تھی۔"

آٹھواں باب
دعوت

بیشک ہمارے پرانے دوست سر جیری پونس ہی تھے۔ جن کی شادی میریا ویرز سے ہونیوالی تھی۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ جن کی قربان گاہ پہ لارڈ راسولی نے اپنی دنیا سازی اور خودغرضی کی پالیسی کو مدنظر رکھ کر ایک خوبصورت بھولی بھالی اور شریف لڑکی کو قربان کرنے کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔

سر جیری کی ماں کا ایک سال پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ اور اب اس نوجوان بیرونٹ کے پاس کثیر مال و دولت اور جائداد جمع تھی۔ لارڈ راسولی جو اس سارے معاملہ کو محض مالی نقطۂ خیال سے دیکھتا تھا۔ اس کے نزدیک جب تک اس کی یتیم بھتیجی میریا کنواری تھی۔ وہ خاندان کے لئے ایک بار ثابت ہو رہی تھی۔ اور اس کی شادی کے ذریعہ سے وہ کنبہ کی دولت یا جیسا کہ اس کا اپنا بیان تھا طاقت بڑھانا چاہتا تھا۔ سر جیری کی ملاقات میریا سے [illegible] وسٹ اینڈ کے امیر طبقہ کی سوسائٹیوں میں ہوئی تھی۔ اُس نے اظہار عشق کیا اور اُس کی طرف سے یہ توجہ دیکھ کر فوراً ہی لارڈ اور لیڈی راسولی نے میریا کو حکم دے دیا کہ تم اس تپاک کے ساتھ ملا کرو۔ وہ غریب بے یار و مددگار لڑکی کچھ تو یہ سوچ کر کہ یہ رشتہ میرے فائدہ ہی کے لئے سوچا گیا ہے اور کچھ اپنے سرپرست کی دھمکی کی وجہ سے ایسا کرنے پہ تیار ہو گئی۔ اس کے بعد جب احمق اور زنانہ صفت بیرونٹ نے اس سے شادی کی درخواست کی تو اس کی زبان سے انکار کا ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ اس خاموشی کو منظوری سمجھا گیا اور شادی کی تیاریاں شروع کر دی گئیں اور اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا کہ اس غریب کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔

خیر جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا۔ لیڈی ہیرنسورتھ نے دولہا کو آتے دیکھ کر آگے بڑھ کر کہا "سر جیری پرنس ہمیں آپ کے متعلق بہت ہی فکر لگ گئی تھی" جس پر بیرونٹ نے حسب معمول لکنت آمیز لہجہ میں کہا "بات یہ ہے میرے ایک دوست نے زور دیا تھا کہ میں اس نئے گھوڑے پر جسے میں نے کل ہی خریدا ہے سوار ہوں اور چونکہ ابھی اچھی طرح سدھایا ہوا نہیں تھا۔ اس لئے یہ حادثہ پیش آ گیا"

میجر سمائیلکس ڈیپر نے جو اپنے دوست کے پیچھے پیچھے کمرہ میں داخل ہوا تھا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "بخدا میں نے ایسا شہسوار عمر بھر میں نہیں دیکھا۔ وہ اسپ سب سے آگے ہی آگے بڑھتا آیا۔ اور گو میں نے کئی بار آوازیں دیں کہ ذرا رک جاؤ۔ ہمیں پہنچ جانے دو مگر اس نے ایک نہ سنی۔"

سر جیری نے سمائیلکس کی طرف غصہ کی نظر ڈال کر کہا "یہ تمہارے چیخنے چلانے ہی کا اثر تھا کہ گھوڑا بے قابو ہو گیا۔"

لارڈ راسولی بولے "بہر حال آپ کو چوٹ تو نہیں آئی۔ کیونکہ غور طلب معاملہ تو یہی ہے۔"

بیرن ٹورکمڈٹ نے کہا "نہیں نہیں چوٹ کا کیا ذکر ہے اور چوٹ کی حقیقت ہی کیا ہے اس کا تعلق تو محض خیال سے ہوتا ہے۔ صاحب آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ حقیقت میں آپکی ہستی بھی محض خیال سے تعلق رکھتی ہے۔"

سر جیری پرنس نے جس سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے گئے تھے۔ جرمن فیلسوف پر تعجب اور حیرت کی ایک ایسی نظر ڈالی کہ میجر سمائیلکس ڈیپر بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا جس سے ایک لمحہ کے لئے بیرن صاحب بھی مضطرب ہو گئے۔

اب لارڈ راسولی سر جیری پرنس کو ساتھ لے کر مس ویرز کی طرف بڑھے اس نے اپنے شوہر کا ایسے طریق پر استقبال کیا جسے شاید کوئی سطحی نظر رکھنے والا انتہا درجہ کی حیاداری سے منسوب کرے مگر حقیقت میں اس کا تعلق سخت مایوسی کے ساتھ تھا ... وہ مایوسی جو روح کو کچلنے والی ہوتی ہے۔

مسز بیری کاؤنٹس آف بروزن فیس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "میں بھی اپنے پہلے شوہر سے اسی طرح [illegible] تھا۔ جیسے میری شرماتی ہے۔ دوسرے کیا تھا ذرا زیادہ آزادی ہو گئی اور تب رہنے ..."

کاؤنٹس نے بے صبری کے لہجہ میں قطع کلام کر کے کہا "میری عزیزہ مسز بیری مہربانی سے تم اپنے دوسرے اور تیسرے شوہر کا میری دو جوان لڑکیوں کے روبرو ذکر نہ کرو کیونکہ تم جانتی ہو۔ انہیں ابھی پہلے شوہر سے بھی واسطہ نہیں پڑا۔"

اتنے میں دو شاندار وردی پوش نوکروں نے اندر داخل ہو کر ایک طرف کو دو دروازے کھول دیئے۔ ان دروازوں سے پرے ایک اور کمرہ واقع تھا جہاں تمام

اجازت سے یہ شادی کی رسم ادا ہونیوالی تھی۔ اس کمرہ میں مسٹر جیری برنس میریا کو ہاتھ سے
پکڑ کر لے گیا اور دونوں مس وگمور دلہن کی سہیلیوں کی حیثیت میں پیچھے پیچھے گئیں
ان کے بعد باقی حاضرین کا جلوس تھا۔ میز کے قریب پہنچ کر لاٹ پادری صاحب نے
ایک کتاب کہولی اور اس کے بعد شادی کی رسم شروع ہوئی۔ کمرہ کے وسط میں
سنگ مرمر کی طرح سفید اور اسی کی طرح بے حس و حرکت کھڑی ہوئی میریا ولیرز کو مبہم الفاظ
کی سی آواز تو سنائی دیتی تھی۔ مگر الفاظ سمجھ میں نہ آتے تھے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ
پادری صاحب جو کچھ بولتے تھے بڑی وضاحت کے ساتھ موثر طریق پر بول رہے تھے
دلہن کی سہیلیوں میں سے ایک نے میریا کے کان میں کچھ کہا اور اس نے یہ اشارہ
پاکر سرسری طور پر کچھ جواب دے دیا لیکن اس کا اسے مطلق علم نہ تھا کہ مجھ سے
کیا پوچھا گیا اور میں نے اس کا کیا جواب دیا۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا۔ یہ نظارہ
اس کے لئے زیادہ ناقابل فہم ہوتا جا رہا تھا اور آخر اس کے خیالات کی پریشانی
اس حد تک بڑھی کہ وہ زور سے چیخ مارنے کو تھی کہ یکایک حاضرین میں حرکت پیدا
ہوئی۔ گرم ہونٹ ایک لمحہ کے لئے اس کی پیشانی سے لگ کر ہٹ گئے اور اس کے
بعد دوستوں نے مبارکبادیں دینی شروع کیں۔

اس طرح اس کے خیالات کی پریشانی رفع ہو گئی۔ اور اسے اس خوفناک حقیقت کا
علم ہوا کہ اب میں شادی شدہ ہوں۔ نیز وہ کہ میرا شوہر پیشانی پر بوسہ دے چکا
ہے۔ اس نے غیر معمولی کوشش سے کام لے کر جو اس وقت اکثر ظہور میں آتی ہے
جب کسی عورت کی بدترین قسمتی گذر چکی ہو۔ میریا نے اوسان بجا کئے اور
مبارکباد کی آوازیں سنکر مسکرانے کی بھی کوشش کی۔ اس پر جرمن
فیلسوف نے جسے ہر وقت اپنے ہی فلسفہ کی دھن سمائی رہتی تھی مسز بری
مینی سے مخاطب ہو کر کہا "یہ نوجوان عورت بہت خوش نظر آتی ہے۔ مگر حقیقت میں
یہ محض اس کا خیال ہے۔ ہم سب خیال ہی کے پتلے ہیں یہ پادری صاحب یہ کمرہ
یہ کتاب جسے وہ پڑھ رہے تھے۔ غرض ہر چیز کا تعلق محض ہمارے خیال سے ہے..."
مسز بری مینی نے بیرن پر ایک قہر آلود نظر ڈالکر پوچھا "کیوں صاحب کیا آپ کا
مطلب یہ ہے کہ یہ بھی خیال ہی ہے کہ میری شادی کے بعد دیگرے

یا پانچ شخصوں سے ہوئی۔ اگر ایسا ہو۔ تو خیر میں آپ کی نئی مسافت کا تجربہ اب ہمیشہ پر کرنا چاہتی ہوں"۔

یہ کہکر پانچ شوہروں کی بیوہ اس جلوس میں شامل ہوگئی۔ جو دعوت کے کمرہ کو جا رہا تھا۔

دعوت کا سامان ایسا پر تکلف تھا کہ جس شخص کو کھانے کی ذرا بھی رغبت نہ ہو وہ بھی کچھ نہ کچھ کھانے پر آمادہ ہو جاتا۔ سر جیری جب اپنی دلہن کو ساتھ لئے ایک کرسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تو اس نے اس کے کان میں پیار کے چند الفاظ کہنے شروع کیے لیکن میریا نے جو ابھی تک حیران و ششدر رہی۔ اس کی طرف تعجب کی نظر ڈالی۔ اور پھر جب اسے یکایک اس نئے رشتہ کا خیال آیا۔ تو اس کا سر آگے کیطرف کو جھک گیا۔ مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا۔

میجر ڈیپر نے آواز دبا کر اپنے دوست سے کہا "جیری کیا بات ہے کہ تم کچھ جھینپے ہوئے نہیں ہو اور بالکل الو کی طرح خاموش بیٹھے ہو"۔

سر جیری نے خشمناک ہوکر کہا "سمائیلس تم زیادہ بک بک نہ کرو۔ دیکھو اب میں بچہ نہیں ہوں"۔

اتنے میں اس کمرہ میں جہاں دسترخوان بچھایا گیا تھا۔ پھر معمولی چہل پہل شروع ہوگئی۔ جس کا اثر لارڈ ریڈ منسٹر تھ کی مضمحل طبیعت پر بہت مفید ثابت ہوا اور وہ اپنی نوجوان بیوی کے ساتھ مگر میز باتوں کی قواضع کا پورے اہتمام کے ساتھ کرنے لگا۔

کونٹس آف پیترا نیس نے مسز ہیری مینی کو ایک طرف ہٹا کر کہا "معلوم ہوتا ہے لارڈ ریڈ منسٹر تھ کی طبیعت کچھ بحال ہوتی جا رہی ہے"۔

اس نے بدستور دبے لہجہ میں کہا "میرے دوسرے شوہر کی بھی یہی حالت تھی مرنے سے پہلے تین سال تک وہ زندگی اور موت کے درمیان لٹکتا رہا تھا۔ البتہ میرے چوتھے شوہر نے ۔ ۔ ۔"

کونٹس نے اس خیال سے کہ بیوہ عورت اپنا پرانا دکھڑا جسے وہ کئی بار سنا چکی ہے پھر نہ لے بیٹھے قطع کلام کرکے کہا کہ "اوہو وہ واقعہ میں پہلے بھی سن چکی ہوں"۔

ادھر ہیرن ٹور کشارٹ نے نوجوان دیہاتی پادری کو مخاطب کرکے جو بچہ کی طرح

سب کچھ دیکھتا اور سنتا تھا۔ مگر بولتا نہ تھا کیونکہ یہ پرندہ بہت اچھا ہے۔ کیا تم اسے چکور سمجھتے ہو! لیکن سچ پوچھو تو کسی چیز کی تعریف اور مذمت میں کیا رکھا ہے۔ کیونکہ تشنگی اور سیرابی کا تعلق صرف خیال سے ہے۔ حقیقت میں اس چکور۔ شراب اور جانوروں کا کچھ بھی وجود نہیں۔"

جبکہ فیلسوف صاحب اس طرح اپنے نظریہ کی اشاعت کر رہے تھے۔ آن کے سامنے رکھا ہوا سامان اکل و شرب غیر معمولی تیزی سے غائب ہوتا گیا۔ جسے دیکھ کر پادری کے دل میں خیال پیدا ہوا معلوم نہیں اس شخص کی بھوک بھی محض ایک خیال ہے یا نہیں۔

ادھر کونٹس آف پیمبرٹن فیس نے اپنی ایک بیٹی سے مخاطب ہو کر کہا "مس رافینا دیکھو۔ اگر تم کونٹ سونڈسکی کی طرف یوں گھور کر دیکھو گی تو میں خفا ہو جاؤں گی۔ وہ تو بالکل مفلس قلاش ہے اور تم سے شادی کرنے کی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیا تم دیکھتی نہیں ہو۔ تمہارے دائیں طرف بائیں کرانسو کا ممبر پارلیمنٹ بیٹھا ہوا ہے۔ جو ایک مالدار کنوارا ہے۔"

مس رافینا نے بھی اسی طرح آواز دبا کر کہا "لیکن اماں تم دیکھتی نہیں ہو کہ اس کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔۔۔"

ماں نے فوراً جواب دیا "یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ کیونکہ بڈھوں پر قابو پانا زیادہ سہل ہوتا ہے۔"

اس نصیحت پر فوراً ہی عمل شروع کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ناسپاٹی شراب کا تیسرا گلاس ختم ہونے تک ممبر صاحب پارلیمنٹ نوجوان حسین بالوں والی لڑکی کے ساتھ جسے شوہر کی تلاش تھی۔ بہت گھلا ملا کر باتیں کرنے لگ گئے۔

اتنے میں بڑی مس دگمور نے کہا "مس بیسٹوکن تم نے اس تقریب پر کوئی مختصر نظم اپنی خاص طرز پر تیار نہیں کی؟"

نوجوان عورت نے جو علم ادب کا شغل رکھتی تھی اور جس سے یہ درخواست کی گئی تھی۔ مؤدبانہ انداز سے جواب دیا "مس دگمور مجھے امید نہ تھی کہ تم اتنے آدمیوں کے روبرو مجھ سے اس بارہ میں درخواست کرو گی۔ اگر تمہیں معلوم ہو۔ یا میں نے

تمہیں بتایا ہو۔ کہ میری نظم جس کا عنوان میں نے "گلدستہ اشعار" رکھا تھا غیر معمولی شہرت حاصل کر چکی ہے تو مجھے امید ہے کہ تم ..."

مس وگمور نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "مس بلیو سٹوکن ہم سب اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ تمہاری نظمیں ہمیشہ نہایت دلکش ہوتی ہیں اور اس لحاظ سے بہت جلد غیر معمولی شہرت حاصل کر لیتی ہیں"

ادبی مذاق رکھنے والی خاتون نے اور بھی زیادہ تصنع اختیار کرتے ہوئے کہا "شہرت بھی ایک حد تک فائدہ مند ہے۔ ورنہ حد سے بڑھی ہوئی شہرت باعث تکلیف ثابت ہوتی ہے جیسا کہ میرے لئے ثابت ہو رہی ہے۔ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ میں اس شغل کو خیرباد ہی نہ کرتی۔ اس لئے نہیں کہ میں نے ابھی تک اس ناول کی مصنفہ ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے۔ جو پچھلے سال میں نے کسی اور نام سے لکھا تھا۔ اور جسے غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ میری مراد اس ناول سے ہے جس کا نام "شاہی سازش" رکھا گیا تھا۔ مگر ممکن ہے کوئی وقت آ سکے ..."

اتنا کہہ کر اس عورت نے اپنے سر کو پُر اسرار طریق سے ہلایا۔ اور اگر اس کا منشا یہ تھا کہ کوئی میرے مدعا کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے۔ تو بلا شبہ اسے کوشش میں اسے پوری کامیابی حاصل ہوئی۔

دوسری طرف لاٹ پادری صاحب لارڈ راسول سے گفتگو میں مصروف تھے انہوں نے مس بلیو سٹوکن کی نسبت پوچھا "یہ عورت کون ہے؟"

امیر مذکور نے جواب دیا "لندن کی مشہور مصنفہ مس بلیو سٹوکن ہیں"

لاٹ پادری صاحب نے خشک انداز سے صرف اتنا کہا "اوہ!" گویا اُن کے اس فقرے کا مطلب یہ تھا کہ مس بلیو سٹوکن کتنی بھی مشہور ہو مگر اس کی شہرت کم از کم میرے کانوں تک نہیں پہنچی۔

جیمز بیرن نے گفتگو میں حصہ لینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "اب جو نظم اور ناول کا ذکر شروع ہو گیا ہے تو میں یہ کہنا فرض سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں فلسفیانہ تحقیقات کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ کیا آپ نے میری مشہور کتاب "عالم کی فرضیت" پڑھی ہے؟"

لاٹ پادری صاحب نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا "نہیں صاحب میں نے اسے پڑھا تو نہیں۔ البتہ اس کا ذکر سنا ہے اور میں اس کے بیان کردہ اصولوں کو انجیل مقدس کے اصولوں کے خلاف سمجھتا ہوں۔ میرے خیال میں آپ نے اسے چودہ بڑی جلدوں میں لکھا ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ کم از کم ان جلدوں کو محض خیال نہ سمجھتے ہونگے؟"

بیرن نے کسی قدر تلخی کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے جواب دیا "لیکن سچ پوچھیئے۔ تو وہ بھی ایک خیال ہیں۔ آپ چاہے کچھ سمجھیں۔ مگر در اصل اُن کتابوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ ہر چیز محض ایک خیال ہے اور ہماری اپنی زندگی بھی ایک خیال کا درجہ رکھتی ہے۔ ورنہ دنیا میں نہ خوشی ہے نہ تکلیف اور نہ اُن کا احساس . . ."

اتنا کہتے ہی فلاسفر صاحب یکایک اپنی کرسی سے گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور درد سے چیخ کر عالم اضطراب میں فرش پر اِدھر اُدھر کودنے لگے۔ بات یہ تھی کہ جس وقت وہ ہاتھ اُٹھا کر بڑے زور سے اپنے مضمون کو واضح کر رہے تھے۔ ایک نوکر ذہیاتی پادری صاحب کے سامنے رکھنے کے لئے گرم قہوہ کا ایک پیالہ لایا۔ بے خبری کی حالت میں بیرن کا ہاتھ زور سے اس پیالے کے ساتھ لگا۔ جس سے گرم گرم قہوہ اُن کے گنجے سر پر گر پڑا اور وہاں سے پیٹھ کی طرف بہ نکلا۔

اس مضحکہ خیز نظارہ کو دیکھ کر لاٹ پادری صاحب نے لاپروائی سے کہا "کچھ فکر نہ کیجئے۔ یہ بھی در اصل ایک خیال ہے۔"

بیرن ٹورکنڈ نے رومال سے سر کو پونچھتے ہوئے جبکہ نوکر معافی کے ایک دو لفظ بڑبڑا کر وہاں سے کھسک گیا۔ جواب دیا "جی ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ بھی ایک خیال ہے مگر اس خیال نے ناگوار صورت اختیار کر لی۔ بہر حال اس سے میرے قائم کردہ اصولوں کی تردید نہیں ہو سکتی بلکہ تائید ہوتی ہے . . ."

اتنا کہہ کر وہ پریشانی کی حالت میں اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور غم غلط کرنے کی خاطر شراب پینے میں مصروف ہو گیا۔

اس اثنا میں کونٹ سونڈسکی اپنے پاس بیٹھی ہوئی انڑیل مسی صفیا اگرہ بورڈ زینج دگمورسے پیار اور محبت کی باتیں کر رہا تھا۔ اس کی دلچسپ گفتگو سے بظاہر متاثر ہو کر نوجوان لڑکی نے کہا "آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پولینڈ کوئی بڑا ہی خوشنما

ملک ہے۔"

کونٹ نے جواب دیا "بے شک وہ بہت خوشنما ہے۔ اور وہاں سویڈن کی نمائندگی کا قلعہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس کے کنگرے بادلوں سے چھوتے ہیں۔ اتنا لمبا کہ ایک سرے پر کھڑے ہو کر دیکھو۔ تو دوسرا سرا نظر نہیں آتا اور اتنا فراخ کہ اس کے صحن کو عبور کرنا ہو۔ تو گھوڑے پر سوار ہو کر جانا پڑتا ہے میرے والد نے تین ہزار ملازم رکھے ہوئے تھے۔ لیکن میں کفایت کے اصولوں پر عمل کرنا پسند کرتا ہوں اس لئے میں نے صرف ایک ہزار ہی کا نوکر رکھا ہیں۔"

مس ہلینا وگمور نے کونٹ کی دل لبھانے والی باتوں سے ظاہر میں اور بھی زیادہ متاثر ہو کر پوچھا "کیا آپ انگلستان کو اپنے خوشنما ملک پر ترجیح دے سکتے ہیں؟"

"نہیں نہیں" کونٹ نے اصرار کے لہجہ میں کہا "میں انگلستان کو اپنے سویڈن پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ البتہ انگلستان کی کسی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ ہے۔ کیونکہ وہ بہت خوبصورت اور بہت ہوشیار ہوتی ہیں۔ اس کے بعد میں اپنی دلہن کو سویڈن لے جاؤں گا۔ اور وہاں ہم دونوں مزے کی زندگی بسر کریں گے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پاس والی حسینہ پر پُر معنی انداز سے نظر ڈالی۔

لیکن مس ہلینا سوفیا الگزینڈرینا وگمور خوب سمجھتی تھی کہ کونٹ اپنی دولت اور جائداد کے متعلق جو باتیں بیان کر رہا ہے وہ بالکل فرضی ہیں۔ البتہ اصول اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیتے ہوئے وہ بظاہر ان ساری باتوں کو صحیح تسلیم کرتی رہی۔ اس کے علاوہ وہ اس خیال سے بھی خوش تھی کہ کمرہ میں سب سے زیادہ شکیل مرد مجھ سے گفتگو میں مصروف ہے اور چونکہ اس وقت اس کی ماں بھی نگرانی کے لئے موجود نہ تھی۔ اس لئے اس نے کونٹ کے ساتھ اس سلسلہ گفتگو کو جاری رکھنا ہی مناسب سمجھا گو فیشن ایبل حلقہ کی باقی نوجوان عورتوں کی طرح وہ بھی اس قدر ہوشیار تھی کہ کونٹ کی باتوں میں آ کر اس سے شادی پر ہرگز آمادہ نہ ہو سکتی تھی۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کھانا ختم ہوا اور ایک چوار پہ گاڑی مکان کے دروازہ کے سامنے ٹھیری۔ کیونکہ شادی شدہ جوڑے کی رخصت کا وقت آ پہنچا تھا۔ میریا چند منٹ کے لئے لیڈی ریوفسورتھ اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ ایک اندر کمرہ میں

چلی گئی۔ اور جب واپس آئی۔ تو اُس نے سفر کا لباس پہنا ہوا تھا۔

میجر ڈیبیر نے اپنے دوست دولہا سے مخاطب ہو کر دبے لفظوں میں کہا "کمبخت تو کتنا خوش نصیب نکلا . . ."

سر جیبری یونسس نے کہا "بے وقوف سائیکس اب تک تیری نوک جھونک چلی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ مگر اُس کمبخت گھوڑے سے گرنے کا واقعہ مجھے تکلیف دے رہا ہے اور اس کی وجہ سے بدن کے بعض حصوں میں درد بھی ہوتا ہے۔ اچھا الوداع میں چند دن تک واپس آجاؤں گا"

اس کے بعد حاضرین کو الوداع کہی گئی۔ اور میریا نے بادلِ ناخواستہ اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دیدیا۔ جو اُسے عنقریب اُس ہال سے لے جانے والا تھا۔ نہ وہ روئی نہ اُس نے کوئی آہ کھینچی۔ البتہ اُس کے سنگ مرمر کی طرح سفید چہرہ پر مایوسی صاف طور سے ظاہر تھی۔ گو حاضرین میں سے کوئی بھی اُس کے دلی جذبات کو پورے طور سے نہ سمجھ سکا تھا۔

لیڈی ریونسورتھ نے میریا سے رخصت ہوتے وقت کہا "میں نے اپنی خادمہ فلورا سے کہہ دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ جائے تم چاہو تو اُسے ہمیشہ کے لئے رکھ سکتی ہو۔ اگر وہ نوجوان عورت جسے تم نے ملازم رکھا تھا آئی تو میں اُسے تجربہ کے طور پر رکھ لونگی مگر ہاں میں تم سے یہ پوچھنا تو بھول ہی گئی کہ اس کا نام کیا ہے؟"

میریا نے اس کا کچھ جواب دیا۔ لیکن اس وقت کمرہ میں اس قدر شور و غل مچا ہوا تھا کہ اڈلین اُس نام کو سُن نہ سکی۔

سر جیبری دلہن کو ساتھ لے کر باہر نکلا۔ اور اُس کے چند منٹ بعد گاڑی عروسی جوڑے کو لئے جیبری پارک واقع اسیکس کی طرف روانہ ہوگئی۔

مسز بیری مینی نے کھڑکی سے گاڑی کو رخصت ہوتے دیکھ کر دل میں کہا "کاش میں بھی کسی چھیلے شوہر کے ساتھ اس قسم کے سفر پر روانہ ہو سکوں"

کونٹس بریزن فیس نے دل میں سوچا "کاش میری آٹھویں اور نویں لڑکیوں کی شادیاں بھی ایسی ہی کامیاب ثابت ہوں جیسی میریا کی ہوئی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ممبر پارلیمنٹ قلعہ میں نہیں آسکا"

مس بلیوسٹوکن نے ایک آہ سرد بھری اور دل میں کہنے لگی "کاش میں نے اپنی لفظوں میں تجرد کی اس قدر تعریف نہ کی ہوتی"۔

کونٹ سونڈلسکی مس الینیا صوفیا الگزینڈرینا وگمور سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "کاش مجھے بھی بہت جلدی کوئی ایسی دلہن مل جائے۔ جو مجھے سب سے زیادہ خوش وخرم بنا سکے"۔

بیرن ڈورکندف جس کی طبیعت متواتر شراب پینے سے سکون اختیار کر چکی تھی۔ جی میں سوچنے لگا "بہرحال شادی بھی محض ایک خیال ہی ہے۔ در اصل نہ خوشنما گاڑی کی کچھ حقیقت ہے۔ نہ اس خوش وخرم جوڑے کی جو اپنے آپ کو اس پر سوار سمجھتا ہے دنیا میں سب کچھ محض خیال ہے۔ میری اپنی ہستی بھی ایک خیال ہے اور اسی طرح اس بادہ کی ہستی بھی کوئی اصلیت نہیں رکھتی۔۔"

ایڈلین نے ایک نوکر سے مخاطب ہو کر پوچھا "لارڈ ریولسورتھ کہاں ہیں۔ وہ مجھے کہیں نظر نہیں آتے"۔

نوکر نے جواب دیا "حضور ان کی طبیعت یکبیک خراب ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ اپنے کمرہ کو چلے گئے ہیں"۔

لیڈی ریولسورتھ کا ماتھا ٹھنکا اور اس نے اپنے جی میں سوچا۔ وہ ضرور پائپ پینے کی غرض سے چلا گیا ہے۔

اتنے میں نوکر نے آکر عرض کیا "حضور ایک نوجوان عورت ابھی لندن سے آئی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے مس ڈلیرز۔۔۔ لیڈی بولس نے نوکر رکھا تھا۔ راستہ میں گاڑی کے تیزی سے نہ چلنے کے باعث مجھے ذرا دیر ہو گئی"۔

ایڈلین نے کہا "خیر اسے میں رکھ لوں گی۔ تم اس سے کہدو۔ کہ جو شرطیں لیڈی بولس نے اس کے ساتھ طے کی تھیں۔ انہیں پر میں اسے ملازم رکھتی ہوں۔ وہ میری خادمہ فلورا کی بجائے کام کرے گی"۔

نوکر "بہت اچھا حضور" کہکر جانے کو تھا کہ ایڈلین نے اسے اشارہ سے واپس بلایا۔ اور کہنے لگی "ولیم مجھے یہ تو بتاؤ۔ اس عورت کا نام کیا ہے۔ کیونکہ ابھی تک مجھے اس کا نام بھی معلوم نہیں ہوا"۔

نوکر نے عرض کیا "حضور اس کا نام لڈیا ہچنسن ہے"۔ اتنا کہہ کر نوکر کمرہ سے

باہر چلا گیا۔ لیکن اس جملہ کا یہ اثر ہوا کہ لیڈی ریولسورتھ کی رنگت زرد پڑ گئی۔ اور وہ فرش پر گر جانے سے بچنے کی خاطر ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ پھر بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔ "لڈیا بیچنس!"

اس کی ماں نے قریب آکر پوچھا "ایڈلین کیا بات ہے۔ طبیعت تو اچھی ہے؟"

مگر ایڈلین نے کہا "کچھ نہیں۔ مجھے یکایک کچھ تکلیف سی محسوس ہوئی تھی۔ اب اچھی ہوں" اور یہ کہکر کمرہ سے باہر چلی گئی۔

نواں باب — ذی عزت خاتون اور بدنصیب عورت

لیڈی ریولسورتھ سیدھی اپنے کمرہ میں پہنچی اور ایک گدے کوچ پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگی۔

انگلستان کے امیر کبیر کی بیوی، نہایت شاندار محلوں اور بے شمار نوکروں کی مالک جوان خوبصورت اور قابل تعریف سر پر امارت کا تاج رکھنے والی اور دنیا کی تمام آسائشوں اور راحتوں سے بہرہ اندوز۔ اس مغرور اور عالی نسب خاتون میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس گمنام عورت کے سامنے آسکے۔ جسے روزی کمانے کے لیے ادنیٰ درجہ کی محنت مشقت کرنی پڑتی تھی۔ اس کے سامنے آنے اور گفتگو کرنے کا خیال ہی اسے خون کے آنسو رلا رہا تھا!

کس قدر عجیب معاملہ ہے کہ بعض اتفاقات نے لڈیا بیچنس کو اپنی پرانی سہیلی لیڈی ریولسورتھ کے مکان پر بھی لا ڈالا۔ گو اسے اس بات کا مطلق خیال نہ تھا کہ یہ وہی ایڈلین انفیلڈ ہے۔ جو میری پیاری سہیلی تھیں جبکہ عیاشی اور گناہ کی زندگی میں میری اتالیق رہ چکی ہے۔

مسز چیچسٹر کا سلوک بدنصیب لڈیا کے ساتھ بہت اچھا رہا اور گو اس سے پہلے بہت لوگ اس بدنصیب کی داستان سنکر اس سے متنفر ہو گئے تھے۔ مگر اسے الٹا اس پر رحم آیا اور یہ اس بات کی کوشش کرنے لگی۔ کہ جیسے سوسائٹی اپنے حلقہ سے نکال کر مایوسی کے اتھاہ اور تاریک سمندر میں گرا چکی ہے۔ اسے سنبھالنے کی کوشش کی جائے۔ ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ لڈیا بیچنس نے گناہ کی زندگی محض گناہ کی

خاطر اختیار نہ کی تھی۔ وہ فطرتاً عیاش یا اوباش نہ تھی۔ پیش آمدہ حالات اور کسی حد تک وہ غدارانہ سلوک جو لارڈ ڈونیڈبل نے اس کے ساتھ کیا۔ نیز وہ مجبوریاں جو اسے مسز بلارپل کے مکان پر لا ڈالنے کا موجب ہوئیں۔ اس کے گناہ کی زندگی بسر کرنے اور اسے عیاشی کے تاریک غار میں ڈالنے کا موجب ثابت ہوئیں۔ غرض کہ جو کچھ۔ وہ تھی اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حالات کی مجبوری سے تھی۔

مسز چیسٹر نے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ وہ اُن شخصوں میں سے نہ تھی جنکا خیال یہ ہے کہ جو ایک بار بگڑ گیا۔ وہ کبھی اصلاح پذیر نہیں ہو سکتا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس بدنصیب کو پھر ایک بار نیکی کی زندگی میں قدم رکھنے کا موقعہ دیا جائے۔ وہ اس بات پر بھی آمادہ تھی کہ اگر اسے کوئی جگہ نہ ملے۔ تو یہ باقی زندگی میرے ہی مکان پر بسر کرتی رہے کیونکہ اس کی صحبت میں اس کی اپنی تنہائی کا غم غلط ہوتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سمجھتی تھی کہ کسی قسم کی امداد کاہلی کے مادہ کو ترقی دیکر الٹا اخلاق بگاڑنے کا موجب ثابت ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ اس کوشش میں تھی کہ لڈیا کو اس کے سابق گناہوں کی توبہ اور استغفار کا موقعہ دیا جائے۔ اور یہ اس کی دلی خواہش تھی۔ کہ میری کوئی رعایت یا حسن سلوک اسے کاہلی کی زندگی بسر کرنے کا عادی نہ بنا دے تاکہ ایسا نہ ہو۔ وہ آئندہ محنت مشقت سے جی چرا کر گناہ کی اس زندگی پر از سرِ نو آمادہ ہو جائے۔ جس کی وہ بحالاتِ مجبوری عادی ہو چکی تھی۔ مختصر یہ کہ وائیولا چیسٹر کا مقصد بدنصیب لڈیا ہجنس کو گناہ سے بچا کر دوبارہ نیکی کی راہ پر ڈالنا تھا۔ اور اسی مدعا کو پیشِ نظر رکھ کر وہ اس کے ساتھ بہنوں کی طرح سلوک کرتی رہی۔

جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ لڈیا کی ذہنی اور شخصی صورت اصلاح پذیر ہوتی گئی اس کے خیالات میں زیادہ سکون پیدا ہو گیا۔ اور چہرہ پر پھر ایک بار شباب کی تازگی نظر آنے لگی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں خود اس نے اس بات کی خواہش ظاہر کی۔ کہ میں محنت مشقت کی زندگی اختیار کروں گی۔ تاکہ اپنی روزی خود کما سکوں۔ وہ خود اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ کہ بہترین حالات میں رہ کر بھی سستی اور کاہلی انسان کے خیالات میں پراگندگی پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اس بات کا خیال آتے ہی اس کے بدن میں کپکپی سی پیدا ہو جاتی۔ کہ کہیں میں دوبارہ اُسی قعرِ ضلالت میں نہ گر پڑوں۔ جس سے اب بمشکل

نکلنا نصیب ہوا ہے۔

مسز ٹچسپٹر کو رفتہ رفتہ اس بات کا یقین ہو گیا تھا۔ کہ لڈیا کا ارادہ اب اس قدر قوی ہو چکا ہے۔ کہ وہ نیکی کی زندگی میں ثابت قدم رہ سکے گی۔ چنانچہ اب اس نے ایک ایسی کارروائی کو عمل میں لانے کا ارادہ کیا جو لڈیا کے نیک اور پاک رہنے کے یقین ہی کی صورت میں کی جاسکتی تھی یعنی اس نے اس کے لئے کسی اچھے گھرانے میں ملازمت کی تلاش شروع کی۔ لڈیا نے جب یہ تجویز سنی تو بہت خوش ہوئی۔ چنانچہ فوراً ہی ایک اخبار میں اس کے ملازمت کے متلاشی ہونے کا اشتہار شائع کیا گیا جس کے بعد چند دن کے عرصہ میں بہت سے جوابی خطوط موصول ہوئے۔ مس ولیرز جو اب لیڈی ابولنس کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ یہ اشتہار دیکھکر خود لڈیا سے ملی۔ اور اس کے طریق و اطوار سے اس قدر خوش ہوئی۔ کہ اس نے والولا ٹچسپٹر سے اس کے متعلق کسی قسم کے سوالات پوچھنا غیر ضروری سمجھا اس موقعہ پر وابولائے مس ولیرز سے مخاطب ہو کر کہا "یہ نوجوان عورت جو آپ کے سامنے کھڑی ہے۔ بہت بدنصیب ہے اور مصیبت کی ان تمام منزلوں سے گذر چکی ہے۔ جو اکثر ایسے شخصوں کو پیش آتی ہیں۔ لیکن وہ محنت مشقت سے روزی کمانے کی خواہشمند ہے۔ اور اگر اس مشکل وقت میں اسے کسی قسم کی مدد دی گئی۔ تو یہ امر یقینی ہے کہ وہ عمر بھر آپ کی شکر گذار رہے گی۔"

مس ولیرز بہت نیک دل عورت تھی۔ جو کچھ مسز ٹچسپٹر نے کہا وہ اس کا مطلب پورے طور سے نہ سمجھ سکی۔ مگر اس کے بیان سے کم از کم اتنا خیال اس کے دل میں ضرور پیدا ہو گیا کہ ایک غریب عورت کو جو باعزت طریق پر روزی کمانا چاہتی ہے۔ اور جس میں اس ملازمت کے متعلق جو اسے دی جانے والی ہے سب ساری صفات موجود ہیں۔ ضرور موقعہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ دونوں میں بہت جلد شرائط کا تصفیہ ہو گیا۔ اور مس ولیرز لڈیا سے یہ کہکر چلی آئی۔ کہ تم فلاں روز مجھ سے ریولسور تھ ہال میں ملنا اس وقت لڈیا کو اس بات کا بعید ترین خیال بھی پیدا نہ ہوا تھا۔ کہ ریولسورتھ ہال کی مالک لیڈی ریولسورتھ ہی ہے۔ جو میرے ساتھ سکول میں ایڈیلین انفیلڈ کے نام سے رہا کرتی تھی اور کسی زمانے میں میری گہری سہیلی تھی۔

ان تفصیلات کے بعد اب ہم پھر ایڈیلین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس نے

اپنے کمرہ میں روتے چھوڑا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس گھر میں لڈیا کی موجودگی ایڈلین کو خوف زدہ اور مضطرب کرنے کے لئے کافی تھی۔ اسس لئے نہیں کہ اسے اندیشہ تھا لڈیا میرے زمانہ ماضی کے حالات ظاہر کر دے گی۔ کیونکہ اگر وہ کوئی بُرا کلمہ زبان سے نکالتی۔ تو اسس کی تردید بڑی آسانی سے کی جاسکتی تھی۔ البتہ فکر اس بات کی تھی۔ کہ میرا تعلق ایک ایسی خادمہ کے ساتھ ہوگا۔ جس کے روبرو اس خوفناک راز کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں محفوظ ہے۔ میں اپنے وقار اور خود اعتمادی کو پورے طور سے قائم نہ رکھ سکوں گی۔ یہ خیال واقعی اس مغرور امیر زادی کے لئے سخت ذلت آمیز اور تلخ تھا۔ مگر کچھ عرصہ رونے کے بعد اس نے یکایک اپنے دل سے مخاطب ہو کر کسی قدر بلند آواز میں کہا۔ مجھے اس طرح آنسو بہانے کی کیا ضرورت ہے۔ خطرہ کا زمانہ گذر چکا۔ اور جس بات کا کھٹکا تھا۔ وہ پیش آگئی ہے۔ مناسب یہی ہے۔ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوں۔ میں فوراً اس سے ملوں۔ یقیناً اسے معلوم نہ ہوگا۔ کہ میں کس کی ملازم ہو کر یہاں آئی ہوں "

یہ سوچکر ایڈلین نے آنکھیں پونچھیں اور گھنٹی بجائی۔ پھر اس قدر سکون اختیار کر کے جتنا کہ ان حالات میں ممکن تھا۔ وہ ایک کوچ پر بیٹھ گئی۔ چند منٹ کے عرصہ میں اسے کسی کے آنے کی چاپ سنائی دی۔ جس کے بعد اس نے اپنی بڑی خادمہ کو برآمدہ میں یہ کہتے سنا " یہی بیگم صاحبہ کا کمرہ ہے " اس کے جواب میں کسی نے کہا۔ " بہتر میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں "

اوہ! ان لفظوں کو سنکر ایڈلین کا دل کس طرح زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کیونکہ یہ لڈیا ہیمنسن ہی کی آواز تھی۔ جسے وہ اچھی طرح پہچانتی تھی!

اس کے بعد پھر کسی کے اُلٹے پاؤں واپس جانے کی چاپ سنائی دی۔ کیونکہ بڑی خادمہ کمرہ دکھا کر واپس چلی گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی لڈیا نے آہستگی سے نشست گاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

ایڈلین نے گلوگیر آواز میں کہا " اندر آجاؤ "

دروازہ کھلا اور لڈیا ہیمنسن کمرہ میں داخل ہوئی۔

لیڈی رولسٹو تھ نے اس وقت اپنا منہ انگیٹھی کیطرف کر رکھا تھا۔ آخر جب اس نے

سنا کر لڈیا نے کمرہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کر لیا ہے۔ تو اس نے منہ پھیرا۔ دوسری جانب خود لڈیا فکر کی حالت میں تھی کہ نہ معلوم نئی مالکہ کا مزاج کیسا ہوگا۔

لیکن ہمیں اس حیرت اور استعجاب کی کیفیت قلم بند کرنے کا یارا نہیں۔ جو اس نوجوان عورت کو اس وقت محسوس ہوا۔ جب لیڈی ریولسورتھ کے اس کی طرف مڑنے سے اس نے اس خوبصورت لیکن زرد چہرے کو پہچانا۔ جس سے وہ عرصہ کی واقف تھی۔ اور جسے وہ کسی حال میں بھلا نہ سکتی تھی

آنکھیں چار ہوتے ہی لڈیا فرطِ استعجاب سے تھرتھرائی۔ سہارے کے لئے مینٹل پیس کی طرف بڑھی اور اس کے بعد اپنی مالکہ کی طرف وحشیانہ انداز سے دیکھتے ہوئے اس نے چلا کر کہا۔" اوہ! مس انفیلڈ کیا یہ تمہیں ہو؟"

امیرزادی نے نخوت آمیز لہجہ میں جواب دیا۔" دیکھو میرا نام لیڈی ریولسورتھ ہے۔"

لڈیا کے چہرہ پر حقیقی شکر گذاری کے آثار نمودار ہوگئے۔ اور وہ دلی جوش سے دونوں ہاتھ ملا کر کہنے لگی۔" آہ! اب میں اچھی طرح سمجھ گئی۔ آخر کار تمہارے دل میں میرے متعلق رحم کا احساس پیدا ہوگیا اور اسی لئے تم نے میری جائے سکونت دریافت کر کے اپنی ایک سہیلی کو مجھے ملازم رکھنے کو بھیجا۔ اس طریق پر تم مجھے اپنی نیکی کے اس تازہ ثبوت سے ممنون احسان بنانا چاہتی ہو۔"

"نہیں لڈیا نہیں۔ ایڈلین نے جواب دیا۔" صرف ایک اتفاقیہ امر ہی تمہیں میری ملازمت میں لانے کا موجب ہوا ہے۔ اور میں تمہیں جتلا دینا چاہتی ہوں۔ کہ تمہارا غیر معمولی اظہار اعتماد مجھے پسند نہیں۔ مختصر لفظوں میں میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں۔ کہ ایک عمدہ ملازمت ہاتھ سے نکل جانے سے تمہیں جو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کے لئے جو رقم چاہئے مجھ سے لے لو۔ اور یہاں سے فوراً ہی چلی جاؤ۔ تمہارے اس طرح یکایک رخصت ہوجانے کے متعلق باقی ملازموں کے روبرو میں کوئی مناسب عذر پیش کردوں گی۔"

"کیا یہ ممکن ہے!" لڈیا ہچنسن نے متعجب ہوکر کہا۔" وہی سرد مہری! وہی بے دلی! وہی ناشکر گذاری! . . !"

ایڈلین کا چہرہ غصہ سے تمتمانے لگا اور وہ قطع کلام کر کے بولی۔" جانتی ہو تم یہ الفاظ

کس سے کہہ رہی ہو؟"
"ہاں جانتی ہوں بہت اچھی طرح جانتی ہوں"۔ لڈیا نے پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر اور اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا کر اس انداز سے کہا۔ گویا وہ دنیا کی ناسپاسی کے خلاف احکم الحاکمین سے اپیل کر رہی ہے"میں جانتی ہوں کہ اس وقت میں اس کے سامنے کھڑی ہوں۔ جس کی نیک نامی کی خاطر میں خود بدنام ہوئی اور جسے ندامت اور بدگوئی سے بچانے کی خاطر میں نے اپنے آپ کو ان باتوں کا نشانہ بنایا۔ میں جانتی ہوں کہ میں اس کے سامنے کھڑی ہوں۔ جس کی چالبازیوں کا میں خود شکار ہوئی۔ اے ریونسورتھ کی مغرور لیڈی اس زمانہ کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ جب موسم سرما کی ایک سرد رات کو میرے بے رونق اور ہر قسم کے اسباب سے عاری کمرہ میں تمہارے بطن سے ...."۔

"خاموش لڈیا"۔ ایڈلین نے چلا کر تحکمانہ لہجہ میں کہا۔ اس کے ہونٹ فرط غضب سے کانپ رہے تھے اور رخساروں کی رنگت کبھی زرد اور کبھی سرخ ہوئی جاتی تھی۔ "خاموش! زمانہ ماضی کا یہاں کچھ ذکر نہیں ہمارا تعلق حال سے ہے"۔

"ہرگز نہیں"۔ لڈیا نے اس اصرار کے لہجہ میں جو مایوسی کے وقت پیدا ہو جاتا ہے زور سے کہا۔ "تم کون ہو جو مجھے زمانہ ماضی کا ذکر کرنے سے روک سکتی ہو! تمہیں جو اس وقت ذی رتبہ اور مستقبل کے عروج پر پہنچی ہوئی ہو اس بات کا بھول کر بھی خیال نہیں ہو سکتا کہ محض تمہاری بدولت مجھے کیسی کیسی مصیبتوں سے گذرنا پڑا ہے۔ باوجود اس کے میں چاہتی ہوں ... میں بے قرار ہوں کہ تم پر واضح کر دوں میں نے تمہاری خاطر کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ کیونکہ جس قدر غم۔ جس قدر ناقابل بیان رنج و الم جس قدر خوفناک مصیبتیں میں نے اپنی زندگی میں برداشت کی ہیں۔ ان سب کا تعلق قریب یا بعید طریق پر اس واقعہ ہی سے ہے۔ جو ایک منحوس ساعت میں میرے اور تمہارے درمیان پیدا ہوئی"۔

ان تلخ الفاظ کو سنکر لیڈی ریونسورتھ کا سینہ سمندر کی طرح متلاطم ہونے لگا اور وہ لکنت آمیز لہجہ میں بولی "بس بس میں اس سے زیادہ سننا نہیں چاہتی میں اس قسم کی گستاخانہ گفتگو کی عادی نہیں ہوں تم کون ہو جو مجھے اسطرح ملامت کرنے آئی ہو؟

لڑیا نے کہا۔ "میں وہی ہوں۔ جسے تم اچھی طرح پہچانتی ہو۔ اک زمانہ سے میں اس گھڑی کو ترس رہی تھی۔ جب تمہارے روبرو کھڑی ہو کر میں اپنی ساری داستان غم تمہیں سنا سکوں۔ اور ظاہر ہے کہ ایک ایسے عمدہ موقعہ کو میں آسانی سے چھوڑ دینا پسند نہیں کر سکتی۔ بہت عرصہ تم مجھ پر غالب رہیں۔ جب تک تمہیں اپنا مطلب تھا تم نے مجھے اپنی چالبازیوں کا ذریعہ بنایا۔ اور جب میری فائدہ مندی کا خاتمہ ہو گیا تو تم مجھ سے نفرت کرنے لگیں۔ کیا غضب ہے کہ تم اس عزت اور منزلت اور نیک نامی پر فخر کرتی ہو جس کی بنیاد میری اپنی صفات کی بربادی پر قائم ہوئی۔ اور وہ جو تمہیں اس قدر عزت دار اور نیک نام بنانے کا موجب بنی۔ اسے یوں نفرت سے دھتکارتی ہو۔ لیڈی ریولسوروتھ میں تم سے کہہ چکی ہوں۔ کہ میری مصیبتوں کا آغاز اس واقفیت سے ہوا۔ جو میرے اور تمہارے درمیان پیدا ہوئی تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے جب میری ملاقات تم سے اول مرتبہ کنسنگٹن سکول میں ہوئی۔ میں ایک بالکل نیک پاک اور معصوم لڑکی تھی۔ سازداریوں اور سازشوں سے بالکل ناآشنا۔ حالانکہ اس چھوٹی سی عمر میں ہی تم اپنے اندر یہ ساری خوبیاں رکھتی تھیں۔۔"

"لڑیا۔۔۔ بس بخشو۔۔۔ اُف اُف!" ایڈلین نے فقرہ نامکمل ہی چھوڑ کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔

"میں غلط نہیں کہتی۔ تم خود اچھی طرح جانتی ہو کہ اس زمانہ میں ہی تم گناہ کی انتہائی منزل پر کھڑی ہوئی اس کے تاریک غار میں گرنے کو تیار بیٹھیں۔ تم منزل عصمت کو چھوڑ کر اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو چکی تھیں۔" بدنصیب عورت نے مغرور امیرزادی کو اس تند اور تلخ لہجہ میں کہا جو جوش انتقام کے موقعہ پر از خود پیدا ہوتا ہے۔ اور جن کی بدولت الفاظ زیادہ خوفناک اور موثر ثابت ہونے لگتے ہیں۔ "اے مغرور لیڈی! مجھے وہ وقت اچھی طرح یاد ہے اور تا زیست بھول نہیں سکتا۔ جب تم نے مجھے اول مرتبہ اس بات سے واقف کیا کہ عورت میں کیا کیا کمزوریاں ہو سکتی ہیں اور وہ کون سی ہیں جو اس سکول میں معلم بن کر گئی تھی۔ ایک متعلمہ سے خودبینی حاصل کرنے لگی۔ اور رسے والا تم خدا تو اچھی طرح جانتا ہے کہ تم نے مجھے کیسے کیسے سبق دئے۔ آہستہ آہستہ قدم بقدم تم نے مجھے بے عزتی اور گناہ کے راستہ

پھنسا لیا ... تم نے مجھے اپنی سازشوں کا حصہ دار بنایا - اور ایک دن ہم دونوں محض تمہاری چالبازی سے منزل عصمت سے گر گئیں!"

ایڈلین نے درد سے کراہتے ہوئے کہا "خدا کے لئے اس ذکر کو جانے دو - اگر کسی نے یہ الفاظ سن لئے تو میں ہمیشہ کے لئے تباہ اور برباد ہو جاؤں گی"

"اس بارہ میں اطمینان رکھو - کیونکہ سردست میں تمہارا راز فاش کرنا نہیں چاہتی اور اس کی وجہ بھی عنقریب بیان کئے دیتی ہوں" لڈیا نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "اس اثنا میں ضروری ہے کہ میں اُن تمام واقعات کا اعادہ کروں جن کی بدولت مجھے اپنی عزت اور ناموس تمہاری خاطر قربان کرنا پڑا"

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں - کیونکہ میں تمام حالات کو اچھی طرح سمجھتی ہوں" لیڈی ریونسورتھ نے کہا "تم اس ذکر کو چھوڑ دو اور یہ بتاؤ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے میں تمہاری کس طرح مدد کر سکتی ہوں - کیا تم روپیہ چاہتی ہو - یا ..."

"خاموش!" لڈیا نے مغرور امیرزادی کی طرف انتہائی نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا "خاموش" پھر اس نے فوراً ہی ایک وحشیانہ لہجہ اختیار کر کے کہا "روپیہ! میں اس روپے کی خاطر پہلے ہی نہیں بک چکی تھی؟ مگر نہیں یاد رکھو - آئندہ میں ہرگز بدنی یا ذہنی طور پر روپیہ کی خاطر کوئی چیز قربان کرنے پر آمادہ نہ ہوں گی ... مگر ہاں تم کہتی ہو کہ مجھے وہ واقعات یاد ہیں جو ہمیں پیش آئے تھے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری ناشکر گذاری اور بھی زیادہ قابل نفرت ہے - کیونکہ جس وقت تم درد زہ سے بیتاب تھیں تو اس سرد کمرہ میں میں ہی تمہاری تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی - اس کے بعد جب تمہارے بچے کی بے جان لاش میرے کمرہ میں ... میرے ہی بکس میں کپڑوں کے اندر لپٹی ہوئی پائی گئی تو کیا میں نے اُستانی سے مخاطب ہو کر یہ کہا تھا۔ یہ میرے نہیں مس ایڈلین انفیلڈ کے بچہ کی ہے؟ اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ تم نہایت کمزور ہو اور سانت کی سرد ہوا میں باہر نکلنا تمہارے لئے خطرناک ہے - کیا میں خود ہی ایک چور کی طرح اُس ناجائز بچہ کی لاش اُٹھا کر گھر سے نہیں نکلی اور فاصلہ پر ایک جوہڑ میں نہیں پھینک آئی تھی؟ محض اس لئے کہ تم نے مجھ سے کہا تھا پیاری لڈیا میری ناک کو محفوظ رکھنا۔ کیا میرے گھرانے کی آبرو کا دارومدار تمہاری ہی دوراندیشی

پر ہے میری دوراندیشی! ہرگز نہیں۔ تمہارے گھرانے کی عزت کا دارومدار تو میرے
گھرانے کی عزت قربان کرنے پر تھا اور کیا میں نے اپنی خاندانی عزت کو تمہاری خاطر
نثار نہیں کیا؟ کیونکہ سچ پوچھو تو جو کچھ میں نے تمہاری خاطر کیا۔ اُسی کے باعث میرا
غریب باپ دل شکستہ ہو کر مرا۔ اسی کے باعث میرا بدنصیب بھائی ڈویل لڑتا ہوا
مارا گیا۔"

"خدا کے لئے اس ذکر کو جانے دو اور میری آبرو کو بچاؤ" لیڈی ریولسنڈرتھ
نے التجا کے لہجہ میں کہا۔ "لڈیا بے شک میں نے تم سے بہت نامہربانی کی اور مجھ سے
ناشکرگذاری بھی ظاہر ہوتی رہی۔ مگر جو کچھ ہوا۔ میں اب اس کی تلافی کرنے پر
آمادہ ہوں۔"

لڈیا ہچنسن نے سنجیدگی کے لہجہ میں جواب دیا "بیگم صاحب صرف ایک وجود ایسا
ہے جو میری خطاؤں کی تلافی کر سکتا ہے اور یہ وہی قادر مطلق ہے جو ہم سب کے عیب
ثواب کو دیکھتا ہے۔ ورنہ کوئی انسانی طاقت ایسی نہیں۔ جو مجھے پھر اپنے غریب
باپ یا عزیز بھائی سے ملا سکے اور نہ کوئی انسانی طاقت ایسی ہے جو میرے دل
سے اُن ذلتوں اور بدنامیوں کی یاد کو محو کر سکے جن سے میں گذر چکی ہوں
بھلا تمہارے دئے ہوئے روپے کی کونسی مقدار میرے اس زمانہ کی تلافی کر
سکتی ہے جب میں دن کے وقت بھوکی پیاسی اور رات کو خانہ بدوش گنہگار
اور جرائم پیشہ لوگوں کے درمیان آوارہ پھرتی تھی؟ کہیں اتنی جگہ بھی حاصل نہ
تھی کہ اپنے تھکے ہوئے اعضا کو آرام دے سکوں۔ یا اپنے کانپتے ہوئے بدن کے لئے
آسائش کا سامان تلاش کر لوں۔ کئی بار غم واندوہ کے ہجوم نے اس بات پر آمادہ کیا
کہ دریا میں غرق ہو جاؤں یا کسی دوا فروش سے زہر کی شیشی حاصل کر کے اپنی زندگی
کا خاتمہ کر لوں۔ اس وقت جبکہ میری حالت اس قدر بگڑی ہوئی تھی میں نے
بارہا تمہارا ذکر اخباروں میں دیکھا حتیٰ بعد میں نے یہ خبر پڑھی کہ تمہیں شاہی دربار
میں پیش کیا گیا۔ تو میرے منہ میں جو بیس گھنٹوں سے ایک دانہ بھی نہ گیا تھا۔ تم سمجھ سکتی
ہو کہ ان حالات میں تمہارا ذکر پڑھ کر میرے دل میں زمانہ گذشتہ کی کیسی تلخ یاد پیدا
ہوتی تھی۔ اس بعد میں دو بار دریا کے کنارے پہنچ کر محض اس لئے واپس چلی

آئی کردو رتی تھی۔ آنے والی دنیا کے عذاب اس زندگی کی مصیبتوں سے بھی زیادہ خوفناک نہ ہوں ... "

" لڈیا لڈیا تم مجھے مارے ڈالتی ہو" لیڈی ریونسورتھ نے کہا " اب رحم کر دے۔ مجھ پر نہیں تو اس بچہ پر جو میرے شکم میں ہے۔ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کرسکتی ہوں اور تم کیا چاہتی ہو ... "

لڈیا نے قطع کلام کر کے کہا " کچھ بھی نہیں۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ تمہاری خدمت میں حاضر رہوں "

" نہیں نہیں یہ غیر ممکن ہے" ایڈلین نے التجا کے لہجہ میں کہا۔

لڈیا نے بانداز سکون جواب دیا " بس جیسا میں کہہ چکی ہوں۔ اسی طرح ہوگا "

" گستاخ بازاری!" لیڈی ریونسورتھ نے فرط غضب سے بے قابو ہو کر کہا " نکل جا۔ فوراً اس مکان سے باہر ہو جا! کیا تو مجھ سے اپنی شرطیں منوانے کی جرأت کرسکتی ہے؟ "

مس جنسن بولی " میں نے ابھی تم سے کہا تھا کہ میں تمہارا راز فاش نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن میری خواہش تمہاری ملازمت کرنے کی ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ اگر اس مرتبہ بھی تم نے غالب آنے کی کوشش کی اور مجھے سابق کی طرح دھتکارنا چاہا تو میں بلا تامل بے خوف طریق پر تمہارے سارے حالات دنیا پر ظاہر کر دونگی "

ایڈلین نے خوف اور غصہ کے مشترک احساس سے کانپتے ہوئے کہا " تم سے بیشک یہی امید ہے۔ مگر تمہاری بات کا یقین کیسے ہوگا؟ ہر شخص تمہیں کمینہ اور دروغ باف سمجھے گا۔ اور میں خود تمہیں اس گستاخی کی پورے طور سے سزا دلاؤں گی۔ میں اعلان کردوں گی کہ تم نے مجھے سخت قسم کی دھمکیاں دے کر جبراً روپیہ وصول کرنے کی کوشش کی ... "

جوں جوں مغرور امیرزادی زیادہ غصہ اور جوش میں آتی گئی۔ لڈیا کا انداز زیادہ سکون پذیر یا حقارت آمیز ہوتا گیا۔ ایڈلین کی زبانی یہ نئی دھمکی سن کر وہ بڑی لاپرواہی سے کہنے لگی " اس بات کا خیال نہ کرو کہ میں تمہاری ان فضول دھمکیوں سے ڈرجاؤں گی۔ کیا ان واقعات کے جو میں بیان کرنے والی ہوں عینی گواہ موجود نہیں

ہیں؟ کیا جولمونڈلے اور ڈنسٹیبل تمہارے خلاف کافی ثبوت پیش نہیں کرسکتے؟"

"مانا تم سچ کہتی ہو مگر یہ کب ممکن ہے کہ وہ ایک امیر اور عزت دار خاتون کی بدنامی میں حصہ لیں گے" ایڈلین نے بے صبری سے کہا۔

لڈیا نے پُراعتماد لہجہ میں جواب دیا "تم نے ابھی مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہارے خلاف عدالت میں چارہ جوئی کروں گی۔ اُس صورت میں جب ان دونوں شخصوں کے حلفیہ بیانات ہوں گے تو کیا وہ سچائی سے انکار کردیں گے؟ اے مغرور امیرزادی جاؤ میں تجھے اجازت دیتی ہوں کہ میرے متعلق جو تیرے جی میں آئے کرلے۔ اُٹھ دروازہ کھول کر اپنے نوکروں کو بُلا اور اُن سے کہدے وہ مجھے حوالہ پولیس کریں لیکن اگر دنیا میں عدل و انصاف کی کچھ ہستی ہے ... اگر برطانیہ کا انصاف ویسا ہی ہے جیسا لوگ کہتے ہیں تو مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ اگرچہ تم ایک بلند طبقے سے تعلق رکھنے والی امیرزادی ہو اور میں ایک گمنام غریب عورت۔ مگر جس وقت سارے حالات ایک انگریز جج اور انگریز جیوری کے روبرو پیش ہوں گے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائے گا۔"

"بس!" ایڈلین نے چلا کر کہا۔ اس وقت اس کا چہرہ غصے سے ارغوانی تھا اور پیشانی کی تمام نسیں اس طرح پھولی ہوئی تھیں گویا پھٹنا چاہتی ہیں "بس! میں ان گستاخیوں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ تمہارا چیلنج مجھے منظور ہے۔ کیونکہ مجھے لارڈ ڈنسٹیبل اور کرنیل جولمونڈلے پر کامل اعتماد ہے۔ وہ عدالت میں حلف دروغی کرگذریں گے مگر ایک امیرزادی پر حرف نہ آنے دیں گے۔"

لڈیا نے بدستور سکون قائم رکھتے ہوئے کہا "ایک بات اور بھی ہے گو مجھے یقین ہے کہ تمہارے جیسی ہوشیار عورت شاید اس کے متعلق بھی کوئی احتیاط اختیار کرلے۔"

"وہ کیا؟" ایڈلین نے چلا کر پوچھا۔

"یہ کہ جس وقت تم اپنے نوکروں کو بلا کر انہیں حکم دوگی کہ وہ مجھے حوالہ پولیس کردیں تو اُسی وقت میں تمہارے تمام سابقہ حالات اُن کے روبرو بیان کردوں گی۔ اس کے [illegible] کے لئے یہ معلوم کرلینا مشکل نہ ہوگا کہ تمہارے شکم میں اب جو بچہ ہے کیا

وہ پہلو بھی کا ہے؟"

ان لفظوں کو سُن کر ایڈلین نے ایک ہلکی سی چیخ ماری اور اس کے بعد اس خوفناک دھمکی سے مغلوب ہو کر اپنی نشست پر پیچھے کی طرف گر پڑی۔

اس چیخ کے ساتھ ہی باہر برآمدہ سے اس قسم کی آواز سُنائی دی جیسے کسی کے مُنہ سے سخت کرب کی حالت میں نکلا کرتی ہے۔ اسے سُن کر لڑیا دروازہ کی طرف لپکی لیکن قبل اس کے کہ وہ کمرہ کا نصف حصہ عبور کر سکتی۔ دروازہ کھُل گیا اور لارڈ ریولسورتھ کمرہ میں داخل ہوا۔

"کون میرا شوہر!" ایڈلین نے دیوانہ وار چلا کر کہا اور اس کے بعد اس کے قدموں میں دوزانو ہو کر اُس نے دونوں ہاتھ جوڑ لئے اور بولی "رحم! رحم!"

دسواں باب — دو خاندانوں کی عزت کا سوال

"رحم! رحم!"

یہ الفاظ تھے۔ جو خوفزدہ امیرزادی کے لبوں سے بے اختیاری کی حالت میں نکلے۔ قبل اس کے کہ وہ اس بات کو سوچ سکتی کہ لارڈ ریولسورتھ نے ہماری ساری گفتگو سُنی بھی ہے یا نہیں۔

خود لارڈ ریولسورتھ اس وقت سخت اضطراب کی حالت میں تھا۔ اُس کا بالائی ہونٹ کانپ رہا تھا۔ آنکھیں شعلہ بار تھیں۔ رُخساروں پر سُرخی چھائی ہوئی تھی۔ سینہ اوپر نیچے اُٹھ رہا تھا اور ہاتھوں کی بندھی ہوئی مٹھیاں ظاہر کرتی تھیں کہ وہ اس وقت ایک ایسا غیر معمولی جوش محسوس کرتا ہے جو عرصہ سے اس کے تجربہ میں نہیں آیا۔ ایڈلین سے مخاطب ہو کر اُس نے کہا "اُٹھو میڈم اُٹھو معاملہ ایسا نہیں کہ اسے جوش کی حالت میں طے کیا جا سکے۔ اس پر کامل سکون کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دو امیر خاندانوں کی عزت خطرہ میں ہے"۔

ایڈلین اپنے شوہر کی ٹانگوں سے لپٹ گئی اور سخت بے چینی کی حالت میں کہنے لگی "تو کیا آپ کو سارے حالات معلوم ہو چکے ہیں؟"

لارڈ ریولسنورتھ نے جس کی حالت سے ظاہر ہوتا تھا کہ عارضی طور پر اُس کی وہ ساری کاہلی دور ہو گئی ہے جسے وہ مدت سے محسوس کیا کرتا تھا کہا "ہاں میں نے اس قدر گفتگو ضرور سُن لی ہے جس سے میں سارے معاملے سے واقف ہو گیا ہوں"۔

یہ الفاظ کہتے ہوئے اُس نے اپنی بیوی کو اُس کی محتاجانہ حالت سے اُٹھا کر ایک کوچ پر بٹھا دیا۔ پھر پاس ہی خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور ایک اور کرسی کی طرف اشارہ کر کے اُس نے غصہ کے لہجہ میں نہیں بلکہ افسردگی کے انداز سے کہا "اے جوان عورت تو بھی بیٹھ جا"۔

معاملات کے اس طرح پر خلاف اُمید پلٹا کھانے سے ایڈیلا کے سانیٹ کی وضع میں بھی غیر معمولی تبدیلی ہو چکی تھی۔ چنانچہ لارڈ ریولسنورتھ کے حکم کی تعمیل اس نے اس انداز سے کی گویا سخت مرعوب ہو گئی ہے۔ پھر جب لارڈ ریولسنورتھ کی طبیعت اس مختصر وقفہ میں کسی قدر سکون پذیر ہو چکی تو اس نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا "ایڈیلین اس ناخوشگوار معاملہ پر گفتگو شروع کرنے سے پہلے میں عذر داری کے طور پر یہ بیان کرنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں چھپ کر باتیں سننے کی غرض سے ہرگز تمہارے کمرہ کی طرف نہیں آیا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ نشست گاہ سے میں اس لئے یکایک اُٹھ آیا تھا کہ میری طبیعت بے چین تھی۔ اور میں تنہائی میں تمباکو پینے کی غرض سے نکلا تھا۔ مگر اس کے بعد خیال آیا کہ صبح کے وقت میری طبیعت کئی ہفتوں کی نسبت اچھی رہی ہے اس لئے بڑی جدوجہد کے بعد میں نے قصد کیا کہ اسی طرح تمباکو نوشیوں کا نشست گاہ میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ تمہاری طبیعت یکایک ناساز ہو گئی تھی۔ اس نے مزاج پرسی کو اس طرف چلا آیا۔ تو دروازہ کے قریب پہنچ کر چند الفاظ اس قسم کے سُنائی دئیے جو مجھ پر بجلی کی طرح گرے۔ انہیں سُن کر میں رُک گیا اور اس کے بعد ساری گفتگو میرے کانوں تک خود بخود پہنچتی رہی ۔ ۔ ۔"

"اور اب آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں"۔ ایڈیلین نے پُر دہشت انداز سے پوچھا "کیا آپ مجھے اپنے مکان سے نکال دیں گے؟ کیا آپ مجھے بے عزت کرنا گوارا کریں گے؟ نہیں نہیں!" اُس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا "اس سے تو مر جانا میرے لئے بہتر ہو گا"۔

لارڈ ریولسنورتھ کے چہرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑی مشکل سے اپنے جذبات کو

دبانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُس نے کہا" ایڈلین اس قدر جوش میں نہ آؤ اور حالت سکون اختیار کرنے کی کوشش کرو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ دو نامی خاندانوں کی عزت خطرہ میں ہے۔ یعنی راسولی اور ریونسورتھ کی۔ لاؤ تمہاری انجیل کہاں ہے؟"

"میری انجیل؟" ایڈلین نے تعجب اور خوف کے لہجہ میں پوچھا۔

"ہاں انجیل۔ بتاؤ کہاں رکھی ہے؟"

"سامنے پڑی ہے" ایڈلین نے نہایت دھیمی آواز میں جواب دیا۔ کیونکہ وہ حیران تھی۔ لارڈ ریونسورتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس پُراسرار غیر یقینی حالت میں طرح طرح کے اندیشے اُس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

لارڈ اٹھا اور اس نے انجیل کی جلد اس چھوٹی سی خوشنما الماری سے نکال کر جس کی طرف ایڈلین نے اشارہ کیا تھا لارڈ ریونسورتھ کے ہاتھ میں دے دی۔

"ایڈلین کیا تم قسم کھاتی ہو" امیر کبیر نے سنجیدہ اور موثر انداز سے کہا "کیا تم اس کتاب پر جس میں خدا کا کلام ہے قسم کھاتی ہو کہ وہ بچہ جو اس نہانے کے شکم میں ہے میرا ہے اور شادی کے بعد تم نے مجھ سے کبھی بے وفائی نہیں کی ... بتاؤ ایڈلین کیا تم یہ قسم کھانے کو آمادہ ہو؟"

"ہاں ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں" ایڈلین نے کسی قدر خوشی کے لہجہ میں کہا۔ گویا وہ اس بات سے مطمئن تھی کہ میری وفاداری کے متعلق اسی قدر سوال کافی سمجھا گیا ہے۔

"تو لو یہ قسم کھاؤ" لارڈ ریونسورتھ نے کتاب سامنے رکھتے ہوئے کہا "قسم کھاؤ کہ اگر میں جھوٹ کہوں تو خدا اسی وقت مجھے بے جان کر کے فرش زمین پر ڈال دے"

"میں قسم کھاتی ہوں" لیڈی ریونسورتھ نے جواب دیا اور اس کے بعد مقدس کتاب کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس سے زیادہ سکون کے لہجہ میں کہا "زمانہ آئندہ کی نجات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں اس بات کی قسم کھاتی ہوں کہ میں نے شادی کے وقت اپنے شوہر سے وفاداری کا جو عہد کیا تھا اس کی خلاف ورزی کبھی نہیں کی اور وہ بچہ جو اس وقت میرے پیٹ میں ہے میرے شوہر کا ہے۔ دنیا کی تمام مقدس اور پاک چیزوں کا حوالہ دے کر اور اس مقدس انجیل کو ہاتھ لگا کر میں عہد کرتی ہوں کہ اگر میں نے جھوٹی قسم کھائی ہو

توخدا ابھی مجھے بے جان کرکے فرش زمین پر ڈال دے!"

اتنا کہہ کر اُس نے کتاب کو بوسہ دیا۔ پھر کچھ دیر کیلئے وقفہ رہا۔ بظاہر تینوں میں اس وقت سب سے زیادہ سکن طبیعت لیڈی ریونسورتھ کی تھی۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ میری عصمت کے متعلق اسی قدر اقرار میرے شوہر کے اطمینان کے لئے کافی ہے۔

دوسری طرف لڈیا خوفزدہ اور عالم تحیر میں ڈوبی ہوئی بیٹھی تھی۔ خود لارڈ ریونسورتھ کسی گہری فکر میں تھا۔ مگر یکایک وہ بولا۔ اُس کے الفاظ ایسے تھے۔ گویا اُن خیالات کے سلسلہ میں بلند آواز سے کہے گئے ہوں جو اس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے "ہاں یہ ضروری ہے کہ دو خاندانوں کی عزت برقرار رکھی جائے۔ اور اس کے علاوہ یہ میری اپنی غلطی کی سزا ہے۔ میری عمر کے شخص پر لازم ہے کہ وہ مناسب حال عمر کی عورت سے شادی کرے۔ لیکن اس سعلج پر لعنت ہو کہ امیر طبقہ کے عمر رسیدہ لوگ بھی اپنی دولت اور رتبہ کی شان پر کم عمر لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ مائیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہماری لڑکی و مالدار شوہر مل گیا اور دنیا دار باپ ..."

ایڈیلین نے ان الفاظ سے مضطرب ہو کر کہا "مائی لارڈ خدا کے لئے میرے جذبات کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ میں سمجھتی ہوں کہ میری ماں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے!!"

"خیر اس ذکر کو جانے دو" لارڈ ریونسورتھ نے بے صبری سے کہا "جو کچھ ہو چکا اس کی تلافی غیر ممکن ہے۔ ہمیں مستقبل کی فکر کرنی چاہیئے۔ ایڈیلین تم سے چھوٹی عمر میں گناہ کا ارتکاب ہوا اور یہ عورت" اُس نے لڈیا کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ عورت اُس اذیت ناک راز سے واقف ہے۔ تم نے اس کے ساتھ ناشکر گذاری کا سلوک کیا۔ کیونکہ اس کے الزامات سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور تم اس کے قابو میں ہو۔ صرف تم ہی نہیں بلکہ تمہارا اور میرا دونوں خاندان بھی اس کے اختیار میں ہیں۔ اگر اس نے تمہارا راز فاش کر دیا تو اس کا تباہ کن اثر ہم سب پر پڑے گا"

لڈیا جو اب تک خاموش بیٹھی تھی کہنے لگی "حضور میں عرض کرنا چاہتی ہوں کہ میں اس راز سے ہرگز کوئی ناجائز فائدہ اٹھانا نہیں چاہتی۔ ان بیگم صاحب کی خدمت میں کم از کم ایک سال رہنے سے لئے میری دو خواہشیں ...ہیں!!"

"ہرگز نہیں۔ میں تمہیں ایک دن بھی یہاں نہ رہنے دوں گی" ایڈلین نے چلاکر کہا۔ "تم ہی اس خرابی کی جڑ ہو۔"

"خاموش ایڈلین" لارڈ ریونسورتھ نے سختی کے لہجہ میں کہا۔ اور اس کے بعد لڈیا سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "جوان عورت بتاؤ۔ وہ دو وجوہ کیا ہیں؟"

لڈیا کہنے لگی "ایک تو یہ کہ میں آجتک نہایت بدنصیب اور مصیبت زدہ رہی ہوں اب میری خواہش یہ ہے کہ اپنی روزی محنت مشقت سے کماؤں۔ میں اس وقت تک ان بیگم صاحب کی خدمت کرتی رہونگی۔ حتےٰ کہ وہ خود میرے طرز عمل سے خوش ہو کر مجھے اس قسم کی سند دے سکیں جس کی بدولت میں یہاں سے جاکر کسی دوسری جگہ اچھی ملازمت حاصل کرسکوں . . ."

لارڈ ریونسورتھ نے کہا "میں نے تمہارا مطلب سمجھ لیا۔ لیکن وہ دوسری وجہ کیا ہے؟"

لڈیا نے کسیقدر تلخ لہجہ میں جواب دیا "دوسری وجہ میں بیگم صاحبہ سے خلوت میں عرض کروں گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس سے مطمئن ہوجائینگی۔"

اب لارڈ ریونسورتھ بولا "میری بات غور سے سنو۔ لیڈی ریونسورتھ یہ نہیں چاہتی کہ تم اس مکان میں رہو۔ اس لئے اگر تم فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ اور اس بات کا عہد کرو کہ اس مہلک راز کو جس سے تم واقف ہو کبھی کسی پر ظاہر نہ کروگی۔ تو میں تمہیں اس قدر مال و دولت دینے کو آمادہ ہوں کہ تم بقیہ زندگی آرام و آسایش سے بسر کرسکو۔"

مگر لڈیا نے استقلال کے ساتھ مودبانہ لہجہ میں کہا "مائی لارڈ میں اس فیاضی کے لئے تہ دل سے تشکر گذار ہوں۔ لیکن افسوس کہ میں اسے منظور نہیں کرسکتی۔ اگر میں حضور کی شرطوں کو منظور کرلوں تو میرا منشا فوت ہوجاتا ہے۔ اور وہ منشا یہ ہے کہ میں خود محنت مشقت کر کے اور دوسروں کو اپنے کام سے اطمینان دلاکر اُن سے سند حاصل کروں۔ کیونکہ جیسا حضور نے اس گفتگو سے جو ہمارے درمیان ہوتی رہی ہے۔ معلوم کرلیا ہوگا۔ میں اتبک بہت بدنصیب . . . بہت ہی بدنصیب رہی ہوں۔"

ایڈلین نے چلاکر کہا "لیکن میرے لئے یہ غیر ممکن ہے کہ تمہیں اپنی ملازمت میں رکھوں۔ تمہارا تعلق ایک ایسے طبقہ کی عورتوں سے رہ چکا ہے . . . نہیں نہیں! اے آسمان! یہ غیر ممکن ہے! غیر ممکن ہے!"

لارڈ ریونسورتھ نے کہا: "اسے نوجوان عورت میں تمہارے جذبات کو ضرر پہنچانا نہیں چاہتا خصوصاً اس لئے کہ تم نے اس بات کی خواہش ظاہر کی ہے کہ اپنی کوشش سے دوبارہ نیک نامی حاصل کرو۔ لیکن تم خود سمجھ سکتی ہو۔ کہ تمہارے یہاں رہنے میں کیسی مشکلات حائل ہیں۔ ممکن ہے کوئی شخص تمہیں جان لے ۔ ۔ ۔ کوئی تمہیں پہچان لے ۔ ۔ ؟"

لڈیا نے تلخی کے لہجہ میں کہا: "میں حضور کا مطلب سمجھ گئی۔ آپ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ شاید کوئی یہ کہدے۔ یہ تو وہی بدنصیب عورت ہے جو کبھی گلیوں بازاروں میں گداگری کر کے پیٹ بھرتی تھی ۔ ۔ لیکن حضور ایسا ہونا اغلب نہیں۔ میری صورت اب بدل چکی ہے۔ ایک نیک نہاد اور رحم دل خاتون کی توجہ سے میری صحت اور طاقت بحال ہو چکی ہے۔ اور بلاشبہ میری صورت پہلے سے بہت بدل گئی ہے۔ کیونکہ مجھے دیکھ کر حضور کو بھی وہ واقعہ یاد نہیں آیا۔ جب چند ماہ قبل میں نے سینٹ جیمز سٹریٹ میں ان بیگم صاحب سے خیرات مانگی تھی ۔ ۔ ؟

"ہاں اب مجھے وہ واقعہ یاد آ گیا" لارڈ ریونسورتھ نے کہا: "میں نے اس موقعہ پر تمہیں صرف ایک لمحہ کے لئے دیکھا تھا۔ مگر تمہاری شکل و صورت اس وقت ایسی شکستہ حال تھی۔ کہ اس کا نقش میرے دل پر اب تک قائم ہے۔ بلاشبہ تمہاری صورت بہت بدل چکی ہے۔ لیکن پھر بھی اس بات کا احتمال ہے کہ شاید وہ لوگ جنہوں نے تمہیں اس انتہائی مصیبت تک پہنچنے سے پہلے دیکھا ہے۔ تمہیں پہچان لیں۔ اس صورت میں ۔ ۔ ۔ مجھے اس صاف گوئی کے لئے معاف کرنا۔ لیکن مضمون ایسا ہے جس میں صاف گوئی کے بغیر کام نہیں چل سکتا ۔ ۔ ۔ لوگ میرے اور میری بیوی نیز میرے گھرانے کے بارہ میں کی نسبت کیا خیال کرینگے ۔ ۔ ؟"

اس صورت میں کہ میں حضور کی ملازمت میں دیکھی جاؤں؟" لڈیا نے سوالیہ فقرہ پورے کرتے ہوئے کہا: "بلاشبہ آپ کا فرمانا بجا ہے۔ لیکن میں اس ملازمت کے متعلق جو ارادہ کر چکی ہوں۔ اس میں ان اندیشوں سے کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حضور کو ہماری گفتگو سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ سب سے اول ان بیگم صاحب نے ہی مجھے اس راستہ پر ڈالا تھا۔ جس پر قدم اٹھاتی میں آخر کار تباہی اور بربادی کے غار میں گری۔ اس لئے اب مجھے دوبارہ نیک نامی کے راستہ پر ڈالنے کا فرض بھی انہی کے ذمہ ہونا چاہیئے ۔ ۔ "

"لیکن یہ سزا نہایت سخت ہے۔" ایڈلین نے دست تاسف ملتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی۔ کہ وہ خاندان کی عزت پورے طور سے لڈیا کے بس میں ہے۔

لارڈ ریونسورتھ کہنے لگا۔ "سوچو میں التجا کرتا ہوں . . میری بیوی کی حالت پر غور کرو جو چند ہفتوں کے عرصہ میں بچہ کی ماں بننے والی ہے۔"

لڈیا نے کامل استقلال کے ساتھ کہا۔ "حضور جب میں ان بیگم صاحب کے لئے غیر مفید ہو گئی۔ تو خود انہوں نے بھی میری حالت پر کبھی غور نہیں کی تھی۔ پھر اب میں ان کی خاطر اپنی خواہشوں کو کیوں قربان کر دوں؟"

اتنا کہہ کر لڈیا ہچنسن اُٹھ کھڑی ہوئی۔ گویا وہ جتلانا چاہتی تھی۔ کہ میرا ارادہ اٹل ہے اُف! اس وقت وہ گمنام لڑکی ایک امیر کبیر اور مغرور امیر زادی سے اپنی شرطیں منوانے کا اختیار رکھتی تھی!

"اچھا اسی طرح ہو جیسا تم چاہتی ہو۔" لارڈ ریونسورتھ نے اپنے اضطراب کو بہ مشکل چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں رہنے کے لئے ایک کمرہ اور معقول تنخواہ دیتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ سوائے اس صورت کے کہ بیگم صاحب تمہیں بلوائیں۔ تم از خود ہرگز ان کے پاس نہ آنا۔"

لڈیا کہنے لگی۔ "اگر میں یہاں رہوں تو بیگم صاحب کی مصاحب خاص کے طور پر ہی رہوں گی۔ کیونکہ اس کے بغیر میں باقی ملازموں کی نظروں میں عزت کیونکر حاصل کر سکتی ہوں؟"

"پناہ بہ شیطان!" امیر کبیر نے سخت برافروختہ ہو کر کہا۔ "اے جوان عورت تم غیر معمولی طور پر کڑی شرطیں منوانے کی کوشش کر رہی ہو . . ."

"اسقدر کہ میں ہرگز انہیں منظور نہیں کر سکتی۔" لیڈی ریونسورتھ نے لڈیا ہچنسن کی طرف نفرت اور حقارت کی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

اس پر لڈیا ہچنسن نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔ "اس صورت میں میرا ٹھیرنا بیکار ہے حضور مجھے رخصت ہونے کی اجازت دیں۔" اور اس کے ساتھ ہی وہ دروازہ کی طرف بڑھی۔

"خداوند تیری پناہ!" لیڈی ریونسورتھ نے چیخ کر کہا۔ "یہ کم بخت تو ہر ایک بات

ظاہر کردے گی؟

"ہاں ہر ایک بات" لڈیا نے ایڈلین پر ویسی ہی نفرت انگیز نظر ڈال کر کہا جیسی کچھ عرصہ قبل خود ایڈلین نے اس پر ڈالی تھی۔

لارڈ ریونسورتھ نے یہ حالت دیکھ کر کہا "اے جوان عورت ٹھہر جا۔ میں ایسا نہ ہونے دونگا۔ تم اپنے اختیارات سے بڑی مطلق العنانی سے کام لے رہی ہو"

لڈیا نے پُرسکون لیکن استقلال آمیز لہجہ میں جواب دیا "آپ کو معلوم ہے کہ دنیا مجھ سے بھی تو ایسی ہی مطلق العنانی کا سلوک کرتی رہی ہے"

"تو کیا تم اپنے ظلم سے میری بیوی اور اس بچہ کو جو اس کے شکم میں ہے مار دینا چاہتی ہو" رنجیدہ امیر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بحالت اضطراب کمرہ میں ٹہلتے ہوئے کہا "لیکن خاندان ماسولی اور ریونسورتھ کی عزت کو بہرحال محفوظ رکھنا فرض ہے۔ خواہ اس کے لئے کتنی بھی قربانی یا کتنا ہی خطرہ برداشت کرنا پڑے۔ چونکہ تمہاری مرضی اٹل نظر آتی ہے اس لئے خیر بحالت مجبوری تم یہیں رہ جاؤ۔ گو اندیشہ ہے کہ تمہاری موجودگی سے اس گھر میں مصیبت کے دور کا آغاز ہوگا۔ اور اگر تم نے یہ راز فاش کر دیا۔ تو اس کا نتیجہ... اے خدا! بڑا ہی بھیانک اور تباہ کن ہوگا۔ لوگ تمسخر اور تضحیک کے ساتھ میری طرف انگلی اٹھائیں گے۔ ہر شخص کہے گا۔ کہ ایک بوڑھے مرد کے ایک خوبصورت اور جوان لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ افسوس کہ مجھے جو اس بات پر فخر کرتا تھا۔ کہ میں نے اپنی بیوی کو سچی محبت کے زور سے حاصل کیا ہے۔ یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ اور اس کے بعد وہ بچہ جو عنقریب پیدا ہونے والا ہے۔ وہ اگر لڑکا ثابت ہوا تو گو قانون کی نظروں میں وہ میرا جائز وارث ہوگا۔ تاہم دنیا اس کی نسبت طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرے گی۔ اور لوگ کہیں گے۔ نہ جانے یہ کس کی اولاد ہے! اُف۔ یہ خیال مجھے دیوانہ بنا رہا ہے۔ اور اس کے علاوہ میرا بھائی... میرا بھائی بھی..."

لارڈ ریونسورتھ کچھ کہتا کہتا رک گیا۔ کیونکہ اسے اپنی بیوی کے سسکیاں لے کر رونے کی آواز سنائی دی جس سے اس نے سمجھا کہ میرے الفاظ کا اسکے دل پر کیا اثر ہوا ہے ایک ایسی آواز میں جو فرط رنج والم کے باعث سنائی بھی نہ دیتی تھی۔ بدنصیب امیرزادی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "اے خدا مجھ پر رحم کر! افسوس مجھے شباب کی غلطیاں

کا کیسا سخت خمیازہ بھگتنا پڑا ہے۔"

امیر کیپر نے لڈیا کے قریب جاکر غصہ سے دانت پیستے ہوئے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرکے کہا "اے عورت کیا یہ دردناک نظارہ بھی تیرے دل پر اثر نہیں ڈال سکتا؟"

"حضور میں بارہا عرض کر چکی ہوں۔ کہ وہ جو اس وقت لیڈی ریونسورتھ بنی ہوئی ہے اسکی خدمت گذاری میں میں نے اپنی ہر ایک چیز قربان کر دی۔ اب وقت ہے کہ میں اس کے فائدہ کے علاوہ اپنے فائدہ کا بھی خیال کروں۔"

یہ جواب اس نے سخت لہجہ میں سرد مہری کے ساتھ دیا جس سے بدنصیب امیر اور اس سے بھی زیادہ بدنصیب امیرزادی کے قلب ان کے سینوں میں بیٹھ گئے۔

"اچھا تو پھر اسی طرح ہو ۔ ۔ ۔ اسی طرح جیسے اے مطلق العنان عورت تیری مرضی ہے اگر اس پر تیرا اصرار ہے۔ تو خیر تو یہاں رہ ہم سب پر حکم کر۔ ہمیں مایوسیوں کے گڑھے کی طرف دھکیلے لئے جا۔ کیونکہ بدنصیبی سے ہماری عزت تجھ بے رحم کے قبضہ میں ہے!"

یہ الفاظ کہہ کر لارڈ ریونسورتھ اس حالت میں جو دیوانگی سے ملتی جلتی تھی کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے بعد چند منٹ تک گہری خاموشی رہی۔ لڈیا انگیٹھی کے قریب کھڑی فاتحانہ انداز سے ایڈلین کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپایا ہوا تھا۔ اور اس کی چھاتی وفور رنج والم سے طوفانی سمندر کی طرح متلاطم تھی۔ یکایک اس نے سر اٹھایا۔ اور وحشیانہ انداز سے چاروں طرف دیکھ کر گھگھیائی آواز سے بولی "وہ چلا گیا اور تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو۔ اب کہ ہم تنہا ہیں۔ اور میں دیکھتی ہوں کہ تم مجھے مایوسی کی انتہا تک پہنچانے پر تلی ہوئی ہو۔ میں پوچھتی ہوں۔ وہ دوسری وجہ جسے تم نے لارڈ ریونسورتھ کے روبرو چھپایا۔ اور کہا تھا۔ کہ میں خلوت میں بیان کروں گی کیا ہے؟"

لڈیا نے آہستگی کے ساتھ سنجیدگی کے لہجہ میں کہا "اب میں اسے بھی بیان کئے دیتی ہوں۔ سچ پوچھو تو تمہارے شوہر کو اس واقعہ سے جو رنج والم پہنچا ہے اس سے میرے بھی دل کو سخت صدمہ ہوا ہے۔ لیکن تمہارے لئے جو ہرگز اس کے لائق نہیں ہو میرے اندر اے ایڈلین ہمدردی یا کسی رعایت کی مطلق گنجائش نہیں۔ میں تم سے نفرت کرتی

ہوں۔ تمہیں حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں۔ تمہاری صورت تک دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"اے مالکِ خدا! یہ میں کیا سنتی ہوں!" لیڈی ریونسورتھ نے چلاکر کہا۔ "اور باوجود اس کے تم کہتی ہو۔ میں ہر وقت تمہارے پاس رہونگی۔"

"ہاں" لڈیا نے جواب دیا۔ "کیونکہ وہ دوسری وجہ جو مجھے یہاں رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ ہے کہ مجھے تم سے انتقام لینا ہے!"

"انتقام!" ایڈلین نے اس خوفناک لفظ کو سن کر پیچھے کو ہٹتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے تشنجی انداز سے دونوں ہاتھ جوڑ لئے۔

"انتقام! ہاں انتقام!" لڈیا ہچنسن نے جواب دیا۔ "دنیا کی نظروں میں میں بدستور ایک بااخلاق اور مسکین خادمہ کی صورت میں رہونگی۔۔۔ ہاں تمہارے شوہر کے روبرو بھی میرا انداز یہی ہوگا۔ لیکن جب ہم دونوں تنہا ہوں گی۔ تو اس وقت میں شیطان سے بھی بدتر سلوک کروں گی۔۔۔ میں تمہیں لعنت ملامت کیا کرونگی۔ گستاخی سے پیش آؤں گی ۔۔۔ تمہاری بے عزتی بھی کروں گی۔ اور جو کچھ تم نے آج تک نہیں دیکھا وہ دکھاؤں گی!"

"اُف یہ نہایت خوفناک ہے!" ایڈلین نے حواس باختہ ہو کر کہا۔ "تم سچ مچ ایسی ہی دیوانی ہو؟"

لڈیا کہنے لگی "میں ضرورت کے وقت بن سکتی ہوں۔ کیا میں نے دنیا میں جس قدر مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ وہ کسی انسان کو شیطان بنانے کے لئے کافی نہیں؟ اور پھر تم اچھی طرح جانتی ہو۔ کہ ان تمام مصیبتوں کا باعث خود تم ہی تھیں۔ جب تم نے مجھے اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر مجھ سے اس بات کا وعدہ کیا۔ کہ میں ہمیشہ تمہیں بہن کی طرح عزیز سمجھوں گی۔ تو پھر اس وعدہ کو تم نے پورا کس طرح کیا؟ تم اس مکان میں جہاں میں ایک استانی کی حیثیت رکھتی تھی مجھ سے ملنے آئیں۔ میں مالک مکان کے گستاخانہ سلوک کی وجہ سے وہاں رہنا نہ چاہتی تھی۔ اس لئے میں نے تم سے مدد کی درخواست کی۔ اور تم نے فوراً اپنی اصلیت ظاہر کر دی۔ میری پر معصیت زندگی کی وجہ سے والد دل شکستہ ہو کر مرا۔ غریب بھائی ڈوئل میں مارا گیا۔ لیکن مجھے اس گناہ کے راستہ پر ڈالنے والا کون تھا؟ اس کا جواب تمہارا ضمیر دے گا۔ میں تم سے تمہارے آبائی مکان پر

ملنے لگی۔ اس وقت تمہاری ذراسی ہمدردی میری زندگی کو پلٹ سکتی تھی۔ کیونکہ میں جان لیتی۔ دنیا میں کم از کم میرا ایک دوست باقی ہے۔ مگر تم نے میری تحقیر کی۔ . . . مجھے دھمکیاں بھی دیں۔ اور ناچار میں نے تم سے کہہ دیا۔ کہ اب تمہارے راز کو مخفی رکھنا مجھ پر فرض نہیں تمہاری انتہائی ناشکر گذاری نے مجھے سخت مایوس کر دیا۔ اور اس کے فوڑا ہی بعد میں مجلسی طبقہ میں اور بھی زیادہ گر کر میسا بن گئی۔ ہاں تمہارے روبرو مجھے کسی پردہ داری کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اپنی زندگی میں میں نے جس قدر مصیبتیں برداشت کیں۔ وہ سب تمہاری ہی عنایت سے تو تھیں۔ پھر آج ذرا دیر پہلے دوبارہ تم نے مجھے دھمکایا اور کہا میں تم پر روپیہ جبرًا وصول کرنے کا الزام لگاؤں گی۔ تمہاری ناشکر گذاریوں کا پیمانہ اگر اس سے پہلے پُر نہ تھا۔ تو اس تازہ سلوک سے چھلک گیا۔ اور کیا تم یہ خیال کرتی ہو۔ کہ تمہاری قہر آلود کینہ توز تلخ اور نفرت آمیز نگاہیں ایسی تھیں کہ میں انہیں سمجھ نہ سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔ تمہارے بس میں ہو۔ تو ابھی مجھے قتل کر ڈالو۔ اُف! میں بیان نہیں کر سکتی۔ کہ خود مجھے تم سے کس درجہ نفرت ہے! لیکن گو یہ نفرت میرے سینہ میں عرصہ سے پوشیدہ تھی۔ مگر اس کی شدت کو میں نے آج ہی اس کمرہ میں محسوس کیا اور آج ہی اس کمرہ میں مجھے انتقام کی لذت محسوس ہوئی۔ اب میں اس لذت سے پورے طور پر بہرہ اندوز ہونگی۔ اور وہ انتقام جس کا جذبہ میری اپنی مصیبتوں اور خویش واقارب کی موت سے میرے سینہ میں جوش زن ہے۔ تم سے بتدریج لوں گی۔ اب تم نے سمجھ لیا۔ کہ میں کن شرطوں پر تمہارے ہاں ایک سال کے لئے ملازمت کرتی ہوں۔ اس ایک سال کے بعد تم یقینًا خوشی سے مجھ سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے اس قسم کی سند دے دو گی۔ کہ میں کسی دوسری جگہ اچھی ملازمت حاصل کر لوں۔"

اتنا کہہ کر لڈیا ہیچنسن کمرے سے باہر نکل گئی۔ اور لیڈی ریونسورتھ انتہائی افسردگی اور مایوسی کے عالم میں پیچھے کو ہٹ گئی۔

دوسری طرف لارڈ ریونسورتھ جو اس روز نسبتًا زیادہ ذہنی سکون اور اطمینان محسوس کر تا رہا تھا۔ اور جس نے آئندہ کے لئے بحالی صحت کی غرض سے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اب میں تمباکو نہ پیوں گا۔ اس واقعہ سے اس قدر افسردہ ہوا۔ کہ فورًا ہی تنہائی میں جاکر اس نے اس تباہ کن مشرقی تمباکو کے کش زور زور سے لگانے

شروع کر دیئے۔ اور اس طرح پر لڈیا ہچنسن کے وجود نے جسے کبھی نفرت۔ حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس امیر گھرانے میں تباہی اور مصیبت کا عالم پیدا کر دیا!

اے اڈلین۔ اڈلین اب تجھے اس بات کا تلخ سبق حاصل ہوا۔ کہ ناشکر گذاری کا نتیجہ کس قدر خوفناک ہوتا ہے۔ امیر طبقہ کے لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ غریبوں کے ساتھ جس طرح جی چاہے سلوک کر سکتے ہیں۔ مالدار اور عالی نسب امرا جس وقت غریبوں کے ساتھ انتہائی بدسلوکیاں کرتے ہیں۔ تو اس بات کو نہیں سوچتے۔ کہ وہ دن جلد یا بدیر آنیوالا ہے۔ جب ہمیں ان مظالم کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ اراضی دار امرا کاشتکاروں کو خوش رکھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ امیروں کی لڑکیاں غریبوں کی لڑکیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنا باعث ذلت خیال کرتی ہیں۔ لیکن یہ لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ کہ وہ حقیر ترین کیڑا بھی جو زمین پر رینگتا ہوا جاتا ہے۔ شاید کبھی اس قابل ہو جائے کہ زبردست ظالم سے اس کے مظالم کا بدلہ لے سکے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ کسی امیر کبیر یا کسی عالی نسب خاتون پر کبھی ایسا وقت آنا ممکن ہے۔ جب محنت مشقت کرنے والے مرد و عورت کی دوستی یا ہمدردی اس کے لئے ایسی خوشگوار ثابت ہوگی۔ جیسے کسی صحرائے عظیم میں راہ گم کردہ کا پیاسے کو پانی کا ایک قطرہ۔ ہاں جو لوگ مظلوم ہیں۔ میں انہیں باواز بلند کہتا ہوں۔ کہ وہ اطمینان رکھیں۔ ظلم کا دور ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ فرداً فرداً ہر ایک شخص اپنے زمانہ میں وہ وقت دیکھ سکتا ہے۔ جب ظلم کرنے والا خود رحم کا خواستگار ہو۔ اور مجموعی طور پر بھی مظلوم کا ظالم پر غالب آنا یقینی ہے!

وہ وقت دور نہیں کہ جو لوگ ہر قسم کی مصیبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔ دوبارہ لذات عروج حاصل کریں گے۔ اور جنہوں نے ان کے حقوق چھین کر ان سے ناجائز فائدہ حاصل کیا ہے۔ ان پر غلبہ پا کر وہ باتیں جن کے وہ حقدار ہیں۔ ان سے حاصل کر سکیں گے۔

گیارھواں باب مُردہ فروش کا مکان

اب ہم پھر ایک بار مردہ فروش کے مکان واقعہ گلوب ٹون کی طرف رُخ کرتے ہیں یعنی اس مکان کی طرف جہاں ہم نے اس سے پہلے بہت سی خوفناک تجاویز کو مرتب ہوتے اور ان کے بڑے حصہ کو عمل میں آتے دیکھا ہے۔ وہی مکان جس کے تاریک تہ خانہ میں بدنصیب وائیولا بچپٹر مدتوں قید رہی تھی۔ اور مکان کا وہ حصہ اُس کی آوازوں سے گونجا کرتا تھا۔

شام کے سات بجے کا وقت تھا کہ مردہ فروش یکایک اُسی تہ خانہ سے باہر نکلا جس میں کبھی اس نے وائیولا کو زیر حراست رکھا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں دستی لالٹین تھی۔ جس کی دھندلی سی روشنی میں اس کا خوفناک چہرہ انتہائی غضب اور غصہ سے بگڑا ہوا نظر آتا تھا۔ اس بھیانک قید خانہ کی دہلیز پر ایک لمحہ کے لیے رک کر اس شیطان نے اندر کی طرف نظر ڈالی۔ اور اس کے بعد وحشیانہ انداز سے غرا کر کہنے لگا۔ "قسم ہے دوزخ کی ان طاقتوں کی جو شیطان کو حاصل ہیں۔ میں بہت جلد تمہیں اس عذاب سے رستگی پر لے آؤں گا"

اس کے جواب میں کسی کے گلوگیر آواز سے کراہنے کی صدا آئی۔ جسے سن کر مردہ فروش اور بھی زیادہ جوش میں بھر کر بولا "خیر میں تمہیں ایک رات کی مہلت اور دیتا ہوں" اور اس نے بہت زور سے دروازہ بند کر دیا۔ چٹخنی لگا دی۔ اور زنجیر چڑھا کر وہاں سے چل دیا۔ لالٹین بجھا کر مردہ فروش نے مکان کے بیرونی حصوں کو بڑی احتیاط سے مقفل کیا۔ مگر اس تمام عرصہ میں وہ برابر اس بدنصیب کو جو اس کے زیر حراست تھا۔ جی بھر کر کوستا رہا۔

اس کے بعد جب وہ اس ڈھلوان زینہ پر چڑھ کر جو اس مکان کی بالائی منزل تک جاتا تھا۔ بالا خانہ کی طرف جانے کو تھا۔ کسی شخص کی آواز اس کے کانوں میں پڑی جو غالباً باہر سے ایک طرف کو چھپا کھڑا تھا۔ آواز مدھم اور کپکپائی ہوئی تھی۔ اور الفاظ صرف یہ تھے "مسٹر ٹڈ کلنز۔ مسٹر ٹڈ کلنز۔ تم ہو؟"

مردہ فروش نے آواز کو فوراً پہچان لیا۔ اور بولا ہاں میں ہوں مسٹر [illegible] چلے

دلال نے جو بظاہر سخت اضطراب کی حالت میں تھا۔ لکنت آمیز لہجہ میں کہا "تمہیں ... میں۔ چاہتا ہوں کہ تم یہیں آجاؤ۔ کیونکہ میرا وقت قیمتی ہے ..."

"اور تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے" مردہ فروش نے غرا کر پوچھا "بجز ا تم بھی کتنے بڑے احمق ہو۔ یقیناً تمہاری جیبیں اس وقت اشرفیوں سے پر نہیں ہیں۔ اور اگر ایسا ہے تو میرا کیا سر پھرا ہے کہ تمہیں لوٹنے یا جان سے مارنے کی کوشش کروں۔ اسلیے لغو اندیشوں کو دل سے دور کر دو۔ اور بے تکلف چلے آؤ۔ اوپر آتے ہوئے دروازہ اندر سے بند کر دینا۔"

دلال اس خوفناک شخص سے اسقدر ڈرتا تھا۔ کہ اس نے کسی مزید حجت سے اُسے زیادہ برافروختہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور دروازہ بند کر کے ڈکنز کے پیچھے پیچھے زینہ پر چڑھنے لگا۔ دونوں پہلی منزل کے عقبی کمرہ میں پہنچ گئے۔ کیونکہ مردہ فروش کچھ عرصہ سے اسی کمرہ کو اس خیال سے اپنی نشست گاہ بنا چکا تھا۔ کہ اس میں اگر رات کو زیادہ دیر تک بھی روشنی رہے۔ تو کسی کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اس کمرہ میں لمپ جلانے سے جس کی کھڑکیاں بازار کی طرف کھلتی تھیں۔ راہ رووں کو مکینوں کے شب بیدار ہونے کا پتہ لگ سکتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس شخص کو اپنے لاانتہا دشمنوں سے بچنے کے لئے طرح طرح کی احتیاطیں عمل میں لانی پڑتی تھیں۔

اس کمرہ میں پہنچکر مردہ فروش نے کہا "مسٹر ٹاملنس تم بے کھٹکے بیٹھ جاؤ ... ادھر میرے دوست انگیٹھی کے پاس یہ لو برانڈی رم اور جن کی بوتلیں حاضر ہیں۔ جو چاہو بے تکلف پی سکتے ہو۔"

دلال نے گھبراہٹ کی حالت میں کمرہ کے اندر چاروں طرف نظر ڈالی اور بے اختیار کرسی پر گرتے ہوئے کہنے لگا "میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر ان میں سے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں۔ تم نے مجھے خط لکھا تھا۔ کہ آج شام کو سات بجے ضرور مجھ سے ملنا۔ ورنہ تمہیں متاسف ہونا پڑے گا ..."

"اور اس میں بیشک سچ ہی کیا ہے" مردہ فروش نے کہا "مگر اب تم آگئے۔ تو کچھ فکر کی بات نہیں ہے۔ تمہیں خیال ہوگا۔ میں نے تمہیں بہلا دیا ہے۔ نہیں دوست یہ تمہاری غلطی تھی۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ کہ پرانے دوستوں کو بھول جاؤں۔ جب ضرورت

ہوتی ہے۔ میں انہیں ڈھونڈ نکالتا ہوں۔"

دلال نے کانپتی ہوئی آواز میں کیونکہ اُسے خوف تھا۔ کہیں مردہ فروش نے میرا ایک خاص راز جسے چھپانے کی وہ بے حد کوشش کرتا تھا۔ یعنی یہ کہ بوڑھا ہائیکال مرٹن کہاں رہتا ہے۔ معلوم نہ کر لیا ہو۔ پوچھا "آخر مسٹر ٹڈ کر تمہیں کس لئے میری ضرورت پڑ گئی؟"

مردہ فروش نے بڑے اطمینان کے ساتھ پائپ جلاتے ہوئے جواب دیا۔ "اس دنیا میں مجھے صرف دو ہی باتوں کی ضرورت رہتی ہے۔ روپے کی اکثر۔ ۔ انتقام کی کبھی کبھی۔ تم سے اب پہلی ضرورت درپیش ہے۔"

"روپیہ! روپیہ!" ٹاملنس نے عالم اضطراب میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو۔ میں روپے کا بنا ہوا ہوں؟ ذرا سوچو کہ مجھے کس قدر جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ کیسے کیسے نقصانات اور اخراجات کا سامنا ہے ۔ ۔ ۔"

مردہ فروش نے خشک آواز سے کہا "میں یہ سب کچھ مانے لیتا ہوں۔ اور تم پر زیادہ سختی کرنا بھی نہیں چاہتا۔ تاہم کچھ نہ کچھ تو ضرور مجھے ملنا چاہیئے۔ تم جانتے ہو۔ میں نے بڑی کوشش سے تھوڑا سا روپیہ جمع کیا ہے۔ کیونکر؟ یہ ایک غیر ضروری سوال ہے لیکن اب میں اس فکر میں ہوں کہ آیندہ چند ماہ کے عرصہ میں کچھ اور اکٹھا کر لوں۔ اور اس کے ساتھ ہی بعض مختلف معاملات جو درپیش ہیں۔ ان سے نپٹ کر امریکہ یا کسی اور ملک کو چلا جاؤں۔ اطمینان رکھو۔ کہ پھر میں تمہیں تکلیف نہ دونگا۔"

ٹاملنس نے جی میں سوچا "یہ بھی ایک خدائی برکت ہوگی۔" مگر یہ الفاظ اس نے زبان سے کہنے کی جرأت نہ کی۔

مردہ فروش نے ذرا تامل کے بعد کہا "اب مجھے سب سے زیادہ اسقدر روپیہ جمع کرنے کی فکر ہے۔ جو میرے امریکہ جانے کے اخراجات پورا کر سکے۔ اور اس کے لئے میں تم سے کچھ حصہ طلب کرتا ہوں۔"

ٹاملنس بولا "مسٹر ٹڈ کر تم مجھ پر غیر معمولی سختی کرتے ہو۔ اگر میں نے تمہیں کسی کام پر لگایا ہوتا۔ تو خیر ایک بات بھی تھی۔ لیکن ۔ ۔ ۔"

"لیکن اسوقت یہی جو سوال درپیش ہے۔ وہ کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ مجھے تمہارا

ایک راز معلوم ہے۔ اور اگر تم اسے محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔ تو ضروری ہے کہ سب مجھے خوش رکھیں۔"

ٹاملنسن نے اپنا گرم ہاتھ اس طرح پیشانی پر رکھا۔ گویا اس کے سر میں شدت کا درد پیدا ہو گیا ہو۔ اور کوئی چیز دماغ پر بوجھ ڈال رہی ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ دل سے کہنے لگا۔" آخر وہی بات جس کا کھٹکا تھا پیش آئی۔ معلوم ہوتا ہے یہ شخص مجسم شیطان ہے کہ بار بار گنہگاروں کو مزید گناہوں پر اکسائے چلا جاتا ہے۔"

یہ الفاظ ہر چند کہ اس نے دبی زبان سے خود اپنے آپ سے کہے تھے۔ مگر ڈکنز کے چوکنے کان میں اُن کی کچھ آواز پڑ گئی۔ اور اس نے پوچھا۔" شیطان کا کیا ذکر کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں کچھ نہیں" دلال نے جلدی سے کہا" میں صرف یہ کہہ رہا تھا۔ کہ شیطان بھی مجھے اذیت دیکر خوش ہوتا ہے۔"

"ہوگا۔ اس کا مجھے کچھ علم نہیں" مردہ فروش نے لاپروائی سے کہا" میں نے تمہیں جس بات کے لئے تکلیف دی وہ فقط اس قدر ہے۔ کہ کل اس وقت مجھے روپیہ مل جانا چاہیئے۔"

یکایک ٹاملنسن کو کچھ خیال پیدا ہوا۔ اور وہ سوچنے لگا۔ یہ شخص حقیقت میں مارش کے موجودہ مقام سکونت سے واقف ہے یا صرف اس واقفیت کی بنا پر روپیہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جو کچھ عرصہ پہلے اسے حاصل ہوئی تھی۔ یعنی یہ کہ گو عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ فرار ہو گیا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ لندن میں موجود ہے۔ یہ سوچ کر دلال نے ذرا جرأت کر کے پوچھا۔" آخر کیا بات ہے کہ تم نے اب یہ نیا تقاضا شروع کر دیا ہے؟ کیا اس سے پہلے ایک موقعہ پر میں تمہارے مطالبات پورے نہیں کر چکا؟"

"اور کیا میں نے بھی اپنا وعدہ ایفا نہیں کیا؟" ڈکنز نے کہا۔ کیا میری زبان سے تمہارے خلاف ایک لفظ بھی نکلا؟ حالانکہ تین ہزار پونڈ کا انعام اب بھی آسانی کے ساتھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔۔۔"

"نہیں نہیں" ٹاملنسن نے قطع کلام کر کے کہا" تم غلطی پر ہو۔ اس بنک کے متعلق میرے سارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ اور لوگوں کو حصہ رسدی روپیہ بھی ادا کر دیا گیا ہے۔"

"نہایت قلیل" مردہ فروش نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا "خیر وہ انعام مقرر ہو یا نہ ہو بہرحال اگر میں کسی پولیس والے کو ساتھ لے کر سیدھا ٹامس سٹریٹ کے ایک خاص مکان پر چلا جاؤں۔ جہاں نیلسن نام کا ایک بڈھا رہتا ہے تو بتاؤ . . ."

"بس بس!" ٹاملنسن نے التجا کے لہجہ میں کہا "معلوم ہو گیا۔ تم سارے راز سے واقف ہو۔ خدایا تو کب مجھے اس خطرہ سے نجات دے گا؟ کبھی مجھ بدنصیب کو بھی آسائش حاصل ہو گی یا نہیں ؟"

مردہ فروش نے اپنے پائپ کی راکھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "اس وقت جب تم کل رات مجھے دو سو پونڈ لا دو گے۔ اور اگر تم مجھے کوئی مزید رقم دے سکو۔ تو میں اس معاملہ میں تمہاری کچھ اور بھی خدمت کر سکتا ہوں"

"کیا؟" دلال نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"میں اس شخص کو کسی طریق پر ورغلا کر یہاں لے آؤنگا۔ اور یا تو کسی تہ خانہ میں بند کر دوں گا۔ یا اُسے کسی ایسے طریق پر ٹھکانے لگاؤں گا۔ کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو" یہ کہتے ہوئے مردہ فروش نے اپنی سانپ کی سی آنکھیں دلال کے چہرہ پر گاڑ دیں۔ گویا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس تجویز کا اس پر کیا اثر ہوا

"شیطان!" ٹاملسن نے اس سفاکانہ تجویز کو سن کر بے اختیار کہا۔ کیونکہ مائیکل مارٹن نے اسکی خاطر جس ایثار سے کام لیا تھا۔ اسکی بدولت اسے اس کے ساتھ کم و بیش محبت ہو گئی تھی۔ "نہیں ہرگز نہیں! یہ غیر ممکن ہے۔ کہ میں اس کے خون سے ہاتھ رنگوں۔ یا کسی کو اس کے قتل پر آمادہ کروں۔ روپیہ جو تم مانگتے ہو۔ کل شام یہیں پہنچ جائے گا۔ خدا کرے کہ ہمارے باہمی تعلق کا جلد تر خاتمہ ہو"

"بہتر ہے" مردہ فروش نے ایک گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اب کچھ اور تو نہیں کہنا ہے؟" ٹاملسن نے رخصت ہونے کے خیال سے اُٹھتے ہوئے پوچھا۔

مردہ فروش نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اور اس کے بعد دلال تیزی سے قدم اُٹھاتا اس مکان سے رخصت ہوا جس کے در و دیوار سے جرائم کی بو آتی تھی۔ اور جہاں آنکھوں کی ہر ایک حرکت لبوں کی ہر ایک جنبش اور دماغ کے ہر ایک خیال کو جرم ہی کا تعلق

محسوس ہوتا تھا۔
بارہا دیکھا گیا ہے۔ کہ جس مکان میں کوئی شخص حالِ میں مرا ہو۔ وہاں ہر چیز سے لاش کی سی بو آتی ہے۔ دیواروں پر ہاتھ رکھو۔ تو اُن کی نمی خون کو منجمد کرنے والی ہوتی ہے۔
اسی طرح مردہ فروش کے مکان میں جرائم کا اثر تمام کرۂ ہوائی پر غالب تھا۔ چنانچہ جس وقت ٹاملنسن اس مکان سے نکل کر کھلی ہوا میں پہنچا۔ تو اس نے اپنے کپڑوں کو اس طرح جھاڑا۔ گویا کسی وبائی اثر کو دور کرنا چاہتا ہے۔
اُسے رخصت ہوئے چند ہی منٹ گذرے تھے۔ کہ مردہ فروش کے دروازہ پر کسی اور شخص نے ایک خاص انداز سے دستک دی۔ جسے سنکر وہ دروازہ کھولنے نیچے اُترا۔ مگر کھولنے سے پہلے اس نے پوچھا۔ "کون ہے؟"
کسی نے کہا "میں ہوں" اور مردہ فروش نے فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ آواز للی پرگ کی ہے چنانچہ یہ دونوں بالاخانہ میں پہنچکر اس عقبی کمرہ کی انگیٹھی کے قریب بیٹھ گئے۔ اسوقت مردہ فروش نے پوچھا "کہو کیا خبر لائے ہو؟"
وہ بولا جیسا تم نے بتایا تھا۔ میں پٹ فیلڈ سٹریٹ ہاکسٹن کی ایک خاص دوکان میں گیا۔ اور ایک اونس مکھن طلب کیا۔ ایک عورت مجھے تول کر دینے لگی۔ جس کا حلیہ وہی تھا جو تم نے بتایا تھا۔ میں نے اسے تنہا پاکر کہا۔ اگر کوئی تمہارے قریب نہ ہو تو میں کچھ تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ کسی قدر خوف زدہ نظر آنے لگی۔ مگر اس نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ میں نے اس سے کہا۔ مجھے صرف اس قدر بیان کرنا ہے کہ ٹونی ٹاکلنز کو تمہارا پتہ اور سب حال معلوم ہے۔ لیکن اس نے کہلا بھیجا ہے۔ کہ اگر تم مجھے کہیں دیکھو اور خاموش رہو۔ نیز میرا ذکر کسی اور شخص سے نہ کرو۔ تو میں کچھ تکلیف نہ دونگا۔ بجنا ان لفظوں کو سن کر اس کی رنگت زرد ہی ہو گئی۔ اور وہ کانپنے لگی۔ پھر جب میں نے اس کا اطمینان کر دیا۔ تو اُسے قدرے تسلی ہوئی۔ اور کہنے لگی اگر وہ میری طرف رُخ نہ کرے گا تو میں بھی کسی سے اس کا ذکر نہ کروں گی۔ میں نے پوچھا۔ مگر بب ٹون والے مکان کا بھی کسی سے ذکر نہ کروگی؟ کہنے لگی ہرگز نہیں۔ اس پر میں نے کہا۔ بس تو تم بے کھٹکے رہ سکتی ہو۔ لیکن یہ یاد رکھو۔ اگر تمہاری زبان سے ایک لفظ بھی نکلا جس سے ٹونی کو ضرر پہنچا۔ تو اس کا بدلہ لینے والے بے شمار دوست ہیں۔ اور سب پہلا میں ہوں وہ قسمیں کھانے لگی۔ کہ میں ہرگز کسی کو

اس کا ذکر نہ کروں گی۔ اور اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔"

مردہ فروش یہ ساری کیفیت سن کر کہنے لگا "خیر یہ معاملہ تو یوں طے ہوا۔ معلوم ہوتا ہے وہ ڈر گئی۔ اور کسی کے سامنے زبان نہ کھولے گی۔ اسی کی مجھے ضرورت بھی تھی۔ سردست میرا اس سے کوئی اور کام نہیں۔ البتہ جب میں اور کاموں سے فراغت پالونگا۔ اور لندن میں میرا قیام غیر ضروری ہوگا۔ تو پھر میں اسکے فعل کی سزا ضرور دونگا۔ سردست میرا انتقام ملتوی رہیگا۔ لیکن ہاں یہ تو بتاؤ اس کرنیکی جم کا کیا ہوا؟"

للی پرگ بولا "وہ بدستور ڈروری لین کے احاطہ میں رہتا ہے۔ اور دن بھر مکان سے باہر نہیں نکلتا۔ البتہ رات کو کہیں جاتا ہے۔ گو یہ معلوم نہیں ہوا کہ کہاں۔ تین دن سے برابر اس کا پیچھا کر تا رہا ہوں۔ مگر وہ کمبخت کہیں راستے میں گم ہو جاتا ہے۔"

"مگر وہ جاتا کس طرف کو ہے؟" مردہ فروش نے پوچھا۔

"اس کے کئی راستے ہیں۔ کبھی اس طرف کو نکل جاتا ہے کبھی اُس طرف کو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے مطلب چہل قدمی کرتا پھر رہا ہے۔"

مردہ فروش نے کچھ سوچکر کہا "للی معلوم ہوتا ہے۔ تم اتنے ہوشیار نہیں ہو۔ جتنا میں ہوں۔ اس کے اوہر اُدہر پھرنے میں بھی کوئی راز ہے۔ وہ یقیناً میرا سراغ لگانے کی کوشش میں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اپنا سراغ بھی مٹانا چاہتا ہے۔ میں اس بات کو اچھی طرح سمجھ گیا۔"

للی پرگ کو یہ بات کرڈی لگی۔ چنانچہ وہ بولا "ٹونی تم ہوشیار تو بہت ہو۔ مگر وہ فرانسیسی ان بنک نوٹوں کے معاملہ میں تمہیں بھی ٹھگ کر لے گیا۔"

"حیرت ہی ہے کہ بغراب تک واپس نہیں آیا" مردہ فروش نے کہا "گو اس کا مجھے اطمینان ہے کہ وہ ہمارا حصہ روکنے کی کوشش نہ کرے گا۔ لیکن خیر یہ سب باتیں وقت پر ظاہر ہو رہیں گی۔ اور ہاں للی تم یہ بات کئی بار جتلا چکے ہو۔ لیکن معاملہ کے سب پہلوؤں پر تم نے کبھی غور نہیں کیا۔ تمہیں یاد ہے کہ ہم نے ایک ایک ہزار پونڈ تو اسی وقت تقسیم کر لیے تھے۔ . . ."

للی پرگ بولا "ہاں ایک ایک ہزار پونڈ ہم میں سے ہر ایک کے حصے میں آئے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اتنی بڑی رقم ہمیں نسبتاً غیر معمولی آسانی کے ساتھ حاصل ہو

گئی تھی "

مردہ فروش کہنے لگا۔ "اچھا تو اب وہ بنک نوٹ ہمارے لئے ردّی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ گرین وڈ کا لندن پہنچکر ان کا چلن فوراً روک دینا یقینی تھا مگر از کہ میرا خیال یہی ہے۔ ان حالات میں جب اس فرانسیسی لافلور نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم لوگ یعنی میں تم وہ بغز اور لانگ باب نقدی تقسیم کرلیں۔ اور وہ پیرس جاکر ان نوٹوں کو بھنوا لائے۔ اور اس کے بعد ان نوٹوں کا پانچواں حصہ خود رکھ کر باقی ہمارے حوالے کردے تو یہ تجویز ہم سب کو نہایت معقول معلوم ہوئی خصوصاً اس لئے کہ وہ کہتا تھا تم میں سے جو چاہے میرے ساتھ چلا چلے۔ ۔ ۔"

"یہ تو ٹھیک ہے" للی پرگ نے کہا۔ "لیکن اب اگر اس نے سولہ کے سولہ ہزار پونڈ ہی خود رکھ لئے تو بتاؤ کیسے مزے میں رہا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" مردہ فروش نے تسلیم کیا۔ "لیکن میں دوبارہ یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر وہ یہ تجویز پیش نہ کرتا۔ تو ہم ان نوٹوں کو چاک کرکے بھٹہ میں ہی جلا دیتے جہاں ہم نے مال تقسیم کیا تھا۔

"ہمیں اُن سے کسی فایدہ کی نہیں بلکہ نقصان ہی کی امید تھی۔ ان حالات میں لافلور پر بھروسہ کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اور اگر وہ دھوکا باز ثابت ہوا۔ تو یاد رکھو۔ بغز ایسا آدمی ہے۔ جو زمین کے نیچے یا آسمان کے اوپر سے بھی اسکا کھوج نکال لائیگا۔"

للی پرگ کہنے لگا۔ "خیر اب اس سوال پر آپس میں جھگڑنا بے سود ہے۔ تم نے اور بغز نے مجھے ایک فائدہ مند کام میں شریک کیا۔ اس لئے مجھے تم سے کسی طرح کی شکایت نہ ہونی چاہیئے۔ تم نے مجھے جس طرح ہدایت کی تھی۔ اسی طرح میں نے روپیہ کو ایک محفوظ مقام پر جمع کر رکھا ہے۔ اور میں لانگ باب کی طرح اُسے اُڑاتا نہیں پھرا ہوں۔ اُس کی تو یہ حالت ہے کہ جب سے یہ روپیہ ملا ہے۔ دن بھر شراب میں بدمست رہتا ہے۔"

"مگر وہ ان دنوں ہے کہاں؟" مردہ فروش نے پوچھا۔

لندن کے تمام شراب خانوں کی سیر کرتا پھرتا ہے۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو روپے کو اڑانے کی کوشش کررہا ہے۔"

ٹڈکنز بولا۔ "خدا کے لئے اُسے میرے اس مکان کا پتہ نہ دینا۔ ایسے شرابی پر

کسی طرح اعتبار نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس بات کا بھی اندیشہ لگا ہوا ہے۔ وہ کہیں شراب کے نشہ میں یہ نہ بکار دینے لگے۔ کہ یہ روپیہ مجھے فلاں موقعہ پر حاصل ہوا تھا۔"

"نہیں اس بارہ میں اطمینان رکھو" لی پرگ نے جواب دیا "ایسے معاملات کی نسبت اس کی زبان اسی طرح بند رہتی ہے۔ جیسے جیل خانہ نیو گیٹ کا دروازہ۔ خواہ وہ شراب پی کر سور کی طرح ہی بدمست کیوں نہ ہو چکا ہو۔ لیکن میں نے اب اس شخص سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اور آیندہ تمہارے اور بفر کے ساتھ ہی رہوں گا۔ اور اس کے بعد جب تم ان معاملات سے جن کا ہم کئی بار ذکر کر چکے ہو۔ نپٹ لو گے۔ ہم سب امریکہ کو چل دینگے۔"

"ہاں میرا یہی ارادہ ہے۔ لیکن اس بدبخت کرینکی جم کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اسکی نگرانی جاری رکھنا۔ یا شاید" مردہ فروش نے ذرا سوچکر کہا "لی گرانڈ کے چالیس چوروں میں سے چند ایک کو اس کے پیچھے لگانا بہتر ہوگا۔"

"نہیں نہیں" لی پرگ کہنے لگا۔ کیونکہ مردہ فروش کیطرف سے اپنی قابلیت اور ہوشیاری کے متعلق شک کا اظہار ہونے سے اس کے جذبات کو کسی قدر صدمہ پہنچا تھا۔ "نہیں نہیں اس معاملے کو تم میرے ہی ذمہ رہنے دو۔ میں جلد یا بدیر اس کا سراغ نکال لوں گا۔"

یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلے ہی تھے۔ کہ باہر دروازہ پر کسی کے دستک دینے کی آواز پھر سنائی دی۔ حسب معمول مردہ فروش دروازہ کھولنے گیا۔ اور جب اس نے زنجیر اتارنے سے پہلے سوال کیا کہ کون ہے تو بفر کی آواز سنائی دی "میں ہوں۔"

مردہ فروش نے جلدی سے پوچھا "کہو کیا خبر لائے ہو؟" اس کی حرص اس قدر بڑھی ہوئی تھی۔ کہ روپے کا معاملہ درپیش ہو تو معمولی علیک سلیک بھی بھول جاتا تھا۔

بفر نے جلدی سے دروازہ بند کرکے جواب دیا "خبر کیا لایا ہوں۔ وہ کمبخت فرانسیسی ہم سب کو ٹھینگا کر لے گیا۔"

"پناہ بشیطان" مردہ فروش نے گرین وڈ کے روپیہ کا حصہ ہاتھ آنے کی رہی سہی امید منقطع ہوتے دیکھ کر کہا۔ یہ شخص جو تھوڑی دیر پہلے لی پرگ کے ساتھ اس معاملہ پر بڑے سکون کے انداز سے بحث کر رہا تھا۔ اس مایوسانہ جواب کو سن کر اس قدر غصہ میں بھر اکہ اس کے چہرے نے شیطانی ہیئت اختیار کر لی۔

بفر نے چپکے سے سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اور ذرا دیر بعد بولا "لوٹی اب تم لاکھ گالیاں دو۔ روپیہ تو ملنے سے رہا۔ واللہ آج تک ایسا پورا ٹھگ ہمیں زندگی بھر میں نہ ملا تھا۔ وہ بدمعاش فرانسیسی ہم سب سے زیادہ چالیا نکلا۔"

جب دونوں اس کمرہ میں پہنچے۔ جہاں للی برگ تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ تو وہ اُن کے بشرہ سے معاملات کی حقیقت کا اندازہ کر کے کہنے لگا "میرے خیال میں وہی ہوا۔ جس کی امید تھی۔ لیکن اس واقعہ کی تفصیل تو بیان کر دو۔"

بفر نے خام شراب کی بوتل اٹھا کر اس سے نصف گلاس بھر لیا۔ اور اسے یکبارگی پانی کی طرح پی کر منہ پونچھتے ہوئے کہنے لگا "بس وہ آخری وقت میں مجھے جُل دے گیا۔ ہفتوں اس کم بخت نے مجھے وعدوں پر ٹالا۔ اور ہمیشہ یہی کہتا رہا۔ ابھی ان نوٹوں کو بھنوانا مناسب نہیں۔ میں بھی جونک کی طرح ساتھ لگا رہا۔ اب اس ساری داستان کو تو کون بیان کرے۔ کیونکہ میں پہلے ہی بہت رنجیدہ ہوں۔ مختصر یہ ہے کہ چار دن گذرے وہ یکایک میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ وہ ہمیں ٹھگ کر بھاگ نکلا۔ کیونکہ باوجود تلاش کے اس کا پتہ نہیں چلا۔ ناچار اب میں واپس آگیا ہوں۔"

یہاں پر ہم ان تینوں بدمعاشوں کو اس اور اسی قسم کے بعض اور معاملات پر بحث کرتے چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ ہماری داستان کے سلسلہ کا تقاضا ہے کہ ہم ایک اور ضروری معاملہ کی طرف متوجہ ہوں۔ البتہ اس باب کو ختم کرنے سے پہلے اس قدر بیان کرنا ضروری ہے۔ کہ مردہ فروش کے مکان کے تمام واقعات کو ایک شخص دیکھتا رہا۔ جو عرصہ سے ان نواحات میں چھپا پھرتا تھا۔ گو وہ اسقدر مختاط تھا۔ کہ اس ٹولی کا کوئی شخص اُسے اس مکان کے آس پاس نہ دیکھ سکتا تھا۔

کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ شخص مردہ فروش کا جانی دشمن کرنیکی جم تھا؟

بارھواں باب　　　ٹاملنسن کا اضطراب

واقعات مذکورہ کے دوسرے روز دن گیارہ بجے کا وقت تھا۔

ہمارا سین اب مسٹر ٹاملنسن کے دفتر واقعہ لوکن ہوس یارڈ میں منتقل ہوتا ہے

ہمارا پرانا دوست دلال حسب معمول میز کے قریب بیٹھا تھا۔ مگر اس وقت اس کے انداز میں اضطراب کی جھلک پائی جاتی تھی۔ اور چہرہ فکرمند تھا۔ بات یہ ہے۔ کہ مردہ فروش نے اس سے جبراً روپیہ وصول کرنے کے سلسلہ کی تجدید کے ذریعہ اس کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ اور وہ ڈرتا تھا۔ کہ جب تک یہ راز اسے معلوم ہے۔ اس کے تقاضے کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اسی قسم کے تفکرات میں غریب کو رات بھر نیند بھی نہ آئی تھی۔

لیکن دلال کی اس تشویش کو مسٹر آلڈرمین سنفن نے نہیں دیکھا تھا۔ جو انگیٹھی کے قریب اس کی طرف پیٹھ کئے آرام چوکی پر لیٹا ہوا اپنی زندگی کی کامیابیوں پر گفتگو کر رہا تھا۔ جو اس شخص کے لئے ایک خاص طور پر دلچسپ مضمون تھا۔ کامیابی سے مراد اس شخص کے نزدیک ہر ممکن ذریعہ سے روپیہ جمع کرنا تھی۔ خواہ وہ ذریعے دغا اور دھوکا بازی سے اسقدر قریب ہی کیوں نہ ہوں۔ کہ اگر معاملہ کسی فوجداری عدالت میں پیش ہو۔ تو جیوری کے لئے اس بارہ میں فتوےٰ صادر کرنا ذرا بھی مشکل ثابت نہ ہو۔

ٹاملنسن دیر تک آلڈرمین صاحب کی تقریر کو سنتا رہا۔ گو وہ اپنے تفکرات میں محو تھا۔ تاہم کچھ نہ کچھ کہنے کی غرض سے وہ بولا۔ "لیکن یہ سب باتیں آپ نے کس طریق پر سرانجام دیں؟"

آلڈرمین صاحب بولے۔ "آپ کو معلوم ہوگا۔ میں نے اپنا دورِ زندگی روپیہ کی ایک معقول رقم سے شروع کیا تھا۔ والد کا انتقال ہوا۔ تو میری عمر صرف بائیس سال کی تھی اور بہت بڑی دولت مجھے ورثہ میں ملی۔ لیکن کہا کرتے ہیں۔ کہ دولت پر رکھتی ہے تھوڑے ہی عرصہ میں اُڑ گئی۔ اس لئے جب کچھ عرصہ بعد مجھ سے ہندوستان جانے کی درخواست کی گئی۔ اور ایک معقول عہدہ پیش ہوا۔ تو میں نے اُسے شوق سے منظور کر لیا۔ سب سے پہلے میں مدراس کے ایک تجارتی کارخانہ میں کلرک مقرر ہوا۔ مجھے خاصی آمدنی تھی مگر بیوقوفی سے میں نے ایک پراسپکٹس اس قسم کی مشترکہ سرمایہ کی کمپنی کا جاری کر دیا جس کا مقصد وحشی جانوروں اور اژدھوں کو تلف کرنا تھا۔ یہ تجویز اتنی کامیاب نہ ہوئی۔ جسقدر مجھے امید تھی۔ مالک کارخانہ نے مجھے موقوف کر دیا اور انگریزی نوآبادکاروں اور دیسیوں کی جہالت سے سخت آزردہ کہ وہ میرے منصوبہ کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ واپس انگلستان چلا آیا۔ لیکن میرا ہندوستان جانا ایک لحاظ سے مفید ہوا۔

کیونکہ واپس آکر میں چار سال تک دکن کی پنشن پاتا رہا۔۔۔"

"دکن کی پنشن!" ٹاملنسن نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "اس پر آپ کو کیا حق حاصل تھا؟"

"کچھ بھی نہیں"۔ مسٹر سنف نے کہا۔ "میں حقیقت میں کبھی دکن نہیں گیا۔ لیکن باوجود اس کے میں نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ مجھے وہاں سے کئی لاکھ روپیہ ملنے والا ہے۔ اور اس بیان کی بنا پر دوستوں اور ساہوکاروں سے قرضہ لینے اور ہنڈیاں جاری کرنے میں بڑی سہولت رہی۔ کچھ مدت تک مزا رہا۔ لیکن معاملہ دیر پا ثابت نہ ہوا۔ اس کے بعد میں نے غریبوں کے معالجہ کی سوسایٹی قایم کی۔ کئی فیاض منش شخصوں کو شریک کار کر لیا۔ اور کنگ سٹریٹ واقعہ جیمز سائڈ میں ہم نے ایک دفتر کرایہ پر لیا جہاں یہ کام خاطر خواہ ہوتا رہا۔ مجھے وہ وقت یاد ہے کہ جب ہماری سوسائٹی کا پہلا سالانہ جلسہ ایکسیٹر ہال میں منعقد ہوا۔ وسیع کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور میں نے سکرٹری کی حیثیت میں کمیٹی کی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ رپورٹ کا مضمون ہم نے ایک مفلوک الحال مصنف سے بنوا لیا تھا۔ اور اس کا لہجہ نہایت رقت انگیز تھا۔ جس کا اثر خوشگوار ہوا۔ ہر طرف لیڈیاں متاثر ہو کر آنسو بہا رہی تھیں۔ اور اس کے بعد جب میں نے کام کی تفصیل بیان کی اور بتایا۔ کہ ہماری سوسایٹی نے کتنے محتاجوں کی امداد کی ہے۔ تو سامعین حیرت زدہ ہو گئے۔ رپورٹ میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ تمام عیسائی دنیا کو اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیئے۔ چنانچہ اس اپیل کا یہ اثر ہوا کہ اس جلسہ میں کوئی جیب خالی اور کوئی آنکھ پرنم ہوئے بغیر نہ رہی۔"

ٹاملنسن صاحب کو تقریر سنتے دیکھ دلال اپنے تفکرات سے بیدار ہوا اور کہنے لگا۔ "اچھا تو پھر یہ مفید سوسائٹی جاری کیوں نہ رہ سکی؟"

مسٹر سنف نے جواب دیا۔ "اس کے متعلق میں کیا عرض کروں۔ معلوم نہیں ملک نے یہ سمجھ لیا کہ اب غریب اور محتاج ہماری امداد سے مستغنی ہو گئے ہیں یا شاید میری اس تحریک کا اثر ہوا جو میں نے ایک بری ساعت میں اس سوسایٹی کے فوائد جزائر کیریبال کے وحشیوں تک پہنچانے کے متعلق پیش کی تھی۔ بہر حال تیسرے سالانہ جلسہ میں بہت کم لوگوں نے چندہ دیا۔ اور اس طرح یہ انسٹی ٹیوشن

ناکام رہا۔ تاہم مجھے کچھ نہ کچھ روپیہ ضرور مل گیا۔ اور اس کے بعد میں زیادہ عرصہ بیکار بھی نہ رہا۔ کیونکہ جلدی ہی میں نے ایک اور انجمن غریب لوگوں کا کھانا اتوار کے دن مفت پکانے کے متعلق قایم کی۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ میں نے جتنی سوسائیٹیاں قائم کیں سب غریبوں کے فایدہ ہی کی تھیں۔ میرا مدعا اس نئی تجویز سے یہ تھا۔ کہ لندن کے مختلف حصوں میں بہت سے باورچی خانے قایم کئے جائیں۔ اور اتوار کے دن اُن میں غریبوں کے لئے گوشت اور آلو مفت پکایا جائے۔ سوسایٹی گوشت کی چربی خود رکھ لیتی تھی۔ اور کچھ اس کی فروخت۔ کچھ لوگوں کے امدادی چندہ کی بدولت یہ مفید انسٹی ٹیوشن چل سکتا تھا۔ مگر سال بھر بعد لندن کے مختلف حصوں میں ساٹھ بڑے تنور بنواکر بہت سا خرچ برداشت کرنے کے بعد مجھے اس سوسایٹی کو توڑ دینا پڑا۔"

ٹاملسن نے پوچھا "کیا بات ہے کہ ایسی کارآمد سوسایٹی جاری نہ رہ سکی۔ جس سے غریبوں کو بہت امداد ملتی تھی؟"

آلڈرمین سنفٹ نے جواب دیا "محض اس لئے کہ بہت کم غریبوں کے پاس اتوار کو پکوانے کے لئے کھانا ہوتا تھا۔ باوجود اس کے چندہ جو ہمیں وصول ہوتا رہا۔ وہ ہر قسم کے اخراجات اور میری تکلیف کا کافی معاوضہ ثابت ہوا۔ اور اس طرح جب تک یہ انجمن کچھ چندہ حاصل کرتی رہی۔ اسے جاری رکھا گیا۔ اس کے علاوہ" اس نے اپنی بائیں پسلی پر ہاتھ مار کر کہا "مجھے اپنے ضمیر کا بھی سہارا حاصل تھا۔"

ڈال نے ایک آہ سرد بھری۔ اس لئے نہیں کہ اُسے آلڈرمین سنفٹ کی کامیابیوں پر رشک تھا۔ بلکہ اس ضمیر کے لفظ نے اس کے دل میں طرح طرح کے درد انگیز خیالات پیدا کر دیئے تھے۔

اتنے میں آلڈرمین صاحب نے دوبارہ سلسلہ تقریر جاری کیا "جبکہ میں اس طرح غریبوں کی امداد کی خاطر انجمنیں قائم کر رہا تھا۔ لوگوں میں میرا رسوخ دن بدن بڑھتا گیا۔ میں کئی خیراتی انسٹی ٹیوشنوں کا خزانچی بن گیا۔ ایک گرجا کا محافظ مقرر ہوا اور بہت جلد اپنے علاقہ کا ڈپٹی کہلانے لگا۔ جس علاقہ میں مَیں رہتا ہوں۔ اس کے تین ممبر تھے۔ ان میں سے دو مر گئے۔ اور چونکہ میں نئے ممبروں کے انتخاب یا نامزدگی کی سخت

سے مخالفت کرتا رہا۔ اس لئے ایک ہی ممبر کارکن رہا۔ یہ شخص میرا گہرا دوست ہے۔ اور اس کی مدد سے بلا اختلاف رائے کچھ عرصہ بعد اپنے علاقہ کا آلڈرمین منتخب ہوا۔ بہر حال میں اپنی زندگی کو ہر طرح کامیاب سمجھتا ہوں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ میں نے سنگ مرمر کی جو کمپنی قائم کی تھی۔ اس کی سکیم بھی کیسی شاندار ثابت ہوئی۔"

ٹاملنسن نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "بے شک وہ نہایت شاندار تجویز تھی۔ آپ ہی اس کمپنی کے مینجنگ ڈائرکٹر تھے۔ خود آپ ہی نے سنگ مرمر کی کان کو فروخت کیا اور خود ہی خریدا۔ آپ ہی اس کے محافظ اور آپ ہی سکرٹری تھے۔ اور اس حیثیت میں اپنے حسابات کی خود ہی پڑتال کرتے رہے۔ خود ہی خزانچی کی حیثیت سے اپنی تنخواہ وصول کرتے رہے۔ بیشک یہ بڑی کامیاب تجویز تھی۔"

مسٹر سنف نے کسی قدر بلند آواز سے قہقہہ لگا کر کہا "مسٹر ٹاملنسن آپ کو اس کمپنی کے متعلق شکایت نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ حصوں کی فروخت کے ذریعہ میں نے آپ کو بھی معقول منافع کمانے کا موقعہ دیا تھا۔"

دلال نے کہا "نہیں تو مجھے کسی طرح کی شکایت نہیں۔ لیکن آپ گرجا کے حسابات کس طریقہ پر رکھتے ہیں؟"

آلڈرمین صاحب نے کسیقدر سختی کے لہجہ میں کہا "مسٹر ٹاملنسن کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ میں کسی کو اپنے حساب کی نگرانی کا موقعہ دیتا ہوں؟ وہی ایک ممبر جو میرا دوست ہے۔ سال بھر میں ایک مرتبہ اپنی کمیٹی جس کا شریک کار تنہا وہی ہوتا ہے۔ منعقد کر کے میرے حساب کو دیکھ لیتا ہے۔ اور بس اتنا ہی کافی ہے۔" پھر اس نے پُراسرار طریق پر آواز دبا کر کہا "اور وہ حسابات بھی گو کئی سال کے ہیں۔ مگر میں نے انہیں اسقدر مختصر رکھا ہے کہ اپنی واسکٹ کی جیب میں ڈال لوں۔ تو کسی کو اتنا بھی نظر نہ آئے۔ جتنا تمہاری گھڑی نظر آتی ہے۔" اتنا کہہ کر مسٹر آلڈرمین سنف جو محض دل لگی کی غرض سے مسٹر ٹاملنسن سے ملنے آئے تھے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دلال سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوئے۔

اس کے چند ہی منٹ بعد گرین وڈ کمرہ میں داخل ہوا۔ اور کہنے لگا۔ "دوست ٹاملنسن خوشی کی بات ہے کہ تم دفتر میں مل گئے۔ لو ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ اب مجھے اُمید ہے کہ اپنی کھوئی ہوئی دولت پھر حاصل کر لونگا۔ کیونکہ میرے محسن ہالمسفورڈ نے مجھے جو دس ہزار

پونڈ قرض دیئے تھے۔ وہ بیس ہزار بن چکے ہیں۔"

ٹاملنسن نے ایک آہ بھر کر کہا: "تم بڑے ہی خوش نصیب ہو کہ مصیبت تم پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔ حالانکہ میری یہ حالت ہے . . ."

گرین وڈ نے قطع کلام کر کے پوچھا: "کیوں اب کیا معاملہ درپیش ہے؟ یار تم بھی ہر وقت زمانہ کی شکایت ہی کرتے رہتے ہو۔"

دلال کہنے لگا: "کیا کروں مجبور ہوں۔ تمہارے اس بدبخت دوست نے . . ."

"کون؟ میرے کس دوست کا ذکر خیر ہے؟" گرین وڈ نے جلدی سے پوچھا

"وہی جسے تمہارا دوست چیسٹر پاگل خانہ کا محافظ بتاتا تھا۔ حالانکہ مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ وہ مردہ فروش چور جابر بدمعاش اور شاید قاتل بھی ہے۔" ٹاملنسن نے ذرا جوش کے لہجہ میں کہا: "مختصر یہ کہ اس نابکار ڈکلن کو بوڑھے مائیکل کا پتہ مل گیا ہے۔ اور اب وہ پھر مجھے دھمکانے لگا ہے۔"

گرین وڈ نے سرد مہری سے کہا: "اوہ! یہ سب تمہارا اپنا قصور ہے۔ تمہیں لازم تھا۔ مارٹن کو کہیں ٹھکانے لگا دیتے۔ میری رائے میں تو بہتر یہ تھا۔ کہ اُسے کالی رنگت و بکر امریکہ بھیج دیتے۔ اور وہاں اُسے حبشی غلام کی صورت میں بیچکر روپئے کھرے کر لیتے۔"

"یار کیا مضحکہ خیز باتیں کرتے ہو۔" ٹاملنسن نے سختی سے کہا: "جب تک میرے دم میں دم ہے۔ میں تو اس غریب کا حقیقی اور شکرگذار دوست بنا رہونگا . . ."

گرین وڈ نے ذرا تامل کے بعد کہا: "اچھا تو میں تمہاری خاطر ایک اور کام بھی کر سکتا ہوں۔ کل میں اپنے حلقہ راشن بروہیں گیا تھا۔ اور وہاں مجھے اپنے آزاد خیال اور سمجھدار انتخاب کنندوں کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ اُس ترقی یافتہ قصبہ کے ورک ہوس میں ایک قلی کی جگہ خالی ہے۔ اگر تم . . ."

"گرین وڈ خدا کے لیئے اس مذاق کو چھوڑ دو۔" ٹاملنسن نے گھبرا کر جواب دیا: "غلطی میری اپنی ہے۔ کہ میں نے اس غریب کا ذکر تمہارے روبرو چھیڑا۔ خیر بتاؤ اس وقت تمہاری کیا خدمت سرانجام دے سکتا ہوں؟ کیا تم نے وہ روپیہ قرض لینے کا پھر ارادہ کر لیا ہے جو ایک مہینہ گذرا۔ میرے دوست نے دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ اور جسے لینے سے

تم نے اس وقت انکار کر دیا تھا ۔ ۔ ۔"

"اور اب پھر انکار کرتا ہوں" گرین وڈ نے اس طرح جلدی سے کہا جس سے معلوم ہوتا تھا اس گفتگو نے اس کے دل میں بعض ناخوشگوار واقعات کی یاد پیدا کر دی ۔

ٹاملنسن اپنے معمولی پرسکون انداز سے کہنے لگا "اس روز تم نے جو عجیب طرز عمل اختیار کیا ۔ اس کا مطلب میری سمجھ میں آج تک نہیں آیا ۔ تم وقت مقررہ پر معاملہ طے کرنے کو آئے روپیہ حاضر کیا گیا ۔ دستاویز تیار ہوئی ۔ اور میرا دوست آمادہ ہو گیا لیکن جب تم نے کفالت نامے نکلنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا ۔ تو یکایک خدا جانے کیا ہوا کہ تم وہاں سے تیر کی طرح بھاگ نکلے ۔"

"ہاں ہاں" گرین وڈ نے اور بھی زیادہ بے صبری سے کہا "بات یہ ہے کہ میری پاکٹ بک گم ہو گئی تھی ۔ اگرچہ اب ۔ ۔ ۔" "مل گئی ہے ؟" دلال نے پوچھا ۔

"ہاں مگر اب مجھے قرضہ کی ضرورت نہیں رہی" گرین وڈ نے مختصر طور پر جواب دیا ۔ "بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے یہ سات ہزار پونڈ ایک خاص سودے میں لگا دو جس کی کیفیت میں تم سے بیان کرتا ہوں ۔ میں نے کامیابی کی راہ تو تلاش کر لی ہے ۔ مگر بعض وجوہ سے خود اس میں نمایاں طور سے حصہ نہیں لے سکتا ۔"

اتنا کہہ کر گرین وڈ نے سات ہزار پونڈ کے بنک نوٹ ٹاملنسن کے سامنے میز پر رکھ دیے اور اُن کے متعلق بعض ضروری ہدایات دینے کے بعد کہنے لگا "بتاؤ آج کی تازہ خبر کیا ہے ؟"

ٹاملنسن بولا "یہ اخبار ٹائمز کی اشاعت ثانی کا ایک پرچہ ہے جس میں کمپیل سکالا سے آیا ہوا ایک تازہ تار درج ہے ۔ چونکہ اس معاملہ میں تم پہلے بھی دلچسپی لیتے رہے ہو ۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ اس تار کا مضمون نہایت لطف سے خالی نہ ہوگا ۔"

"ہاں تار میں اسے ضرور دیکھنا چاہتا ہوں" گرین وڈ نے سنجیدگی کے ساتھ کہا اور وہ پرچہ ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا جس میں ذیل کا مضمون درج تھا ۔

کمپیل سکالا

البرٹو اول کے بادشاہ بننے کا اعلان ۔ نئی وزارت کی ترتیب

گورنمنٹ فرانس کو ذیل کا تار ٹولون سے موصول ہوا ہے ۔

جہاز اسنڈرو مونٹوٹی سے اس جگہ پہنچا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے آئی ہوئی خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ ۲۴ تاریخ کی صبح کی بجائے جیسا کہ پہلے ارادہ تھا۔ اس تاریخ کی شام کو مارکوئیس آف اسٹیلا نے البرٹو اول کے گرینڈ ڈیوک ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس تاخیر کا باعث محض یہ تھا کہ مارکوئیس کو صدر مقام میں داخل ہونے میں زیادہ دیر ہو گئی۔ معلوم ہوا ہے کہ ملک میں ایک نئی وزارت مرتب کی گئی ہے جس میں اصحاب ذیل شامل ہیں:۔

وزیر اعظم اور وزیر خارجیہ	سینیر گیٹانو
وزیر داخلہ	سینیر ٹرلزی
وزیر جنگ	کرنیل کوساریو
وزیر بحری	امیر البحر کونٹا رینو
وزیر مال	سینیر وویانی
وزیر انصاف	بیرن منکونی
وزیر تجارت	شویلیر گریشیا

اس واقعہ پر رائے زنی کرتے ہوئے اخبار ٹائمز نے لکھا تھا۔ کہ سینیر گیٹانو اور سینیر ٹرلزی کیپل سکالا کے زمانہ انقلاب میں عارضی حکومتی کمیٹی کے افسران اعلےٰ تھے۔ کرنیل کوساریو اس شاندار فوج کا نائب کمان افسر تھا۔ جس نے کیپل سکالا کو آزادی دلائی۔ سینیر وویانی بیناالا کا مشہور ساہوکار تھا۔ اور شویلیر گریشیا اس نام کے متوفی جرنیل کا بھتیجا۔

ان خبروں کو پڑھ کر گرین وڈ نے اپنے دل سے مخاطب ہو کر بڑبڑاتے ہوئے کہا "اب ایڈ ایک زبردست سلطنت میں وزارت مرتب کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اوہ! کس قدر عظیم الشان عروج ہے!۔۔۔ کیسی شاندار کامیابی ہے! اور میں۔۔۔"

ٹاملنسن نے پوچھا۔ "گرین وڈ کیا کہہ رہے ہو؟"

ممبر پارلیمنٹ نے دلال کے سوال پر توجہ دیئے بغیر کیونکہ اس کی آنکھیں اخبار کے اس کالم سے ہٹ کر ایک اور مضمون پر جا پڑی تھیں جس کی بدولت اس کے دل میں حیرت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے۔ یکایک کہا "آہ! اس کا کسے یقین ہو سکتا تھا۔ لیکن اب جو میں غور کرتا ہوں۔ تو واقعات ایسے صاف نظر آتے ہیں۔ کہ ان کی بدولت میں بآسانی حقیقت سے آشنا ہو سکتا تھا۔۔۔"

"کس بات کی حقیقت سے ؟" ڈاملمنن نے پوچھا۔

گرین وڈ بولا "یہ کہ کونٹ الٹروفی اور پرنس البرٹو دونوں ایک ہی شخص ہیں اور وہی شخص اب کیسل سکالاکا گرینڈ ڈیوک بنا ہے"۔

دلال نے سرد مہری سے کہا۔ "اس صورت میں تمہیں اس بات کی خوشی ہونا چاہیئے۔ کہ جو آدمی تمہارا شکار بنے۔ ان میں ایک والیئے ریاست بھی شامل ہے"

گرین وڈ نے اس کا جواب نہ دیا۔ اور دیر تک کسی گہری سوچ میں پڑا رہا۔ سوچ اس بارہ میں ہی تھی۔ کہ رچرڈ مارکہم کو کس قدر زبردست عروج حاصل ہوا ہے۔ اور ابھی وہ کتنی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

اس کے رخصت ہونے پر ڈاملمنن بھی کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔ گو اس کے خیالات کا مضمون گرین وڈ سے مختلف تھا۔ اپنے دل سے مخاطب ہو کر اس نے کہا "یہ کمبخت گرین وڈ کتنا بے رحم ہے۔ اگر بفرض محال مائیکل مارٹن کا واسطہ اس سے پڑ جاتا۔ تو یہ اس کے ساتھ کیا کیا بدسلوکیاں نہ کرگذرتا۔ کچھ شک نہیں کہ اگر اس کا بس چلتا۔ تو اسے ممالک متحدہ امریکہ میں غلام کی حیثیت میں بھیجنے سے بھی دریغ نہ کرتا" ممالک متحدہ کا خیال آتے ہی اس کے دل میں ایک اور تجویز پیدا ہوئی۔ اور اس نے کسی قدر بلند آواز سے کہا "ہاں اب مجھے خیال آتا ہے۔ کہ سچ مچ مائیکل مارٹن کو وہیں کیوں نہ بھیج دیا جائے ۔ ۔ ۔ اور میں خود بھی کیوں نہ اس کے ساتھ ہی چلدوں۔ بیشک تجویز معقول ہے میں یہاں لنڈن کی زندگی سے تنگ آچکا ہوں۔ اور اب اس شہر میں رہنے سے طبیعت گھبراتی ہے جہاں ہر شخص خود غرضی کا پتلا بنا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ میں اب اس راز کو چھپانے سے بھی عاجز ہو گیا ہوں۔ ہر وقت یہی کھٹکا لگا رہتا ہے۔ نہ جانے کب فاش ہو جائے پھر جب تک وہ فاش نہ ہو مجھے اس بے جم موذی کے تقاضے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ آخر جب راز فاش ہوا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ مائیکل مارٹن لنڈن ہی میں ہے تو ضرور اسے زیر حراست کر لیا جائیگا۔ اسے عدالت کے روبرو لے جائینگے۔ میرے لئے پھر دو ہی صورتیں ہونگی۔ یا گواہ استغاثہ کے طور پر اس کے خلاف شہادت دوں۔ یا اس کی بے گناہی کا اعلان کرکے خود مصیبت میں پڑوں ۔ ۔ نہیں نہیں مجھ سے دونوں باتیں نہ ہونگی کیونکہ میں کمزور دل اور غیر مستقل مزاج ہوں۔ گو خدا جانتا ہے۔ مجھے کس مجبوری کی حالت

میں راست شعاری سے ہٹنا پڑا ہے۔ میں نے چالبازی کی زندگی اختیار کرکے بارہا تلخ آنسو بہائے ہیں۔ مگر خیر اب پورے استقلال سے کام لیکر مجھے ایک آخری جرم اور کرنا چاہیئے۔ اس صورت میں میں اپنے آپ کو گرین وڈ کا لائق شاگرد ثابت کرسکونگا" پھر اس نے کسیقدر تلخ لہجہ میں کہا "اس نے مجھے بے عزتی اور دھوکہ بازی کے مکتب میں جو سبق دیئے ہیں۔ ان کا معاوضہ بھی اُسے کافی طور پر ملنا چاہیئے۔ سات ہزار پونڈ اپنے سابقہ مختصر سرمایہ میں شامل کرکے میں کسی دوسرے ملک میں بڑی فراغ بالی کی زندگی بسر کرسکوں گا۔ امورِ میرے لئے کوئی عزت دار پیشہ اختیار کرنے میں کسیطرح کی رد کاوٹ درپیش نہ ہوگی ... بس تواب امریکہ ہی کو چلنا چاہیئے۔ وہاں چل کر میں ایک نئی زندگی شروع کرونگا اور ممکن ہے اپنی نظروں میں پھر عزت دار بن سکوں ..."

اس قسم کے خیالات میں کچھ دیر غرق رہنے کے بعد ٹاملنسن نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ مجھے اپنے وفادار کلرک مائیکل مارٹن سمیت امریکہ کو روانہ ہوجانا چاہیئے۔ وہاں چل کر گرین وڈ کی امانت ایک نیا کاروبار شروع کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

ہرچند کہ وہ معمولی حالات میں بہت کمزور دل اور غیر مستقل مزاج آدمی تھا۔ مگر اس موقعہ پر ٹاملنسن نے گرین وڈ کی امانت میں خیانت کرنے سے ذرا تامل نہ کیا۔ بات یہ ہے کہ گرین وڈ کے ساتھ اُسے مطلق ہمدردی نہ تھی۔ اور اس کے علاوہ گرین وڈ اس سے بارہا گستاخانہ اور ذلت آمیز سلوک کرچکا تھا۔ بنک ٹوٹنے سے پہلے گرین وڈ نے کئی بار ٹاملنسن کی ضرورتوں سے ناجائز فایدہ اُٹھا کر اس سے سود کی بڑی بڑی رقمیں حاصل کی تھیں اور شریف اطالوی شہزادہ کو دھوکا دینے میں ٹاملنسن ہی کو اپنا ذریعہ بنایا تھا۔ اس کے بعد جب سے ٹاملنسن نے اپنا نیا دفتر ٹوکن ہاؤس یارڈ میں قایم کیا تو گرین وڈ جب تک خوشحال رہا اُسے اپنی چالبازیوں کا ذریعہ بناتا رہا۔ اور اس کے بعد جب اس کی بگڑی ہوئی مالی حالت نے وہ روکاوٹیں دور کردیں جو اس کے تمول اور ٹاملنسن کی مفلسی کے باعث دونوں میں حائل تھیں۔ تو وہ اس وقت بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا رہا تھا جو کوئی اونچے طبقے کا شخص کسی غریب کے ساتھ ازراہ فیاضی کیا کرتا ہے۔ ٹاملنسن کو ان سخت سست لفظوں کا بھی بہت رنج تھا۔ جو گرین وڈ غریب مائیکل مارٹن کی نسبت استعمال کرتا رہتا تھا۔ ان تمام باتوں نے ٹاملنسن کے دل میں یہ خیال پیدا کرکے کہ گرین وڈ سے اسکی تمام خطاؤں کا بدلہ

لینے کا موقعہ ہاتھ آرہا ہے۔ اس کے ارادہ کو غیر معمولی طور پر مضبوط کر دیا۔
فطرتاً ٹاملنسن کینہ توز یا انتقام پسند نہ تھا۔ کیونکہ اس طبیعت کے بزدل اور امن پسند آدمی شاذونادر ایسے جذبات کو دل میں جگہ دے سکتے ہیں۔ لیکن انتہا درجہ نرم مزاج شخص کے ساتھ بھی اگر پے در پے بدسلوکیاں کی جائیں۔ تو بسا اوقات بیحد متحمل مزاج آدمی کے اندر بھی مقابلہ کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ انتقام کا کوئی خاص موقعہ درپیش ہو۔
سچ پوچھو۔ تو جیمز ٹاملنسن اچھی اور بری صفات کا ایک عجیب مجموعہ تھا۔ صفات حسنہ قدرت کی طرف سے اس میں ودیعت ہوئی تھیں۔ اور برائیاں اس کی کم حوصلگی اور اخلاقی طاقت کی کمی سے پیدا ہو چکی تھیں۔ اگر اس کی ذہنی طاقت مضبوط ہوتی تو وہ ضرور ایک نیک دل اور باعزت شخص ثابت ہوتا۔ مگر افسوس کہ حالات زمانہ کسی کے اختیار میں نہیں ہوتے۔ اس کی خصلت کی یہ متضاد خصوصیتیں اس موقعہ پر پورے طور سے ظاہر ہوئیں۔ جبکہ اس نے فرار ہونیکا مصمم ارادہ کر لیا۔
اس فیصلہ کے بعد اس نے اپنے کلرکوں کو تاکیدی حکم دیدیا۔ کہ چند گھنٹوں کے لئے کوئی میرے کمرہ میں نہ آئے۔ پھر اس نے وہ چھوٹی چھوٹی رقمیں جو اس کے ہاتھ میں مختلف اشخاص کی طرف سے کفالت ناموں حصوں یا ہنڈیوں کی خرید کے لئے موجود تھیں۔ لفافوں کی شکل میں بند کر کے ان پر ان لوگوں کے نام اور پتے لکھدیئے۔ مگر اس فہرست میں گرین ووڈ شامل نہ تھا۔ بعد ازاں اپنے کلرکوں کی تنخواہ کا حساب کیا۔ اور ان کی مطلوبہ رقم بھی علیحدہ رکھ لی۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے ان لفافوں کو میز کی ایک دراز میں بند کر دیا۔ اور اسے مقفل کر کے کنجی جیب میں ڈال لی۔ گرین ووڈ کی رقم اس نے اپنی پاکٹ بک میں پہلے ہی رکھ لی تھی۔
شام کو غروب آفتاب کے بعد وہ ہنسٹل گرین کے اس مکان میں گیا۔ جہاں مائیکل مارٹن رہتا تھا۔ جب اس نے بوڑھے مجرم کے روبرو اپنی ساری تجویز مفصل طور سے بیان کر دی۔ . . گو عمداً اس بات کا ذکر نہ کیا۔ کہ میں نے گرین ووڈ کا روپیہ اپنے پاس رکھ لیا ہے . . . تو مائیکل نے گلاس کی ایک بہت بڑی چٹکی ناک میں چڑھا کر کچھ دیر تک اس معاملہ پر غور کیا پھر پوچھنے لگا۔ تمہیں یکایک یہ تجویز کیوں سوجھی؟

ٹاملنسن نے پوری صاف بیانی سے کام لے کر کہا کہ مُردہ فروش کو کسی طرح تمہاری جائے سکونت کا پتہ مل گیا ہے۔ اور وہ اب دوبارہ مجھے دھمکا کر روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے اس کے علاوہ مجھے اس شہر سے جہاں میں نے طرح طرح کے انقلاب دیکھے ہیں دلی نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ اور چونکہ تمہارا راز فاش ہونے کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔ اسلئے میں نے ناچار یہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے"

مارٹن کہنے لگا "اگر تم نے یہ تجویز میری ہی خاطر سوچی ہے تو اسے جانے دو۔ کیونکہ میں نے مدت سے یہ سوچ رکھا ہے۔ کہ اگر کسی نے مجھے تلاش کیا۔ تو . . . "

"تو کیا کرو گے؟" ٹاملنسن نے بے صبری سے پوچھا۔

"میں اپنی زندگی کا اپنے ہاتھوں خاتمہ کر لونگا" عمر رسیدہ شخص نے ناک کو ہلاس سے بھر کر کہا "کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارے اندر اتنا حوصلہ نہیں۔ کہ عدالت میں پیش ہو کر مجھ پر یہ الزام عاید کرو کہ میں نے تمہارے روپیہ میں خیانت کی"

"حوصلہ!" ٹاملنسن نے آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ پونچھتے ہوئے کہا "بیشک حوصلہ نہیں۔ اور نہ دل اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ کہ اے میرے نیک اور وفادار دوست . . . میرے قدیم رفیق . . . "

"بس بس! اس طفلانہ گفتگو کو جانے دو" مائیکل نے خود اپنے جذبات کو چھپانے کے لئے ہلاس کی بہت سی چٹکیاں چڑھا کر کہا "اگر تم نے امریکہ جانے کا مصمم ارادہ کر ہی لیا ہے تو خیر میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں" پھر اس نے معمول کی نسبت زیادہ تیزی سے کہا۔ "ہاں مجھے جانا ہی ہوگا"

رضامندی کا یہ جواب حاصل کر کے ٹاملنسن کو بڑی خوشی ہوئی۔ اور وہ کہنے لگا "ہم آج ہی رات کو ڈوور چلدیں اور وہاں سے فرانس پہنچ جائیں۔ کیلے سے ہیور تک کچھ زیادہ فاصلہ نہیں۔ اور ہیور کی بندرگاہ میں امریکہ جانے والے جہاز اکثر تیار رہتے ہیں"

بوڑھا مارٹن بولا "تم مجھے تنہا ہیور کو چلنے دو۔ بعد ازاں تم نے فرصت کیوقت وہاں چلے آنا"

ٹاملنسن کہنے لگا "نہیں نہیں اس سے تمہاری سلامتی کا خطرہ ہے۔ اب ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے"

چنانچہ اس نصیحت پر عمل کیا گیا۔ اور اسی رات کو یہ دونوں شخص حدود برطانیہ سے باہر نکل گئے۔

اس واقعہ سے اس رات کو اور اس سے دوسرے دن دو شخصوں کو جو مایوسی ہوئی اسے بیان کرنے کا ہمارے قلم میں یارا نہیں۔ اس لئے اس کا اندازہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ ان دو شخصوں میں سے ایک تو مردہ فروش تھا۔ جو دوسو پونڈ کی امید پر رات کو بہت دیر جیمز ہاملٹن کی آمد کا بے سود انتظار کرتا رہا۔ اور دوسرا مسٹر گرین وڈ جسے اگلے دن یہ معلوم کر کے ناقابل بیان حیرت اور اضطراب پیدا ہوا۔ کہ چالبازی اور دھوکہ دہی کا جو سبق میں نے ہاملٹن کو پڑھایا تھا۔ اس کی سب سے پہلی آزمائش مجھی پر ہوئی!

تیرھواں باب ہالفورڈ کی گرفتاری۔ لڈیا اور ایڈیلین

لڈیا ہچنسن کو لیڈی ریونسورتھ کی ملازمت میں آئے ایک ہفتہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس ایک ہفتہ میں ہی اس نے اپنے طرز عمل سے اپنی مالکہ پر ثابت کر دیا۔ کہ دونوں کے آیندہ تعلقات کس قسم کے ہوں گے۔

ملازمت! کیا اس تعلق کا نام ملازمت ہو سکتا ہے جس میں ایک ادنی درجہ کی عورت تو صاحب اختیار ہو۔ اور اس کی مالکہ کو اس کے زیر حکم چلنا پڑے؟

لیکن قبل اس کے کہ ہم اس سلوک باہمی کا ذکر شروع کریں۔ اس جگہ چند اور واقعات کی تفصیل خلاصہ طور پر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو اسی ایک ہفتہ کے عرصہ میں پیش آئے۔

ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ ہنری ہالفورڈ جس کا ذکر اس داستان میں کئی بار آچکا ہے۔ ایک بگڑے دل نوجوان تھا۔ جو ہمیشہ تنہائی میں اونچے طبقہ کی سوسائٹی کے خلاف جلن اختیار کرتا تھا۔ اس کی خصلت بعض متضاد خصوصیتوں کا مجموعہ تھی۔ بظاہر گو بہت حلیم بنتا تھا مگر چونکہ اس کے سینہ میں جرائم پیشہ لوگوں کی زندگی کے حالات پڑھ پڑھ کر کئی طرح کے خوفناک منصوبے پیدا ہو رہے تھے۔ اور وہ بارہا سوچا کرتا

تھا۔ کہ میں بھی اپنی زندگی میں کوئی ایسا کارنمایاں کروں جس سے میرا نام یادگار رہے اس کی اسے پروا نہ تھی۔ کہ اس یاد کے ساتھ نفرت کا عنصر شامل ہو یا تعریف کا۔

ایک رات بہت دیر تک ایک ادنٰے درجہ کی کتاب میں ان تاملتوں کے کارنامے پڑھ کر جنہوں نے تاجداران عالم پر وار کئے۔ اس نے بھی اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ مجھے کچھ کر کے دکھانا چاہیئے۔ چنانچہ اس سے دوسرے دن اس نے اپنے دوست کرنیکی جم سے پستولوں کی جوڑی مستعار لی۔ اور بہانہ یہ کیا کہ میں چاندماری کی مشق کرنا چاہتا ہوں۔ کرنیکی جم نے بھی اس وقت معاملہ پر غور کئے بغیر پستول اس کے حوالہ کر دیئے گو اس کے چلے جانے پر اسے خیال آیا۔ کہ انجان چھوکرا ہے۔ کہیں کوئی ناواجب حرکت نہ کر بیٹھے۔ اس لئے خود بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ اگرچہ بہت دیر تک یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ کس طرف کو گیا ہے۔ ہائیڈ پارک کے قریب پہنچا۔ تو وہاں اسے تھوڑے فاصلہ پر ہالفورڈ چلتا نظر آیا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ اس کے قریب پہنچے۔ ہالفورڈ نے ایک گاڑی پر جس میں ایک نہایت بلند رتبہ کی حسین خاتون اور اس کا شوہر سوار تھے پستول کا فیر کر دیا۔ وار خالی گیا۔ اور جن پر وار کیا گیا۔ انہوں نے کسی طرح کا اضطراب بھی ظاہر نہیں کیا۔ لیکن گولی چلنے کی آواز سنکر اور ہالفورڈ کو دوسرا پستول نکالتے دیکھ کر بے شمار خلقت جو اس وقت ہائیڈ پارک میں سیر کرنے کو نکلی ہوئی تھی۔ اس پر ٹوٹ پڑی۔ اور بہت سے لوگوں نے مل کر فوراً ہی اسے گرفتار کر لیا۔ گاڑی اس اثنا میں آگے کو نکل گئی تھی۔ کرنیکی جم نے جب یہ کیفیت دیکھی۔ تو دوڑا دوڑا ہالفورڈ کے قریب پہنچا۔ اور اسے بازو سے پکڑ کر کہنے لگا "ہیری ہیری یہ کیا دیوانگی ہے!" مگر ہالفورڈ نے چپکے سے اپنا سر جھکا لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔

کیا تم جانتے ہو؟ "یہ کون ہے؟" یہ سوالات تھے جو اب ہر شخص نے کرنیکی جم سے پوچھنے شروع کئے۔ مگر قبل اس کے کہ وہ ان کا کچھ جواب دے سکے۔ پولیس کے دو نوجوانوں نے ہجوم سے آگے بڑھ کر ہالفورڈ کو زیر حراست لے لیا۔

ان میں سے ایک جو سارجنٹ تھا دوسرے سے کہنے لگا "اس شخص کو تھانہ میں لے چلنا چاہیئے۔" دوسرے نے جواب دیا "مسٹر کریپ آپ سچ فرماتے ہیں وہیں

اس کے متعلق ضروری کارروائی کی جائے گی۔" اس پر سارجنٹ نے کرنیگی جم کیطرف مخاطب ہو کر کہا: "میرے نیک دوست۔ بہتر ہو کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو کیونکہ سب سے پہلے تمہیں نے اس بدمعاش کو پکڑا ہے"

جم کو خود اپنی سلامتی کی فکر پیدا ہو گئی۔ اور گھبرا کر کہنے لگا: "مجھے . . . مجھے اگر معاف ہی رکھا جائے تو بہتر ہو . . ."

مسٹر کرسپ نے کہا: "کیا فضول باتیں کرتے ہو۔ ہمارے تھانہ دار صاحب بڑے نیک نہاد آدمی ہیں۔ اور تمہارا اس کارگذاری کے لئے شکریہ ادا کریں گے۔ بلکہ ممکن ہے کسی انعام کے لئے بھی سفارش کریں۔ لیکن ٹھہرو . . ." مسٹر کرسپ نے یکایک لہجہ بدل کر واپس شدہ سزایاب مجرم یعنی کرنیگی جم کے چہرہ کی طرف تندی کی نظر سے گھور کر کہا "ٹھہرو تم غالباً میرے پرانے واقف ہو"

دوسرے سپاہی نے جو الفورڈ کو پکڑے ہوئے تھا۔ پوچھا: "مسٹر کرسپ کیا بات ہے۔ یہ شخص کون ہے؟"

سارجنٹ نے چلا کر کہا: "اگر میری آنکھیں مجھے دھوکا نہیں دیتیں۔ تو اس کا نام جیمز کرنیگی ہے۔ جسے عام طور پر لوگ کرنیگی جم کہتے ہیں۔ اور یہ ایک مشہور سزایاب مجرم ہے"

اتنا کہہ کر مسٹر کرسپ نے اس بدنصیب کو گلے سے پکڑ لیا۔ اور اس نے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ البتہ آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔ اس کے بعد یہ سب لوگ معہ اس بے شمار ہجوم کے جو ہر لمحہ بڑھ رہا تھا۔ تھانہ کی طرف روانہ ہوئے"

تھانہ میں پہنچ کر جو کارروائی ہوئی۔ اس کی تفصیل غالباً بے سود ہو گی۔ مختصر یہ کہ جب الفورڈ سے اس واردات کے متعلق جس کا وہ مرتکب ہوا تھا۔ سوالات پوچھے گئے۔ تو اس نے صاف لفظوں میں اپنے جرم کا اقبال کر لیا۔ ہر چند کہ تھانہ دار نے اسے بتا دیا تھا کہ جو بیان تم اس وقت دو گے۔ وہ عدالت میں تمہارے خلاف بطور شہادت پیش کیا جا سکے گا۔ مگر اس نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا۔ کہ میں اس معاملہ کا کوئی حصہ بھی چھپانا نہیں چاہتا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ میں نے اس خاتون اور اسکے

شوہر پر عمداً فیر کیا۔ اور وہ بھی یہ جانتے ہوئے کہ پستولوں میں گولیاں بھری ہوئی ہیں"!
اس موقعہ پر کرنیکی جم جسے اپنے دوست سے گہری محبت تھی۔ بولا "نہیں یہ تمہاری غلطی ہے۔ ان پستولوں کو میں نے بھرا تھا۔ اور میں نے ان میں گولی کی بجائے صرف بارود رکھ دیا تھا"
ہالفورڈ نے یہ الفاظ سن کر جم کی طرف حیرت کی نظر سے دیکھا۔ مگر اس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں بالکل صحیح ہے۔ جب تم مجھ سے پستول مانگنے آئے۔ تو تمہارا رویہ اسقدر عجیب تھا۔ کہ مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہیں تم ان پستولوں سے خودکشی نہ کر لو۔ میں نے تمہیں پستول دینے سے خصوصیت سے اس لئے انکار نہ کیا تھا کہ میں جانتا تھا۔ اگر تم نے خودکشی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ تو اسکی ایک چھوڑ ہزار ترکیبیں ہیں۔ لیکن یہ میں ضرور چاہتا تھا کہ میرے پستولوں سے تم خودکشی نہ کرو۔ اس لئے میں نے ان میں گولی کی بجائے بارود بھر دیا۔ اس کے بعد کچھ سوچکر میں خود بھی تمہارے پیچھے ہو لیا۔ اور چونکہ ہائیڈ پارک تک تم کسی مقام پر نہیں رُکے۔ اس لئے مجھے اس بات کا یقین ہے کہ نہ تم نے کہیں گولیاں خریدیں اور نہ پستولوں میں بھریں"
سارجنٹ نے تھانہ دار سے کہا "یہ معاملہ خاص طور پر نوٹ کر لینے کے قابل ہے"
تھانہ دار صاحب جو اس وقت سے کہ ہالفورڈ ان کے روبرو پیش ہوا۔ اس کی طرف برابر اس انداز تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کوئی شخص چڑیا خانہ میں کسی دو سر یا چار دُم والے جانور کو دیکھا کرتا ہے بولے "بیشک میں اسے نوٹ کئے لیتا ہوں"
سارجنٹ نے آواز دوبارہ کہا "ظاہر ہے کہ یہ شخص کرنیکی جم اس معاملہ میں ملزم کا شریک کار نہ تھا"
یہ الفاظ ہالفورڈ کے کانوں تک بھی پہنچ گئے۔ اور اس نے سخت غصے کے لہجہ میں کہا "ہرگز نہیں۔ اس شخص کا اس معاملہ سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ وہ میرا سچا دوست ہے۔ اور اگر میں اس معاملہ کو پہلے سے اسکے روبرو بیان کر دیتا۔ تو وہ ضرور مجھے اس حرکت سے باز رکھتا۔ اسی نے مجھے سب سے پہلے پکڑا۔ اور دوسرا پستول نکال لینے سے باز رکھا"
اس کے بعد اس معاملہ کی نسبت دو سپاہی اور ایک دو اور شخصوں کے بیانات لئے گئے۔ جن سے اس خیال کی تصدیق ہو گئی۔ کہ کرنیکی جم اس فعل میں ہالفورڈ کا

شریک نہ تھا۔

کچھ دیر تک سارجنٹ اور تھانہ دار صاحب دبے لفظوں میں گفتگو کرتے رہے۔ آخر سارجنٹ نے کہا "جناب اس شخص کریکی جم کی شہادت اس مقدمہ میں ضروری ہوگی لیکن چونکہ وہ خود کالے پانی سے فرار ہو کر واپس آنے کا ملزم ہے۔ اس لئے اُسے بطور گواہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔"

تھانہ دار صاحب کہنے لگے "بہتر یہ ہے کہ اسے بھی حوالات میں رکھا جائے۔ اس کے بعد افسران بالا کے ساتھ مشورہ کر کے جو کارروائی مناسب ہوگی کی جائے گی۔"

یہ معاملہ طے ہونے پر مختلف بیانات پر بیان دینے والوں کے دستخط لئے گئے۔ اور تھانہ دار صاحب نے حکم دیا۔ کہ انہیں جیلخانہ کی حوالات میں رکھا جائے۔ چنانچہ دو گاڑیاں منگوائی گئیں۔ ایک پر ہالفورڈ کو سوار کر کے جیلخانہ نیوگیٹ کو بھیج دیا گیا۔ جانے سے پہلے اس نے کریکی جم سے بڑے جوش کے ساتھ ہاتھ ملایا اور خود کریکی جم بھی اُسے الوداع کہتے وقت زار و قطار رونے لگ گیا۔ اس کے ذرا دیر بعد اُسے بھی دوسری گاڑی پر سوار کر کے نئے جیلخانہ واقع کلرکن ویل میں بھیج دیا گیا۔

ہم نے ان واقعات کی تفصیل اپنی داستان کا سلسلہ مکمل رکھنے کے لئے ضروری سمجھی ہے۔ لیکن اب جبکہ ان دونوں شخصوں کا معاملہ عارضی طور پر اس طرح طے ہو گیا آؤ ہم پھر اُس ذکر کو شروع کریں جس سے اس باب کا افتتاح ہوا تھا۔

جس وقت سے لڈیا نے یہ بات ظاہر کی۔ کہ چاہے کچھ ہو جائے۔ میں ضرور ریونسورتھ ہال میں رہوں گی۔ لارڈ ریونسورتھ پر پژمردگی اور افسردگی کا ایسا عالم طاری ہوا کہ وہ اپنے رنج کے مارے شاذ و نادر باہر نکلتا تھا۔ اس نے اس کمرہ کے پاس ہی اپنے لئے جدا خوابگاہ تیار کروائی۔ اور اس دن کے بعد اس کے اور اسکی بیوی کے درمیان میل جول کا سلسلہ کم و بیش قطعی طور پر ٹوٹ گیا۔ بارہا ایڈلین نے اپنے شوہر سے منت سماجت کی۔ اس نے دوزانو ہو کر التجائیں کیں۔ اور ہاتھ بھی جوڑے کہ خدا کے لئے اس طرز زندگی کو جو آپ کو دہان موت کیطرف لئے جاتی ہے ترک کیجئے۔ ان موقعوں پر وہ اپنی حسین بیوی کی طرف کچھ دیر تک تکتا رہا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ وہ دوبارہ طفلی کی منزل میں آرہا ہے۔ یا اگر کبھی زبان کھولتا تو حرف

استفدر کہتا ۔" ایڈلین خدارا مجھے میرے حال پر رہنے دو۔"

دن بھر اور رات کا بڑا حصہ اس کا شغل تمبا کو پینا تھا اور بس۔ سچ پوچھو۔ تو اب یہ مشرقی تمبا کو ہی اس کا غم غلط کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔ ہرچند کہ اس کی بیوی سابقہ محبت کا حوالہ دے کر التجائیں کرتی اور کئی بار یہاں تک کہتی۔ کہ اس بچہ کی خاطر جس نے عنقریب عدم سے وجود میں آنا ہے۔ تم اپنی ان مہلک عادات کو ترک کر دو۔ مگر یہ سب اپیلیں بے سود ثابت ہوئیں۔ اور اگر ان کا کچھ اثر ہوتا بھی تو صرف یہ کہ لارڈ ریونسورتھ کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی تبدیلی پیدا ہو جاتی۔ جو زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہتی تھی۔

رسوم شادی کے بعد سارے مہمان رخصت ہو چکے تھے۔ اور اب اس وسیع ہال میں چہل پہل کی بجائے خاموشی اور افسردگی کا عالم طاری تھا۔

باوجود اپنی بیوی کی متواتر التجاؤں اور اپنے منہ لگے نوکر کونٹین کی درخواستوں کے لارڈ ریونسورتھ اول تو اس سوال کا کہ کسی معالج کو طلب کیا جائے۔ کچھ جواب ہی نہ دیتا اور اگر کبھی شاذونادر بولتا تو سختی کے ساتھ صرف اتنا کہتا "تم لوگ جاؤ۔ میں اسی حال میں بہت خوش ہوں۔"

اس طرح پر وہ گویا بڑی تیزی کے ساتھ اپنے ہاتھوں اپنے لئے قبر تیار کر رہا تھا یعنی اس سے بھی زیادہ یقینی طور پر جس کی اس کے بھائی آنریبل گلبرٹ ورنن یا اس شیطان بصورت انسان مردہ فروش کو جو اس تمباکو کے راز سے واقف تھا۔ امید ہو سکتی تھی۔

[illegible] اس کو اس حالت میں دیکھ کر ایڈلین کی اپنی ساری آرزوؤں پر پانی پھر گیا اور وہ بھی سوسائٹی کی پر کیف زندگی سے پرے رہنے لگی۔ نمائش اور ظاہرداری کے متعلق اس کی خواہشیں سرد پڑ گئیں۔ اور اس کے علاوہ لڈیا ہیچنسن نے اپنے مظالم سے اسے یہاں تک غم زدہ اور آزردہ کیا۔ کہ اپنے رنج والم کو سننے والا کسی کو نہ دیکھ کر بارہا اسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ میں دیوانی ہو جاؤں گی یا جان دیدونگی۔

لڈیا ہیچنسن کی مطلق العنان حکومت میں مغرور لیڈی ریونسورتھ کو جس طریق پر زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ اس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے جو ہم بیان کرنے لگے ہیں لارڈ ریونسورتھ ہال میں آئے نواں دن تھا۔ کہ صبح کے نو بجے وہ اپنی مالکہ کے کمرہ

میں داخل ہوئی۔ دروازہ تک پہنچنے سے پہلے اس کا انداز نہایت حلیمانہ تھا۔ کیونکہ راستہ میں بہت سے نوکروں سے ملنے کا احتمال ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ ایڈلین کے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور اس نے اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ تو اس کی شکل نے فوری تبدیلی اختیار کرلی۔ اب اس کے چہرہ پر وہ حلیمانہ انداز یا خدمتگذاری کا انکسار باقی نہ تھا۔ بلکہ اس پر وہ خوفناک آثار نمودار تھے۔ جو کسی انتقام چاہنے والی عورت میں ہی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس وقت اس کی صورت حقیقت میں شیطان سے بھی زیادہ خوفناک تھی۔

ایڈلین کمرہ میں بے خبر سوتی تھی۔ قریب پہنچ کر لڈیا نے اُسے زور سے ہلایا بدقسمتی بیوانسور تھا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اور جلدی سے اضطراب کی حالت میں کمرہ کے اندر اِدھر اُدھر نظر ڈال کر اس خوفناک نفرت آمیز نگاہ سے جو لڈیا نے اس پر ڈالی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے اس سے کہا۔ "تم پھر آگئی ہو!"

"ہاں میں پھر آگئی ہوں" کینہ توز خادمہ نے جواب دیا "کیا ابھی تک تمہارے اُٹھنے کا وقت نہیں ہوا؟"

ایڈلین کہنے لگی۔ "لڈیا خدا کے لئے مجھے تھوڑی دیر آرام کرلینے دو۔ میں رات بھر بےچینی کی حالت میں جاگتی رہی ہوں۔ دیکھو میرا تکیہ اُن آنسوؤں سے تر ہے جو میری آنکھوں سے جاری رہے۔ ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا کہ آنکھ لگی تھی۔ میرے لئے اس طرح پر زندگی بسر کرنا غیر ممکن ہے۔ اس سے سہل ترکیب تو یہ ہوگی کہ خنجر لے کر اپنے سینہ میں گھونپ لوں۔ ۔ ۔ اس لئے لڈیا میں منت کرتی ہوں ایک گھنٹہ کے لئے مجھے اور سو لینے دو ۔ ۔ ۔"

"بس میں جو کہتی ہوں اب اُٹھ بیٹھو" لڈیا نے بڑی سرد مہری کے ساتھ تحکمانہ لہجہ میں کہا۔ "میں نے اپنی انقلاب آمیز زندگی میں بہت سی لمبی راتیں کڑکڑاتے جاڑوں میں کھلے بازاروں کے اندر اس طرح بسر کی ہیں۔ کہ سرد اور مرطوب ہوا پھٹے پرانے کپڑوں سے گذر کر میری ہڈیوں کے اندر خون منجمد کئے دیتی تھی۔ اس وقت اگر کوئی شخص مجھے دو گھنٹہ کسی گرم اور آرام دہ بستر پر سونے کی اجازت دیتا۔ تو میں اسکے عوض اپنی زندگی کے دس سال دینے کو تیار تھی۔ لیکن افسوس کہ مجھے بارہا ہفتوں پہاڑیوں پر راتیں

آنکھوں میں کانٹے پڑیں۔ پھر میں تمہیں جو میری ان تمام مصیبتوں کا باعث ہو کیونکر اس کی اجازت دے سکتی ہوں۔ کہ تم آرام وہ بستر پر مزے سے سوتی رہو۔ اور اس طرح اپنے بدن اور ذہن کو سکون اور آرام دو۔ نہیں ایڈلین نہیں۔ میں تمہیں اپنی طرح ایک خانماں برباد عورت کی حیثیت میں گلیوں میں تو نہیں پھرا سکتی۔ مگر اس نرم بستر سے اٹھانے کی طاقت رکھتی ہوں۔ ذرا تم بھی دیکھو بات کی بے چینی کیا مزا رکھتی ہے۔"

یہ کہہ کر لڈیا نے بڑی بے رحمی سے لیڈی ریونسورتھ کی نازک کلائی ہاتھ میں پکڑی اور اسے کھینچ کر بستر سے نیچے اتار دیا۔ پھر خود ایک کرسی پر بیٹھ کر سختی کے لہجہ میں کہنے لگی "ایڈلین پہلے ذرا آگ جلاؤ۔ میں سردی سے ٹھٹھر رہی ہوں۔"

"نہیں یہ ہرگز نہ ہوگا۔ کہ میں تمہاری لونڈی بن کر رہوں" لیڈی ریونسورتھ نے چلا کر کہا۔ "تم میری خادمہ ہو۔ اس قسم کے کام خود تمہیں کرنے چاہئیں۔"

لڈیا ہچنسن نے بڑی سرد مہری سے کہا "دیکھو ایڈلین مجھے دق نہ کرو۔ ورنہ ابھی جا کر سارے نوکروں سے کہدیتی ہوں کہ لارڈ ریونسورتھ پر بیماری کا دوسرا حملہ اس وجہ سے ہوا کہ انہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میری بیوی شادی سے پہلے منزل عصمت سے گر چکی تھی!"

"خداوندا میرا اب کیا ہوگا!" ایڈلین نے دست تاسف ملتے ہوئے کہا "اے لڈیا تم عورت ہو یا شیطان کہ یوں . . ."

لڈیا بولی "میں عورت ہی ہوں۔ مگر وہ عورت جس نے تمہارے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور اب ان سب کا بدلہ لینا چاہتی ہوں۔ بتاؤ میرا حکم مانتی ہو کہ تمہارا راز فاش کردوں"

ایڈلین نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ مگر گرم آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔ افسوس وہ ناز و نعم کی پلی امیرزادی کہ جس کے ایک اشارہ پر سینکڑوں نوکر فرش راہ ہونے کو تیار تھے۔ اس بات پر مجبور ہے کہ ایک لونڈی کے حکم پر انگیٹھی میں لکڑی اور کوئلے رکھ کر خود آگ جلائے!

جبکہ وہ سرد فرش پر دوزانو ہو کر اس ذلیل کام کو سرانجام دے رہی تھی۔ جبکہ اسکے ملائم اور سفید ہاتھ کوئلے سے سیاہ ہو رہے تھے۔ جبکہ وہ شب خوابی کے لباس میں سردی سے کانپ رہی تھی۔ اور اسکے لمبے ریشمی بال ننگی گردن اور چھاتی پر بکھرے ہوئے تھے اس سے ذرا فاصلے پر وہ ادنٰے درجہ کی خادمہ جو اسکی تنخواہ دار اور نمک خوار تھی ملتے

سے آرام کرسی پہ بیٹھی بڑے سکون کے ساتھ اُسے یہ کام سرانجام دیتے دیکھ رہی تھی۔
ذرا دیر کے بعد وہ کہنے لگی "بارہا مجھے ایسے موقعے پیش آئے ہیں کہ آگ جلانے کے لئے لکڑی یا کوئلے کا ایک ٹکڑہ بھی نہ مل سکتا تھا۔ میرے ہاتھ سردی سے پھٹے ہوئے ہوتے تھے۔ لیکن مجبوراً اپنے تھکے ہوئے اعضا کو گھسیٹتے ہوئے بازاروں میں چلنا پڑتا تھا۔ اس وقت امرا کے مکانوں کے آگے گذرتے ہوئے جب میں ان کی کھلی کھڑکیوں کے پاس سے گذرتی تو جی چاہتا اس خوشگوار آگ کے پاس بیٹھکر آسایش حاصل کروں۔ مگر تم جو ایک امیر کبیر کی مغرور بیٹی ہو اس کام کو نفرت کی نظر سے دیکھتی ہو جسے ہزارہا غریب عورتیں خوشی سے کرنے کو آمادہ ہوں"۔
ایڈلین سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔ اور اس نے ان طعنوں کا کچھ جواب نہ دیا۔ اب انگیٹھی میں آگ جلنے لگی۔ مگر بدنصیب امیرزادی ابھی تک سردی سے کانپ رہی تھی۔ کیونکہ پوشاک پہننے سے پہلے ضروری تھا۔ کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کوئلہ کی سیاہی کو دور کرے۔ اس ذی مرتبہ خاتون کو جس نے ایک ہفتہ پہلے کبھی اپنے ہاتھ سے بکس یا الماری سے پہننے کا ایک کپڑا بھی نہ نکالا تھا۔ خود ان کاموں کو کرنے پر مجبور رہنا پڑا۔ اور اس اثنا میں وہ چٹیلی خادمہ بدستور کرسی پر آگ تاپتی رہی۔
اپنی مالکہ کیطرف دیکھکر لڈیا نے پھر کہا "بیگم صاحب تم ناحق اس کام سے شرمسار ہوتی ہو کیا یہ تمہاری خوش نصیبی نہیں ہے کہ تمہارے پاس کپڑوں کا اسقدر بے اندازہ ذخیرہ موجود ہے۔ دیکھو تو تمہاری پوشاک کیسی نرم اور اعلےٰ درجہ کی بنی ہوئی ہے۔ تم نے اپنے پاؤں میں کبھی ریشم سے موٹی کوئی چیز نہیں پہنی۔ ایک گون درکار ہو تو چالیس موجود ہیں۔ اور مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ تمہیں ان کے انتخاب میں وقت پیش نہیں آتی۔ کیا تماشہ ہے۔ کہ تم اپنے لئے کپڑے نکالنا بھی ذلت سمجھتی ہو۔ حالانکہ میری طرف دیکھو ہفتوں ... مہینوں مجھے برابر ایک ہی پھٹی ہوئی گون اور تار تار دوشالہ پہن کر پاؤں میں پھٹی ہوئی سوتی جرابیں اٹکائے گلیوں میں پھرنا پڑتا تھا۔ ایڈلین ذرا سوچو۔ دنیا میں ہزاروں عورتیں ایسی ہیں جنہیں پیدائش سے لیکر مرنے تک چیتھڑوں ہی میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی طاقت ادنےٰ طبقہ کے لوگوں کی لڑکیوں کو اچھی پوشاک مہیا کرے۔ انہیں بالوں میں لگانے کے لئے خوشبودار تیل دے سکے۔ اُن کے لئے بھی عطر آمیز صابون اور وہ تمام سامان

زندگی فراہم کرے۔ جو عورت کی قسمتی خوبصورتی کو دوبالا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ تو کیا وہ بھی تمہارے برابر خوبصورت نظر نہ آئیں؟ ... اور ہاں اے اڈیلین اس بات کو بھی یاد رکھو کہ ایسی انتہائی ناشکر گذاری جیسی میں نے تمہارے اندر دیکھی ہے۔ ان غریبوں میں نہیں پائی جاتی۔ جو ادنیٰ درجہ کی جھونپڑیوں میں زندگی بسر کرتے ہیں ... غریب کبھی خود غرض نہیں ہوتا۔ یہ جوہر مالدار طبقہ میں ہی پایا جاتا ہے۔"

جبکہ لڈ یا ہچنس اس طرح لیڈی ریونسورتھ کو تلخ طعنے دے اور ملامت آمیز باتیں کہہ رہی تھی۔ آخر الذکر بجلد جلد تبدیل لباس کی منزلیں طے کر رہی تھی۔ اب اسے اپنی خوبصورتی پر ناز باقی نہ تھا۔ اس لئے جبکہ وہ اپنے لمبے ملائم بالوں میں جنہیں آراستہ کرنا لڈیا کا فرض تھا۔ خود کنگھی کر رہی تھی۔ اس نے ایک مرتبہ بھی نظر اٹھا کر آئینہ کی طرف نہیں دیکھا کیونکہ اسے سب سے زیادہ اس بات کا خیال لگا ہوا تھا۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ میں اس کمرہ سے جہاں مجھ سے اس قدر ذلت آمیز سلوک ہوتا ہے باہر چلی جاؤں۔ لیکن اس کی ذہنی تکالیف کا خاتمہ اسی پر نہیں ہوا۔ کیونکہ جب وہ لباس وغیرہ پہن کر کمرہ سے باہر جانے کو تیار ہوئی تو لڈیا ہچنس نے بڑے سکون کے ساتھ تحکمانہ لہجہ میں کہا "اڈیلین اب ذرا میرے بالوں میں بھی کنگھی کر دو۔"

"اے بدمعاش عورت تو اپنی حد سے بڑھی جاتی ہے۔ دیکھ مجھے زیادہ دق نہ کر کیونکہ انسان کے تحمل کی آخر کوئی انتہا ہوتی ہے۔" بدنصیب امیرزادی نے چلا کر کہا "یاد رکھ اگر تو مجھے یوں تنگ کرے گی تو شاید میں تجھ پر ہاتھ اٹھا بیٹھوں۔ اے آسمان میری حالت کیا ہوتی جا رہی ہے!"

مگر لڈیا نے اس جوش سے متاثر ہوئے بغیر اس پرسکون انداز سے جسے اس نے اپنی فطرت ثانی بنا لیا تھا۔ جواب دیا "مجھے تمہارے اس غصہ اور جوش کی ذرا پرواہ نہیں۔ اگر تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی غلطی کی۔ تو یاد رکھو میں تم پر حملہ کر کے اس گستاخی کا خوب ہی مزا چکھاؤں گی۔ میں تمہیں ایسی زدوکوب کروں گی کہ عمر بھر یاد رکھو۔ ناخنوں سے تمہارے چہرہ کو بدنما کر دوں گی۔ تمہارے سر کے بال نوچ لوں گی۔ اور یہ خوشنما دانت جن پر تمہیں ناز ہے۔ توڑ دوں گی۔ کیونکہ میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں۔ اس لئے خبردار مجھ پر وار کرنے کی جرأت نہ کرنا!"

ایڈلین کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اور اس نے چیخ کر کہا "بہر حال میں تمہاری لونڈی بن کر نہیں رہ سکتی۔"

لڈیا نے کہا کیا مضائقہ ہے۔ وہ بھی تو وقت تھا جب تم میرے کمرہ میں ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر درد زہ کی تکلیف میں مبتلا تھیں۔ اور میں نے خادمہ کی طرح تمہاری خدمت کی تھی۔"

ایڈلین نے وحشیانہ انداز سے چلا کر کہا "نہیں نہیں۔ ایسا نہ ہوگا۔ تم مجھے اپنی لونڈی ... ادنے درجہ کی لونڈی ... لونڈیوں کی لونڈی بنانا چاہتی ہو تم مجھے خود اپنی نظروں میں ذلیل اور قابل نفرت بنانے کی کوشش کر رہی ہو ..."

"پھر کیا ہوا" لڈیا نے قطع کلام کر کے کہا "تم نے بھی تو مجھے میری اپنی نظروں میں کچھ کم ذلیل اور قابل نفرت نہیں بنایا۔ کیا تم اس بات کو بھول گئی ہو کہ مجھے اپنی کمزوری کو چھپانے کا ذریعہ بنا کر تم نے مجھ کو لونڈی سے زیادہ ذلیل بنایا تھا ... مگر اب وقت آ گیا ہے۔ کہ میں تمہیں جو ایک مغرور امیر زادی ہو۔ یہ سبق دوں کہ ہر چند میں ایک بے یار و مددگار اور اس وقت ایک ذلیل عورت ہوں۔ لیکن میرے سینہ میں بھی احساسات ہیں۔ اور ان کو بھی تمہارے جذبات کی طرح ضرر پہنچ سکتا ہے ..."

"لڈیا میں تم سے التجا کرتی ہوں ... میں دو زانو ہو کر ہاتھ جوڑتی ہوں کہ مجھ پر رحم کرو۔"

ایڈلین نے انتہائی ذہنی اذیت کی حالت میں چیخ چیخ دونوں ہاتھ جوڑ کر اور اس سخت گیر مطلق العنان عورت کے قدموں میں گر کر کہا۔ مگر لڈیا ہچنسن نے گہری گلوگیر آواز میں جس سے پایا جاتا تھا کہ اس کے سینہ میں انتقامی جذبات کا کس قدر زور ہے جواب دیا "تمہارے متعلق تو میرے دل میں رحم کے لئے ذرا بھی گنجایش نہیں۔ جب مجھے اس بات کا خیال آتا ہے۔ کہ تمہاری بدولت میں نے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں ... کیا کیا مصیبتیں جھیلیں ... ہاں جب مجھے اس بات کا خیال آتا ہے۔ کہ آج میں اپنے پیارے باپ اور عزیز بھائی کی صحبت میں ہوتی کس قدر خوش ہوتی ... اے مغرور امیر زادی جب مجھے ان سب باتوں کا خیال آتا ہے۔ اور میں سوچتی ہوں کہ تمہیں نے مجھے آوارگی کی راہ پر ڈالا ... تمہیں نے میری امیدوں کو خاک میں ملایا ... تمہیں نے اپنی اغراض کے لئے میری نیک نامی تک چھین لی۔ اور اس کے بعد حقارت اور نفرت

کیا تھا مجھے ٹھوکر لگا کر پرے پھینک دیا . . . یہ سب خیالات جب میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں ۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ میں دیوانی ہوتی جا رہی ہوں ۔ اور تم جو ان سب باتوں کا موجب ہو ۔ تم مجھ سے رحم کی خواستگار ہوتی ہو! نہیں! ہرگز نہیں! سو بار نہیں! تم پر مجھے کسی حال میں رحم نہیں آ سکتا ۔ کیونکہ میں تمہاری صورت سے نفرت کرتی ہوں . . . تم سے مجھے دلی نفرت ہے!"

ایڈلین اب تک بدستور اپنی خادمہ کے سامنے دوزانو بیٹھی تھی اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے مایوسانہ لہجہ میں کہا "لڈیا میری نیک دل لڈیا خدارا ایسی خوفناک باتیں نہ کرو"

مگر لڈیا نے حقارت سے اس کے ہاتھوں کو پرے ہٹا کر کہا "یہ نہ سمجھو ۔ تمہاری چکنی چپڑی باتیں مجھے اپنے ارادہ سے باز رکھ سکتی ہیں ۔ تم نے مجھ سے سلوک کرنا تو سیکھا مگر افسوس کہ بعد از وقت ہا"

ایڈلین نے اپنی آنسوؤں سے تر آنکھیں التجا کے انداز سے انتقام پسند عورت کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا "جو کچھ ہو چکا اسے جانے دو ۔ میں زمانہ ماضی کی تلافی کو آمادہ ہوں ۔ اور آئندہ تمہیں اپنی حقیقی بہن سمجھوں گی ۔ مجھ سے اگر ناشکر گزاری کا اظہار ہوا ۔ تو آئندہ اس کی پورے طور سے تلافی کر دونگی ۔ جو کچھ مجھ سے ہونا ممکن ہے ۔ اس میں دریغ نہ کرونگی ۔ لیکن از برائے خدا مجھ سے یہ انتہائی بدسلوکیاں نہ کرو ۔ اگر میری خاطر نہیں ۔ تو کم از کم اس بچے کی خاطر جو میرے شکم میں ہے . . ."

لڈیا نے اپنے بالائی ہونٹ کو نفرت سے خم دے کر کہا "معلوم ہوتا ہے تمہارے اندر مامتا کا جذبہ کچھ عرصہ سے غیر معمولی ترقی کر چکا ہے ۔ کیونکہ تمہیں یاد ہوگا ۔ اپنا پہلا بچہ تم نے یہ کہہ کر میرے حوالہ کر دیا تھا کہ اسے کسی تالاب میں پھینک دینا یا کسی گڑھے میں دبا دینا ۔ مطلب یہ کہ تمہاری نظروں سے دور میں کہیں اسے پھینک دوں"

ایڈلین سے اب یہ ذلت زیادہ عرصہ تک برداشت نہ ہو سکی ۔ انتہائی غم و غصہ کی حالت میں سیدھا کھڑا ہو کر اس نے کہا "اے ذلیل و حقیر عورت جس قدر تکلیفیں تو مجھے دے رہی ہے ۔ ان سب میں زیادہ ناقابل برداشت شرمناک ماضی کے حالات کا ذکر ہے ۔ میں پوچھتی ہوں ۔ کیا تو یہ چاہتی ہے ۔ کہ میں

اپنی ذہنی اذیتوں سے سسک سسک کر مرجاؤں؟ یا کیا تو مجھے دیوانہ ۔۔۔ ہائے دیوانہ بنانا چاہتی ہے؟" یہ کہہ کر اس نے کمرہ کے اندر وحشت آمیز نظر ڈالی اور اس کے ساتھ ہی اپنے نازک ہاتھوں کی تشنجی انداز سے مٹھیاں کس لیں۔

اوہ! کس قدر بھیانک نظارہ ہے کہ جس کی کیفیت باوجود ہر ممکن کوشش کے ہمارا قلم صحیح طریق پر بیان نہیں کرسکتا۔

لڈیا ہچنسن کی سختیاں اور ناقابل برداشت مظالم لیڈی ریونسورتھ کو ان خوفناک اذیتوں کا نشانہ بنارہے تھے جن میں مضبوط سے مضبوط دل ہل جاتے ہیں۔ اور زبردست سے زبردست طاقت برداشت عاجز ہوجاتی ہے!

جب وہ بدنصیب امیرزادی خاموشی اختیار کرتی۔ تو لڈیا ہچنسن کی تلخ تعزیر مسلسل اس کے کانوں میں پہنچ کر اس کے اندر ناقابل برداشت جوش پیدا کردیتی تھی۔ پھر جب وہ اس کے جواب میں کچھ کہتی۔ تو لڈیا ایسے تلخ لفظوں میں جواب دیتی اور ایسے ایسے سخت طعنے دیتی کہ اسے مجبور ہوکر رحم کا ملتجی ہونا پڑتا۔ پھر جب وہ اپنی تنخواہ دار خادمہ کے دل میں اپنے انکسار اور التجا کے ذریعہ رحم کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کرتی۔ تو وہ اس قدر سرد مہری یا فاتحانہ انداز سے پیش آتی کہ بدنصیب ایڈلین کا فطرتی غرور اور نخوت جسے وہ دبانے کی اس قدر کوشش کرتی تھی غالب آجاتی۔

"کیا تو مجھے دیوانہ بنانا چاہتی ہے"؟ لیڈی ریونسورتھ نے چلاکر کہا۔ اور اس کے بعد جب اس کے جذبات کا جوش گھٹ گیا۔ تو وہ انتہائی مایوسی کے عالم میں ایک کرسی پر گر کر زار و قطار رونے لگی۔

مگر سخت دل لڈیا پر اس کا بھی اثر نہ ہوا جب تک ایڈلین روتی تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھی دیکھا کی۔ پھر جب وہ تھک گئی۔ جب اس کے جوش میں فرق آیا۔ اور اس کا غرور خاک میں مل چکا۔ تو ظالم نے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔"اب اس طرح آنسو نہ بہاؤ اور اٹھ کر میرے بالوں کو آراستہ کرو۔"

ایڈلین لاکھ بری تھی۔ مانا کہ وہ فطرتاً اور تعلیماً خودغرض تھی۔ مگر اس وقت اس نے

اپنے آنسوؤں سے تر آنکھوں کے ذریعہ لڈیا کے چہرہ پر التجائے رحم کی جو نظر ڈالی تھی وہ ایسی تھی۔ کہ کسی وحشی کے دل پر بھی ضرور اثر کرتی۔ مگر لڈیا پر اس کا اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اس نے بدستور سختی کے لہجہ میں کہا۔ "میں کہتی ہوں میرے بالوں کو آراستہ کردو۔"

ناچار بدنصیب خاتون اپنی جگہ سے اُٹھی۔ اور اس نے بیکسی کی حالت میں اس ذلیل کام کو خود اپنی خادمہ کی خاطر کرنا شروع کیا۔

جبکہ وہ اس کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ لڈیا کہنے لگی "جب میں بازاروں میں گداگر عورت کی حیثیت میں پھرا کرتی تھی۔ مثلاً اس وقت جب انتہائی فاقہ کشی کی حالت میں تم سے سینٹ جیمز سٹریٹ میں ملی۔ اور تمہارے نوکروں نے مجھے دھکا دے پرے پھینک دیا جب تمہارے شوہر نے بیدردی سے کہا "میں سمجھ گیا کیا معاملہ ہے" اور جب تمہاری گاڑی مجھے فرش پر گرا کر تیزی سے آگے کو نکل گئی۔ تو اس وقت مجھے بھولے سے بھی اس بات کا خیال نہ تھا۔ کہ ایک وقت آئے گا۔ جب انگلستان کی ایک مغرور امیرزادی . . . اور وہ امیرزادی بھی کون خود ایڈلین . . . میرے بالوں میں کنگھی کرے گی۔ آہ جب تم نے اپنے انتہائی غرور میں مجھے ایک حقیر اور ذلیل کیڑا سمجھ کر پرے پھینک دیا۔ تو اس کا تمہیں ہرگز خیال نہ تھا۔ کہ ایک وقت آئے گا۔ جب وہی کیڑا سر اُٹھا کر تیز ڈنک لگائے گا۔ کیا تم سمجھتی ہو۔ کہ میں تم سے اپنے بالوں کو اس لئے آراستہ کراتی ہوں۔ کہ تم انہیں زیادہ فیشن ایبل بنا سکو گی؟ کیا تم یہ خیال کرتی ہو۔ کہ اگر اب بھی میرے اندر نمایش کا مادہ باقی ہو۔ تو میں خود اپنے ہاتھوں سے انہیں زیادہ اچھی طرح آراستہ نہیں کر سکتی؟ نہیں میں چاہوں تو تم سے بہتر بال بنا سکتی ہوں۔ لیکن میں تم سے یہ خدمت اس لئے لیتی ہوں . . . اس تنہائی میں خود مالکہ بن کر تمہیں خادمہ بنانے میں میرا مدعا یہ ہے کہ اپنے جذبۂ انتقام کو پورا کروں۔ ایسی باتوں سے تم خود اپنی نظروں میں حقیر اور ذلیل بنتی ہو۔ تم جو کبھی اپنے آپ کو عظیم . . . اور مغرور . . . اور جلیل ہستی سمجھتی تھیں!"

اس قسم کی گفتگو تھی - جو لڈیا ہچنسن نے اس عرصہ میں جاری رکھی - جبکہ لیڈی ریونسورتھ اس کے بالوں کو طوعاً و کرہاً آراستہ کر رہی تھی - ہر ایک لفظ جو اس شتر کینہ عورت کی زبان سے نکلتا تھا - بدنصیب اڈیلین کے زخمی دل پر پگھلے ہوئے سیسہ کے قطروں کی طرح گر رہا تھا -

آخر بدقت یہ آزمایش جس سے کم وبیش ہر روز اس دن کے بعد جب سے لڈیا ہچنسن اس گھر میں آکر رہی - لیڈی ریونسورتھ کو گذرنا پڑتا تھا - ختم ہوئی - اور اڈیلین کو ایک اذیت سے نجات ملی - مگر افسوس کہ تھوڑی دیر کے لئے!

جلد دوازدہم ختم ہوئی

فسانۂ لندن

سلسلۂ ثانی

مکمل اُردو ترجمہ ۲۵ جلدوں میں

رینالڈس کے معرکۃ آرا ناول مسٹریز آف لندن کے دو سلسلے ہیں - یا یوں کہنا چاہیئے کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے شایع کیا گیا ہے - سلسلۂ ثانی سلسلہ اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے - اس ناول کا ہیرو دوسرا - کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے - مگر دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ ... اگر ممکن سمجھا جائے ... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے - اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے - کہ جہاں سلسلۂ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں - وہاں امرا میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے - قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی - اور آدمی میں فیاضی اور شرافت کا جوہر موجود ہو اور خدا اُسے نیکی کی توفیق دے - تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کے لئے کیونکر صرف کر سکتا ہے - ضخامت ۴۰۰۰ صفحیں سے زیادہ - قیمت ۱۲ محصولڈاک الگ -

رینالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحات	قیمت
مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	فسانہ لنڈن (۷ حصے)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۲۳۴۸	[illegible]
" (سلسلہ ثانی)	" (۲۵ حصے)	"	۲۶۶۴	[illegible]
سیمسٹریس	سوزن عشق	پنڈت بشمبر ناتھ صاحب سپرو	۵۱۹	[illegible]
پوپ جان	طلسمات	منشی خلیل الرحمن صاحب	۲۶۸	[illegible]
فاسٹ	فریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	[illegible]
مے مڈلٹن	شکستہ دل	مسٹر پی۔ ایم۔ کمار	۱۳۶	[illegible]
لیلیٰ یا سٹار آف منگریلیا	فسانہ الدین و لیلیٰ	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۷	[illegible]
برونز سٹیچو	لعبت فرنگ	منشی رام نراین صاحب	۷۲۴	[illegible]
مارگرٹ	مارگرٹ	منشی گنگا سہائے صاحب بی۔ اے	[illegible]	
عمر	عمر پاشا (۲ حصے)	منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی	[illegible]	
سولجرس وائف	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر ملک شمیمت صاحب عابد	۱۴۴	[illegible]
روزا لمبرٹ	روزا لمبرٹ (۲ حصے)	منشی بجے نراین صاحب نادر ماثر لکھنوی	۳۵۶	[illegible]
نکرومنیسر	اسرار (۲ حصے)	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴	[illegible]
وگیرڈ دی ویروولف	وگیرڈ و نسیدا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۳۲۴	[illegible]
ماسٹر ٹموتھیز بک کیس	دھوکا یا طلسمی فانوس	منشی سجاد حسین صاحب مرحوم	۳۶۱	[illegible]
کینتھ	پاداش عمل (۵ حصے)	مولوی صدیق حسن صاحب	۱۱۰۰	[illegible]
میری پرائس	سرگذشت (۴ حصے)	منشی نوازش علی صاحب	۱۱۲۰	[illegible]
الفرڈ	شاہ کام	منشی امجد حسین خانصاحب مرحوم	۲۱۰	[illegible]
ینگ ڈچس	شام جوانی (۲ حصے)	منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی	۹۰۰	[illegible]
فشر مین	نیرنگ	سید احمد شاہ صاحب لکھنوی	۹۵	[illegible]
لوز آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد الدین صاحب بی۔ اے مرحوم	۲۱۰	[illegible]

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

جامع سٹیم پریس لاہور میں لالہ ایشر داس پرنٹر کے اہتمام سے چھپا